

اللَّهُمَّ انصُرْ دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّيْ

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كِتَابِ نَصْرِتِ اسْلَامِ كِي جَدِيدِ عِلْمِ كَلَامِ دِينِ
المستحضر

انصار الاسلام

ابطال شبهات او نام من طبق اصول علوم جدید یورپ و امریکه
تصنیف

عالیجناب مستطاب مستغنی عن الالقاب جامع علوم عقلیه و نقلیه و فنون فرعیه و اصلیه
ماہر فلسفہ قدیمہ و جدیدہ صاحب تحقیقات سدیدہ مولانا الحکیم سید غلام حسین صاحب
مترجم قانون ریخ لازالت شمس افاداتہ بازغہ و اقمار ہدایات ساطعہ

در مطبع جواہر الیسیر واقع بنارس نور طبع پوشید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کی حمد کرتا ہوں کہ اوسکے وجود اور اُسکے قدرت اور اُسکے اختیار پر یہ کتاب بہت آسانی سے ہر شخص کو ہدایت کرے گی اور درود نامحود و انبیاء کرام پر جنکی تشریف آوری کی ضرورت اور جنکی ہدایت کے فوائد پر یہ کتاب شامل ہے خاصکر ہمارے نبی خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلعم جنہوں نے ہمکو پیغمبران ماسلف کے تشریف آوری سے خبر دی اور سبکو فرستادہ خدا ہونا معجز ہونا گناہوں سے پاک صاف ہونا اجتہاد اور قیاس کرنے سے جملہ امور دینی اور ذاتی دنیوی میں جدا ہونا لوازم نبوت سے ارشاد فرمایا جسکو ہماری عقل صحیح نے بھی تسلیم کر لیا چنانچہ اسکا بیان بھی اسی کتاب میں توضیح سے کر دیا

بعد حمد اور صلوٰۃ پچھان غلام حسین کنٹوری مصنف کتاب مآئین
 فی مقتل الحسین اور مترجم قانون شیخ اور کامل الصنائع کہتا ہے
 سبب تصنیف کتاب میں بتاریخ ۱۵ ربیع الثانیہ ۱۳۱۵ھ
 حضور پر نور فیض گنجور والا چشم عالی ہم قدر دان علم و ہنر
 والا گہر عالی جناب نواب سید سید علی خان صاحب بہادر
 فرزند ارجمند نواب سید باقر علی خان صاحب بہادر مرحوم میں بمقام
 کانپور مشرف ہوا بعد ادا کے مراسم اسلامیہ مسئلہ تسخیر ارواح
 کا ذکر حضور نے چھیڑا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ارواح مومنین کا
 وادی السلام میں اور ارواح غیر مومنین کا وادی برہوت
 میں ہونا اس عمل سے جو روزانہ ہمارے تجربہ میں آ رہا ہے ضرور محل
 تردد ہوتا ہے اسکا جواب اجمالی اور تفصیلی جو کچھ میں نے دیا وہ علاوہ
 اسکے کہ پرچہ اصلاح میں درج ہو چکا ہے اس کتاب میں بھی بجنسہ
 درج ہو گا جب میرے جوابات زبانی اور تحریری کو جناب
 محتشم الیہ نے سنا اور پڑھا مجھ سے فرمایا کہ بالفعل چونکہ فلسفہ جدیدہ
 سے خیالات پر اکثر اہل اسلام کے نہایت خراب اثر پڑ رہا ہے لہذا

علماء اسلام کو ضرور ہے کہ کمر ہمت انتصار اسلام پر ویسی ہی باندھیں
 جیسے کہ زمانہ سابق میں دو نو گروہ اہل اسلام کے یعنی سُنی اور شیعہ
 یک دل اور یک زبان ہو کر اصول فلسفہ قدیمہ کا قلع و قمع
 تدوین علم کلام سے فرما چکے ہیں اور خانگی جھگڑا خلافت کا جو کہ اب
 طول کو پہونچ گیا ہے اس سے درگزر کر کے خدا کی توحید اور انبیا
 کی نبوت اور معاد کی ضرورت ثابت کریں۔ میں نے کتاب حمیدیہ
 (مصنفہ جناب شیخ حسین آفندی حیر جو مشہور علماء بیروت سے ہیں)
 کا ذکر کیا کہ یہ پہلی کتاب اس غرض سے بعض علماء اسلام نے لکھی ہے
 فرمایا کہ اس کا ترجمہ آپ اردو سلیس میں کر دیجئے کہ چھپ جائے
 اور ایک نسخہ کتاب ہذا کا خرید فرما کر مجھے مرحمت فرمایا چودہ مہینہ
 اس کا مطالعہ خاکسار نے کر کے جب بہت ساموا دایا اب کتاب ہذا
 یعنی میری کتاب مسیئۃ انتصار الاسلام فی رد الشبہات
 والا وہام کامیر برسوں کے دماغ سوزی سے فراہم ہو گیا تب میں نے
 چند ابواب کا مسودہ حضور میں پیش کیا بعد ملاحظہ مجھے تحریری
 ارشاد پہونچا کہ مجھ سے دُور و زکیو اسطے ملجا تا ضرور ہے چنانچہ میں بتاریخ

۲۲۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ ہجری حاضر حضور ہوا کیا کہون کہ دو نو حضور
اعنے نواب سید سید علی خان صاحب بہادر اور اونکے منجھلے
بھائی نواب سید جعفر علی خان صاحب بہادر سے تین روز کی
یکجائی میں کیسے کیسے عمدہ اصول اور فروع مسائل توحید اور نبوت
پر بحث ہوئی جسکی لذت میرے دل سے پوچھنی چاہئے میں زیادہ
مبالغہ دو نو حضور کے مدح اور ثنائیں کرنا پسند نہ کروں گا ورنہ میری
کتاب پر بڑا الزام پہلے ہی لگایا جائے گا بلکہ جس مقام پر جو اعتراض
حضور نے کیا ہے یا جو شبہہ خود حضور نے دفع کیا ہے وہ بجنہ درج
کتاب ہذا کروں گا اسی سے ناظرین کو دو نو حضور کی لیاقت علمی اور
ذہنی و ذکا کی پوری کیفیت معلوم ہوگی المختصر مجھ سے باصرار یہی فرمایا
کہ اتمصار الاسلام میں ضروری شبہات نیچر یہ اور آریہ سماج
اور پادری صاحبان اور دہریوں کا رد ایسی سلامت روی اور
مودبانہ الفاظ سے کر دیا جائے کہ ہرگز کسی ناظرین کتاب ہذا کو ان
مضامین کا پڑھنا ناگوار نہ ہو اور مصارف پانچ سو مجلد چھپوانے کی سرکار
سے یکمشت خواہ ماہ بگاہ بموجب تادمہ حساب پہونچا کرینگے۔ یہ بھی باطرار

ارشاد فرمایا کہ اثبات نبوت پر پورا زور دیا جائے چنانچہ بحمد اللہ
 آج تک جس قدر ابواب اس کتاب کے لکھ چکا ہوں اور اکثر اہل فہم
 اور تعلیم یافتہ کے ملاحظہ اور سماعت میں آچکے سمجھوں کی رائے اسکے
 عمدگی پر متفق ہو چکی ہے اب میں خدا سے دعا اتمام کتاب کی مانگ کر شروع
 بیان مقاصد کرتا ہوں مگر پہلے چند امر ضروری کو لکھتا ہوں پہلے
 واضح ہو کہ اس کتاب میں جس قدر مجھ سے ممکن ہوا ہے حل شبہہ
 بہ تفصیل کر دیا ہے اور معارضہ یا تمثیل اُسی مقام پر درج کرونگا جہاں
 پہلے حل شبہہ بطور تحقیق کے ہو چکا ہے اسلئے کہ معارضہ سے اصل
 شبہہ دفع نہیں ہوتا ہے بلکہ فقط ایک قسم کا مخاطب اوسکے زبان
 بندی ہو جاتی ہے اور اصل شبہہ زیادہ تر نچتہ ہو جاتا ہے مثلاً خدا
 کے وجود سے انکار کرنے میں اور مادہ کے قدیم اور مصدر موجودات
 عالم ہونے میں یا تو رائے کے وجود کے اقرار کرنے سے جو الزام دو نو فریق
 پر آتا ہے اُسکے ذکر میں بجز افزونی شناعیت کے اور کیا نتیجہ ہے یا کہ
 انبیاء کے عصمت کی منافی جو امور ہیں اور اہل اسلام اپنے نبی صلعم
 میں اونکو صحیح فرض کر کے یہود اور نصاریٰ پر دیگر انبیاء میں تاریخ

سے اُن غیوب کو ثابت کرین پس اگرچہ اہل مذہب کو سکوت ہو جائیگا
 مگر منکرین نبوت کا شبہ اور بڑھ جائے گا لہذا ایسے شبہات کو
 پہلے حل کر دینا لازم سمجھ کر پھر بغرض اسکات اہل مذاہب معارضہ بھی
 اگر کرونگا تو کچھ نامناسب نہ ہوگا فرض کرو تعدد ازواج کا شبہ جو ہمارے
 نبی صلعم پر یہود اور نصاریٰ کرین پہلے تعدد ازواج کی خوبی براہ
 عقل ثابت کر کے پھر دیگر انبیاء کا کثیر الازواج ہونا بطور معارضہ کے ہم نے
 لکھا ہے اب یہ معارضہ محض معارضہ نہ رہا بلکہ حل شبہہ پر پورا معین
 ہو گیا۔ اور مطلب یہ ہوا چونکہ تعدد ازواج عقلاً ضروری ہے اور
 انبیاء سے بڑھ کر یا بند عقل کے اور کون لوگ ہو سکتے ہیں لہذا انکا
 فعل بھی پورا ثبوت اسکے خوبی کا ہے اسی طرح دیگر معارضات کا حال
 ہماری کتاب میں ہے دوم بعض مسائل شریعت محمدی میں چونکہ
 اہل اسلام کو اختلاف رائے ہو گیا ہے جب اوس مسئلہ میں کسی
 ایک رائے کو ترجیح میں دیتا ہوں اُس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے
 کہ دوسرے فرقہ کی رد کرتا ہوں بلکہ غرض اُس سے یہ ہے کہ اہل اسلام
 میں ایک گروہ اسکا بھی قائل ہے اگر دہریہ وغیرہم اسی گروہ کے قول کو

قبول کر کے داخل مذہب اسلام میں ہو جائیں تو کل اہل اسلام اونکو
 خارج از دائرہ اسلام نہ کہیں گے ^{تیسرے} بعض معجزات انبیاء کو
 میں نے تسلیم کر لیا ہے کہ غیر نبی اونکے مثل پر قادر ہے اُس سے غرض
 میری یہ نہیں ہے کہ وہ امور از قسم معجزہ نہ تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ جسوقت
 اور جس طرح سے وہ معجزات صادر ہوئے قوت بشری اُسکے مثل پر
 قادر نہ تھی اور نہ اُس طرح کبھی قادر ہو سکتی ہے اب اس بات کے سمجھانے
 کی واسطے ضرور ہے کہ ہم معجزہ کے معنی کو مجملًا بیان کر دیں اور جو فلاسف
 دہریہ کہتے پھرتے ہیں کہ معجزہ محض شعبدہ بازی اور بازیگری ہے اُسکا
 بطلان ابھی سے سمجھ میں آجائے معجزہ ہر لوگ پابند مذاہب آسمانی
 اُس امر ممکن غیر عادی کو کہتے ہیں جسکو کوئی نبی اپنے نبوت کے دعوے
 کی تصدیق میں ظاہر کرے یا قایم مقام نبی کا اپنے نبی کے سچے ہونے
 میں ظاہر کرے پھر چونکہ ہدایت خلاق کی اور انتظام امور خلایق خدای
 تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعہ سے فرمایا ہے اور اونکی شناخت کامل ان ظہار
 معجزات سے ہوتی ہے لہذا جسوقت کوئی آدمی تحدی کر کے یعنی دعوائی
 نبوت کر کے کوئی امر خارق عادت ظاہر کرے واجب ہے کہ اگر اوسکا

دعویٰ نبی اللہ ہونے کا صحیح ہے وہ معجزہ بھی ضرور صادر ہو جائے
 اور اگر چھوٹھا دعویٰ نبوت کیا ہے واجب ہے کہ خدا اس کے چھوٹھا کرنے کی
 غرض سے وہ امر خارق عادت اور سوقت اس کے ہاتھ پر نہ ظاہر
 ہونے دے ورنہ تصدیق کاذب کی لازم آئے گی اور چھوٹے کو
 سچا ظاہر کر کے خلائق کو گمراہ کرنا اور انتظام عالم کو درہم برہم کر دینا یہ
 کام خدا کا نہیں ہے اب اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہی کام جسکو
 بازگیر شعبہ بازبدون دعویٰ نبوت کے کر سکتے ہیں اگر دعویٰ نبوت
 کر کے تصدیق میں اپنے دعویٰ کے کرنا چاہیں ہرگز نہ کر سکیں گے اور
 یہ ایسا عقیدہ ہمارا بختہ اور مدلل ہے جسکا خلاف کہی ہو نہیں سکتا
 ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے پھر چونکہ یہ مسئلہ دقیق ہے اور بیان
 کامل اور پوری توضیح کا محتاج ہے اس مقام پر اسقدر ہم کو لکھنا
 ضروری تھا آئندہ جب نبوت اور معجزہ کا تفصیل بیان کریں گے انشاء اللہ
 بہت وضاحت سے اسکو بھی بیان کریں گے خلاصہ اب ہم کو فقط
 یہی بات کہنی باقی ہے کہ فلسفہ کی ترقی جسقدر ہوتی جاتی ہے
 خدا کا وجود اور خدا کی حجت یعنی انبیاء کی تصدیق اور انہیں مسائل

فلسفہ سے بڑھتی جاتی ہے اور ہمیشہ بڑھتی رہے گی اور کبھی ایسا خیال
 نہ کرو کہ سچا مسئلہ کے علم عقلی کا خدا کے وجود اور انبیا کی نبوت کو باطل
 کر سکتا ہے عاقل کو چاہئے کہ تعصب کو چھوڑ کر ہماری اس کتاب کو
 مطالعہ کرے اسلئے کہ امر حق کا پوشیدہ رہنا دو سبب سے ہوتا ہے جہل
 بسیط یعنی آدمی بالکل امر حق سے ناواقف ہو اور اس کے جاننے کی
 کوشش نہ کرے اور جہل مرکب کہ جان بوجھ کر تعصب سے اس کا
 انکار کرے اب میں کتاب کو شروع کرتا ہوں اور توفیق اتمام کی
 خدا سے چاہتا ہوں + وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب
مقدمہ کتاب فلسفہ جدیدہ اور قدیمہ کے بیان میں
 حکمت یا فلسفہ کی تعریف اور بیان اقسام سے ہم کو اس کتاب میں طول
 دینا مفید نہیں ہے لہذا دو قسمین حکمت کی یہاں بیان کرتے ہیں۔
 ہمیشہ آدمی کی عقل میں دنیا کی موجودہ اشیاء و طرح کی معلوم ہوتی چلی
 آئی ہیں بعض اشیاء ایسے ہیں جن کو ہم اپنے حواس خمسہ ظاہری سے
 محسوس کرتے ہیں جیسے شکل اور صورت رنگ روپ گرمی سردی
 اور بعض ایسی چیزیں ہیں جن کو ہمارے حواس خمسہ نہیں محسوس

کر سکتے مگر انکے آثار کو البتہ ہم محسوس کر سکتے ہیں جیسے قوت جاذبہ جو
 مقناطیس اور کبریا وغیرہ میں ہے کہ ہم کو لوہے کا جذب ہونا بطرف
 مقناطیس کے آنکھ سے نظر آتا ہے مگر قوت جاذبہ جو مقناطیس میں ہے
 وہ ہم کو نظر نہیں آتی ہاں تجربہ سے اور مکرر مشاہدہ سے ہماری عقل
 مقناطیس کو دیکھ کر فوراً حکم کر دیتی ہے کہ لوہے کا جذب اس میں
 ہے یا تنگہ کی کشش کبریا میں ہے بہر حال اب موجودات عالم کی
 دو قسمیں ہمارے سمجھ میں آگئیں محسوس اور غیر محسوس اور انہیں دونوں
 قسموں کے خواص اور آثار کو معلوم کرنے اور پہچاننے کا نام فلسفہ ہے
 اور علم حکمت بھی اسی کو کہتے ہیں۔ پھر چونکہ موجودات عالم کے پہچاننے
 سے ہم کو دو غرض ہیں سے کوئی غرض اور فائدہ ضرور ہونا چاہئے
 ایک تو یہ کہ اوسے شے کی ماہیت اور خواص اور آثار ہم کو معلوم
 رہیں اور جاہل نہ کہلائیں دوسری غرض یہ کہ بعد شناخت اشیا
 اور آثار اشیا کے ہم کو کسی قسم کا عملی فائدہ بھی ہو پہلی قسم جیسے
 آفتاب اور دیگر آسمانی چیزوں کا علم اور انکے خواص
 جسمانی مثل حرکت اور سکون اور حرارت اور نور وغیرہ کہ ان امور

کے جاننے سے ہمو بجز اس فائدہ کے کہ ہم اونکے خواص کو جانتے ہیں
 اور کوئی فائدہ نہیں ہے چنانچہ سوقراط وغیرہ فلاسفہ کے یہی رائے
 اور ہموگ خدا پرست اس علم ہیئت کو ذریعہ شناخت موجد عالم
 اور خدای بزرگ کا سمجھتے ہیں۔ دوسرے قسم کا فلسفہ جسمین ان چیزوں سے
 بحث ہوتی ہے جو ہماری زندگی کے بسر برد میں بکار آمد ہیں علم
 طب اور کیمیا اور جرّ ثقیل وغیرہ ایسے ہی علوم ہیں۔ اب خلاصہ
 یہ معلوم ہوا کہ فلسفہ کی دو قسمیں ہیں نظری اور عملی اور انہیں دونوں
 قسم کے اقسام بہت سے ہو گئے ہیں فلسفہ قدیم جسکو لارڈ بیکل نے ^{۱۶۴۶} شائع
 اور ڈی کارلس نے ^{۱۶۵۶} شائع میں بالکل مہمل سمجھ کر جدید فلسفہ جاری
 کیا اور جدید سے مراد کیا ہے کہ پچھلے طریقہ استدلال اور تحقیق مسائل
 کے سب غلط ہیں فقط اصول تصفیح یعنی استقرائے جزئیات سے
 جو حکم عام ثابت ہو جاوے وہی قانون قدرت ہے (لا اف نیچر)
 اور اوسے کے درپے ہونا حکیم کو لازم ہے اب یورپ کا فلسفہ اسی قاعدہ
 پر چل رہا ہے شائع میں مسٹر ریڈ صاحب کے اقوال کو دیکھو عربی اور
 سنسکرت میں جن لوگوں نے فلسفہ پڑھا ہے اونکو پورا تعصب اس

بات میں ہے کہ جدید فلسفہ کوئی نہیں سب قدیم ہے اور یورپ کے
 طلبہ فرانس اور جرمن امریکہ والوں کو تعصب ہو یا نہ ہو مگر ہماری ہندوستانی
 بھائی جنھوں نے ابتدائی درجہ کو بھی پاس نہیں کیا ہے تھوڑی سی انگریزی
 پڑھی اور دو ایک مختصر تاریخ کی کتب کو دیکھا اوہل پڑے کہ فلسفہ
 جدید ہی جو کچھ ہے قدیم فلسفہ محض تاریکی جہالت کا نام ہے مجھے ان
 دونوں کے اقوال سے بحث کرنی منظور نہیں ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں
 کہ تحقیقات علمی کا خاصہ ہے کہ روزانہ ترقی معلومات میں ہوتی ہے اور
 اگر ابقیور حکیم کے اقوال کو صحیح کہوں تو کوئی فلسفہ جدید نہیں ہے
 ہزاروں اولٹ پلٹ دنیا میں ایسے ہوتے چلے آئے ہیں جیسا پلٹا فلسفہ
 نے لارڈ بیکن اور ڈی کارٹس کے زمانہ سے کھایا ہے اور ہمیشہ اس طرح
 رہے گا اگر دنیا کی ابتدا اور انتہا نہ مانی جائے مجھے ۱۲۹۱ھ میں دو معزز
 اہل علم سے علوم قدیمہ اور علوم جدیدہ کے بحث کرنے کا موقع ملا مگر سوای
 اسکے کہ علوم جدیدہ ایک موہوم اور فرضی لفظ اونکی زبان پر بمقام
 بیٹالہ جاری تھے کوئی نیا علم جو ہماری کتب قدیمہ میں درج نہ ہو جیسے شین بازی
 وغیرہ جن میں فقط بیان اقسام علوم کا ہوتا ہے وہ دونوں صاحب بتلا سکے

بڑا دعویٰ علم جی اک ناسی کے جدید ہونے پر ہے یعنی انسان کی خلقت
 سے پہلے دنیا کیسے تھی۔ اب جسے تاریخ پڑھی ہے اور حکیم بقیہ اور حکیم سون
 وغیرہ فلاسفہ کے اقوال پر نظر اوسکی پہونچی ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ دنیا کے
 قدیمی حالت پر کیا کیا کچھ فلاسفہ قدیم لکھ رہے ہیں اور جب ہم اس علم کے
 متعلق کچھ بحث کریں گے اُس وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ جدید اور قدیم میں کیا
 فرق ہے۔ اس طرح جیالوجی اور فریالوجی وغیرہ تاہم بنظر انصاف اگر
 دیکھا جائے سرسری نظر میں حال کی تحقیقات ایسے کامل طور سے ہو رہی
 ہے کہ ایک ایک مسئلہ کا ایک علم پورا بن گیا ہے جیسے علم نور علم ہوا
 علم حرکت وغیرہ۔ یہ سب کچھ صحیح مگر اب ہم کو یہہ دکھانا منظور ہے کہ یہہ
 جدید طریقہ جسکو لارڈ بیکن اور ڈی کارٹس نے جاری کیا ہے یعنی
 اصول تصفیح اور استقرا پر مدار تحقیقات علمی کر دیا ہے اور اگرچہ اسکے
 فوائد ہم کو بخوبی پہونچ رہے ہیں مگر کیا یہہ طریقہ نیا ہے اور لارڈ بیکن
 ہی کی ایجاد ہے یا پہلے بھی مروج تھا اور کیا اس طریقہ سے علم واقعی
 حاصل ہوتا ہے اور اوسکا خلاف نہیں ہو سکتا ہے اور (لا آف نیچر)
 یعنی قانون الہی وہی ہے جو استقرا کے ذریعہ سے ہم کو دریافت ہو

پہلا امر یعنی استقرا کا ایجاد سے لارڈ بیکن کے ہونا اسکو عموماً اہل یورپ

جو کہتے ہیں تے ہیں یہ اون کی صریح غلطی ہے چنانچہ لارڈ میکالی

بڑی عمدگی سے لارڈ بیکن کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں کہ اصول تصفح کسی

شخص خاص کی ایجاد نہیں ہے ہر انسان اس قاعدہ سے بلا تعلیم اور

تعلیم کے خبر رکھتا ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ہر شخص کم و بیش اس

قاعدہ کا عامل ہے اس کی بدولت کاشتکار سمجھتا ہے کہ جو سے جو اور

گیہون سے گیہون پیدا ہوگا۔ اسی طرح بقرینہ غالب ہر طفل اپنے دایہ کو تمام

دیگر عورات سے پہچان کر دودھ پلانے کی توقع اپنی دایہ ہی سے رکھتا

ہے پس جانتا چاہئے کہ لارڈ میکین اصول تصفیہ کا موجود نہ تھا۔ میں کہتا ہوں

اسی طرح ارسطو طالیس نے اپنے منطق کی کتاب میں اور اہل اسلام

مین ابوالضر فارابی اور ابوعلی سینا وغیرہ سمجھوں نے اس مسئلہ استقرا

کو بخوبی لکھا ہے۔ اب رہی دوسری بات جسکو لارڈ بیکن نے یون دعوے

کیا ہے کہ بدون استقرا کے کوئی تحقیق علمی صحیح نہیں ہوتی ہے اس میں

اتنی بات اور بھی اگر بڑھا دی جائے کہ بدون استقرائے تام کے تحقیق

علمی صحیح نہیں ہوتی ہے اور سوقت لارڈ بیکن سے کل اہل علم کو اتفاق

ہوگا ورنہ ہرگز یہ قول قابل تسلیم کے نہیں ہے۔ استقرا کی دو قسمیں
 ہیں ایک ناقص کہ چند یا اکثر افراد کو دیکھ کر کوئی حکم کلی کر دینا اور
 دوسرے استقراے تام کہ تمام جزئیات کو تلاش کر کے جو صفت ہر فرد
 میں پائی جائے اسی کو صفت عام قرار دینا اور ایسی تلاش طاقت بشری
 سے باہر ہے کوئی آدمی دنیا میں ایسا پیدا ہوا ہے جس نے کسی ایک گھاس
 یا ایک حیوان مثلاً گھوڑا یا انسان کے جملہ اشخاص کو دیکھا ہو اور یہی سبب
 ہے کہ چونکہ تمام افراد کا تجربہ کرنا محال ہے لہذا محض استقرا سے حکم کلی
 یقینی کا پیدا ہونا بھی محال ہے پس کیسے ہی تحقیق کرو مگر شک ضرور باقی
 رہتا ہے کہ شاید کسی فرد میں یہ حکم ثابت نہ ہو۔ منجمن نے سات سیارہ
 اصول تصفح سے دریافت کر کے انہیں کے خواص پر جنکو نظرات کو اکب
 کہتے ہیں احکام نجوم از قسم سعادت و نحوست تجویز کئے اور اپنی نادانی
 سے حکم قطعی ہمیشہ لگاتے رہے اب دیکھو ۳۳ سیارہ معلوم ہوئے
 اب علم نجوم کے قواعد اور احکام جو استقرا ناقص پر بنائے گئے تھے
 کیونکر درست باقی رہے کیا ۲۶ سیارہ جدید ان خواص سے خالی
 ہیں جو سات میں مانے گئے فلاسفہ طبعی نے جن میں طبیب بھی داخل ہیں

چار عنصر سے ترکیب اجسام تجویز کی چونکہ استقرانا قص تھا اب کہ چونکہ
 چیزیں مفرد اور بسیط ثابت ہو چکیں اور ممکن ہے کہ اور بھی ہوں اب
 ان کا اصول تصفیح بھی خاک میں مل گیا۔ اسی طرح بطیموس کی ہیئت کے
 مسائل جنکو محسب طبع میں ہندسی دلائل سے مبرہن کیا تھا اب وہ نظام
 ہی باطل ہو گیا اور ہزاروں برس کی محنت بطیموس اور مریدان
 بطیموس کی برباد ہو گئی اسی اصول تصفیح کی غلطی سے۔ اور جب ایسا
 نظام جسکو ہندسی دلائل سے قائم کیا تھا باطل ہو گیا اب اگر نظام
 فیثاغورس کو ہم بڑی تحقیق سے اور بڑی کاوش سے ہندسی ہی
 دلائل سے ثابت کر دیں کون سی دلیل عقلی قائم کر سکتے ہیں کہ یہ نظام
 فیثاغورسی ہمیشہ درست رہے گا۔ لہذا اصول تصفیح سے جو قاعدہ عام
 اور قانون فطرت ہمکو دریافت ہو جب تک کسی اور دلیل عقلی سے
 ہم اوسکو ضروری ثابت نہ کر دیں ہرگز اوسکو یقینی کہنا درست نہ ہوگا۔
 اسی وجہ سے قدمائے فلاسفہ نے محض استقرائے جو حکم ثابت ہوا اوسکو
 ظنی اور مشکوک حکم ٹھہرایا ہے اور اوسکو قانون الہی (لائف نیچر) نہیں
 مانا ہے جسکا بدل جانا محال ہوا اور لارڈ بیکن اور ڈی کارٹس کے پیرو

براہ غلطی اسی کو قانون الہی (لا آف نیچر) کہتے پھرتے ہیں ہرگز وہ قانون
 الہی نہیں ہے چنانچہ آئندہ ابواب میں ہم اوسکو بیان کریں گے۔ اب دیکھو
 علوم جدیدہ کی جو پکار ہر طرف ہو رہی ہے اُس سے مراد اُن لوگوں کی
 وہی اصول جدیدہ ہیں جو اصول تصفیح سے روزانہ ثابت ہوتے ہیں
 اور جنکو یہ لوگ قانون قدرت (لا آف نیچر) کہتے ہیں اور جن پر کارخانہ
 عالم نظر عادت الہی چل رہا ہے۔ پھر جب علوم جدیدہ کی بنا محض استقرای
 ناقص پر ہے اور جو قاعدہ نیادریافت ہوا ہے چند خواہ اکثر افراد کو تلاش
 کر کے ایک حکم کلی فرض کر لیا ہے اب تو کوئی قاعدہ جدیدہ ایسا نہ ٹھہرے گا
 جسکا چلنا ضروری سمجھا جائے ایسے علم اور ایسی حکمت پر اسقدر فخر اور
 مباہات کرنا حکیم دانشمند کو ہرگز مناسب نہوگا ہاں ایسے ہی نوخیز کم علم
 جیسے ہمارے طلبہ اسکول اور کالج ہندوستان میں پیدا ہوتے جاتے ہیں اُنکو
 البتہ چونہ کہیں وہ زمینیا ہے اور چونہ کریں تعجب ہے آئندہ ابواب میں دکھایا
 جائیگا کہ جو جو اصول فطرت (لا آف نیچر) یہ لوگ سمجھ رہے ہیں اور کوئی دلیل
 عقلی اُسکے قانون الہی اور قانون عام ہونے پر قائم نہیں ہوئی ہے اوسکا
 بدلنا اور بگڑ جانا کیونکر ہو رہا ہے اس تعلیم جدید میں دو تین باتیں ایسی خراب

لڑکوں کو بتلائی جاتی ہیں کہ جن کی وجہ سے بالکل اخلاق اور عادات اور
 پابندی عقل سے اکثر تعلیم یافتہ باہر ہو جاتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ
 آدمی آزاد پیدا ہوا ہے اور آزادی سے بڑھکر کوئی عمدہ شے نہیں ہے
 دوسری بات یہ ہے کہ نیچر کے خلاف ہونہیں سکتا ہے جب یہ دونوں اصول
 نوخیز طلبہ کو پڑھائے گئے اور مولیٰ مولیٰ مثالوں سے انکو سمجھائے گئے بس
 خدا دے اور بندہ لے ادب آداب اخلاق سے بالکل ونکو دوری ہو گئی
 اور عقلی علوم بقدر ہیں سب کو لغو اور پوچ سمجھنے لگے تیسری بات یہ تعلیم
 کی گئی کہ پچھلے زمانہ کے فلاسفہ اور حکماء سب جاہل اور نادان تھے آجکی
 تحقیق سے دنیا میں روشنی پھیلی ہے اب کیا پوچھنا چوتھی قومی ہمدردی اور
 انسانی ہمدردی بہر حال مجھے پہلی آزادی کا سمجھنا ضرور ہے کہ وہ کیا چیز ہے
باب اول حکمت الہی نے براہ فطرت ہمکو آزادی کہا تا تک
 دی ہے اور عقلاً آزادی کس قدر ہے اور پابندی کیا چیز ہے
 آزادی اور پابندی یہ بھی ایسے دھوکھے کے الفاظ ہیں کہ فوراً آدمی
 سننے کیساتھ ہی پابندی کے نام سے متوحش ہو جاتا ہے اور آزادی کے
 نام سے خوش اور محفوظ ہو جاتا ہے خصوصاً جو لوگ نو عمر اور نوخیز ہیں

اور جسکے سامنے ابتداء کے تعلیم سے آزادی آزادی کی پکار ہو رہی ہے
 ادھر پابندی کا نام آیا اور کان اونکے کھڑے ہوئے پھر جب اونکو یہ سمجھایا
 گیا کہ مذہب کی پابندی انسانی آزادی کو بالکل فنا کر دیتی ہے اور
 دو چار مثالیں اونکو جزئیات مسائل مذہبی کی سنائی گئیں جیسے گرجا گھر
 کی نماز عیسائیوں میں خواہ پانچ وقت کی نماز اہل اسلام میں اب تو اور
 بھی ان آزاد منش لوگوں کو وحشت ہوتی ہے مجھے اس مسئلہ کا لکھنا سب سے
 پہلے ضرور ہے اسلئے کہ جب تک آزادی اور پابندی کا فرق ہم نہ سمجھائیں گے
 تو کسی شریعت کی یا علمی اصول کی پابندی کی ضرورت کیونکر ثابت ہوگی۔
 ہاں میرے مغز انسانی بھائیو ذرا اپنی عقل معمولی سے پہلے کام لو اُسکے
 بعد عقل فلسفی سے جو تکمیل و تعلیم درجہ اعلیٰ سے حاصل ہوئی ہے کسی جاہل سے
 اگر کہا جائے کہ آدمی ہر کام میں آزاد ہے اور ہر طرح کے افعال کرنے میں
 آزاد ہے مثلاً پیشاب پاشنا نہ کو لیجئے آدمی آزاد ہے چاہے سڑک پر
 شاہ راہ پر ذکوہ برہنہ ہو کر گئے موتے اسکو تو شاید کوئی آدمی سوائے او کو
 پر مہنس کے ہرگز پسند نہ کرے گا بلکہ یہی کہے گا کہ نہیں صاحب کسی گوشہ
 میں تنہا یہ میں کہ آدمی ہکوہ برہنہ بے ستر نہ دیکھے وہاں پیچانہ پھرنا چاہئے

اب معلوم ہوا کہ ایسی آزادی تو ہرگز کسی آدمی کو پسند نہیں بلکہ پردہ کی
 پابندی ضرور ہے شرم گاہ کے چھپانے کا مسئلہ اگرچہ رواجی سمجھا جاتا ہے
 مگر ہم کسی جگہ اس کی خوبی براہ عقل بھی ثابت کرینگے جب شریعت کا بیان
 ہو گا اگر یہی مسئلہ کوئی اہل مذہب اپنے مذہبی کتاب سے بیان کر کے
 آپ کو پابند آڑ اور پردہ کا بنانا چاہے تو پھر کون سی پابندی آپ کی بڑھ
 جائیگی۔ یا اگر کیسے ہی جاہل سے پوچھو کہ ہم گالی گفتمے بے محل کرنے میں
 آزاد ہیں بھی کوئی عقل معمولی کا آدمی بھی اس کی اجازت ندیگا اور پوری
 پابندی آپ کو اس میں بھی کرنی پڑے گی اسی طرح کھانا پینا سونا جاگنا
 چلنا پھرنا الغرض جملہ افعال میں عقل معمولی ہم کو پابند کسی قانون کا ضرور
 کرتی ہے عقل معمولی سے بڑھ کر اب فلسفی طریقہ سے لیجئے جب نیچرل خیال
 کے لوگ خدا کو پابند قوانین قدرت (لا آف نیچر) کہتے ہیں اور آزادی
 کو اصل قدرت کی منافی خیال کرتے ہیں پھر اب ہلوگ جنکے واسطے قانون
 الہی (لا آف نیچر) بنا ہے وہ کیونکر آزاد ہو سکتے ہیں۔ فلسفہ عملی مثلاً طب
 یا علم اخلاق اسکے ہزاروں اصول ہماری آزادی کے توڑنے والے
 ہیں فلسفہ تمدنی جس سے آئین اور قانون سلطنت بنتا ہے کونسا حکم

قانونی ہمو آزادی دیتا ہے بلکہ جتنے عملی اور علمی اصول ہمو معلوم ہیں کل کا
 نتیجہ یہی ہے کہ ہم پابند اصول رہیں آزاد ہوں اعلیٰ درجہ کا آدمی فرض
 کرو جیسے ہمارے والیسراے گورنر جنرل بہادر جن کی اوقات شبانہ روزی
 میں ایک ایک منٹ مقید ہوتے ہیں یا سکرٹری ہوم ڈپارٹمنٹ اور سپرٹنڈنٹ
 جس کی عمر حکیمانہ برتاؤ کی ہے اسی قدر اس کو پابندی زیادہ ہے۔ اچھا
 یہ تو نوکری پیشہ لوگ ہیں اب تاجرون کو لیجئے اور چلئے ہمارے ساتھ
 کسی بڑے تاجر یورپین کلکتہ اور بمبئی کے پاس خواہ کسی پارسی اور بوہرہ
 کے پاس اور ذرا اس کی پابندی بلکہ جکڑ بندی کو لحاظ کیجئے۔ اب زراعت
 پیشہ لوگوں کو دیکھئے اور ان کی پابندی کو۔ پھر ذرا روسا اور والیان
 ملک کو دیکھئے بشرطیکہ وہ بیدار مغزا اور سچے رئیس ہیں اور سدا رنگ محمد
 شاہ اور عیش پسند واجد علی شاہ لکھنوی ایسے نہیں ہیں مجھ سے تو ہزارا
 ستونے زندہ سیر سنگہ والی ریاست جموں اور کشمیر نے یہی کہلے کہ جو
 مزدور دن بھر دو آنہ کی مزدوری کر کے شام کو آرام اپنے بال بچوں میں
 سوتا ہے وہ ہم سے زیادہ آزاد ہے اور ہم اس سے زیادہ پابند بقول
 سعدی کہ فقیر غم نانے دارد و بادشاہ غم جہانے۔ میرے گمان میں اس سے

زیادہ غلط کوئی خیال نہیں کہ آدمی آزاد ہے وہ آدمی جس میں آدمیت
 بھی ہو بقول شاعر آدمی را آدمیت لازم است آدمی تو آدمی
 ٹھہرا ہم تو ان حیوانات کا بھی آزاد رہنا پسند نہیں کرتے جسے ہم کو کوئی
 تمدنی تعلق ہے شتر بے مہار اور اس پ بے لگام اور بیل کو بے ناتھ رکھنا
 پسند نہیں کرتے اب معمولی عقل اور فلسفی عقل دونوں کے رُوسے عام آزادی تو
 کسی طرح درست نہوئی اور پابندی کے بدون چارہ نہیں ہے۔ اب یہ
 بات بیان کرنی رہی کہ وہ آزادی جس کو سنکر ہماری طبیعت بکاش ہو جاتی
 ہے اور جسکی تعلیم ہم کو اس وقت کا زمانہ دے رہا ہے وہ کونسی آزادی
 ہے۔ زیادہ تر تو آزاد اوسی کو کہتے ہیں جس کو تعلقات دنیوی کچھ بھی
 نہوں نہ گھر نہ بار نہ آل نہ اولاد نہ مال نہ زر نہ مادر نہ پدر جو رونا نہ جاتا
 خدا سے ناتا ہے

فقیروں کی کیا موت کیا زندگی	جہان موت آئی وہیں مر رہے
-----------------------------	--------------------------

سعدی

نہ برا شترے سوارم نہ چو خرنیزیر یارم	نہ بادشاہ رعیت نہ غلام شہر یارم
ایک گروہ آزاد فقیروں کا ہوتا ہے اُنکے کلمات اسی قسم کے ہیں	مستان شاہ

او گھر پر ہم ہنس مجذوب یہ بھی سب آزاد کہلاتے ہیں یہ آزادی تو اور
تھی اور اسکے مضامین شعرائی ہر زبان نے ہزاروں نظم کئے ہیں ۵
قیس جنگل میں اکیلا ہی مجھے جلنے دو | خوب گذری گی جوں بٹھین گے دیوانے دو

کسی نے یوں کہہ دیا ۵

زندگی بہر اچھون میں کوئی جانان میں ہا | قیس دیوانہ تھا جو جا کر بیابان میں ہا

خیر ان زل قافیوں سے کیا فائدہ ہمارے تعلیم یافتہ نوخیز نو عمر نوجوانوں
کو جو آزادی سنائی جاتی ہے وہ کیا ہے کہ وہ تعلیم آزاد ہے جو کسی مذہب
والے کو اپنے رسوم مذہبی کے ادا کرنے میں نہیں روکتی ہے اور نہ کسی
اسکول اور کالج میں کسی مذہب کی تعلیم دیتی ہو۔ بلکہ تاریخ جغرافیہ
میں بعض مذہبی اوتار اور مذہبی پیشواؤں کے وہ حالات لڑکوں کو
ازیر کراتی ہو جن سے اونکو پابندی مذہب سے پوری نفرت ہو جائے
یہہ رائے سرشتہ تعلیم کے قانون بنانے والوں کی جس ملک میں ہو
ابتدا میں تو نہایت خوش نما معلوم ہوتی ہے مگر بقول حافطہ کہ عشق
آسان نمود اول لے افتاد مشکل ہا + ہماری گورنمنٹ رعایا پر وراپسی ہے افواہا
مناسہ کہ حضور لفظنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و اودہ نے

اپنی ہی مسلمانوں کو تعلیم مذہبی ضرور کرانی چاہئے۔ الغرض آزادی کی جو
 مہم و مہم ہو رہی ہے اُس سے مراد فقط یہی ہے کہ مذہب کی پابندی
 انسان کی آزادی کو غصب کرتی ہے ہزاروں نظائر اسکے زبانی اور تحریری
 موجود ہیں تاہم ہمارے اسلام پر زبانی جان نثار سرسید احمد خان صاحب بہادر
 اپنی تفسیر قرآن میں جا بجا لکھ رہے ہیں کہ میں ایک آزاد مورخ بن کر مودب نکتہ
 چینی سے اسکو (یعنی کسی معجزہ نبی کو یا کسی واقعہ تاریخی قرآن کو) روکتا ہوں
 دوسری مثال بھی چند روز گزرے مجھ سے ایک نوخیز طالب علم نے بیان کیا
 کہ ایک مغز مسلمان کسی جویری میں کسی حج کے داخل تھے کہ نماز عصر کا خواہ ظہر کا
 تنگ وقت رہا انھوں نے حاکم سے رخصت لی اور نماز کو گئے صاحب کلکٹر
 یا صاحب حج نے اُنکے وجاہت سے رخصت تو عطا کی مگر ساتھ ہی اوسکے
 یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ شخص پاک دلی سے اپنے ایک بنی نوع کے نسبت حکم دینے
 کی غرض سے نماز نہ پڑھتا اور اپنی آزادانہ رائے کو ظاہر کرتا تو شاید اسکا خدا
 اپنی عبادت سے زیادہ اسکی ہمدردی قومی سے بہت راضی ہوتا یہہہ نوخیز
 راوی بھی چونکہ اسی تعلیم سے خوگرفتہ ہے صاحب بہادر کی یہ رائے پسند کرنے
 پر آمادہ تھا اور شاید ایسا ہی دراصل ہو گا میں اس مسئلہ پر اسوقت بحث نہ کروں گا

کہ حقوق انسانی کو حقوق الہی پر عموماً تقدیم ہے یا کہ خاص خاص مقامات پر مگر
 اس وقت مجھے کہنا اسیتقدر ہے کہ ایسے شبہات ڈالنے کی تقریرون نے عام
 طبائع پر بڑا خراب اثر ڈالا ہے جسکے مٹانے میں اب ہم ریفارمر و نکو قصد ہا
 برس درکار ہیں۔ اگر کسی نوخیز سے جسکو کوئی مسئلہ اصول و فروع مذہبی کانہ
 سکھایا گیا ہو یوں کہا جائے کہ نماز تو اپنے قدح کی خیر منانے کی غرض سے
 پڑھی جاتی ہے تاکہ ہم دوزخ میں نہ جلیں اور قومی بہمدردی یا انسانی بہمدردی
 اپنے بنی نوع کی جان اور مال برو بچانے کے واسطے ہے پس آدمی وہی
 آدمی ہے جو اپنے بنی نوع پر فدا ہوا اور دوسرے کا فائدہ اپنے نفس کے فائدہ
 پر مقدم رکھے دیکھے کیسا اثر اس تقریر کا ہوتا ہے اور فوراً عقل اسکو قبول بھی
 کر لیتی ہے اور جب اسکو یہ معلوم ہو کہ ہمارے بنی صلعم نے بحکم خدا نماز
 میں بھی ہمارے قوم اور ہمارے نوع کی بہبودی پر خدا سے دعا کرنی ضروری
 تجویز فرمائی ہے اور اپنی عبادت کے ساتھ ہمارے قوم کی رفاہ بھی دعا مانگنے
 سے لازم کی ہے اور کوئی کام ہم سے اپنی عبادت کا ایسا نہیں لینا تجویز کیا ہے
 جس میں فقط ہم اپنے ہی قدح کی خیر منانیں ایضاً نماز پڑھنے سے ہمارا دل اور
 دماغ بہت نہیں تو چند ہی منٹ نفسانی اور شہوانی بلکہ شیطانی وسوسوں سے

پاک ہو جاتا ہے اور فطرتی محاسن سے ہم متصف ہو جاتے ہیں محبت انسانی
 جوش میں آتی ہے اور پھر جب ہم نے اپنے مسلمان بھائی کی واسطے دعائی خیر
 مانگی اور جوش محبت ہمارے دل میں پیدا ہوا اب ایسی حالت میں جو رائے
 ہم دینگے آزاد اور سراسر فطرتی انصاف پر ہوگی حسد اور کینہ اس وقت ہم کو رابھی
 نہ ہوگا نماز تو درکنار غیر اوقات نماز میں بھی ہم کو کچھ دعائیں تعلیم ہوئی ہیں کہ جب
 ہم کسی مقدمہ میں حکم اور بیج بنائے جائیں اونکو پڑھ کر اپنے انسانی بھائی سے
 وہی برتاؤ کریں جو فطرت سے کرنا لازم ہے۔ اب اگر وہ مسلمان بیج یعنی جوری
 والا ایسے ضروری وقت میں کہ حکم اخیر اسی وقت صادر ہو کر کسی مسلمان بھائی
 کی گردن ہی ماری جاتی تھی اور اسکا خیال نکلیا اور نماز کو چلا گیا اور اُسکے اٹھ
 جانے سے ایک بنی نوع کا خون ناحق ہو گیا خواہ تاوان زاید اس پر عاید ہوا تو
 ایسے وقت ہماری شریعت بھی اُسکے طولانی نماز کو پسند نہ کرے گی بلکہ نماز خوف کا
 مسئلہ جاری ہوگا جسکا بیان ہمارے فقہ کی کتابوں میں ہے اور اگر مہلت کافی
 تھی اور اسکے نماز سے کوئی ضرر اہل مقدمہ کا نہیں تھا پھر تو نماز ہی مقدمہ تھی بلکہ
 نماز سے دو فائدہ ہوئے ایک تو ہمدردی کا جوش بڑھا دو مخیالات نفسانی
 سے اسکو پاکی نصیب ہوئی اور خدا سے دعا کر کے پھر اپنے منصب کو آزادی

اور سچائی کے ساتھ ادا کرنے پر حاضر ہوا پس اسقدر اسجگہ بیان مناسب ہے
 اور تفصیلی بیان پھر کسی جگہ کروں گا جب حقوق الہی اور حقوق انسانی
 کو لکھوں گا۔ پھر چونکہ آزادی سے فقط یہی سمجھایا جاتا ہے کہ مذہب کی پابندی
 سے آزادی ہماری روکی جاتی ہے اور یہ مغالطہ محض ابتدائی تعلیم سے
 اطفال کے ذہن کو ہو جاتا ہے اسوجہ سے جہاں کوئی مذہبی بات انکو سنائی
 گئی اور انکو فوراً خیال ہوا کہ مذہبی جکڑ بند سے ہمکو جکڑا چاہتے ہیں اور ہمارے
 آزادی کو ضبط کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا ہمکو ضرورت اسی کی ہے کہ آزادی اور
 پابندی کو اچھی طرح سے بیان کریں اور یہ شبہ جو عام طبایع میں ڈالا جاتا ہے
 اسکو محض بے بنیاد ثابت کر دیں۔ آزادی اور پابندی اہل مذہب اور لامذہب
 سبکو ہوتی ہے مگر کسی کی آزادی مناسب ہے اور کسی کی نامناسب ہے جب تک
 لڑکپن کا زمانہ ہے پس ہو خواہ دختر وہ تو بالکل پابند اپنی پرورش کرنے والے
 کا ہے اور کوئی کام خود سر ہو کر نہیں کر سکتا ہے یہ پابندی تو اسی زمانہ کی
 ہے جسکا حساب ہی کچھ نہیں اب زمانہ بلوغ اور اختیار کا آیا اور تعلیم اور
 تربیت جسقدر زمانہ خورد سالی میں ہو چکے اگر ورثہ اور مریٰ لوگوں کی رائے
 میں اور لاوارث ہو تو حاکم وقت اور ہمارے مذہب میں عالم دین کی

رائے میں یہ شخص ذی اختیاری کے لائق ہے تو انسانی آزادی یعنی فاعل مختار
 اسکو کر دین گے اور فاعل مختار کے یہ معنی ہیں کہ پابندی غیر سے رہا کر کے اسکو
 اس کے عقل کا پابند کر دین گے اور یہ اختیار اور یہ آزادی جو سراسر پابندی اور
 قید سے بدتر ہے بعد چند امتحانات کے جن سے اسکی پابندی عقل کی پوری دریافت
 ہوتی ہے تب یہ آزادی ملتی ہے کہ پابندی عقل اور تجویز غیر کی نہ ہوگی بلکہ اب
 اپنی عقل اور تجویز کی پابندی کرے۔ اب سرگ سے چھوٹا تو کھجور عین اٹکا جب تک
 دوسرے کی نگرانی میں تھا آزاد ہر ایک فکر سے اور بے پروا ہر ایک امر سے بقول
 شاعر دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورد۔ اب اپنے اوپر پری نام تو یہ ہے
 کہ آزاد مطلق العنان ذی اختیار ہوئے مگر آزادی تو جب ہوتی کہ گہر بارگ کے
 بالے کنبہ قبیلہ کچھ نہ ہوتا اور تنہا یک بینی دو گوش نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے
 اور یہ صاحب زادہ تو ماشاء اللہ گھر بار سب کچھ رکھتے ہیں ۵

اے گرفتار پائے بند خیال	دیگر آزادی مبتد خیال
-------------------------	----------------------

ہندی حکیم شاعر کیا خوب کہہ گیا ہے ۵

سمن بیاہ بادہین جو سوچو جاؤ برا	پاؤن بیڑی پڑت ہیں ڈھول بجا بجا
---------------------------------	--------------------------------

ہاں اگر تعلقات قرابت یا برادری اور مراسم دنیوی چھوڑ دیجئے شادی بیاہ بھی

نہ کیجئے اسوقت خانہ داری کے افکار سے اگر آزادی ہوگی تو اختیار یعنی نوکر
 چاکرون کے پنجہ میں گرفتاری ہوگی خدا کی پناہ یہہ پابندی اسی سخت ہے
 کہ جان اور مال دونوں کا خوف ہر دم لگا ہوا ہے اسکے ایذا سے بشرط بیدار مغزی
 وہی واقف ہو جو بے خائن ہو ہمارے نبی کریم صلعم نے بھی ارشاد فرمایا ہے
 مَسْرَارُ امْتِی الْعَرَابُ۔ بدترین آدمی میری امت کے وہ لوگ ہیں جو مرد بے زن
 خواہ زن بے مرد کہلاتے ہیں۔ المنحقر دنیا میں رہ کر اور تعلقات دنیوی رکھ کر اور
 پھر امید آزادی بجز خط کے اور اسکو کیا کہوں ابھی میں نے دوسرے عالم کا یعنی
 دار آخرت کا ذکر نہیں کیا ہے جس کی یاد بھولانے کی غرض سے آزادی آزادی
 کی پکار ہے اب دنیا کے بسر برد میں کسی قسم کے لوگ فرض کر و تجارت پیشہ صنعت
 پیشہ یا زراعت پیشہ خواہ نوکری بدتر از غلامی کسی پیشہ ور کو آزادی نہیں ہے
 اب ایک آزادی عقل کی بھی آجکل زبان زد ہو رہی ہے اور آزاد خیال بھی
 اسی طرح زبان زد ہے عرب میں عقول تحررہ بولتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ
 جب کسی امر میں ہم سے رائے طلب کی جائے اس میں بدون لحاظ اور مروت
 اور جہتہ داری کے آزادانہ رائے دین چاہے وہ رائے ہمارے اصول
 خاندانی یا کہ اصول تمدنی یا دیگر امور خانگی کے مخالف بھی ہو یہ آزادی

ضرور عمدہ آزادی ہے مگر اسپر عمل درآمد کرنے اُسی شخص سے متعلق ہے جسکو پوری
 پابندی انصاف اور راست کوئی راستبازی کی ہے یہ آزادی ہزاروں ہزاروں
 کی پابندی پر موقوف ہے لفظ میں آزادی ہے اور معنوں میں بالکل پابندی
 اور جکڑ بندی ہے یہی آزادی خیال آزادی رائے اور آزادی عقل ایسی
 عمدہ صفت ہے کہ آدمی کیسا ہی گمراہ لامذہب بد اطوار ہو مگر جب آزاد خیال
 ہو کر اور تعصب سے جدا ہو کر رائے زنی کر لیا ہٹ دھرم نہ ہوگا فوراً اوس کو
 ہر مسئلہ میں ٹھیک ٹھیک جو پہلو ہوگا وہی نظر آجائے گا یہی آزادی اگر ہم میں
 پیدا ہو دنیا میں لاکھوں مذہب مٹ کر ایک مذہب رہ جائے یہی آزادی
 خدا سب بنی آدم کو نصیب کرے جو فطرتی آزادی ہے اسی آزادی کے قائم
 کرنے کے واسطے ہمکو سچے آزاد و یقار مبادی کی حاجت ہے جنکے بے لگاؤ
 اور بے غرض ہونے پر ہمکو پہلے کسی بڑے ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے
 جسکو باب نبوت میں ہم لکھیں گے انشاء اللہ آئیے ہم آپ اسی آزادی اور
 پابندی کے مسئلہ میں اپنی اپنی رائے آزادانہ طور سے ظاہر کریں مسئلہ یہ ہے
 کہ آزادی اچھی یا پابندی جب ہم ہزاروں مثالیں پابندی اور مجبوری کی
 دین گے اُسوقت تو آپ کو پابندی کا اچھا ہوتا کہتا پڑے گا۔ پھر جب آزادی

کے مسئلہ ہم لکھیں گے آزادی سے بہتر کوئی چیز معلوم نہ ہوگی اب ہماری عقل
آزاد سچے انصاف سے یہ حکم کلی کرتی ہے کہ جو چیز ایسی ہے کہ بعض مقامات
پر تو وہی چیز اور بعض مقامات پر اُسکے ضد اور نقیض اچھی معلوم ہو اب
ان دونوں کو عموماً اچھا اور برا کہنا درست نہ ہوگا بلکہ بقول شاعر

نہ ہر جامی مرکب توان تا ختن | کہ جاہا سپر باید انداختن

جب یہ قاعدہ انصاف کے رو سے ہماری آزاد عقل نے تجویز کر دیا اگر
آپ کی عقل بھی اسکو مان لے۔ اب ہم چند اقوال آزادی خیال کے پیش کر کے
انہی خوبی اور خرابی ظاہر کرتے ہیں آزادی رائی سے اصلی غرض یہ
ہے کہ دنیا میں اچھی بری کوئی چیز ہی براہ عقل نہیں ہے
جس طرح جدید تعلیم میں فلسفہ کے آزادی کی پکار ہے قدیم فلاسفہ میں یونین
پکارتے تھے مگر فرق اسقدر ہے کہ قدیم آزاد خیال صاف صاف اپنے
مطلب کو ظاہر کر دیتے تھے اور حال کے آزاد خیال ابھی ویسے گستاخ بے باک
اور گستاہان نہیں ہوئے مگر بطلب میرسد جو یای کام آہستہ آہستہ
رفتہ رفتہ یہ بھی کھل جائیں گے دیکھو تاریخ فلاسفہ کلبیٹین اور فلاسفہ قیروٹین
کو آخر بتودورس حکیم نے تعلیم کر دیا کہ زنا کرنا چوری کرنا اور شرک سب کچھ

آدمی کو جائز ہے اور کچھ قباحت نہیں جب آدمی سمجھ لے کہ یہ سب باتیں
 جاہل اور عوام کے خیال میں بری ہیں ورنہ دراصل ان میں کوئی برائی نہیں
 ہے اور یہ بھی اونکا مذہب ہے کہ کوئی شے فی نفسہ اچھی اور بری نہیں ہے
 یہ بھی کہتے تھے کہ لذات جسمانی زیادہ قوی ہیں بہ نسبت لذات روحانی
 کے کھالوپي لوچین اور الو بس یہی غرض دنیاوی زندگی سے ہر نہ اور
 کوئی عالم ہے اور نہ کسی کو حساب کتاب سمجھانا ہے۔ دیوجینیس حکیم
 کی آزادی یہ تھی کہ سخت گرمی کے دنوں میں ریگ گرم پر لٹتا تھا اور چلہ
 کے جاڑوں میں جس پتھر پر برف جمی ہوئی ہو اُس پر اپنا بدن چمٹا
 دیتا تھا حکیم قراطیس کی آزادی گوز لگانے میں یہ تھی کہ ہرگز ہرگز
 کچھ شرم نہ کرنی چاہئے متیر و قلیس بڑا واعظ جسکو مرض ریح صادر
 ہونے کا ہو گیا تھا بچارہ نے شرم سے عزلت اختیار کی تھی گھر سے باہر نہ
 نکلتا تھا حکیم قراطیس نے ایک روز ترمس (باقلا مصری) خوب پیٹ
 بھر کے کھایا جب خوب ریح پیٹ میں بھر گئی متیر و قلیس کے پاس
 جا کر اُس سے خوش گپی کے ضمن میں نصیحت شروع کی اور کہا کہ ریح صادر
 ہونے سے شرم کیسی (جیسے ڈکار اور چھینک اور جمائی اور کھانسی) اختیار

ہے گوز بھی ویسا ہی ہے اسی اثنائیں حکیم افرطیس کے گوز پہم خارج
 ہونے لگاتے تھے وقلیس سے کہا دیکھو ہم تم برابر ہیں جو امر عام چھے
 بُرے سب کو ہوتا ہے اُس سے شرم کیسی اسی وقت سے تھے وقلیس
 کی شرم جاتی رہی اور اسی حکیم کا پیر ہو گیا اور مذہب کلیسیہ کا پابند ہو کر
 تمام کتب متوفر اسطہ جو اس نے پڑھی تھیں اُنکو جلا دیا ہمیر و نام حکیم
 سوفسطائی کو پہاڑ کی بلندی سے کود پڑنا اور ہموار زمین پر چلنا آگ میں
 جا پڑنا دریا میں گھس جانا سب برابر تھا۔ اگر اُسکے شاگرد جو زیادہ آزاد
 نہ تھے اور نہ زیادہ از خود رفتہ ہوئے تھے ہر وقت ہمراہ نہ رہتے ہمیر و حکیم
 کب کام کر گیا ہوتا۔ اب خلاصہ یہ ہوا کہ پوری آزادی تو اسی کو ہے جو
 اچھائی برائی اشیا کا منکر ہو۔ یا موجودات عالم کو فقط وہی امور تصور
 کرے۔ اور جو شخص نیک و بد کو مانتا ہے اور موجودات عالم کو دراصل
 موجود سمجھتا ہے عقل معمولی یا عقل فلسفی کا قائل ہے دو اور دو کا مجموعہ
 نہ چار سے کم نہ چار سے زیادہ جانتا ہے اور سوفسطائی منکر یہ بات
 نہیں ہے وہ تو پوری آزادی کے بدلے پوری پابندی اور جکڑ بندی
 میں ہے۔ پھر چونکہ ہم اس وقت نیچرل خیال والے اصحاب سے مخاطب

ہیں اور انکو سوفسطائی منکر بدہیات نہیں سمجھتے اور وہ لوگ خود بھی ایسے لوگوں کو ذی عقل نہیں جانتی ہیں بلکہ انکے اقوال کی خرابی پر مثل ہمارے اقرار کر رہے ہیں ایسے لوگوں سے ہمکو بھی ظاہر کرنا چاہئے کہ وہ آزادی جس سے آدمی آدمیت سے گزر جائے اُسکو تو آپ جاننے دیجئے بلکہ اس مسئلہ میں تین صورتیں براہ عقل برآمد ہوتی ہیں (۱) آدمی بالکل آزاد ہو جیسے کہ حکماء سوفسطائی کی مثالیں گزر چکیں (۲) بالکل پابند ہو ایسا تو کوئی آدمی ہو نہیں سکتا کہ جتنے افعال جسمانی اور عقلی دماغی ہیں سب میں پابند کسی دوسرے کا ہو اور اپنے ہاتھ پاؤں عقل و ادراک سے کچھ نہ کر سکے (۳) بعض چیزوں میں آزاد ہو اور بعض میں پابند اور یہی صورت اوسط اور درمیانی ہے اور اسی پر کارخانہ دنیا کا چل رہا ہے جب اسی بات سے اب ہمکو اپنی عقل معمولی خواہ عقل فلسفی سے اسکی شناخت کرنی لازم ہے کہ ہم آزاد کن امور میں ہیں اور پابند مجبور کن امور میں اور یہی غرض تعلیم اور تعلم سے ہے کہ پابندی اور آزادی کے مواقع ہمکو سکھائے جائیں یہ غرض نہیں ہے کہ ہم ہر امر میں آزاد اور گستاخ ہو جائیں جس سے ہر قسم کی خرابی ہمکو نصیب ہو انتظام اور پابندی اور بد نظمی

اور آزادی میں کیا نسبت ہے اگر انتظام کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز
 ٹھیک اپنی جگہ پر رہے آگے پیچھے داہنے بائیں ہٹنے پٹنے اور بد نظمی کے
 یہ معنی ہیں کہ اندھا دھند کارخانہ ہو موقع اور محل پر اشیا کا ہونا کچھ ضرور
 نہیں ہے آگے رہیں تو کیا اور پیچھے رہیں تو کیا پھر تو انتظام کو پابندی اور
 بد نظمی کو آزادی لازم ہے اور جس جگہ ہم آزادی کے خواہاں ہوں گے
 بد نظمی ضرور پیدا ہوگی فرض کرو ہماری غذا کے قواعد اطمینان سے یہ تجویز کئے
 ہیں کہ ثقیل دیر ہضم غذا اور سبک زود ہضم غذا اگر دو نو کو ہم ایک وقت
 کھانا چاہیں واجب ہے کہ پہلے ہم زود ہضم غذا کھالیں اُسکے اوپر دیر ہضم
 کو تناول کریں میدہ کی روٹی خواہ کوئی چیز جو ثقیل اور دیر ہضم ہے اور
 سوچی خواہ روا زود ہضم ہے مثلاً اگر میدہ کی روٹی چار گھنٹہ میں ہضم
 ہوتی ہے اور سوچی کی دو گھنٹہ میں اب لازم ہے کہ اس وقت ہم روئے کی
 روٹی یا بسکٹ نان پاؤ پہلے کھالیں اور میدہ کی روٹی پیچھے اسلئے کہ دو
 گھنٹہ میں سوچی کی روٹی ہضم ہو جاتی ہے اور میدہ کی روٹی جو طافی ہے
 یعنی اوپر اُسکے ٹھری ہے حرارت معدہ سے خراب نہ ہونے پائے گی بلکہ
 نیم ہضم ہو رہے گی اور اگر پہلے میدہ کی روٹی کھالیں گے چار گھنٹہ میں

رواغیر منہضم معدہ میں رہ کر خراب اور فاسد ہو جائے گا لہذا اہل کو آزادی
 کا برتاؤ موجب تحمہ اور فساد ہضم کا ہوگا اسی طرح جب کوئی غذا بدون
 ہضم غذا کے سابق کے کھائیں گے بد ہضمی اور تحمہ پیدا ہوگا۔ یہ قانون
 فطرت (لا آف نیچر) ایسا ہے کہ علاوہ تجربہ کے عقلی دلیل بھی اسکو ثابت
 کرتی ہے۔ اب آزاد منش چھوٹے بے تمیز نرے جاہل اور گنوار اگر اس
 قانون پر یہ اعتراض کریں کہ صحرائی اور گنوار محنتی مزدور دنگو ہم دیکھتے
 ہیں کہ آم گھاس کنکر پتھر بید ٹرک جب جی چاہا کھا لیتے ہیں اور سب ہضم
 بلکہ ہضم ہو جاتا ہے اور بڑے محتاط پابند قواعد حفظان صحت تولہ تولہ
 بھر غذا کے سبک چار چار پہر پیٹ میں لئے ہوئے پڑے پھرتے ہیں اور
 نہیں بچتی ہے پھر پابندی سے کیا فائدہ ہوا اور آزادی سے کون سا
 ضرر ہوا۔ یہی اثر جہالت اور نادانی کا ہے اور ایسے ہی خیالات کے لوگ
 آزادی کا نام سنکر پھولے نہیں سماتے اور یہی لوگ زیادہ محتاج تعلیم اور تادیب
 کے ہیں اب دیکھو کہ قانون فطرت کے توڑنے کی جو مثال گنوار اور مزدور
 کے کنکر اور پتھر ہضم کرنے سے دی ہے کیسی غلط ہے اسلئے کہ مزدور گنوار
 کی ریاضت اور محنت سے جو حرارت اور گرمی پیدا ہوتی ہے وہ حرارت

عموماً ہر آدمی کے معدہ میں کہان پیدا ہو سکتی ہے ایسے محنت اور تعب
 جسمانی کے واسطے وہ قانون فطرت نہیں بنایا گیا ہے یا ضعیف المعدہ آدمی
 جو صحت بدنی سے خارج ہے اس کے نظیر بیان درست نہوگی۔ اور کون سا
 قانون ایسا ہے جس میں کچھ افراد مستثنیٰ نہوں۔ بلکہ اگر غور اور تامل سے
 دیکھا جائے تو آزادی کی خرابی اس مثال خاص سے اور بھی پیدا ہوتی ہے
 اسلئے کہ ہم لوگ اصول تصفیٰ سے جو قانون عام بناتے ہیں اور پھر دلیل عقلی
 سے اسکو درست کر لیتے ہیں اور غرض ہماری یہی ہوتی ہے کہ ہمکو اس
 قانون کا لحاظ کر کے عام طور کی آزادی حاصل ہو باوجود ایسی کوشش اور
 سرزنش کے اور باوجود اسقدر پابندی عقل کے پھر بھی ہمکو آزادی نصیب
 نہیں ہوتی اور بعض مقامات میں وہ قانون بھی ہمارے بکار آمد نہیں ہوتا
 ہے چہ جائیکہ ہم بالکل آزاد ہوں اور کسی قانون کے پابندی نہ کریں تب
 ہمارا کیا حال ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ گنوار اور مزدور آم کھاس کھاکر
 ہضم کر لیتے ہیں اور کچھ ضرر بالفعل انکو بظاہر نہیں ہوتا ہے مگر ایسے بہایم سیرت
 کو مغرور اور فریفتہ اپنی آزادی پر نہونا چاہئے ایک دن وہ بھی انپر آنیوالا
 ہے کہ پھر کوئی تدبیر دوائی سے جان بر بھی نہ ہونگی ہمارے رعایا میں بھی

ایک مجذوم گھوسی ایسا ہی جانور تھا آخر اسکو مجذام ہو گیا اور ہم نے رفتہ رفتہ
 گیارہ جمال گوٹہ غیر مدبر ایک روز اسکو کھلائے اور دست آنا کیسا ڈکار بھی نہ
 آئی آخر ہکو ثابت ہوا کہ عمل بالعصر سے اسکو اجابت ہو گی جب کشتہ قلعہ اسکو
 کھلایا تب جا کر تین دست اسکو برابر بچاس دستوں کے آئے اور تمام مادہ
 خارج ہوا اور تمام بدن شوکھ کر مثل مرجع کے ہو گیا۔ بہر حال آزادی کا نتیجہ
 خراب آج اگر نہیں ملتا ہے تو کل سہی ایسا ہی ہو تو کارخانہ عالم کا انتظام کا ہی کو
 درست رہے اسی گنوار اور مزدور کی مثال میں ہم ایک اور قانون فطرت دلائل
 نیچر کو لکتے ہیں وہ قانون یہ ہے حالت صحت میں پرہیز کرنا ایسا بڑا ہے جیسے
 بیماری میں بد پرہیزی پس اگر اس گنوار کا معده ایسا قوی اور صحیح الافعال
 ہے اسکو ہم اس قاعدہ کے رُوسے ترتیب غذائی ثقیل اور خفیف سے آزاد
 کر دینگے اور پابند اس دوسرے قانون (نیچر) کا کریں گے۔ یہی صورتِ کل آزاد
 اور بیہودہ لوگوں کی کہ جب پابندی اصول کی نہ کریں گے ایسے ہی آفات
 اور صدمات میں گرفتار ہونگے کاشتکار اور تاجر اور دستکار اور مزدور نوکری
 پیشہ سب کے واسطے فطرت نے قدرتی قانون بنا دیا ہے اُسی کی پابندی سب پر
 واجب ہے۔ نہایت فریب دہی کی وہ تعلیم ہے جس میں ہمارے نو خیز لڑکوں کو

آزادی سنائی جاتی ہے اور انکی گستاخی اور بد تہذیبی بڑھائی جاتی ہے
 اسلئے کہ انکو ابتداء سے تعلیم میں اسقدر سمجھ کہاں ہوتی ہے کہ آزادی کے مواقع
 کو سمجھیں لہذا اپنی نادانی سے جو مقتضائے خورد سالی ہے وہ ہر بات میں
 آزادی کے خواستگار ہو جاتے ہیں اور بڑی خرابی میں خود وہ اطفال اور انکے
 مرنی اور بزرگ پڑ جاتے ہیں شائستگی اور تہذیب کا جو شخص طالب ہوا اسکو
 آزادی سے کیا سروکار۔ اسی جگہ سے معلوم کرنا چاہئے کہ اگر ہماری تعلیم ہمکو
 شائستہ اور مہذب بنانے کے غرض سے ہے پھر ہمکو آزاد بنانا کیونکر صحیح
 ہو سکتا ہے مہذب کو آزاد کہنا ایسا ہے جیسے عالم کو جاہل سمجھنا۔ کوئی مہذب
 آدمی ایسا ہو سکتا ہے جو آوارہ اور گستاخ مہار ہو۔ ہاں تہذیب اور شائستگی
 دو قسم کی ہے جدید اور قدیم۔ پھر جس طرح قدیم فلسفہ اخلاقی کو جدید فلسفہ
 اخلاقی نے مٹا دیا ہے (بقول جدید فلاسفر) اسی طرح قدیم تہذیب اور شائستگی
 کو بھی تاریکی اور جہالت سمجھتے ہوئے اب مجھے ضرور ہے کہ اخلاقی امور کو
 مجلی طور سے بیان کروں اور شائستگی جدید اور قدیم میں فرق دکھلا کر
 آزادی اور شائستگی کو سمجھاؤں۔ اخلاقی امور دو قسم کے ہیں کچھ تو ایسے امور
 ہیں کہ ان کی اچھائی بُرائی عقلاً ثابت ہے اور کچھ ایسے امور ہیں کہ رواج

اور رسم کی نظر سے کسی جگہ اچھے اور کسی جگہ بُرے خیال کئے جاتے ہیں مگر دراصل
 اُن میں کوئی برائی نہیں ہے۔ ہم اس وقت دو تعلیم یافتہ لڑکے آپ کے سامنے بٹھا کر
 بدون طرفداری اور بدون تعصب کے دونوں کے حرکات اور سکانات کی تصویر
 کھینچتے ہیں ایک تو جدید تعلیم اسکول اور کالج سے نکلا ہے اور سکنا نام زید ہے
 دوسرا ہمارے ٹوٹے پھوٹے کسی مدرسہ سے جس کا نام بکر ہے زید تو آزاد ہے
 اور مہذب بھی۔ اور بکر نہ آزاد ہے اور نہ اُس تہذیب سے مہذب ہے جو کہ تہذیب
 جدید ہے زید مہذب اور آزاد کوٹ پتلون اور ترکی ٹوپی دئے ہوئے اور
 ولایتی بوٹ پہنے ہوئے کرسی پر بیٹھتا ہے اور مزید بھی سامنے لگی ہوئی ہے چُرٹ
 مونہہ میں دبا ہوا ہے اور اگر پوری آزادی ہے تو کسی قدر یا بالکل شمار بھی
 آنکھوں میں ہے کچھ لکھ رہے ہیں یا کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ اگر انگریزی جمائی
 لیتے ہیں تو مونہہ پر ہاتھ رکھ کر گاڈ گاڈ پکار رہے ہیں ایک پاؤں کا گھٹنا خواہ
 بوٹ سمیت سارا پاؤں ہلارہے ہیں بلکہ بدن کی بوٹی بوٹی پھڑکار رہے ہیں جو
 پوچھے یہ کیا جواب دینگے کہ صاحب ہاتھ پاؤں ہلانے چلانے کی غرض سے ہمارے
 فطرت نے دئے ہیں کہ نہیں چُرٹ مونہہ میں اگر چہ ہے مگر جب جی چاہا سیسٹی
 میں ارگن باجا بھی بجائے لگے زیادہ مزہ میں آگئے تو مونہہ سے بھی کوئی دُچار

بول کسی گت کی پہاڑی چھوٹی سی گانے لگے خواہش تو یہی ہے کہ خاص
 یورپ کا لہجہ اور وہی سُر اور وہی اُتار چڑھاؤ ادا ہوئے مگر خرابی قسمت کو کیا
 کرین خمیر تو اندیا (ہندوستان) کا ہے وہ لُوج اور وہ سُر ملی آواز اور وہ کہنک
 اور وہ گمک اور وہ کھٹکا یورپین کی آواز و نکاسا کہنا سے لائین سے آدم آورد
 درین دیر خرابات مرا + سر اندیپ میں حضرت آدم کیون اُترے کاش جزیرہ
 فلان میں اُترے ہوتے تو آج یہہ بھی ویسے ہی نہ ہوتے ابھی جنتلمین صاحب
 ارگن کی بول گارے تھے کہ یکا یک بتی سے چھوٹا قد میں ولایتی کُتہ (جو گود
 میں سو رہا تھا یا اسکو شراب زیادہ پلا دی تھی) چونکا اب اسکو پیار کرین کہ
 ارگن باجے کی نقل کرین مجھے اسوقت ایک چشم دید حکایت قدیم تعلیم یافتہ کی بھی
 یاد آگئی جو دستار فضیلت باندہ کر پورے عالم ہو چکے تھے اور جنکاو میں بکر فرض
 کر چکا ہوں میرے ایک بزرگ سے ملنے آئے تھے وہ بزرگ اسوقت کچھ لکھ رہے تھے
 قلمدان سامنے کھلا ہوا رکھا تھا مولوی صاحب یعنی وہی دستار بند کبھی قطار
 کبھی متقاضی کبھی چاکو کبھی گیراجس سے کاغذ اوڑھنے سے روکا جاتا ہے اوسکو
 اُٹھانے لگے جب میرے بزرگ مرحوم سے ضبط نہوسکا ایک مٹی کا کہلو ناگا و تکیہ
 کے پیچھے سے اُٹھا کر دیا صاحب کو دیا اور فرمایا کہ آپ اس سے کھیلین اور

دل بھلائیں اب مولوی صاحب چپ سُن کا تو تو لہو نہیں کہیں تو کیا کہیں ہر امر
گستاخی اور بے ادبی کے مرتکب ہو چکے تھے میرے بزرگ مرحوم نے فرمایا ہے

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از لطف رب

ہم لوگوں کی تہذیب اور شائستگی اگرچہ اب ہم میں نہیں رہی مگر ہائے ہائے

اے مصحفی میں رُون کیا اگلی صحبتوں کو بن بن کے لاکھ نقشے ایسے بگڑ گئے ہیں

بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی لیاقت اسکا طرز تعلیم ہی جدا تھا شیخ ناسخ مرحوم
لکھنؤ میں ایسے ادب آموز مشہور تھے کہ اُمرا اور رؤسا کے نوجوان اطفال انکی
صحبت میں جا کر علم مجلس اور ادب آداب سکھائے جاتے تھے۔ یہ گھٹنے کا ہلانا
اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ عقلاً اس میں کونسی خرابی ہے تو کیا جواب دیسکتا ہوں
مگر اوپر میں لکھ چکا کہ بعض قسم کے حرکات اور افعال محض بنظر رسم و رواج کے بُرے
ٹھہرائے گئے ہیں جس طرح کسی جلسہ میں دو نوپا یا تیرہ چڑھا کر دو نوپاؤں کھول کر
بیٹھنا یا کہ دو نوپاؤں پھیلا کر مجمع میں بیٹھنا عقلاً کونسی بُرائی ہے مگر ہماری
عادت کے خلاف ہے اسی طرح ننگے سر ٹوپی اوتار کر مجمع میں بیٹھنا اسی طرح سیکڑوں
افعال اور اقوال مثلاً بلا ضرورت چلا کر مجمع میں بزرگوں کے بولنا یہ بھی ہمارے
قدیم اخلاق اور آداب کے رُو سے گستاخی ہے اور اسی نظر سے ہمارے قرآن

میں آیا ہے کہ لا تَفْعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اپنی آواز کو نبی کی آواز
 سے زیادہ بلند نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل فطرت کی راہ سے بھی
 گستاخی میں داخل ہے چنانچہ ہم اسکو لکھیں گے امید اور رحیم ایسی چیز ہے کہ
 انتظام دنیوی اسی پر موقوف ہے کوئی کام ذی عقل آدمی نہیں کرتا ہے جس میں
 کسی قسم کی امید یا کسی قسم کا خوف نہ ہو۔ پھر جب ہمکو یہ عقیدہ ہوا کہ ہماری خلقت
 محض بیکار ہے ہمارے دنیا میں آنے سے کوئی اور مطلب نہیں ہے سوا اسکے
 کہ لذات فانی میں تازندگی عیش و آرام سے بسر کریں نہ کوئی ہمارا خالق ہے جسکے
 احسان کو یاد کر کے اُس کی شکر گزاری کریں نہ مرنے کے بعد ہمکو کسی جبارِ قہار
 کا سامنا کرنا ہے جو ہم سے ہماری بدکرداری اور بد اطواری کا انتقام لے گا
 یا ہماری خوش کرداری اور نیک اطواری کی ہمکو جزا دے نیک دیگا۔ ایسی
 حالت میں ہماری گستاہی اور مطلق العنانی کو کیا پوچھنا جو کچھ نکرین وہ
 تھوڑا ہے جس طرح کہ خدا پرستی ہمکو ہر ایک امر میں اور ہر ایک فعل نیک اور
 بد میں پابند و رضا جوئی خدائے پاک کا ضرور کرتی ہے اُسی طرح لذت پرستی
 آزادی ہمکو تمامی افعال اور اقوال لذت دہندہ میں ہر دم گرفتار رہنے سے
 جو امر زیادہ مُلذذ ہے اُسی کے حاصل کرنے کی فکر اور اُسی کے کھانے پینے کا خیال

دلاتی ہے جائز طور سے حال ہو یا ناجائز طور سے بلکہ ناجائز تو کوئی طریقہ
 لامذہبون کے عقیدہ میں ہو سکتا ہی نہیں۔ اگر آپ کہیں کہ ہماری عقل ہمکو
 امور قبیحہ کے ارتکاب سے روکے گی اور تکمیل علوم عقلیہ سے تمدنی اخلاقی
 اصول ہمکو نیک اور بد کے امتیاز کرنے میں کافی ہیں۔ یہ تو عین پابندی کا
 اقرار ہے آزادی اب کہاں رہی اب ہمکو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ تمدنی امور
 میں عیوب اور محاسن کی شناخت ہم کو نسی عقل سے کریں فلاسفہ کے اقوال
 تو ہمیشہ اچھے اور بُرے امور کی شناخت میں مختلف چلے آتے ہیں۔ شراب
 خواری کو لیجئے جو مبدا فسادات ہے ہمیشہ ایک گروہ اُس کی خوبیاں اسقدر
 بیان کر رہا ہے کہ اُس سے بڑھ کر کوئی شے اچھی دنیا میں نہیں ہے دوسرا گروہ
 اُس کی مذمت کر رہا ہے زنا کاری کو لیجئے جس سے سلسلہ نسب منقطع ہوتا
 ہے اندون آزادی خیال سے وہ شیوع اسکا ہو رہا ہے کہ یورپ کی تہذیب
 اور حرام گہروں کی بنا قمار بازی کو لیجئے اور لاٹری کا صیغہ یاد کیجئے۔ اگر سلطنت
 شخصی میں بحکم بادشاہ واحد یہ افعال قبیحہ جاری ہوتے تو ہم کہہ سکتے کہ ایک
 شخص یعنی بادشاہ کی عقل واحد نے خطا کی ہے نوعی سلطنت امرکہ وغیرہ کی کارروائی
 پارلیمنٹ اور کونسل پر ہے جس میں بڑے بڑے حکماء اور فلاسفر ممبر ہیں اور

جنکا انتخاب کیسی کیسی احتیاط عقلی سے کیا جاتا ہے اُن کی تجویز سے مسکرات
 کے کارخانہ سرکاری تجارت کیواسطے جاری ہیں اور حرام گھر سرکاری خانہ زاد
 رُوس بڑھانے کی غرض سے اور لاٹری سرکاری محصول کے زیادتی کی نظر سے مروج
 ہے اسی بیان سے ہمارے یہ شبہ بھی آپکا ہر طرف ہوتا ہے جو بعض دہریہ اور
 پنچرل کہہ دیتے ہیں کہ آئین سلطنت کا خوف ہموار تکاب جرائم یعنی افعال قبیحہ
 سے روکنے کو کافی ہے شریعت کی پابندی کیا ضرور ہے اسکا جواب یہ ہے
 کہ جب رعایا اور بادشاہ دونو پابند کسی شریعت کے نہیں ہیں اب اگر سلطنت
 شخصی ہے تو بادشاہ رعایا پر غالب ہے پھر ہمو کو کیونکر اطمینان ہو کہ بادشاہ
 آزاد منش خلاف عقل کارروائی نہ کریگا چنانچہ یہی دلیل سلطنت شخصی کے
 خراب ہونے کی بیان کی جاتی ہے۔ اور اگر سلطنت جمہوری ہے اور تمام
 ممبران کونسل آزاد منش ہیں اور امید و بیم کسی احکم الحاکمین کا اُنکو نہیں ہے
 وہ کونسل بھی غلط کاری میں بمنزلہ شخص واحد کے ہوگی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ
 ہزار آدمی کا اتفاق رائے ضرور اچھی چیز کی اچھائی اور بُرے فعل کی بُرائی
 ظاہر کر دے گا پس قانون سلطنت جو کونسل اور پارلیمنٹ نے بنایا ہے
 ضرور محل اطمینان زیادہ ہے بہ نسبت شخصی تجویز کے اسکا جواب تفصیلی

تو میں باب اثبات نبوت میں دو رنگا مگر یہاں اس بقدر کہتا ہوں کہ اگر محض اجتماع سے ہر جگہ پر جس کا حکم افراد کے حکم سے بدل جائے تو مجموعہ ممکنات کا واجب الوجود بھی ہو سکتا ہے اور پھر کسی نبی اور ہادی برحق کے آنی کی ضرورت نہ ہی اور نہ کسی خدا کی ضرورت ہے بلکہ ہزار آدمی خطا کار کا مجمع بھی ضروری خطا کار ہوتا ہے اور ہزار آدمی غیر مہذب کا مجمع بھی غیر مہذب ہے اور ہزار آدمی زنا کار کا مجمع بھی زنا کار ہے اور ہزار ون شرابی کا مجمع بھی شرابی اور ہزار ون روپیہ کے ڈھیر سے روپیہ کا ڈھیر اور ہزار ون اشرفی سے اشرفی اور ہزار آزاد خیال کا مجمع بھی آزاد خیال ہے۔ اب جو ایک آزاد خیال کو یا زنا کار کو یا شرابی کو سوچھے گی وہی ہزار ون کو سوچھے گی اس فرض پر ایک اور ہزار اور لاکھ سب برابر ہیں۔

مرض یکے وطبیعت یکے مزاج یکے | مریض عشق اگر صد بود علاج یکے

المختصر آزادی خیال کی خرابیاں جن کے اظہار میں یہ ساری کتاب لکھی جاتی ہے اور ہر باب میں اس کے نظائر آپکو دکھلائے جاتے ہیں منجملہ اسکے یہ بھی ایک لغو اور باطل خیال ہے کہ ہر مجمع کا حکم اسکے افراد سے مخالف ہوتا ہے اس مقام پر بطور اجمال آزادی کے قبائح مندرجہ ذیل کو بیان کرتا ہوں جب کسی

کا یہ عقیدہ ہوا کہ نہ ہمارا کوئی خالق ہے نہ محسن حقیقی بلکہ ہمارا وجود آپ ہی
 آپ ہو گیا ہے اور جو کچھ زمانہ حیات میں ہم کو رنج اور راحت پہونچتی ہے
 وہ بھی خود بخود پہونچتی ہے نہ کوئی مُوزی اور دشمن نہ کوئی ہمارا محسن اور
 آرام رسان اپنے ارادہ سے ہم کو ایذا یا راحت پہونچاتا ہے بلکہ زمانہ کے
 رفتار کو یہ سب امور لازم ہیں اس عقیدہ سے محسن حقیقی کا انکار بھی ہو گیا
 اور محسن مجازی جو دنیا میں ہم پر احسان کر رہے ہیں بلکہ مان باپ جن کی
 وجہ سے بظاہر ہماری ولادت ہوئی ہے اور آقا اور بادشاہ اور حجلہ اقسام
 کے محسن سب کے احسان کا انکار ہم کو ضرور ہو گا اور اس کا نتیجہ جیسا خراب ہے
 اُسکے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے یہ تو انکار مبداء اور خالق سے خرابی پیدا
 ہوئی اب انکار معاد سے بھی عذاب جو ہر طرف ہو گا اُسکی خرابی سے جس قدر
 شر اور فساد عالم میں پہلے گا وہ بھی ظاہر ہے اور سلطنت کا رعب و داب
 روکنے والا اس فساد کا آزادی خیال کے فرض پر کسی طرح درست نہیں ہوتا
 ہے نوعی سلطنت ہو یا شخصی ایضا ہم زمانہ حال کی ترقی علوم فلسفہ کو بچشم
 خود دیکھ رہے ہیں کہ جس قدر آزادی خیال کی بڑھتی جاتی ہے فسق اور فجور کا
 پیمانہ لبریز ہو رہا ہے اور تاریخ ہم کو بتلا رہی ہے کہ گذشتہ زمانہ میں بھی جب

فلسفہ کا زور شور تھا یہی صورت زیادتی فسق اور فجور کی پیداہوئی تھی آئندہ کے

ابواب میں ثابت کیا جائے گا کہ بڑے بڑے فلاسفہ پورے بدکار اور زانیہ من

کُش زشت خوار ہو چکے ہیں اور سوائے فلسفہ توحید کے ہرگز کوئی فلسفہ بدکاری

سے نجات دہندہ نہیں ہے پس یہ دعویٰ دہریہ اور نیچرل صاحبوں کا محض

غلط اور بے بنیاد ہے کہ علوم عقلیہ ہم کو ارتکاب قباوح سے روکنے کو کافی ہیں اسلئے

کہ نہ کبھی کافی ہوئے اور نہ اب ہیں اور نہ آئندہ ہونگے ہاں وہی فلسفہ جس سے

مبدأ اور معاد کا اقرار کرنا لازم آتا ہے اور جس کو ہادیان برحق انبیاء کرام خدا

کی طرف سے لائے ہیں وہ تو ضرور اس کام کو انجام دیتا ہے جسکے انکار پر دہریت

اور نیچریت کا زور شور کیا جاتا ہے اسلئے کہ امید اور بیم کی تعلیم اسی فلسفہ میں

ہے۔ کوئی شخص اس وقت ایسا ہے جو ہمارے سامنے سن مکہ ہو کر پورا جواب دے

کہ تعلیم نسوان کا مسئلہ جو براہ فلسفہ الہی ایک حد معین تک محدود رکھا

گیا ہے اور زمانہ حال کے فلاسفہ نے مردوں کے برابر بلکہ مردوں سے زیادہ

تعلیم عورتوں کی ضروری ثابت کی ہے اور اسی تعلیم منفرط کا نتیجہ آج یہ ہو رہا ہے

کہ امریکہ کی عورات کا جھنڈا کا جھنڈا اپنے جفت کی تلاش میں فرانس اور جرمن

اور لندن کو نکلاتا تھا جیسا کہ اخبارات اس کو لکھ چکے ہیں اور آزاد خیال اسی

فخر کر رہے ہیں کہ واہ کیا اچھا طریقہ ان عورتوں نے اختیار کیا ہے۔ اب جس
 مرد کے گھر میں ایسی تعلیم یافتہ عورت ہے اُس کی حکومت زوجہ پر اور اُس کے
 خانگی امور کا نظم و نسق جیسا ہے اُسکو تو اُسی سے پوچھئے جن عورات ہندوستانی
 نے بیسرا اور بلکہ خود سر ہو کر قانون و کالت کا پاس کیا ہوا اور بیرسٹریٹ لا ہو گئے
 ہوں (خدا نکرے) اُنکے شوہر صاحب بھی اگر بیرسٹر ہیں تو شاید لعنت بھیج امور
 خانگی میں عہدہ برائی ہو جاتی ہوگی خواہ تقریر میں دو نو برابر برابر رہ کر کسی تیسرے
 کو حج قرار دے کر فیصلہ کر لیتے ہوں ورنہ کیا مجال ہے کہ شوہر کی کوئی بات
 چلنے دیتی ہوں تعلیم نسوان کا مسئلہ ہم ایک خاص باب میں لکھینگے انشاء اللہ
 پہلے آزادی نسوان کو لکھ لیں جسکی غرض سے آزادی کی تعلیم ہوتی ہے
 باب دوسرا عورتوں کی آزادی اور پابندی اور انکو پردہ کا
 پابند کرنا جیسا شریعت محمدی میں ہے کیا سزا اس ظلم ہے
 اوپر کے ابواب میں ہم نے جب قدر پابندی اور آزادی کا ذکر کیا ہے اُسکو عورت
 اور مرد سے تخصیص نہیں ہے اب مذاق پر نیچرل آزاد خیالوں کے ذرا عورتوں
 کی آزادی پر بھی ہلکو مختصر کلام کرنا مناسب ہے منجملہ نتائج خراب کے جو آزادی
 کی تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں یہ بھی ایک بُرا خیال ہے کہ عورتیں بھی آزاد ہیں

اور جب آزاد ہیں تو پردہ کا پابند اُنکو کرنا یہ بھی آزادی کے خلاف ہے بلکہ صلیح
 مرد بے پردہ پھرتے ہیں اور اُنکو بھی پھرنا روا ہے عورتوں کو پردہ کی پابند کرنے
 سے جس قدر ضرر عقلی یہ لوگ بیان کرتے ہیں اب ہم اُنکو لکھیں پہلا تو یہی امر
 ہے کہ مرد اور عورت یہہ دونوں افراد انسانی ہیں اور انسانی آزادی میں
 دونوں برابر ہیں پھر کیا وجہ اسکی ہے کہ خلاف انصاف مرد کو آزاد پردہ سے
 کیا جائے اور عورت کو جکڑ بندی میں قید کیا جائے دو مہم حفظانِ صحت کے
 قواعد پر نظر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ عورت ضعیف القوے اور نازک
 مزاج پیدا ہوئی ہے اور ہوا خوری کی ضرورت جس قدر ضعیف اور نازک
 مزاج آدمی کو ہے اس قدر قوی اور درشت خلقت کو نہیں اور پردہ میں
 رہنے سے ضرور وہ آفات جو عدم تبدیل آب و ہوا سے پیدا ہوتے ہیں اُنہیں
 عورات کا گرفتار ہونا بہ نسبت مردوں کے زیادہ محتمل ہے یہ کیسی اولٹی رائے
 اور اولٹی شریعت ہے کہ جو لوگ زیادہ سیر سپاٹہ اور ہوا خوری کی بنظر ضعف
 قوے اور ضعف مزاج کے محتاج ہوں اُنہیں کو زیادہ ممانعت کی جائے اور
 گھر میں بند کر کے اُن کی صحت بدنی خراب کی جائے تیسرے تدبیر خانگی اور
 انتظام خانہ داری جو محتاج تجربہ ہا۔ ء کثیرہ کی ہے اور گھر کی بیٹھنے والی اور

وہ بھی پردہ میں اُسکو وہ ضروری امور جن کی معرفت بدون سیر اور سیاحت
 کے محال ہے کیونکہ معلوم ہو سکتے ہیں اور اسیدو جہ سے ہزاروں قسم کے تاوان
 اور نقصان مرد کو عورت کی ناتجربہ کاری سے عائد ہوتے ہیں دور کیوں
 جائے بازار کی خرید و فروخت ان چیزوں کی جو خاص عورات سے متعلق
 ہے اوسمیں کیسی خیانت اور غبن کا سامنا پردہ نشین عورات کو نوکر چاکر
 لونڈی اکیل دیتی ہیں جو مردوں کو اسی خراب عادت پردہ نشینی عورت
 کی وجہ سے اٹھانی پڑتی ہیں اور ساری کمائی اسی میں برباد ہوتی ہے
 یہ ایسی بات نہیں ہے جسکے نظائر پیش کرنے کی ہم کو حاجت ہو۔ پر ظاہر
 ہے کہ جس قوم کی عورات بازار میں خرید و فروخت اپنے سامنے کرتی کراتی ہیں
 تجربہ بھی اُنکا بڑھتا ہے اور اس تاوان روزانہ سے محفوظ رہ کر اپنے مردوں
 کے لئے پوری کفایت شعاری کرتی ہیں جو چھٹی عفت اور پاکدامنی اور
 امور قبیلہ سے محفوظ رہنا اگر پردہ کرانے سے مطلوب ہے فطرت انسانی ایسی
 پر ہوئی ہے کہ جس چیز سے آدمی کو منع کرو گے اُسکی حرص زیادہ بڑھے گی
 عرب کی مثل مشہور ہے اَلْاِنْسَانُ حَرِيصٌ عَلٰی مَا مَنَعَ حَبْقَدْرَ رُوكِ نُوْكِ
 کرو گے اوسقدر اُن کی حرص بڑھے گی اب ثابت ہوا کہ پردہ میں بٹھانا

عورات کو گویا انکو پاکدامنی اور عفت کے توڑنے پر زیادہ معین ہے
 بلکہ یہ ضرر انکو تعلیم اخلاق حسنہ سے البتہ دفع ہو سکتا ہے اور محض
 قید کر کے پردہ میں بٹھانے سے ہرگز دفع نہوگا بد اخلاق عورت اگر لاکہ
 پردہ اور حجاب میں ہوگی پاکدامن نہیں رہ سکتی اور مہذب تعلیم یافتہ
 اسکول اور کالج کے جو آوارگی کے عیوب کو اچھی طرح سے جانتے ہو وہی
 تہذیب اوسکو بازار عام میں بھی محافظت عصمت اور عفت ہوگی۔ ثابت
 ہو گیا کہ جو چیز عفت اور پاکدامنی پیدا کرتے ہے یعنی اعلیٰ درجہ کی تعلیم
 لشوان اوسکو شریعت محمدی روکتی ہے اور پردہ کرنا جس سے ضرر عفت کا
 ہم ثابت کر چکے اوس کی تاکید کرتی ہے پھر کونسی عقل ایسی شریعت کی
 خوبی کا اقرار کرے گی یا بچوں یہ ہے کہ نہ کسی شریعت نہ کسی طریقہ عقلی میں
 یہ بات جائز سمجھی جاتی ہے کہ سزاے قید کسی آدمی کو قبل ارتکاب جرم
 کے دیجائے اور اس سے بڑھ کر اور کونسا ظلم ہو سکتا ہے کہ بیچارے
 ناکردہ گناہ عورتیں بے زبان فقط اس بدگمانی پر کہ بے پردہ ہو کر خلاف
 عصمت کرینگی گہروں میں دائم الحبس کیجائیں آخر کونسا گناہ اسے سرزد
 ہوا ہے جس کی سزا میں حبس دوام کی مستحق ہوئی ہیں۔ اور اگر ہم یہ بدگمانی

صحیح بھی فرض کریں تو عورات سے زیادہ مرد ارتکاب فجور اور فسق صریح
 کرتے رہتے ہیں پھر انکے واسطے اس سے زائد بدگمانی پر بنا کر کے عورتوں سے
 زیادہ پردہ کا اونکو مقید کیوں نہیں کرتے اگر عورت سال بھر کی میعاد کے
 قابل ہے تو مرد کو دس برس کے میعاد کی قید کرنی لازم ہے ورنہ سراسر
 ظلم اور بے انصافی ہے کہ بڑا مجرم تو آزاد اور رہا ہے اور چھوٹا مجرم
 وہ بھی اور فرضی دائم الحبس کیا جائے۔ مرد کی بدکاری زیادہ ہم نے اسوجہ
 سے لکھی ہے کہ مرد بعض ایسی عورات سے بھی مرتکب فعل بد کا ہو سکتا
 ہے جو پرالی جو روہو اور اس کی آبرو اور حرمت بگاڑ سکتا ہے اور
 عورت اگر کسی مرد صاحب زوجہ سے مرتکب ہوگی ایسی بُرائی اس میں
 نہیں ہے خصوصاً اگر یہ عورت بے شوہر کی ہو۔ یہ شبہہ ماخوذ ہے ایک
 نیچرل خیالات کی کتاب سے جو مصنف رسالہ حمید یہ کو ملی تھی اور اسکا
 جواب انھوں نے اجمالی طور سے اپنے رسالہ حمید یہ میں دیا ہے جسکو
 ہم بھی لکھین کے انشاء اللہ جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض دو شبہوں کی
 طرف منہج ہوتا ہے ایک تو عورات کو پردہ اور حجاب سے مقید کرنا اور
 اون کی بی حجابی کی آزادی کو روکنا دو مخانہ نشینی اور گہر میں رہنے کا

او نوکوپا بند کرنا اور دونو باتین جدا ہین اسلئے کہ پردہ اجنبی مردوں سے
 اگر عورت سر بازار لباس وغیرہ پہن کر نکلے بھی ہو سکتا ہے اور بے پردگی
 بے جمائی گہر میں رہ کر بھی ممکن ہے لہذا ہم پر واجب ہے کہ دونو کے
 فوائد عقلی جدا جدا بیان کریں پہلی غلطی اس معترض کے بیان میں یہ ہے
 کہ نامحرم سے عورت کو پردہ کرنا اور فقط عورات کی آزادی کا روکنا کہتا
 ہے حالانکہ عقلی طور سے مرد اور عورت دونو کو نامحرم کا دیکھنا جائز نہیں
 ہے جس قدر مرد نامحرم کا عورت کو دیکھنا فعل بد ہو اور بیحد عورت کو بھی مرد نامحرم
 پر نظر ڈالنی ممنوع ہے اور یہی حکم ہماری شریعت کا بھی ہے اب اس میں
 تو عورت اور مرد دونو کی آزادی عقل صحیح روکتی ہے اور کچھ خلافت
 انصاف نہیں اور نہ کچھ ظلم ہے جب کہ مرد اور عورت دونو کا ایک حکم
 ہوا۔ ہاں زیادتی کیا ہے کہ عورت کو تمام بدن اپنا چھپا نامردوں سے ضرور
 ہے اور مردوں کو بجز شرم گاہ کے تمام بدن کا ہر وقت چھپانا ضرور
 نہیں ہے فرض کرو اگر کوئی مرد ننگا دھڑنگا آگیا چھپا چھپا کر مجمع میں
 جائے اگرچہ خلافت وضع ہے مگر اس قدر بُرا نہ ہوگا جیسے اگر کوئی عورت
 آگیا چھپا چھپا کر برہنہ مجمع میں آجائے اسلئے کہ عورت کے اکثر اعضا

فطرت نے ایسے بنائے ہیں کہ انکے دیکھنے سے مرد کو رغبت اور ناجائز
 لذت پیدا ہوتی ہے اسی واسطے عورت کا تمام بدن ہماری شریعت
 نے بھی واجب الستر مقرر فرمایا اور مرد میں چونکہ یہ بات نہیں ہے
 لہذا اس کا تمام بدن واجب الستر نہ فرمایا اگرچہ راجح یہی ہے کہ وہ
 بھی تمام بدن کو چھپائے رہے۔ اب اتنا تو معلوم ہوا کہ اس حکم میں
 مرد اور عورت دو نو برابر ہیں اگر ظلم ہے تو دونوں پر اور عدل ہے وہ
 بھی دونوں کے حق میں۔ اب نامحرم کو دیکھنا اور آنکھیں لڑانی براہ
 عقل کیون برا ہے اسکو تو شاید کوئی ایسا ہی منکر بدیہی اور منکر امر صریحی
 کا ہو گا جو نہ مانے ہر ملک میں ہر زمانہ میں بنظر عقل معمولی جاہل اور عالم
 اسکا معتقد ہے کہ جو فسق و فجور پیدا ہوتا ہے اسی نظر ہی کی بدولت
 ہوتا ہے اول درجہ میں نظر ہے اور دوسرے درجہ میں آواز ہے
 چنانچہ شاعر کہتا ہے

نہ تنہا عشق از دید اخیزد	بسا کین دولت از گفتار خیزد
--------------------------	----------------------------

اب معلوم ہوا کہ پردہ کرنا عورت کا اس کی غرض یہی ہے کہ نامحرم کو نہ
 وہ دیکھے اور نیز نامحرم اسکو بھی نہ دیکھے اور اس حکم میں عورت اور مرد

دو نو برابر بحکم عقل اور شریعت ہیں جو عین عقل ہے پھر چونکہ پردہ اور
 آڑ اور حجاب کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص ایسی جگہ نہ ہو جہاں سے نامحرم
 کا سامنا ہوتا ہے یعنی گھر سے باہر نہ نکلے اور پوشیدہ رہے اس غرض سے
 تو مرد اور عورت دو نو کو پردہ کرنا ضرور ہے۔ مگر مرد کو کسب معیشت اور
 پرورش اہل و عیال کی وجہ سے اگر پابند عزت اور خانہ نشینی کا کیا جائے تو
 کس قدر ہرج شدید لازم ہے اور یہ بار پرورش کون اٹھائے لہذا اسکو آزادی
 بنظر ضرورت کے دی گئی کہ فکر معاش میں دوڑ دھوپ کرے اور نظر بد ڈالنے
 سے ویسا ہی بچے جیسے عورت کو بچہ خانہ نشینی میں لازم ہے۔ ہاں وہ عورات
 جو کوئی مرد وارث اور قوام یعنی سرپرست نہیں رکھتی ہیں اور اپنی معاش آپے
 بیچاری پیدا کرتی ہیں اور بدون باہر نکلے گذر اوقات انکی نہیں ہو سکتی ہے
 اور کوئی مرد براہ قومی ہمدردی یا انسانی ہمدردی اور نکا کام دیانت اور
 امانت سے نہیں کر سکتا اسوقت انکو بھی عقل اور شریعت دو نو مجاز کرتی
 ہیں کہ مثل مردون کے باہر نکلیں اور پردہ ضروری پھر بھی مدنظر رہے۔ اور
 مراد یہ ہے کہ جس ضرورت سے مردون کو آزادی آمد رفت میں ہے اگر عورت
 کو وہی ضرورت ہو انکو بھی ہے اب بھی دو نو برابر آزادی میں ہیں۔ اب اگر

شرعی پردہ میں عورت
 اور مرد دو نو برابر مجاز ہیں

کوئی یہ شبہہ کرے کہ خبر گیری نان و نفقہ کی مزدون سے کیوں مخصوص
 ہوئی کیا عورات اسکو نہیں کر سکتی ہیں کیا مزدون کی چار ہاتھ اور چار
 پاؤں ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اور اسکی بحث دوسرے مقام پر کرنی
 چاہئے خلط بحث نہ کرو اور اس جگہ مختصر طور سے اسقدر سمجھو کہ چار ہاتھ
 نہ مرد کے ہیں نہ عورت کے مگر حاملہ ہونا لڑکا جننا اور دودھ پلانا اولاد کا پالنا
 خانگی انتظام کرنا یہ بھی سب عورت کرے اور کسب معیشت بھی وہی کرے
 ایسا تحمل عورات کو ہو سکتا ہے۔ بہر حال اسکو مان لینا چاہئے کہ اکتساب
 معیشت خاص مرد کا کام ہے اور پھر چونکہ یہ کام باہر نکلنے سے ہوتا ہے
 اور خانہ داری گھر کے رہنے سے درست ہوتی ہے لہذا عورت کو گھر میں رہنا
 ضرور ہے پس وہ پابند خانہ نشینی کے ہوئے ہر کسے راہر کارے ساختہ
 عین حکمت اور سراسر عدل اور انصاف کو ظلم صریح اور حق تلفی قرار دینا یہ
 آپ ہی کے عقل کی گچی ہے۔ اب ہم نے نا انصافی کا شبہہ جو اول شبہات ہے
 اسکو تو باطل کر دیا کہ پردہ کرنا مرد اور عورت دونو کو برابر ہے یعنی نامحرم کو
 نہ دیکھنا اور نہ دکھانا جو اب شبہہ دوم حفظان صحت کے قاعدہ سے
 عورت کو ہوا خواری کا زیادہ محتاج ہونا اس میں نیچرل صاحب کو پوری

غلطی ہے عام لوگوں کو جو قواعد حفظ صحت اور اغراض صحت اور اقسام
 اور مراتب صحت سے آگاہ نہیں ہیں انکو دھوکھا دینا کچھ دشوار نہیں ہے اور
 ہمکو جملہ اقسام اور اغراض اور مدارج صحت کا لکھنا طویل بیان کا محتاج
 کرے گا۔ دیکھو طب کی کتابوں کو اور مخصوص طریقہ اور قواعد حفظان صحت
 کو کہ ہر ملک اور ہر شہر اور ہر مزاج اور طبیعت کی واسطے جداگانہ قاعدہ
 مقرر ہے اور ریاضت بھی ہر ایک کی جداگانہ ہے۔ پھر چونکہ مردوں کو
 کسب معیشت کرنے سے محنت پائے شاقہ کا بار اٹھانا پڑتا ہے اور اسوجہ
 سے اختلاف اوقات غذا بلکہ سستہ ضروریہ میں فرق پڑنے کے اسباب انکو
 زیادہ لاحق ہوتے ہیں کسل اور تعب اور تکان انکو زیادہ رہتا ہے محنت
 پائے شاقہ ان پر زیادہ رہتے ہیں لہذا اکثر منقصر اور گھبراہٹی ہوئی ہوتی
 ہیں اور اسی لئے صبح اور شام بشرط فرصت انکو ضرور ہے کہ دل بہلانے کی
 غرض سے ہوا خوری تفریح کریں۔ عورتوں کو نہ اسقدر محنت کرنی پڑتی ہے
 نہ انکے اوقات میں اسقدر خرابی ہوتی ہے نہ انکو کاروبار خانگی سے
 جسکی انجام دہی کیواسطے فطرت نے انکی خلقت کی ہے (خاص کر صبح و
 شام کی وقت فرصت ہوتی ہے نہ بنظر ضعف قوائے طبیعی کے ایسی قوی

تدبیر غذائی کی محتاج ہیں جسکی اصلاح انکو ہوا خوری پر مضطر کرے اور نہ
 بنظر اسباب غیر طبعی کے انکو ایسے امور کا کرنا ضرور ہے کہ صبح و شام ٹھٹھ پر خواہ
 فقط ولایتی کاٹھی لگے ہوئے گھوڑے پر سیر سپاٹہ کریں نہ انکو سوائے اپنے
 عزیز اور رشتہ داروں کے اور اغیار سے معاملات میں رنج اور ملال
 پہونچتا ہے مثل مردوں کے جسکی وجہ سے تفریح طبع کی محتاج ہوں یہ
 تو عام اوقات زندگی کا حال ہے جسکو نیچرل صاحب نے اُلتا بیان کیا ہے
 پھر اگر احیاناً عورتوں میں کسی سبب خاص سے علاوہ ان اسباب معمولی
 کے خرابی مزاج پیدا ہوا اور کوئی تدبیر منجملہ صد ہا تدابیر حفظ صحت کے بجز
 ہوا خوری کے کارگر نہ ہوا اور اُنکے ورثہ کو طبیب مجبور کر دے اُسوقت نہ
 قانون فطرت اور نہ ہماری شریعت اُنکے تبدیل آب و ہوا کو منع کرتی ہے
 مگر اُنکی پردہ داری اور حفظ عصمت کا بھی لحاظ مقدم رہتا ہے چنانچہ
 جیسی جسکو قدرت ہے ویسا برتاؤ کرتا ہے اور یہ بیان ہمارا فرضی اور
 خیالی نہیں ہے جو اب شبہہ سلیم تدبیر خانہ داری کا محتاج تجربہ و سیاحت
 ہونا جو خانہ نشینی سے مخالف ہے یہ شبہہ کبھی عام فریب ہے اصول حکمت
 منزلی اور امور خانہ داری کو علم اخلاق سے جس نے سمجھ لیا ہے وہ کبھی

ان۔ مھو کھے مین نہ آئیگا پہلی غلطی تو اس مین یہ ہے کہ تفریح طبع کی غرض سے
 باہر نکلتا عورات کا جو شبہ۔ دوم مین لکھا ہے اُسکی غرض اور بچہ کاری
 معاملات خرید و فروخت کی غرض دونوں مین زمین اور آسمان کا فرق ہے
 اس سے تو مراد یہ ہے کہ جس طرح مردوں کو بچہ کاری اور تجربہ کی حاجت
 ہے اویسی طرح عورتوں کو بھی ہے اب تو جو کام مردوں سے متعلق ہے وہی
 عورات سے بھی ہو گیا پھر انکو فطرت کا پابند خانہ نشینی کرنا جائز نہ ہوا اسکا
 جواب پہلے شبہ مین ہو چکا اگر ایسی غیر مہذب مردوں سے انکا سابقہ ہے
 کہ اپنا کام بھی خاص عورتوں کو سپرد کرین انکا ذکر کرنا ہی بجا ہے علاوہ برآن
 ہم امور خانگی مین پردہ نشین عورت کو ایسا واقف اور ماہر دیکھتے ہیں
 اور گھر بیٹھے انکو اپنے ہم جنس عورات کی صحبت سے ایسی آگاہی اپنے
 امور مین ہوتی ہے کہ مردوں کو ہزاروں کوس پھرنے سے بھی نہیں ہو سکتی
 ایضا ہر ملکہ و ہر رسم جس ملک مین عورتوں کا پردہ بدون خانہ نشینی کے
 ہو سکتا ہے وہاں کی عورات کو گھر بیٹھے وہ تجربہ نہیں ہو سکتا ہے وہ اپنے
 لباس خاص سے پردہ کی رعایت کر کے بازار مین آنا جانا سب کچھ کرتی
 ہیں اور پابند عصمت اور عفت بھی پورے طور سے رہتے ہیں اور نہ کوئی

قاعدہ عقلی نہ کوئی قاعدہ شریعت ایسا ہے کہ جن بلاد میں بدون خانہ نشینی
 عورات کے عفت اور عصمت قائم رہے زبردستی انکو حبس دوام میں رکھے
 اہل اسلام کے ملک عرب اور عجم میں اسکی نظیر موجود ہے ہندوستان میں
 عورتوں کو جو گھر میں رہنے کی پابندی کرائی جاتی ہے اور اسی پر زیادہ زور پھیل چکا
 دے رہے ہیں تاکہ یورپین یعنی ہندوستانی زایا یورپین یعنی ولایت زاعورات جو ہندوستان
 میں بے روک ٹوک سڑک اور بازار میں پہرا کرتی ہیں انکے فعل پر ہم
 لوگ معترض نہوں اسکا جواب یہ ہے کہ ہمارے ملک میں یہ رسم شریف
 اور ذیل میں امتیاز اور تفرقہ کی نظر سے جاری ہوئی ہے اور جو رسم کہ امتیاز
 قومی کے نظر سے خواہ اعزاز خاندانی کے سبب سے جاری ہو اور براہ
 عقل مضر اور خراب بھی ہو بلکہ ترجیح عقلی بھی اسی میں ہو چنانچہ اوپر ہم لکھ
 چکے اور آئندہ بھی لکھیں گے اسکو ہم لوگ ایسی پوج اور لغو شبہات سے
 کیونکر چھوڑ سکتے ہیں تاریخ ہندوستان کو دیکھئے راجپوت کی قوم جو ہندوستان
 کے رئیس راما اوتار کے زمانہ سے چلی آتی ہے اور آج بھی راجپوتانہ کا
 ملک انھیں کے زیر حکومت ہے ان کی عورتوں میں اعزازی پردہ آجتک
 ہے جو دہ پور اودے پور بہر پور اور دھولپور اور پٹیالہ اور ناہرہ وغیرہ وغیرہ

وہاں کی رانیاں نہ سر بازار پھرتی ہیں اور نہ ہوا خوری کو ٹٹم اور کھلی ہوئی
 گاڑی پر نکلتی ہیں سکھ پال کی سواری اور نالکی پالکی محافہ رتھ وغیرہ سب
 پردہ کی سواریاں انہیں کیواسطے بنائے گئے ہیں۔ بلکہ جس ہندوستان
 کی سیر کی ہے وہ تو کہہ سکتا ہے کہ یہ اعزاز کی پردہ دیگر اقوام مثل جات
 اور گوجر وغیرہ کے جب انکو راج اور ریاست ملجاتی ہے وہ بھی جاری
 کرتے ہیں۔ یہ پردہ امتیازی ایسا ہے جیسے پکڑیوں کا ہر تھوک میں
 جدا جدا ہونا جیسے انگرکھے کا سیدھا پردہ اہل اسلام میں اور الٹا پردہ
 اہل ہندو میں اس پر زیادہ روک ٹوک نہ کرنی چاہئے ہاں اگر کوئی قبا
 اور ضرر عقلی ثابت ہو جائے اس وقت ضرور اصلاح کرنی چاہئے اہل اسلام
 ہندوستان میں قوم فاتح بن کر آئے اور رئیس کہلائے اور ضرور تھا
 کہ یہاں کے رئیس اور حکمران کے اوضاع اطوار کو اختیار کریں چونکہ
 انکی عورات اعزاز کی پردہ کی پابند تھیں اور اہل اسلام کی شریعت اور
 عقل سلیم سے یہ پردہ منافی بھی نہ تھا لہذا انھوں نے بھی اپنی عورتوں
 میں اسکو جاری کر دیا اور اسی وجہ سے میل جول بھی ہو گیا جو اقوام
 سے نہواگو قوم فاتح بھی سہی سمجھے اسکے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت

ف
 اعزاز کی پردہ کی مثل

نہی کہ اہل اسلام میں اعلیٰ درجہ کا خاندان رسالت پتا ہی کا دستور عرب
 میں کیا تھا اور ہمارے نبی صلعم اور اُن کے معزز عورات کا پردہ اغرازی
 میں کیا برتاؤ تھا۔ تاریخ عرب کو پڑھو اور جو شکایت بے پردگی کی بیرون
 اہل بیت نبوت یزید اور ابن زیاد کی کر رہے ہیں اُسکو یاد کرو جس بے
 پردگی سے بنظر تحقیق واقعات مراد اسے اغرازی پردہ کا خلاف واقع ہونا
 ہے نہ پردہ شرعی کا۔ اب چونکہ شریف قوم اہل اسلام کی عورات جو خانہ نشینی
 کی پابند براہ اعزاز قومی کرائی جاتی ہیں اور علاوہ آب و اور عزت کے صدہا
 فوائد انکو اس سے حاصل ہو رہے ہیں اور کوئی عیب نہ کوئی خرابی اس میں
 ہے پھر اسکو ترک کرانے پر کیوں نہ چل صاحب زیادہ زور دے رہے
 ہیں چوتھے شبہ کا جواب پردہ میں بٹھانے سے پاکدامنی اور عفت
 کو عورات براہ ضد اور کد کے چھوڑ دین کی اسلئے کہ انسان جس بات سے
 روکا جاتا ہے اُسکے کرنے پر زیادہ حرص ہوتا ہے یہ بھی آپکی غلط فہمی
 ہے اگر ایسا ہو پھر تو کوئی قانون جبرائیم سے روکنے کا فطرت کو جاری نہ کرنا
 چاہئے اور نہ کسی ریفارمر اور مصلح قوم کو بُرائیوں سے روکنا عام خلاق
 کو ایک پھر اور وعظ کے ذریعہ سے جائز ہوا اور ہر ایک فعل میں آزاد کردینا ہی

عین حکمت ہو اور تمام قوانین ملکی اور اخلاقی اور طبی وغیرہ سب لغو
 اور خلاف مصلحت ہو جائیں ضرور جاہل آدمی کی خاصیت ہے کہ براہ
 جہالت جس امر سے روکا جاتا ہے اُسکے ترک یا فعل پر حریص ہوتا ہے
 مگر اصلاح کا قانون اسی غرض سے ہے کہ اُسکی حرص بیجا کو مٹا دیا جائے
 علاوہ بران پردہ میں رہنا اُسکی غرض فقط یہی نہیں ہے کہ عصمت اور
 عفت قائم ہو بلکہ اعزاز خاندانی اور انتظام خانگی امور کا جو خاص عورت
 سے متعلق ہے وہ بھی گہر میں رہنے سے مطلوب ہے۔ پھر اگر ایسی
 بیہودہ کوئی عورت ہے کہ اپنے اعزاز خاندانی کا برباد ہونا اُسکو گوارا
 ہے اور اپنے خانہ داری کے امور سے بھی اُسکو نفرت ہے اور اپنی
 ذلّت داری پر ورش عیال وغیرہ سے بھی ناراض ہے اُسکا تو ذکر ہی
 بحث ہے پہلے اُسکے دماغ کا علاج کرنا چاہئے اور اوسکے حواس کو
 درست کرنا لازم ہے کہ مجنون ہے یا بالکل بے شعور ہے اُسکا پردہ
 اور بے پردگی سب برابر ہے (خدا بچائے ایسی عورت سے۔ بلکہ مجھے
 اس مقام پر یہ کہنا لازم ہے کہ جس طرح آدمی براہ جہالت جس امر سے
 منع کیا جائے اُس پر حریص ہوتا ہے اُسی طرح فطرتی امر عورت اور

مرد کلہ بہہ بھی ہے کہ اپنی آبرو اور عزت بڑھانے کی جو بات ہے اُسکا
 بھی حریص ہوتا ہے اور خاص کر عورات کی فطرت نے ایسی خلقت
 بنائی ہے کہ اپنے خاص کام خانہ داری پر براہ فطرت ہمیشہ آمادہ اور
 راغب رہتے ہیں۔ پھر چونکہ روزانہ کوچہ گردی اور سر بازار پر نا اونکی
 عزت اور آبرو خانہ داری کے خلاف ہے اور اُنکے خاص امور
 خانہ داری میں مغل ہے لہذا اونکو بازار میں پھرنے پر مجبور کرنا یا ہوا
 خوری اُنسے کراہی ہی امر اُنکے خلاف طبع ہوگا گھر میں بیٹھنا کبھی اُنکو
 ناگوار نہ ہوگا یا بچوں شہرہ کا جواب بدون صدور مجرم کے سزا دہی
 موجب ہوتی کہ اُنکے خانہ نشینی سے اُنکی بے حرمتی خواہ کسی قسم کی ایذا
 اُنکو دیجاتی یا ضروری اوقات میں جب اُنکو گھر سے باہر جانا ضرور ہے
 اُن اوقات میں بھی اُنکی بیوجہ روک ٹوک مثل قیدیان جیل کے
 کیجاتی یا آئینکے بدگمانی بیجا اُنکی نسبت ہو کر اس پابندی کا التزام
 اُنسے کرایا جاتا۔ پھر جب گھر میں رہنا اور پردہ اعزازی کرنا ہی اُنکی
 فطرتی خواہش ہے اور انتظام خانگی کا خانہ نشینی سے بخوبی سرا انجام
 پانا یہ سب امور حسب خواہ اُنکے ہیں اور پردہ مقصود یعنی نامحرم کے

دیکھنے اور دکھانے سے بچنا ہی اسی طریقہ سے انجام پاتا ہے اور جو ایذا
 اور گزند بازار اور مجمع میں جاکر نامحرم کی طرف انکو دیکھنے سے روکنے
 میں ہوتا ہے وہ ایسی جگہ جہاں نامحرم نہیں ہے بلا کلفت انکو میر
 ہوتا ہے اب اسکو قید اور جیل خانہ سے تشبیہ دینی بجز فریب دہی کے
 اور کیا سمجھا جائے بازار آدم پر سر مطالب اب پھر از سر نو تقریر کہیں
 شروع کرتا ہوں اور کہتا ہوں یہ جو کچھ لکھا گیا سب محض فطرت اور
 طبیعت کے نظر سے تھا اور اب چونکہ براہ فطرت یہ بات معلوم ہو چکی
 کہ عورات کا خانہ نشین ہونا انتظام خانہ داری اور پرورش اولاد
 کے واسطے ضرور ہے اور یہ کام مردوں سے نہیں ممکن ہے لہذا
 ہمو ضرور ہوا کہ اپنی اولاد دختر کی خوگرمی ابتدا عمر سے اور انکی
 تعلیم بھی ویسے ہی کریں جو انکے منصب خانہ داری کے لائق ہے
 اب عادت جسکو حکیم طبیعت ثانیہ کہتے ہیں انکی ابتدا عمر سے جب
 خانہ نشینی کی ڈالی گئی اور گہر میں پردہ سے رہنے کی وہ عادی اور
 خوگر ہو گئیں اور جب سے انکو ہوش ہوا گہر میں رہنا اور پردہ کرنا
 خانگی امورات میں ہر دم مصروف رہنا یہی کرتے کرتے دل اور دماغ

عقل اور خیال اعضائی بدن سب اُنکے مشاق ہو گئے آئیکو ہی
 ہمیشہ خانہ نشین دیکھا اور اپنے مان بہن خالہ پہو بھی بلکہ تمام کنبہ
 اور برادری کی معزز عورتوں کو بھی پابند اسی کا پایا اب تو عقل صریح
 یہی حکم کرتی ہے کہ خانہ نشینی بالفرض اگر براہ فطرت ناگوار بھی ہو مگر
 عادت نے دوسری طبیعت پیدا کر دی اب اُنکو ہرگز ناگوار نہو گی بلکہ
 اُسکے خلاف بازار میں پھر ناشاہ راہ پر بے حجاب چلنا بلکہ شتر پردہ
 کے آڑ میں بھی چلنا ناگوار ہوگا اور ترک عادت سے جو خرابیاں نظر
 قواعد حفظ صحت کے پیدا ہوتی ہیں اُنمیں بے پردگی اور ہوا خوری
 سے پیدا ہونگی اور سطح مردوں کو خانہ نشینی کو یا قید اور جیل خانہ
 کی ایذا دیتی ہے اُنکو بے حجابی اور سر سپاٹہ و لیاہی ناگوار ہوگا۔ اب
 اگر آپکا جی چاہے تو ایسی عورات جسکی تعلیم اور تربیت اسی طور کی ہو
 ہے اُنکی باہمی گفتگو کو کسی ذریعہ سے سنئے اور جو دختر اُنکے زیر تعلیم
 رہتی ہے اور کوئی حرکت جس سے بے باکی اور پردہ دری کی بوجھ بھی
 آتی ہے اُس پر ان مخدرات کی توجیح اور تنبیہ کو دیکھئے اور پوچھ لیجئے
 اُن میمون سے جو تعلیم نسوان کی غرض سے مشن کی ملازم پھر رہی ہیں کہ جب

وہ ہماری مغز اور مہذب عورات کو بہکاتی ہیں کہ تمکو تمہارے
مردوں نے قیدی بنایا ہے دائم الجس کر رکھا ہے گہر میں گہٹ گہٹ
کرمی جاتی ہو اسکا جواب کیسا عمدہ اونکو یہ پردہ نشین عورات دیتی
ہیں کہ پھر انکو بجز ندامت کے اور اپنا سامنے لئے ہوئے چلے جانے
کے اور کچھ نہیں سوچتا ہے۔ اور یہ تقریر ہم نے فقط اسی غرض
سے کی ہے کہ جب ہماری عورات کو خوگر می اور عادت خانہ نشینی کی
ہو جاتی ہے پھر انپر گہر میں رہنا ہرگز جبر نہیں وَالْعَادَةُ طَبِيعَةٌ ثَانِيَةٌ
عادت بھی ایک دوسری طبیعت پیدا کر دیتی ہے۔ بعض فلاسفر تو
اسی کے قائل ہیں کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے سب عادت ہی سے
ہوتا ہے اور دراصل کچھ نہیں ہے میٹھا کڑوا مزہ دار بد مزہ سخت
اور نرم خوشبود بوسب کامدار عادت پر ہے۔ ہمکو اس قول سے اتفاق
نہیں ہے کہ وجود اشیا کے منکر ہو جائیں۔ ہاں عادت سے ضرور تغیر
آثار اور افعال میں پیدا ہوتا ہے اسکا انکار کوئی نہیں کر سکتا ہے
اب ہمکو یہی ثابت کرنا باقی رہا کہ ہماری عورات کو جو خانہ نشینی کی عادت
ڈالی جاتی ہے یہ عادت خراب اور نامناسب ہے یا عمدہ اخلاق

اور ضروری امور سے ہے کسی قدر اسکی خوبی اجمالاً تو ہم نے اوپر کے
 بیانات میں لکھ دی ہے اب ہم وہ دلیل بجنسہ باضافہ مویدات لکھیں
 جسکو مصنف رسالہ حمیدیہ نے لکھا ہے جس سے اُنکا دلی منشایہ ہے
 کہ ہمارے قرآن مجید میں (جسکی تعلیم اخلاق کی عمدگی پر بڑی بڑی حکما اور
 علمائے یوروپین منصف مزاج بھی متفق ہیں) خدا نے ارشاد فرمایا
 ہے **الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ** یعنی مردوں کو فطرت نے
 عورتوں پر صاحب اختیار پیدا کیا ہے کہ اُنکے نان و نفقہ کی کسب
 معیشت کر کے خبر گیری کرتے ہیں۔ اب دیکھو کہ ہماری بستر برد زندگی
 کے سب کام دو قسم کے ہیں کچھ تو بلکہ بہت کچھ گھر سے باہر کرنے کے لائق
 ہیں اور بدون باہر نکلے اور بلکہ سفر ہائے دور دراز کرنے کے اور
 شاید اور الالم سفر اٹھانے کے اور بدون سخت ایذا ہائے روحانی
 اور جسمانی اٹھانے کے اُنکا سر انجام دشوار ہے انھیں کاموں کے سبب
 سے ہلکواچھی بُرے چور چکار لُچے شہدے بد مزاج تند خو بد زبان
 قسمی القلب بد لحاظ بے شرم و حیا سے بھی صحبت کرنی پڑتی ہے اور بڑے
 بڑے مولناک اور پر خطر جان جو کھم امور کا سامنا ہوتا ہے جسکی برداشت

کہی تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ نہایت شیر دل قوی مزاج مرد کو بھی شہر
 ہوتی ہے چہ جائیکہ ضعیف الخلق نازک مزاج عورات اور بہت سے
 ایسے امور میں جن میں عقل کامل اور قوت دماغی پورے خرچ کرنے
 پڑتی ہیں جو عورات میں اصول علم فیسولوجی اور فریالوجی کے
 رو سے بہ نسبت مردوں کے بہت کم ہے۔ اور بہت سے امور ہماری
 بسربرد معاشرت کے ایسے ہیں کہ خانہ نشینی سے پورے ہوتے ہیں اور
 ظاہر ہے کہ اپنا گھر وہی ہے جس میں ہموہر طرح کے امن و آمان رحمت
 اور آرام ہوا اور سوائے امور اتفاقی اور ناگہانی کے کسی طرح کا خون
 اور خرخشہ نہ ہو۔ لہذا حکمت الہی اسی کی مقتضی ہوئی کہ مرد چونکہ درشت
 اور طاقت ور بنظر اعضائے جسمانی و قوای نفسانی پیدا ہوئے ہیں
 اونکو سخت کام سپرد کیا جائے اور فکر تحصیل معاش کا بار انھیں پر ڈالا
 جائے اور خانگی امور کا بند و بست عورات کریں لہذا انکو خانہ نشینی کی
 ضرورت ہوئی۔ ایضاً پرورش اطفال اور اونکی نگرانی تا زمانہ صغریٰ
 جسکو حضانت کہتے ہیں وہ بھی عورتوں سے متعلق ہوئی پسری اولاد
 کی توجہ چند سال اور دختر کی اُسے زیادہ اس دلیل سے عورات کا پابند

خانہ نشینی کا ہونا اکثر اوقات کا ثابت ہو گیا بخوبی ظاہر ہے کہ صحبت
 ہم جنس اور ناجنس کا اثر اچھا یا بُرا یہ دوسری بات ہے مگر فطرت کا
 تقاضا ہے کہ ناجنس کی صحبت ناگوار ہوتی ہے اور ناگواری کی وجہ یہ ہے
 کہ اخلاق ناجنس کے مغائر اخلاق ہم جنس سے ہوتی ہیں اور یہی سبب
 ہے کہ ہم اپنے لڑکوں کو سوائی اوقات ضروری کے عورات کی صحبت
 سے ضرور منع کرتے ہیں کہ زنا نہ مزاج نہ ہو جائیں اور جو اخلاق عورتوں
 کی جن جن اور زحل (یعنی کفایت تمدنی) وغیرہ کے ہیں وہ لڑکوں میں پیدا
 ہو کر جن اغراض کی واسطے خلقت مردوں کی ہوتی ہے اُسے الگ
 ہو جائیں اور کسب معیشت میں جو تحمل آلام کی ضرورت ہے اُس سے
 جدا ہو جائیں پھر کیا جو لوگ زنا نہ طبع ہو جاتے ہیں اُسے آپکو اُن
 امور عظام کی انجام دہی کی امید باقی رہتی ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں
 اسی طرح سے لڑکیوں کو اگر مردوں کی صحبت میں پالا جائے (اگرچہ وہ
 سب اُنکے محارم بھی ہوں یعنی جن سے انکو پردہ کرنا براہ عقل اور شرع
 ضرور نہیں ہے جیسا کہ ہم باب حرمت نکاح دختر اور خواہرین بیان
 کرینگے) ضرور وہ لڑکیاں مردانہ اخلاق سیکھ کر اُس مزاج اور طبیعت پر

باقی نہ رہیں گے جو خاص عورات کا مزاج ہے اور اُس کام کاج مخصوص نریمان
 کا اُنسے بدشواری سرانجام ہوگا اور جب دوسرے گہر جائیں گی اور وہاں کے
 انتظام خانہ داری اُنسے متعلق ہونگے کیسی خرابی اُس گہر کی ہوگی لہذا ہم کو
 لازم ہے کہ لڑکوں کو مردوں کی صحبت سے اور لڑکیوں کو عورتوں کی صحبت
 کا خوگر کرین اور یہ بات بدون خانہ نشینی کے دشوار ہے تیسری دلیل
 عورت کو مردوں سے جو نسبت ہے خوب معلوم ہے اور جو قوت فعل اور
 انفعال کی دونوں میں فطرتی رکھی گئی ہے وہ بھی ظاہر ہے اگر دونو مہذب
 اور پابند اخلاق ہیں اُسوقت بھی اور کچھ نہیں تو دونو کو یکجائی میں ہر لحظہ
 کس قدر ایذا نفس کشی کی ہوتی ہے اور بلا ضرورت دونو کی نفس کو ایذا
 دینی کو نسی عقل اسکو اچھا سمجھتی ہے اور یہ ایسی ایذا ہے کہ ایسی حالت
 میں دونو کو اکثر امور میں پابندی عقل اور صحت حواس سے جدا کر دینے
 کا خوف ضرور ہے اور اگر دونو غیر مہذب ہیں خواہ ایک مہذب اور دوسرا
 غیر مہذب اب تو پہلی صورت میں ارتکاب فجور کا روکنے والا کون ہے اور
 دوسری صورت میں مہذب کو سخت ایذا غیر مہذب کی صحبت سے ہوگی
 اور کیا عجب ہے کہ اثر صحبت بد غالب آجائے اور اثر صحبت نیک مغلوب

ہو جائے۔ لہذا عورتوں کو مردوں سے بلا ضرورت ہم صحبت ہونا اور نیز
 مردوں کو عورت سے ہم جلسہ ہونا تینوں صورتوں میں براہ عقل ناروا
 ہوا اور یہ بات عورتوں کو خانہ نشینی سے باسانی انجام پاتی ہے اسی
 سبب سے ہماری شریعت نے سوائے اوقات ضروری کے دونوں کو باہم
 شیر و شکر اور خاص کر نامحرم عورت کے مجمع میں مردوں کا آنا جانا حرام کر دیا ہے
 (نہ او بیچے گا بانس نہ بچے گی بانسری) اب رہی تعلیم نسوان اُسکا بیان ہم
 خاص ایک باب میں لکھیں گے۔ یہاں پر فقط اسقدر ہم کو بیان کرنا
 ضرور ہے کہ حسب قدر تعلیم اخلاق اور صناعیت یعنی دستکاری اور نیز علوم
 نظریہ کی عورتوں کی اُس خاص منصب کی منافی نہ ہو جو فطرت نے انکو
 خانہ داری اور پرورش اولاد وغیرہ کا عطا فرمایا ہے اور سکونہ عقل روکتی
 ہے اور نہ ہماری شریعت منع کرتی ہے بلکہ ضروری اور واجب ہے
 بان اُس سے زیادہ البتہ نہ عقل صحیح تجویز کرتی ہے نہ شریعت اور
 اُسکی تفصیل ہم اسی باب خاص میں بیان کریں گے انشاء اللہ اب
 خلاصہ تمام باب ہذا کا یہہ ہوا کہ پردہ سے مراد یہی ہے کہ مرد اور عورت
 دونوں ناجائز طور سے ایک دوسرے کو نہ دیکھیں نہ آواز سنیں نہ اور

طرح کی معاشرت باہمی اور میل جول کرین اور خانہ نشینی کی پابندی
 عورات کو محض پردہ کی راہ سے نہیں ہے۔ اب ذرا نیچر کا دلچسپ بیان
 بھی ہم کرین باب تیسرا نیچر یعنی قانون قدرت کے معنی اور
 ابتدائی بحث اُسکے حالات کے اور بیان اقسام قوانین
 قدرت اور فطرت آزادی کے معنی اور اُسکے اقسام اور اُسکے مواقع
 کو جب ہم لکھ چکے اب دوسری بات جو ہمارے اطفال کو جدید تعلیم میں
 سنائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قانون قدرت (لا آف نیچر) نہیں بدل
 سکتا ہے اور قانون قدرت بقول مسٹر ریڈ صاحب کیا ہے کہ جو صفت
 اور جو اثر جس چیز میں ہم تجربہ سے دریافت کرتے ہیں مثلاً آگ کا جلانا
 برف کی سردی یا روشنی یا نور کے خواص یا سنگھیا کا زہر قاتل ہونا وغیرہ
 وغیرہ بس یہی قانون قدرت ہے کبھی بدل نہیں سکتا ہے۔ اب دیکھو
 پہلی بات کہ آدمی آزاد ہے اُسکے ذہن نشین ہونے کا تو یہ نتیجہ ہوتا ہے
 کہ بیدار ہو جی میں آئے وہی کرو کسی قسم کی پابندی تکوین نہیں ہے
 اس تعلیم سے تو انجام یعنی معاد اور قیامت کا خوف جاتا رہے گا بلکہ
 دنیا میں طرز معاشرت کی پوری خرابی ہوگی اُمید اور بیم سب سے آدمی

آزاد ہو کر ہر ایک فعل قبیح کام تک ہوتا رہے گا چنانچہ اوپر کے ابواب
 میں ہم اسکو لکھ چکے اب اُسپر طرہ یہ ہوا کہ نیچر نہیں بدلتا ہے یعنی جو
 کچھ خواص اور آثار ہم اشیاء موجودہ میں پاتے ہیں یہ سب انکے ذاتی
 خواص اور لوازم سے ہیں کسی خالق اور آفریدگار نے یہ آثار اور خواص
 ان میں بنظر حکمت اور مصلحت کے نہیں سپرد فرمائے ہیں بلکہ ہمیشہ اسی
 طرح سے دنیا چلی آئی ہے اور چلی جائے گی اس تعلیم سے مبدا یعنی خالق
 عالم کا پورا انکار انکے عقیدہ میں راسخ ہو جاتا ہے اور آزادی اور سیلاب
 وہ چند بڑھ جاتی ہے اور پوری دہریت اور بیدینی سے یہ لوگ متصف
 ہو جاتے ہیں نہ مبدا کا لحاظ نہ معاد کا خیال دوسرا گروہ نیچر سے یہ مراد لیتا
 ہے کہ خالق عالم تو ہے مگر اُس نے انتظام عالم کی نظر سے جو قانون قدرت
 (لائف نیچر) بنایا ہے اُسی قانون پر دنیا کے سب امور چل رہے ہیں
 اُسکے بدلنے پر اوسکو قدرت نہیں ہے مثلاً ہماری آنکھ میں یہ قوت نیچر
 نے دی ہے کہ روشنی میں ہم اشیاء کو آنکھوں کو مھول کر دیکھ سکتے ہیں
 اب تاریکی میں خواہ آنکھ بند کر کے روشنی میں ہم کو کسی چیز کا نظر آنا ایسی قدرت
 دینے پر خالق عالم کو بھی قدرت نہ تھی اور نہ ہے اور نہ ہوگی اور جب تک

یہ دنیا قائم ہے یہ قانون الہی (لا آف نیچر) نہیں بدلے گا یہ لوگ اگرچہ
بظاہر قدرت خدا کے قائل ہیں مگر یہ قول انکا محض فریب دہی کے راہ
سے ہے اسلئے کہ اگر خالق عالم کو قدرت پیدا کرنی کی ہے اور اپنے اختیار
سے اور اپنی حکمت سے قانون قدرت بنایا ہے پھر اسکا بدل دنیا کیوں
اوسکی قدرت سے باہر ہوگا اور یہ بات تو کسی کے عقل میں نہیں آسکتی ہے
کہ اپنے مخلوق پر خالق کو بعد پیدا کرنے کے کچھ قدرت باقی نہ رہے ان لوگوں
نے اپنے اوپر قیاس کر کے خدا کو بھی ایسا ہی مجبور تجویز کیا ہے مثلاً ہمارے
بعض افعال اسی قسم کے ہوتے ہیں کہ اُنکے کرنے کے بعد ہم اُنکو بدل نہیں
سکتے فرض کرو ہم نے ایک ڈھیلا اتنے زور سے پھینکا کہ پچاس قدم پر گرے
پس بعد پھینکنے کے ہم اُسکو روک نہیں سکتے اور بعض افعال ہمارے
ایسے ہیں کہ ہم اُنکو بعد کرنے کے بھی ناتمام رکھ سکتے ہیں خواہ بگاڑ سکتے
ہیں جیسے اکثر مصنوعی چیزیں پس جو لوگ خدا کو بعد ایجاد آثارا اور اوصاف
اشیاء کے قادر اُنکے بدلنے پر نہیں کہتے اُنھوں نے ہماری ناقص
قدرت سے بھی خدا کی قدرت کو ناقص قرار دیا ہے ایسے مجبور اور بے
اختیار خدا کو خدائی کب زیبا ہے اور قدیم فلسفہ میں ایسے فاعل کو فاعل

بالاجاب کہتے ہیں جیسے آگ جلانے میں کہ اوسکو یہ قدرت نہیں ہے
 کہ نہ جلانے اسی طرح تلوار کاٹنے میں اور لا کہوں اشیاء عالم تیسرا گروہ
 اور ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کو اختیار تبدیل قانون قدرت ضرور
 ہے مگر یہ قانون جیسے کارخانہ عالم چل رہا ہے اسی کا خدا نے اپنے کو
 پابند کر لیا ہے لہذا یہ قانون الہی (لا آف نیچر) نہیں بدل سکتا ہے
 اور پابندی خدا کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حکیم مطلق کے کارخانہ
 میں ہم پورا انتظام پاتے ہیں اور انتظام بدون پابندی قواعد اور
 استحکام آثار اور خواص اشیاء کے ہو نہیں سکتا عالم موجودات بچوں
 کا گہروں نہ نہیں ہے کہ آج بنایا اور کل بگاڑ دیا اگر ایسا ہو کسی بات اور
 کسی کام کے کرنے پر ہم کو اطمینان باقی نہ رہے ہم صریح دیکھتے ہیں کہ جب
 گیہوں کی کاشت کریں گے اور پورے قواعد زراعت کا برتاؤ علم فلا
 سہ کریں گے اگر پیدا ہوگا تو گیہوں پیدا ہوگا چنے اور باجرہ گیہوں سے
 پیدا ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو بڑی خرابی ہمارے امور دنیوی میں پڑ جائے
 اور اطمینان کامل جو ہم کو اپنے کارہائے دنیوی میں ہو رہا ہے جسکے
 بھروسہ پر ہم کام کلج کرتے ہیں سب درہم برہم ہو جائے لہذا نیچر بدل

نہیں سکتا ہے مرآۃ المحکمین ہی تقریر مع شے زائد لکھی ہے اور
 کارخانہ الہی کے مستقل ہونے کا اسی پر دار و مدار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں
 کہ کارخانہ الہی کا مستقل ہونا اسکا انکار جو شخص کہ خدا پر ایمان لایا ہے
 ہرگز نہیں کرے گا۔ مگر استقلال اور استحکام قواعد الہی اس جو جہ سے ہے کہ
 وہ حکیم مطلق ہے اور پختگی اور سنجیدگی فعل حکیم میں نہوگی پھر کس کے
 فعل میں نہوگی اور ساتھ ہی اُس کے جب ہم اُسکو حکیم بھی کہتے ہیں اور
 قادر مطلق اور فاعل بالا اختیار بھی جانتے ہیں اور بقدر قانون الہی
 جاری ہے اور جو ربط ایک شے کو دوسرے شے سے ہے اُسکی اصلی
 علت کو ہم نہیں سمجھ سکتے اور تمام فلاسفر قدیم اور جدید کا ہی اقرار ہے
 کہ نہ اصلی ماہیت کسی شے کی ہم نے سمجھی ہے اور نہ ربط حقیقی جو تہائی
 اشیاء میں ہے ہمکو معلوم ہے مثلاً ہم خواہ کوئی بڑا فلسفی نہیں بتلا سکتا
 ہے کہ آگ سے جو کام ہوتا ہے پانی سے وہ کیوں نہیں ہوتا پھر ہمکو
 اسکا دعویٰ کرنا کہ ضرور ایسا ہی ہوگا اور خلاف اس کے نہوگا کیونکر درست
 ہو سکتا ہے۔ بہت بڑا جواب اسکا یہ لوگ یوں دیتے ہیں کہ جب ہمیشہ
 بارود کو آگ جلاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مرضی الہی یہی ہے کہ بارود سے

ہمیشہ یہ فعل ہوتا رہے جب مرضی الہی پر بنا ہوئی پھر اگر کسی وقت کسی حکمت
 اور کسی مصلحت خاص سے مرضی الہی یہ ہو کہ بارود سے آگ بجھ جائے جیسے
 پانی سے بجھتی ہے ہم کون ہیں جو اسکے مرضی کو روکین گے اگر آپ کو یہ
 یہ شبہ پیدا ہو کہ مرضی الہی کا بدلنا کس حکمت سے ہم خیال کریں یہ تو ایسی
 بات ہے کہ ہرگز کوئی عاقل اس کو نہ کہے گا مصلح الہیہ کا بدلنا ہزاروں اوقات
 عالم سے ہمیشہ مشاہدہ میں آ رہا ہے بلکہ تغیرات عالم اور تجدد حوادث ایسی
 بدیہی بات ہے کہ دہریہ اور منکرین خدا اور نیز خدا پرست سب اس کو مشاہدہ
 کر رہے ہیں وہی انسان جسمین آج ہم بھی داخل ہیں پہلے پہل جب زمین
 سے مثل اور حیوانات کے پیدا ہوا تھا مثل چوہے اور نیولے اور دیگر حشرات
 کے خود رو پیدا ہوا تھا اور بقول ابقیور حکیم بڑا زور دار قذا تھا اور بدن
 پر آدمی کے سخت بال ایسے ہوتے تھے جیسے سور کے بدن پر ہوتے ہیں کڑا
 پہنا اور بدن کا چھپانا اس کا شعار نہ تھا زمین پر جہان چاہتا تھا سور ہٹا
 تھا مان باب بھائی چچا مامون پھوپھا کوئی رشتہ دار پدری اور مادری
 نہ کہتا تھا جیسے اور جنگلی و جوش بن مانس ہوتے ہیں آدمی بھی اسی قسم
 میں تھا بولنا باتیں کرنی کچھ اس میں نہ تھیں انگلیوں کے اشارہ سے

باہم گفت و شنید کرتا تھا عقل اور ادراک سے اسکو کچھ علاقہ نہ تھا میں کہتا ہوں یا وہی انسان اب ہے کہ حکیم امیقور ایسے آدمی اس میں پیدا ہوئے جو اشرف المخلوقات میں شمار کئے جاتے ہیں ۵

پشت دو تائی فلک ستر از خوری	تا چو تو فرزند زاد مادر ایام را
-----------------------------	---------------------------------

علم جی اک ناسی کے زیادہ تحقیقات سے غرض یہی ہے کہ دہریوں کا مذہب ثابت ہو جائے اور خالق عالم کا انکار پورا پورا کرنے پر دلائل و اہیہ قائم ہوتے جائیں الغرض مصلحت الہی یا مصلحت دہری اور نظام عالم کے مصالح کا بدلنا ایسا امر نہیں ہے جسکے اثبات کی ہر کمزور زیادہ ضرورت ہو نیچر کا بیان فلسفہ مذہبی کے اصول پر ہم لوگ پابند مذہب آسمانی بھی اصول تصنیع سے جو حکم کلی پیدا ہوتا ہے اس پر مدار اپنی کارروائی کا کرتے ہیں اور ہم یہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ عادت حکیم مطلق تعالیٰ شانہ کی ہمارے بسر برد کی نظر سے یوں ہیں جاری ہوئی ہے کہ سبب ظاہری کے ہونے سے کوئی مسبب غالباً پیدا ہو جاتا ہے اور اگر عادت الہی اس طرح جاری نہ ہو دنیا اور دین دونوں کے کاموں میں حرج عظیم پیدا ہو اور کوئی کام چل ہی نہ سکے اور اسی وجہ سے اس عالم کو ہم عالم اسباب عادی کہتے ہیں مگر ہمارے اور نیچرل دہریہ کے

عقاید میں فرق چند وجوہ سے ہے جسکو اسی باب میں ہم سمجھنا چاہتے ہیں۔
 دہریہ اور فلاسفہ مادّیین کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ انتظام عالم جیسا کہ ہے خود
 اسی عالم کا تقاضا ہے اور جو چیز عالم میں جس اثر اور صفت پر ہے اُسکا ذاتی
 خاصہ یہی ہے مثلاً برف کی سردی ایک ذاتی صفت ہے اور ہلکو تجربہ سے
 معلوم ہوا کہ پانی کے مسامات میں ہوا گرم اگر نہ بہری ہو حجم کر برف ہو جائے
 اسی قاعدہ پر بنا کر کے ہم نے وہ کل بنائی جس میں سلفیورک ایسڈ خواہ اور
 کوئی ترش تیزاب پیالہ میں رکھ دیا اور ایرمپ کے ذریعہ سے پانی جو بوتل
 میں بہ رہا ہے اُسکی ہوا نکالے تب پانی حجم کر برف ہو گیا آگ کی گرمی آفتاب
 کی روشنی دھاتوں کا انطراق یعنی چوٹ کھا کر بڑھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب
 خواص ہر ایک شے نے اپنی ذاتی لیاقت اور استعداد سے پائے ہیں
 کوئی مدبر صانع حکیم ایسا نہیں ہے جس نے یہ خواص ان اشیاء میں رکھ دئے
 ہوں اور جب ذاتی خواہش سے یہ اوصاف موجودات عالم میں پائے
 جاتے ہیں پھر ہرگز بدل نہیں سکتے اور نہ ان اشیاء سے وہ صفات جدا ہو سکتے
 ہیں اور اگر یہ خواص بدلنے کے قابل ہوں پھر ہلکوا اعتماد بقا اوٹھ جائے
 اور جس امید پر ہم کارہائے دنیوی کرتے ہیں وہ ہو ہو مگر ہرگز ہلکو بشرط

پابندی عقل ایسے کام کرنے پر جسارت نہو۔ ہم ریل گاڑی کے انجن میں اسٹیم
 جس حساب سے بہرتے ہیں مثلاً ایک آونس پانی کا بخار ایک پونڈ وزن
 کو ایک فٹ اوٹھانے کا بیجہرہ کمودریافت ہوا ہے اسی حساب سے ہم وزن
 گاڑی کا فرض کر کے طاقت اسٹیم کی دیتے ہیں اور جس قدر پیمانہ کام کے ہم
 تجویز کرتے ہیں ہمیشہ اسی حساب سے ہمارا پورا کام ہوتا ہے اگر یہ بیجہرہ محل
 اعتماد نہو کوئی انجن ڈرائیور ریلوے کام نہ کر سکے اسی طرح جملہ خواص اور آثار
 اور صفات جو اشیاء عالم میں ہیں سب ان کی ذاتی لیاقت سے ہیں
 یہ لوگ مولیٰ مثالوں سے اس مسئلہ کو عوام کے ذہن نشین کر دیتے ہیں اور
 فلاسفہ قدیم نے دقیق طرز سے اسکو یوں بیان کیا تھا کہ امکان ممکنات کا
 وصف ذاتی ہے کسی خالق نے یہ صفت اُس میں نہیں دی ہے بلکہ اگر
 قدرت کسی خالق کی کسی کے پیدا کرنے سے متعلق ہوتی ہے تو وہی چیز ہے
 جسکا پیدا ہونا فی حد ذاتہ ممکن ہے پھر چونکہ مجھے اس کتاب میں قدیم طریقہ
 فلسفہ سے بحث کرنی مناسب نہیں ہے لہذا میں سہولت کے خیال سے
 اسقدر کہتا ہوں کہ ہم لوگ خدا پرست کا یہ عقیدہ ہے کہ محال اور ممکنات
 کو شناخت کرنا یہ بھی ہمکو اسی خدا کے عقل دینے سے نصیب ہوا ہے

ہاں کچھ ایسے بھی محالات ہیں جن سے قدرت خدا کی متعلق نہیں ہوتی جب
 ایک حکیم اور عاقل آدمی ایسی چیزوں کے بنانے کے درپے نہیں ہوتا
 جسکو اسکی عقل خدا داد محال سمجھ چکی ہو مثلاً آدمی کوئی شکل مثلث قائم الزاویہ
 ایسی نہیں بناتا ہے جسکے وتر کا مربع دو ضلعوں کے مربع سے بڑا یا
 چھوٹا ہو پھر خداے حکیم جسکی حکمت کاملہ سب حکما کی حکمت سے بالاتر اور
 بے حد و پایان ہے وہ ایسی لغو اور ناممکن شے کو کیوں بنائے گا اب ہم
 بھی فلاسفہ سے اتفاق کر کے اقرار کرتے ہیں کہ ہاں صاحب جو چیز خدا
 نے پیدا کی ہے وہ ضرور ممکن ہے اور ہمیشہ ممکن رہے گی موجود ہو خواہ
 موجود ہو کر فنا ہی ہو جائے مگر وہ ممکن ہے نہ اسکا معدوم ہونا قبل
 از وجود کے اسکے موجود ہونے کو روک سکتا تھا اور نہ اسکا موجود ہونا
 پھر اسکے فنا ہونے کو اور نہ فنا ہو کر دوبارہ پھر موجود ہونے کو روکتا ہے
 اب رہی یہ بات کہ جو صفت کسی موجود میں ہے وہ اسکی ذات کی خواہش
 سے ہے اس میں ہمارے اور فلاسفہ کے البتہ اختلاف رائے ہے اسلئے کہ ہم
 صفات موجودات کو ضروری اور غیر ضروری کہتے ہیں ضروری صفت البتہ
 کسی شے کی اس سے جدا نہیں ہو سکتی فرض کرو ایک بکری ہے اب

اُس میں ایک صفت جسمیت کی ہے یعنی طول عرض اور حجم اب اس سے
 تو کوئی بکری خالی نہیں ہے یہ صفت ضروری ہے دوسری صفت مثلاً
 دو سینک داسنے بائیں ہونی یہ صفت ضروری نہیں بلکہ ہو سکتا ہے
 کہ جس طرح گینڈے کے ایک سنگ بیچ پیشانی پر ہوتا ہے بکری کے بھی
 ہو نیچرل صاحب اسکو بھی محال کہتے ہیں اسلئے کہ اونھون نے ہزار ہا
 بکریوں کو دیکھا اور تجربہ کر کے قانون قدرت (لا آف نیچر) بھی قرار
 دیا ہے کہ بکری کے بیچ میں پیشانی کے سنگ نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں
 ہرگز محال نہیں ہے اور کوئی دلیل عقلی اس پر قائم نہیں کہ بکری کے
 بیچ پیشانی پر سنگ نہ ہو۔ ثبوت میں اس دعویٰ کے ہم ایک تاریخی واقعہ
 کا ذکر کریں حکیم انکسغور اس (جو ۲۲۸ برس قبل حضرت عیسیٰ کے گذرا
 ایک روز مکتب بتیر قلیس میں بیٹھا تھا ایک بکری اُس وقت ایسی لائی
 گئی جسکے بیچ پیشانی پر ایک سنگ تھا ملیوں نے مجھ کہنے لگا کہ گروہ اشینین
 میں جو پھوٹ پڑ کے دو فرقہ ہو گئے ہیں یہ دو سنگہ کا ایک ہو جانا بشارت
 دیتا ہے کہ دونو گروہ میں میل اور ملاپ ہو جائے گا اور جھگڑا اڑائی مٹ
 جائیگی انکسغور اس حکیم نے بقاعدہ علم فیولوجی حکم لگایا کہ یہ ایک

امر خلقی اور قدرتی ہے اس سے کسی امر نیک اور بد پر شکون اور بد شکونی
 نہ لینی چاہئے اور سبب طبعی اس کا بقاعدہ علم تشریح یہ ہے کہ اس بکری کا
 بھیجا یعنی مغسراتنا زیادہ نہ تھا کہ ساری حجمۃ الراس (کھوپری) کو جو شکل
 بیضہ کے ہوتی ہے بھر کر ان دونوں نارون پر کھوپری کے پہونچتا جہاں پر
 سینگہ نکلتے ہیں چنانچہ اس بکری کی تشریح دماغی سامنے اسی جماعت
 حضار کے کی گئی وہی بات ٹہری جو انکسغور اس نے کہی تھی مگر باوجود
 صحت تجویز حکیم مذکور کے پھر بھی جو فال نیک منجم نے دی تھی وہ بھی پوری
 ہوئی اور منجم کا قول حکیم کی دلیل سے باطل نہوسکا یہی غلطی حکما ظاہری
 کی ہے کہ خواص غیر طبعی سے محض بے دلیل کی انکار کرتے ہیں اور بعد ظہور
 اثر ندامت اوٹھاتے ہیں آخر چند روز کے بعد فرقہ تو فودیس نے شکست
 پائی اور سلطنت پیرقلیس کی قائم ہو گئی اور ایک ہی گروہ ہو گیا ہلکو
 اس حکایت کے بیان کرتے ہیں اسکا ثبوت منظور ہے کہ بکری کے دو سینگہ
 دونوں طرف ہونی ایسی ضروری بات نہیں ہے کہ اسکی ذات کا تقاضا
 ہو اسلئے کہ اگر یہ وصف ذاتی ضروری ہوتا تو وہ بکری کینڈا بنجاتی لہذا
 ہم اسکو قانون الہی (لا آف نیچر) نہیں کہتے ہیں اور ہمکو عقیدہ ہے کہ

خالق تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے چاہے بکری کی پیشانی پر ایک سنگہ پیدا
 کر دے خواہ بے سنگہ کی بکری پیدا کرے یہ بھی اسی جگہ سمجھ لینا ضرور
 ہے کہ یہ سبب بھیجے کے مقدار کم ہونے کا جو حکیم انکسغور اس نے
 تجویز کیا ہے محض لغو اور غلط ہے اسلئے کہ اگر بھیجے کی کمی بیشی سنگہ کی
 خلقت میں سبب ضروری ہوتی ضرور ہوتا کہ جس بکری کے ایک بھی
 سنگہ نہ ہو اُسکے مغز سر ذرا ہی نہ ہو حالانکہ سیکڑون بکریاں بے سنگہ کی
 ہوتی ہیں اور بھیجا اُنکے پورے مقدار پر ہوتا ہے۔ اب ہم کو اپنے خدا
 کی قدرت اور اختیار ثابت کرنے کی غرض سے اور اس حکیم کے قول کا
 بطلان ظاہر کرنے کی نظر سے اسی جگہ ایک آسان تقریر کرنی ضرور ہے
 جسکے سمجھنے کے بعد ہر ایک قانون فطرت (لا آف نیچر) کی حقیقت معلوم
 ہو جائے گی۔ بکرے کے سنگہ بنجانے کی لیاقت ذاتی اگر تمام مغز سر یعنی
 سارے بھیجے میں ہے پھر تو لازم ہے کہ سارے بھیجے کے سنگہ بنجائیں
 یا مغز سر کے کسی حصہ یعنی کسی جز میں ہے پس جس جگہ خود بخود وہ حصہ
 بھیجے کا ہو گا اسی جگہ سنگہ پیدا ہو گا اگر ایسا ہوتا تو بکری کے تمام سر
 میں کہیں آگے کہیں پیچھے کہیں داہنے کہیں بائیں سنگہ نکلا کرتے یہ ہی نہیں ہے

یا سر کے تمام کھوپری اور ہڈی میں یہ قوت ہے کہ بھیجے سے سنگ بنالیتی ہے
 یہ بھی غلط ہے ورنہ تمام کھوپری پر سنگ پیدا ہوتے یا فقط دونوں کنارے
 واسے بائیں کھوپری کے اُن میں بھیجے سے دونوں سنگ بنانے کی قوت
 ہے اور کسی حصہ میں کھوپری کے یہ قوت نہیں ہے جیسے تہن میں خون کو
 دودھ بنانے کی قوت ہے یہ بھی غلط ہے ورنہ پنج پیشانی پر سنگ کیونکر
 نکلتا جیسا کہ اس مثال میں گذرا ہے یا کھوپری کے دونوں کنارہ پر بھی
 ہے اور پنج پیشانی پر بھی یہ قوت ہے اگر بھیچا پورا اور دونوں طرف پہونچ
 گیا ہے دونوں سنگ پیدا ہون گئی اور پنج میں بھی ایک سنگ نکلے گا اور اگر
 مادہ فقط واسے طرف پہونچا بائیں طرف سنگ نہ ہوگا پنج میں اور دہنی
 طرف ہوگا یا بائیں طرف بھیچا پہونچا ہے جب بھی دونوں سنگ ایک
 بائیں طرف اور ایک پنج میں ہوگا یہ بھی غلط ہے اور تجربہ اور مشاہدہ
 سے مخالف ہے اب ناچار سمجھو بھی ماننا پڑے گا کہ نہ تو ذاتی لیاقت
 کل یا جز بھیجے میں سنگ بنانے کی ہے اور نہ کھوپری کے تمام اجزاء میں
 ذاتی قدرت سنگ بنانے کی ہے نہ کمی بیشی مادہ مغز سر پر موقوف ہے بلکہ یہ
 لیاقت دینے والا کوئی اور حکیم فاعل مختار ہے جس حصہ مغز سر کو اور جس جگہ

استخوان سر کو چاہے سنگہ اُسی جز مغز سر سے پیدا کر دے۔ اور اگرچہ عادت
 اُس قادر مطلق نے دونوں طرف سنگہ پیدا کرنے کی رکھی ہے مگر کبھی نہ بظن ثابت
 کرنے اپنے اختیار کے پنج سین ہی سنگہ پیدا کر دیتا ہے اور یہی ہمارا خدا ہے جو
 پابند نیچر کا نہیں ہے اسے اس طرح حسب قدر خواص کیمیائی اور کہ بانی اور آثار برقی
 ہیں سب کا ہونا اور نہ ہونا یا اختیار قادر مختار ہے دوسری مثال اس سے
 بڑھ کر لیجئے تمام فلاسفہ طبعیین کا عقیدہ ہے کہ پتھر میں چونکہ مادہ ارضی غالب ہے
 لہذا اس کی پیدائش زمین ہی پر ہوتی ہے زمین سے اوپر مثلاً کرہ قمر پر خواہ
 آفتاب پر پتھر پیدا نہیں ہو سکتا اور یہ ایسا قانون فطرت ہے جس کو سب فلاسفہ
 ضروری خیال کر رہے ہیں انکسغور اس کو البتہ خبط ہوا تھا کہ ایک روز
 آسمان سے پتھر گرتے ہوئے دیکھ کر اس کو عقیدہ ہو گیا تھا کہ آسمان کی ساخت
 پتھر سے ہے۔ ایک روز کا عجیب سانحہ لکھا ہے انکسغور اس نے پیشین
 گوئی کی کہ فلان روز آفتاب سے ایک پتھر زمین پر گر گیا چنانچہ وہی ہوا کہ
 پتھر قریب نہراوغوس کے آفتاب پر سے گرا ہوا فلاسفہ طبعیین سے جو آسمان
 سے پتھر گرنے کا انکار کرتے ہیں فقط یہی پوچھنا ہے کہ اسکے محال ہونے پر کوئی
 دلیل تم نے قائم کی ہے سوائے اسکے کہ مادہ ارضی زمین ہی میں ہے جب

تمہارے عقیدہ میں یہ ثابت ہے کہ پہلے ایک بسیط مادہ ایسے سے سدیم
 بنا پھر اُس سے آفتاب اور آفتاب سے اور سیارہ نکلے زمین ہی اوسے
 آفتاب سے نکلی ہے جب زمین ہی آفتاب سے نکلی ہے پھر پھر کا آفتاب
 نکلا کیون محال ہو گا

تو کار زمین را نکو سا ختے	کہ بر آسمان نیز پردا ختے
---------------------------	--------------------------

زمین ہی کے موجودات کی اصلیت سے آپ کو کیا واقفیت ہے کہ آپ
 ہر شے کی دُور بین لگا کر آسمان کے موجودات کی تحقیق کر رہے ہیں دُوسری
 بات یہ ہے کہ آپ لوگ کُشش ارضی کا قانون قدرت اپنے تجربہ سے یہ
 بیان کرتے ہیں کہ جو چیز اوپر سے زمین پر گرتی ہے جہا تک سطح جہاں
 کی ہو اسے پہلے ثانیہ (سکنڈ) میں سولہ فیٹ سے کچھ زیادہ اوترتی ہے اور
 پھر فی ثانیہ ۳۲ فیٹ اسکے رفتار میں سرعت ہوتی ہے اور یہی قانون
 الہی (لائف نیچر) آپ نے گرنیوالی اشیاء کا تجویز کیا ہے۔ یہ قاعدہ سطح جہاں
 کی ہو اس میں جسکی لطافت اور کثافت دریافت کر کے تخمینہ وزن جسفی تم کو
 معلوم ہوا ہے البتہ اگر درست پایا جائے تو شاید ہو سکتا ہے اور جہاں
 سے یہ ہوا نہیں ہے اور آسمانی ہوا جو بقول فیثاغورس وغیرہ فلاسفہ

کی نہایت لطیف ہے اور حسب قدر قرب آفتاب فرض کرو لطیف ہوتی جاتی
 ہے پس تمام بغیر زمین جو آفتاب کو زمین سے ہے مثلاً نوکر و ریل اسکی لطافت
 اور کثافت مچو و ہم نہیں اور حکم لگا دیا کہ آفتاب سے زمین پر گرنے والی شے
 پہلے ثانیہ (سکنڈ) میں ہم سو پچاس فیٹ او ترے گی یہہ کو نسا قاعدہ ہے
 اور یہہ کو نسی عقل ہے اسکے علاوہ تم لوگ سطح جہان کے ہوا کو تشبیہ دہنی
 ہوئی روئی کی ڈھیر سے دیتے ہو مثلاً اگر پچاس گز لائے ہوئے میں دہنی ہوئی
 روئی بہر کے کڑا کر دین سب سے نیچے والی روئی پر دیا و زیادہ ہونے سے اسکی
 پھولن کم ہوگی اور سب سے اوپر والی روئی زیادہ پھولی ہوگی یہی کیفیت
 ہوا کی ہے کہ حسب قدر زمین سے قریب ہے زیادہ دبی ہوئی ہے اور کثیف
 ہے اور وزن بھی اسکا زیادہ ہے اور حسب قدر زمین سے اونچی ہے متخلخل اور
 لطیف ہے اور یہہ قانون فطرت (لا آف نیچر) ہوا کا ہے اور اسی وجہ سے
 پہاڑوں کی بلندی پر ہوا کی لطافت زیادہ ہے یہاں پر اتنا اور یاد رہے
 کہ جذب مرکزی زمین کا ہوا پر اگر ہے جس سے وزن پیدا ہوتا ہے پھر تو
 آفتاب مرکز عالم کیونکر ہوگا بلکہ ہوا اور پانی کا مرکز وہی زمین کا مرکز ہے
 اسکو مفصل آئندہ بیان کریں گے اچھا یہہ تو ہم نے مانا اور یہہ بھی آپکا اور ہمارا

عقیدہ ہے کہ جسقدر ہوائی کشیف مین قوت معادقت یعنی فراہمت کی
 زیادہ ہے لطیف مین اوسیدر کم ہے اور اسکا ثبوت علاوہ دلیل عقلی کے
 مشاہدہ سے کرایا جاتا ہے مثلاً اگر کسی کینچ کے نل کی ہوا کو ایر پمپ کے نکال
 ڈالین اُس مین روپیہ اور کاغذ کا ٹکڑا جو روپیہ کے برابر کترا ہوا ہو دو نوں
 برابر گرین گے اسلئے کہ ہوا جو معاق یعنی روکنے والی سرعت سقوط پر چہ
 کاغذ کی تھی باقی نہیں ہے اب تین قانون فطرت یہاں پر ہوئی (۱)
 جسقدر گرنے والی شے قریب زمین کے آتی ہے جذب مرکزی اوسکو زیادہ
 کشش کرتا ہے چنانچہ پہر ثانیہ مین ۳۲ فیٹ زیادہ اوترتی ہے بہ نسبت
 مسافت پہلے ثانیہ کے اس قانون کا تو اثر یہ ہوا کہ جسقدر گرنے والی شے
 زمین سے دور ہوگی اُس پر جذب مرکزی زمین (ایٹراکشن آف گراوی
 ٹیشن) کا کم ہوگا (۲) یہ قانون کہ آفتاب جو زمین سے نو کرو میل ہے
 وہاں پر جذب مرکزی اتنا زیادہ ہے کہ وہاں سے گرنے والی شے پہلے
 ثانیہ (سکنڈ) مین (۲۵۰ فیٹ) اوترتی ہے اور سطح جہان کی ہوا جو کہ
 چالیس میل تک بقول فلاسفہ بھی نہیں ہے اسکے اندر جو شے زمین پر
 گرتی ہے پہلے ثانیہ مین ۱۶ فیٹ پس جذب مرکزی کا نو کرو میل مسافت

پر زیادہ ہونا اور قریب زمین کے کم ہونا یہ کس قاعدہ سے درست ہو سکتا ہے اور قانون اول اور دوم کا اختلاف کیسے رفع ہوگا (۳) جہاں پر سطح جہان کی ہوانہ ہو گا غذا کا ٹکڑا اور روپیہ برابر گرتا ہے جیسا بعض لکچروں میں چھپا ہوا دیکھا ہے اس قاعدہ سے آفتاب کے قریب سے جو چیز گرے (۴۵۰) فیٹ پہلے ثانیہ میں اوسکا گرنا کس قاعدہ سے درست ہو سکتا ہے میری یہ غرض نہیں کہ یہ تینوں قانون صحیح یا غلط ہیں بلکہ مجھے یہہ دیکھنا نامنتظر ہے کہ خالق عالم پابند کسی نیچر کا نہیں ہے چاہے جو اثر اپنی مخلوقات میں پیدا کر دے کوئی اوسکا شریک نہیں ہے اور کوئی قانون اوسکو پابند اور مجبور نہیں کر سکتا ہے

گلستان کند آتش بر خلیل | اگر وہ بآتش برد ز آب نیل

یہی نظائر ہم کو زیادہ تر تعجب میں ڈالتے ہیں کہ زمین کی چیزوں سے آسمان کی اشیا کی تمثیل اور تشبیہ دیکر اپنے حسابات اور قیاسات کو اونپر مبنی کرنا یہ کون سا طریقہ ہے اس سے زیادہ تر عجیب یہ بات ہے کہ سطح جہان کی ہوانہ آنکہہ سے نظر آتی ہے اور نہ گیلیلے اور ہبل کی دوربین سے حالانکہ یہہ ہوا کثیف ہے اور آفتاب کے پاس کی ہوا

جو نہایت درجہ لطافت پر ہے اُسکو ہر شل صاحب نے گہر بیٹھے دیکھ لیا
 اور اُسکی پیمائش بھی کر لی چنانچہ کہتے ہیں کہ ہوا جو گردشِ شمس کے ہے کم سے
 کم اُسکا عمق ۸۴۲ میل اور زیادہ سے زیادہ ۶۵۰ میل ہے اور قریب
 آفتاب کی ہوا غیر شفاف اور شل ہلو گون کے ابر کے ہے یہ تحقیقات
 علوم جدیدہ کی ہے جس پر آج یورپ کو بڑا فخر ہے قدیم ریاضی دان
 جب کہتے تھے کہ آسمان موجود ہے اور شفاف ہے نظر نہیں آتا ہے
 اور دبیر ہے اور دبیر کی پیمائش بھی ہر آسمان کی بتلاتی تھے وہ تو محض
 نادان اور جاہل تھے اور ہر شل صاحب کے یہ حسابات بڑے عمدہ اور
 واجب التسلیم اور گویا وحی آسمانی ہو گئی اگر آپ یہ کہنے کہ حسبِ سطح
 جہان کی ہوا خود آنکھ سے نظر نہیں آتی ہے مگر جو چیزیں ہوا میں اُڑتی
 ہیں خواہ اور آثار ہوا کے جو حسّ لمس وغیرہ سے محسوس ہوتی ہیں یا
 ذمی روح کا تنفس جو مدار حیات ہے ان سب کے ذریعہ سے ہوا کی
 موجودگی مثل محسوسات کے ہمو ثابت ہوتی ہے اسی طرح دُور بین کے
 ذریعہ سے ہر شل صاحب نے بھی آفتاب کے قریب کی ہوا کا قیاس
 کیا ہے اور اُس ہوا کی موجودہ اشیا کو دیکھ کر یہ حساب جانچا ہے۔

اسکو ہم اگر مان بھی لیں پھر بھی تو فلاسفہ ماڈین جو کہتے ہیں کہ اتہر تمام
 فضائی آسمانی میں بہر ہے اُنکو آپ سمجھائے اسی طرح آفتاب کی گرمی کا قیاس
 جو محض تخمینی ہے حال کی تحقیق سے یوں ثابت کرتے ہیں کہ آفتاب کی
 گرمی اگر یکجا کی جائے اتنے برف کو جو تمام کرہ زمین پر ہوا اور گیارہ میل کاؤل
 اوسکا ہوا ایک روز میں پگھلا دے گی اور ہم تک جس قدر گرمی آفتاب کی
 پہونچتی ہے ۲۰ ارب ۳۲ کروڑ ورس لاکھ حصّہ میں سے ایک حصّہ کے برابر
 ہوتی ہے ان حسابات کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ
 لوگ مدّعی تو اسکے ہیں کہ جب تک یقین کامل کسی امر کا نہ کر لیں ہرگز
 اُسکے ہونے اور نہ ہونیکا اقرار نہیں کرتے ہیں اب یہ مسائل اجسام فلکی کے
 انپر یقین کرنے کا ذریعہ آپ کو کونسا ملا ہے ہم تو ان مسائل کو بوستان
 خیال کے لال دیوا اور سپید دیو کے حالات سے کم نہیں سمجھتے ہیں اسی طرح
 ہزاروں خیالی مسائل اور دیگر علوم کے ہیں جنکو ہم بھی مناسب مقامات
 پر بیان کریں گے باب چوتھا نیچر کے بدلنے کی مثالیں تاریخی
 واقعات سے اور بیان خرابی عقائد جو نیچر کے ماننے سے
 لازم آتی ہے عقلی دلائل سے جو لوگ منکر وجود خالق ہیں اُنکے

قول کا بطلان جب ہم وجود خالق کے دلائل عام فہم لکھنے کی بجائی کر دیں گے
 اور جو لوگ بظاہر خدا کو مان کر اور پھر یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ صفات
 اور آثار جو اشیاء عالم میں خدا نے رکھ دیے ہیں ان کے خلاف کوئی
 اثر نہیں ہو سکتا ہے ان کو بھی ضرور خدا کی مجبوری اور پابندی نیچر کے
 ماننے سے خدا کا بیکار ہونا ماننا پڑتا ہے دیکھو سرسید احمد خان
 صاحب نے اپنی تفسیر کے جلد اول صفحہ ۳۳ میں یہ کہہ دیا کہ نیچر کی

پابندی جب سے ہونی چاہئے جب سے کہ اُس قادر مطلق نے اپنے
 انتظام کو قدرتی قوانین کا پابند کیا نہ اُس سے پہلے پھر دوسط کے

بعد کہتے ہیں۔ پس نیچر کی پابندی ہم کو جب ہی سے چاہئے جب سے

کہ اُس قادر مطلق نے اپنے کاموں کو نیچر کا پابند کیا ہے۔ اس کا جواب

یہ ہے کہ خدا کا پابند نیچر کے ہونا اس کا علم ہم کو کیونکر ہوا۔ کیا خدا نے

اپنے بندوں سے کوئی معاہدہ کیا ہے کہ ہمیشہ بارود کو آگ جلا یا کرے گی

اور کیا جس وقت قوانین قدرت نافذ ہوئے تھے کوئی بنی آدم (مثلاً

سید صاحب) ہی خدا کے قانونی جلسہ کے ممبر تھے بہر حال یہ پابندی

خدا کی اور بیکارے دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو نیچر خود بخود ہوتا

جاتا ہے کوئی خالق اور آفریدگار نہیں ہے یا اینکه خدا نے مجبوری سے یہ
 قانون جاری کیا ہے اور محض بے اختیاری خدا کو بروقت اجرائے قانون
 بھی تھی اور اب بھی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اسی نیچر کی وجہ سے ہوتا ہے
 خدا کی مجبوری کا جو شخص خدا کو مائل ہے کبھی معتقد نہ ہوگا بہر حال قانون
 قدرت (لا آف نیچر) یا تو کسی قادر مختار کا بنایا ہوا ہے یا خود بن گیا ہے
 اور بنتا جاتا ہے اور جیون جیون ترقی موجودات کو ہوتی ہے جدید قانون
 کے نوامیس پیدا ہوتے جاتے ہیں یہ بات فلاسفہ مادّیین کے مذہب پر
 البتہ درست ہو سکتی ہے جو کہتے ہیں کہ فقط مادہ قدیم ہے اور اُسکے حرکات
 روزانہ جدید ہو ہو کر اشیاء عالم کو پیدا کرتے ہیں اور جب کسی قادر مختار کو
 ہم خالق مانیں اس عقیدہ پر تو ہم کو نیچر کا بدل جانا کچھ دشوار معلوم نہ ہوگا
 اسلئے کہ قادر مختار تو وہی ہے کہ جو فعل کرے اُسکے کرنے یا نہ کرنے پر اُسکو
 ہمیشہ قدرت ہو اور مجبوری کسی قسم کی اُسکو نہ ہو جس طرح قانون فطرت کے
 ماننے والے اس پر جمے ہوئے ہیں کہ ہرگز یہ قانون بدل نہیں سکتا ہے
 اوسیطح ہم لوگ جو کہ قادر مختار کی قدرت پر ایمان لائے ہیں اس پر جمے
 ہوئے ہیں اور قوی دلائل سے اُسکو ثابت کرتے ہیں کہ قادر مختار کو ضرور

اختیار ہے کہ ان قوانین کو بدل کر اور کوئی قانون جاری کرے فرق اتنا ہے
 کہ قانون فطرت جو امر عادی ہے اُسکے مطابق لاکھوں نظائر وہ لوگ
 پیش کر سکتے ہیں اور ہم اوسکے تبدیل پر بہت کم نظائر لاسکتے ہیں منطق
 کے پڑھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ حکم کلی یا عام قاعدہ جو لاکھوں
 جگہ حل رہا ہو اگر ایک جگہ بھی اُسکا خلاف ثابت ہو جائے وہ قاعدہ عام
 نہ رہیگا مثلاً اصول تصفح یا استقرا اور تجربہ سے ہم کو ثابت ہوا کہ جو حیوان
 ہے جگالی کرتے وقت نیچے کا جبر اہلاتا ہے اور اسکو ہم نے عام قاعدہ (نیچر)
 نہر الیا تھا کہ مدتہائے دراز کے بعد تمساح (مگر مچھ) ایک جانور ہم نے دیکھا
 کہ وہ جگالی کی وقت نیچے کا جبر انہیں ہلاتا ہے اب ایک ہی جانور کے
 دیکھنے سے ہمارا وہ عام قاعدہ ٹوٹ گیا اور ہم کو خیال ہوا کہ اگر زیادہ تلاش
 کریں شاید دو چار دس پچاس اور بھی جانور ہم کو ایسے مل جائیں
 اسطرح آنکھ کے دیکھنے کا نیچر جبر آج تک فیسو لو جین کا اجماع ہو رہا ہے
 کہ عمدہ شروط آنکھ سے دیکھنے میں وجود نور اور روشنی کا ہے اندھیرے میں
 ہرگز آنکھ کارگر نہیں ہو سکتی ہے اب لیجئے وہی فلاسفہ اور بڑے بڑے
 علماء نامی گزشتہ اسی زمانہ میں امریکا کے ایک نوجوان عورت کی حکایت

چشم دید لکھ رہے ہیں (دیکھو رسالہ حمید یہ کو) اس عورت کو ایک ایسا
 مرض لاحق ہوا کہ شب کو اوسے مرض میں مبتلا ہو کر کھڑی ہو جاتی تھی اور
 عین حالت خواب میں باتیں بھی کرتی تھی اور جو کام بیداری میں آدمی
 کرتا ہے وہ خواب کی حالت میں کرتی تھی پھر جب اس مرض کی شدت
 اُسے ہوئی اور دن کو بھی دورہ اُسکا ہونے لگا اب بروقت شدت کے
 آنکھ اُسکی ایسی بدلی ہوئی حالت میں ہوتی تھی کہ اُس سے زیادہ
 عجیب حالت آنکھ کی دیکھی نہیں گئی اور نہایت باریک حرف کو تاری
 اور اندھیرے میں وہ مریضہ دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے برابر پڑھتی تھی
 اس کیفیت کو بڑے بڑے پچرل نے خود دیکھا ہے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا
 کہ قانون فطرت (پچرل) کے خلاف یہ کیونکر واقع ہوتا ہے۔ اب یہ معلوم
 ہوا کہ آنکھ کے دیکھنے کا نیچر روشنی کی موجودگی میں آنکھ کھول کر دیکھنا
 جو ہم سمجھ رہے ہیں یہ بھی عام قاعدہ نہیں ہے اور خدا اسکا پابند نہیں
 ہے۔ اسطرح حیوان کے بدن کو اگر ہم کاٹ کر دو تین ٹکڑے کر دیں مرنے لگا
 اور اسکو ہم نیچر قرار دیتے ہیں اب لیجئے کہ ہیدرا ایک چھوٹا سا جانور ہے
 اگر اُسکے بدن کے تین ٹکڑے کر ڈالو سر الگ اور دھڑ الگ اور دم الگ اور

چند روز اسکو پڑا رہنے دو سڑ جانیکا نیچر اور مرجانیکا نیچر نہ جاری ہوگا بلکہ سر
 میں ایک بدن پورا پیدا ہوگا جس میں ہڈیاں اور دم ہوگی اور دم میں بھی اسی طرح نہ ہڈیاں اور
 سر پیدا ہوگا اور سچ کے دھڑ میں سر اور دم پیدا ہو کر ایک مردہ جانور سے
 تین زندہ جانور اُسی قسم کے پیدا ہونگے اب معلوم ہوا کہ قانون قدرت
 نے خدا کو پابند نہیں کیا ہے کہ اُسکے خلاف نہ کر سکے بلکہ ہر طرح سے وہ قادر
 ہے اب لیجئے دودھ کا نیچر حیوانات میں جو اصول طب نے ٹھہرایا ہے کہ
 بدون حاملہ ہونے کے عورت کے دودھ نہیں ہوتا یا شاذ ناد کسی مرض
 میں جیسے اختناق رحم یا حبس خون حیض یا جھوٹا حمل جسکو رجائہ بھی کہتے
 ہیں اسی طرح حیوانات کی مادہ جب گائجن ہوں تب دودھ پیدا ہوتا ہے
 قادر مطلق نے اپنی قدرت خدائی اور ناپابندی سے بعض درختوں میں
 دودھ پیدا کر کے ہماری ہدایت فرمائی چنانچہ ہند میں ایک درخت جسکو
 شجرۃ الحلیب کہتے ہیں شیر مادہ گاؤں سے زیادہ عمدہ دودھ اُس میں ہوتا ہے
 اور برازیل میں ایک درخت ہے جسکو (ماسارندوبا) کہتے ہیں اُسکی
 شاخ میں سے ایسا عمدہ دودھ پیدا ہوتا ہے جسپر مدار حیات وہاں کے
 اکثر باشندوں کا ہے غذا وہی اشیاء نباتی کا نیچر تجربہ کامل کے بعد

کیمسٹ لوگوں کو دریافت ہوا ہے کہ اشیائے نباتی میں گیہون سے زیادہ
 کوئی ایسا غلہ نہیں ہے جو ہمارے غذا دی میں بکار آمد ہو چنانچہ فہرست
 (ٹیبیل) جو اشیاء خوردنی کی طیار ہوئی ہے اُس میں گیہون فی ہزار (۹۵۰)
 جز پرورش کنندہ غذا ہے یہی گندم وہ دانہ ہے کہ ہمارے جد اعلیٰ حضرت
 آدمؑ کو بہشت سے دنیا میں لایا ہے یہی گندم وہ دانہ ہے جسکی کاشت
 کرنے کی اور درو کرنا آٹا پیساروٹی پکانی اور نوالہ توڑ کر مونہہ میں
 رکھنے تک ایک ہزار کام حضرت آدمؑ کو اصول فلاحیت اور کیمسٹری تجربہ
 ثقیل ام کیما اور اصول تمدنی سے کرنے کے بعد نوالہ مونہہ میں رکھنا نصیب
 ہوا تھا یہی گیہون وہ دانہ ہے جو ہمارے ملک ہندوستان میں ۲۱ کروڑ
 من پیدا ہوتا ہے اور یورپ کے زردار تاجر ۶ کروڑ من جہازوں پر
 ولایت لاد لیجاتے ہیں اور ہم کو فقط ۵ کروڑ من بچنے سے اگر ۳۲ سیر کا نرخ
 قبل اجرا اس تجارت کے تھا اب ۸ سیر تک نہیں ملتا ہے جیسا اخبارات
 میں پڑھا ہے بہر حال ۵۰ جو جو خدا دکھائے سونا چار دیکھنا۔ ہم کو تو
 گیہون کی غذا دی کا نیچر بیان کرنا ہے اس رائڈ دکھاروئے سے کیا
 فائدہ اگر اب ہم آپ سے یہ خبر اپنی چشم دید ۱۲۵۷ھ خواہ ۱۲۵۶ھ کی

بیان کریں کہ آسمان سے گیہون برسا تھا اور کانپور کا یہ واقعہ ہے

اور وہ گیہون نہایت موٹے دانہ کا سپید اور تین چار لکیریں بھی اسپر

تھیں چونکہ اسکو ساٹھ برس کا زمانہ ہوا اور اخبارات کا انتظام اُس وقت

ایسا نہ تھا اور نہ ایسی بیدار مغزی سے سلطنت کی کارروائی تھی آپ

ضرور ہمارے اس بیان کو ویسا ہی غیر معتبر سمجھ کر ہنس پڑینگے جیسے حیدر آباد

میں بہن برسے کی خبر پر آپ لوگ بے اختیار ہنسنے لگتے ہیں اور پورا سنے

خیالات اور تاریکی جہالت پر اسکو محمول کرتے ہیں۔ لہذا ہم کو ضرور ہے

کہ تحقیقات جدید علمائے نباتات سے آپ کو قدرت خدای تعالیٰ کی

دکھلائیں کہ ہمارا خدا اسکا پابند نہیں کہ فقط گیہون میں (۹۵۰) حصہ

پرورش غذای انسانی رکھے اور کسی چیز میں نہ رکھے سکے آئے چلے ہمارے

ساتھ بعض جزائر باسفیک میں اور دیکھئے اُس درخت کو جسکا نام روئی

کا درخت (شجرۃ البنیر) رکھا گیا ہے جس میں گول گول روٹیاں پیدا ہوتی

ہیں چھوٹی سے چھوٹی روئی کا قطر ۴ انچہ کا اور بڑی روئی کا ۷ انچہ

کا ہوتا ہے وزن روئی کا تخمیناً ۲۱ تولہ یا پاؤں بہر کا ہے اور آٹھ مہینہ

برابر روئی درخت سے ملتی ہے اور جس طرح مصنوعی روئی سے گیہون

کی خوراک آدمی کی جلتی ہے اسی طرح اس سے وہاں کے باشندوں کی
 خوش خدا نے مقرر فرمائی وہی مزہ اور وہی غذا دہی اور وہی اوصاف
 سب اس قدر ترقی روئی میں موجود ہیں اور اسکو بڑے بڑے کیمسٹ
 اور نیچرل دیکھ کر حیران اور دم بخود ہو رہے ہیں کہ یہ گہیوں کہاں سے
 آتا ہے اور کہاں پستیا اور کون آٹا گوندہتا ہے اور کون روئی پکاتا ہے
 جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ وَاٰلَهُٓ بَنی اسرائیل پر من وسلوی نازل ہونا جو ہمارے
 مقدس کتابوں میں وارد ہے اُسکے انکار پر تو آپ کو بڑا زور شور تھا کہ
 کہ نیچر کے خلاف ہے اب آئیے اُس درخت کو دیکھئے اور خدا می قادر توانا
 کے قدرت پر ایمان لائیے اور نیچر کے پیچھے نہ پڑئے نیچر کی پابندی ہرگز
 خدا کو مجبور نہیں کر سکتی ہے ۵

روح رادر پیکر بے جان کند	انچہ در وہمت نیاید آن کند
--------------------------	---------------------------

ہماری غرض اس قدر ترقی روئی کے بیان سے یہ ہے ہم نے سنا ہے
 بعض کیمسٹ اسکے مدعی ہو چلے ہیں کہ اُنھوں نے گہیوں کے اجزاء
 مفردہ بذریعہ کیمسٹری معلوم کر کے اشتہار دیا ہے کہ مصنوعی گہیوں ہم
 بنائیں گے اور گہیوں کی کاشت موقوف ہو جائے گی اگر ایسا ہوا

تو ہمارے ہندوستان پر اونکا بڑا احسان ہوگا جسکا ۱۶ کروڑ من گہیون
 باہر نکل جانے سے ہمیشہ اُسکو قحط کا سامنا رہتا ہے۔ اسی طرح عجائب المخلوقات
 جو ہمیشہ خلاف عادت ہوتے رہتے ہیں خداوند قادر نے اپنے کمال
 قدرت کے ثبوت کی نظر سے انکو پیدا کرنا منظور فرمایا ہے تاکہ ہملوگ
 اپنے خالق کو مجبور اور پابند نہ خیال کریں۔ تاریخ کے علم اور نیز اخبارات
 مطبوعہ پر عبور ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ روزانہ ایسے عجائب اشیا کے
 پیدا ہونے کی شہادت گذر رہی ہے اس فن کے کتب ہمیشہ تصنیف
 کرنے پر قدرت نے ہملو آمادہ کیا ہے اور دونوں مذہب کے آدمی اپنی
 اپنی غرض سے عجائب مخلوقات کو تاریخی حالات میں درج کرنا ضروری
 سمجھتے ہیں منکرین وجود خدا کی غرض یہ ہے کہ مادہ اور حرکت مادہ سے
 طرح طرح کی اشیا کا ابتدا پیدا ہونا انکے عقیدہ کو بچتہ ثابت کر دے مثلاً
 جاپان میں بندوق باز مچھلی جسکا منہ مثل بندوق کی نال کے ہر دریائی
 جانور و پیر اپنے منہ سے پانی کا فیر کر کے شکار کرتی ہے۔ یا ضلع متہرا میں ایک
 عورت ایک سو تیس برس کے عمر کی تھی اُسکے دانت منہ میں تین مرتبہ
 جمے اور آخر مرتبہ کے دانت چومے کے دانتوں کے برابر تھے۔ اسی طرح

ہزاروں واقعات صحیح منکرین خدا کو اس عقیدہ پر پختہ کرتے ہیں کہ جو چیز نئی
پیدا ہوئی ہے محض (صدقہ) اور بلا سبب پیدا ہوتی ہے کوئی مدبر حکیم اور
صانع آفریدگار ایسا نہیں ہے جس کو خدا پرست مان رہے ہیں بلکہ اسی مادہ
اور حرکت مادہ سے جب کسی خاص انداز پر از خود ہوتی ہے کوئی جدید شے
پیدا ہو جاتی ہے ذرا اس نادانی کو دیکھئے اور خدا پرست لوگ ایسے تاریخی
واقعات کا ہونا اپنے اسی عقیدہ کی تائید خیال کرتے ہیں کہ خداوند عالم
قادر و بچون پابند کسی نیچر کا نہیں ہے جس طرح چاہے جس چیز کو پیدا کر دے
اور جو قاعدہ چاہے ایجاد اشیا میں جاری فرمائے اور نیچر وہ قاعدہ نہیں
ہے جو اسکے پیدا کئے ہوئے اشیا میں ہم براہ غلط کاری تجویز کر کے قادر مختار
کو اسکا پابند خیال کرتے ہیں حالانکہ قادر مختار ہرگز اسکا پابند نہیں ہے بلکہ
بنظر ہماری آسانی بسر برد کے عادت اپنی ان قواعد مخصوصہ کے جاری رہنے
کی مقرر فرمائی ہے تاکہ انتظام عالم میں خلل نہ پڑے اسلئے کہ پابندی مجبور کو
ہوتی ہے اور مجبور فاعل مختار نہیں ہے نیچر کا دوسری طور سے بیان
دنیا میں حسب قدر چیزیں ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہیں انکے خواص اور آثار
دو قسم کے ہماری سمجھ میں آتے ہیں۔ پہلے فرض کرو جسمانی چیزیں کہ انہیں

ہم دیکھ رہے ہیں یا اور کسی طرح سے محسوس کر رہے ہیں۔ اب اجسام میں
 کچھ خواص اور صفات ضروری تو عام طور پر پائے جاتے ہیں اور ان کا ہونا
 ادنیٰ درجہ کی عقل سے لیکر اعلیٰ درجہ کی فلسفی عقل کے نزدیک ضروری
 ہے مثلاً جسم کا کسی مکان میں ہونا جو طول عرض اور عمق میں اُسی جسم کے
 طول عرض اور عمق کے برابر ہو یہ ایک ایسا قانون فطرت (نیچر) ہے
 کہ ہرگز کوئی جسم بدون اپنی جگہ خاص کے پایا نہ جائیگا۔ اب یہ خاصہ جسم
 کا ضروری ہے اور کبھی بدل نہیں سکتا اور نہ قدرت موجد کی اس کے
 تبدیل متعلق ہوتی ہے (۲) اسی طرح جسم میں طول عرض اور عمق کا ہونا جس کو
 ہم مقدار کہتے ہیں اب اگر اتصال کا مسئلہ ثابت ہو جائے تو یہ صفت
 بھی ضروری اور عام ہے کوئی جسم بغیر مقدار کے نہ ہوگا پھر چونکہ مقدار کی
 ہزاروں صورتیں ہیں اور ہر صورت کو ایک یا دو خواہ سود و سوخواہیں
 مقداری لازم ہیں جن کا بیان علم ہندسہ اور حساب میں ہوتا ہے اور
 اصول اقلیدس اور فروع ہندسہ کا پڑھنے والا ان کو جانتا ہے مثلاً دو
 ضلع کسی مثلث کے بلکہ تیسرے سے ضرور بڑے ہوتے ہیں خواہ مثلث
 متساوی الاضلاع کا ہر ایک زاویہ برابر دو مثلث قائمہ کے ہوتا ہے اسی طرح

جس قدر خواص مقداری برہان سے ثابت ہو چکی اُن سے بھی قدرت کا تعلق
 ایجاد ہی ہوا اب وہ خواص تا بقائے جسم اور سطح اور خط بدل نہیں سکتے
 اور یہ بھی عام خیال ہے جس کو ہم کسی جگہ باطل کر دیں گے (۳) اسی طرح امتناع
 تداخل یعنی ایک جسم کے اندر دوسرے کا سما جانا کہ پانی سے زیادہ نرم
 کون جسم ہے وہ بھی دوسرے جسم کو اپنے میں نہیں لیتا ہے (۴) اسی طرح
 ایک جسم کا وقت واحد میں دو جگہ پر نہونا خلاصہ یہ ہے کہ جو صفات
 اجسام میں ایسے ضروری ثابت ہو چکے اور ان کا نیچر ہرگز نہیں بدل سکتا ہے
 اب رہے خواص طبعی یا کیمیائی مثلاً (ایٹراکشن) یعنی کشش کی تینوں
 قسمیں یا مقدار اتصال (ایکویوٹنس) یا وزن متناسب یعنی اسپیسفک
 گرویٹی) یہ خواص ایسے نہیں ہیں کہ جن کو کسی کی عقل ضروری اور ناقابل
 تبدیل تصور کرے اور سوائے تجربہ کے اور کسی عقلی دلیل سے ہم ان کی
 ضرورت کا کسی جسم میں حکم کریں طالب علم خواہ معمولی عقل کا آدمی اسی دھوکے
 میں آکر کہنے لگتا ہے کہ نیچر کے خلاف ہونا محال ہے اُس کو ہرگز معلوم نہیں کہ
 خواص لازمی اور ضروری کونسے ہیں اور خواص ممکن اور غیر ضروری کونسے
 ہیں یہ خرابی فقط طرز تعلیم کی ہے لارڈ بیکن کے جدید اور نئے طریقے نے

جو محض تجربہ پر بنا کر کے تحقیقات علمی کو منحصر کر دیتا ہے اور پہلے طریقہ کو بالکل
 منسوخ کر دیتا ہے اُس کا نتیجہ اتنا قوی و عمدہ برآمد ہوا کہ جدید اصول اور
 نوامیس کا علم خوب ہو رہا ہے اور ضرر بھی اُس کا اس قدر ہے کہ بحث علت
 و معلول سے لوگ بالکل غافل ہو گئے اور جو ضروری شرط اصول تصدیق میں
 ربط حقیقی جاننے کی ہے اُس کو یکسر فراموش کر دیا مثلاً ذیل سے خواص
 اجسام کا ضروری اور غیر ضروری ہونا سمجھو متناطیس لوہے کو جذب کرتا ہے
 اب سوای اس کے کہ ہم کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کوئی دلیل ہم ایسی قائم نہیں
 کر سکتے کہ لوہے کو جذب کیوں کرتا ہے اور چاندی سوئے کو کیوں نہیں کرتا
 ہے اور نہ یہ جذب کرتا ایسا ضروری ہے جیسے کہ متناطیس کا کسی مکان
 یا جگہ میں پایا جاتا کیسی ہی ہوئی عقل والے آدمی سے اگر کہو کہ متناطیس
 بدون مکان کے پایا گیا ہے کہی باور نہ کریگا اور اگر بڑے فلسفی نچرل سے
 کہو کہ ایک ٹکڑا متناطیس کا ایسا بھی ہے کہ لوہے کو جذب نہیں کرتا اس وقت
 سننے والے کو یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ ایسی بات ناممکن ہے بلکہ وہ اس کو
 تسلیم کر کے درپے تحقیق سبب ہو گا کہ آخر یہ قوت اس ٹکڑے سے کیوں
 جاتی رہی پھر اگر وہ کیفیت یعنی بطلان جذب آهن کی متناطیس میں قریب

آمد زلزله کے پیدا ہوتی تھی اور زلزله آنے کے بعد وہی ٹکڑا مقناطیس کا پھر
 لوہے کو جذب کرنے لگا اب ہم کو یہ معلوم ہو گا کہ سبب عدم جذب کا یہی تھا
 کہ قدرت نے زلزله کو یہی اثر دیا ہے کہ جذب مقناطیس اویسکے آنے سے
 پہلے چند منٹ باطل ہو جائے اب ہم کو اس مثال کے بیان سے دو قانون
 فطرت (نیچر) معلوم ہوئے ایک تو مقناطیس میں قوت جذب آہن کا
 ہونا دوئم زلزله زمین کا مبطل جذب مقناطیسی ہونا آب کوئی فلسفی دنیا
 میں ایسا ہے جو ربط حقیقی ان دونوں میں ثابت کر دے اور بتلا دے کہ آخر
 مقناطیس کیون لوہے کو جذب کرتا ہے اور چاندی سونے کو نہیں جذب
 کرتا یا اسکی اصلیت سے خبر دے کہ زلزله کے آنے سے جذب مقناطیسی
 کیون باطل ہوتا ہے۔ بخلاف اسکے کسی مبتدی طالب علم سے جس نے
 پہلا مقالہ اوقلیدس کا پڑھ لیا ہے اگر یہ کہو کہ دو ضلع مثلث کے ملکر
 تیسرے کے برابر ہیں یا تیسرے سے چھوٹے فوراً وہ شکل ۲۰-م-۱- کو
 پیش کر کے آپ کے قول کو باطل کر دیگا ایضاً جذب مقناطیسی کو جب سطح
 زمین کا زلزله ایک وقت خاص میں باطل کرتا ہے اسی طرح کشش ارضی
 (ایٹراکشن آف گریویٹیشن) بھی جذب مقناطیسی کو باطل کرتی ہے

فرض کرو کسی ٹکڑے میں مقناطیس کے سیر بہر لوہے کی جذب کی قوت
 ہے اگر سو اسیر لوہا ہم ہاتھ سے چھوڑ کر زمین پر گرائیں اور مقناطیس کو
 سامنے کریں جذب مرکزی زمین کا اسکو اپنی طرف کھینچ لے گا اور مقناطیس
 کا کچھ اثر نہوگا لیکن کشش ارضی ہے اگر قوت مقناطیسی زائد ہو پھر تو جذب
 مقناطیسی باطل نہوگا ہاں زلزلہ کے قریب کشش ارضی اسقدر زیادہ
 ہوتی ہے کہ چاہو کسی قوت کا مقناطیس لوہے کے سامنے کرو کچھ بھی
 اثر نہوگا۔ یہ تیسرا بیچر ہمکو معلوم ہوا اسکی دلیل بھی ہم کوئی بیان نہیں کر سکتے
 سوائے اسکے کہ فطرت نے یہ اثر دیا ہے دوسری مثال آگ کا
 جلانا عام خیال میں تو ایسا ہی ہے کہ یہ اثر آگ کا لازمی ہے مگر فلاسفہ
 کی تحقیق سے ہمکو معلوم ہوا ہے کہ یہ اثر آگ کا بعض اوقات باطل بھی
 ہو سکتا ہے پچھلے طبیعوں نے روغن بلسان میں یہ اثر بیان کیا ہے
 کہ اگر انگلیوں پر کپڑا روغن بلسان میں تر کر کے لپیٹ لو اور جلاؤ کپڑا
 جل جائیگا اور ہاتھ پر اثر آگ کا نہ پہونچے گا۔ جدید تجربہ سے فائر پروف
 آگ سے جلانے کو روکتا ہے۔ بہر حال آگ کا جلانا ویسا لازمی اور
 ضروری اثر نہیں ہے جیسے جسم کے لئے مکان اور مقدار اور خواص

مقداری ضرورتیں خالصہ یہ ہے کہ حسب قدر علوم آچکل اسکول
 اور کالج میں پڑھائے جاتے ہیں اور حسب قدر آثار قدرت کے طلبہ کو
 دکھلائے اور سنائے جاتے ہیں معلم اور ماسٹرون کے زبان پر بھی
 جاری ہے کہ اسکا (نیچر) یہی ہے اور اسکے خلاف ہرگز ہونہیں سکتا
 ہے اصول کمٹری اور فروع کمٹری اور تجربہ ثقیل اور فسیولوجی اور
 فلان اور فلان الغرض سب کے نتائج اُسی قاعدہ عام پر بتلانے
 سے طالب علم کو اسکا عقیدہ ہو جاتا ہے کہ نیچر ہی سب کچھ کرتا ہے
 اور نیچر ہی نیچر دنیا میں ہے کہی کوئی ماسٹر کسی طالب علم کو یہ نہ بتلائیگا
 کہ یہ اثر اس شے میں کس نے دیا ہے اور ربط حقیقی اس علت و معلول
 میں کس وجہ سے پیدا ہوا ہے تیسری مثال جب ہم جذب مقناطیسی
 کے فروع کو بتلائیں گے ایک مسئلہ یہ بھی بیان کریں گے کہ مقناطیس کی
 لابی سلی یا تیلی کے دونوں سروں پر قوت جذب کی ہوتی ہے اور حسب قدر
 نیچ کی طرف بڑھو قوت جاذبہ کم ہوگی تا اینکہ ٹھیک وسط میں ذرا بھی
 قوت جاذبہ نہ ہوگی اور یہی اُسکا نیچر ہے اب اُسی تیلی کو ہم نیچ سے دو ٹکڑی
 کر ڈالیں اب دو جدید سرے پیدا ہونگے قوت جذب اُن میں بھی پوری

آجائیگی ا ب ج (ابج) ایک تیلی ہے جسکے (۱) اور (رج)

سرون پر قوت جذب ہے اور (ب) مقام پر کچھ بھی قوت جذب کی نہیں
 ہے اب اگر اسکو (ب) مقام پر سے توڑ ڈالیں اور دو حصہ کیسی ہی پیدا کریں
 مثلاً (اب) اور (بج) دونوں ٹکڑوں کے (ب) مقام پر بھی قوت
 جاذبہ پوری ہوگی حالانکہ انصالی حالت میں ذرا سی قوت جاذبہ آئیں
 نہی۔ اب یہ خاصیت مقناطیس کی جو ہم نے بیان کی ہے کیا ایسی
 ہی بدیہی اور ضروری ہے جیسے کہ مقناطیس کا کسی مکان خاص میں
 پایا جانا یا اس میں طول عرض اور عمق کا ہونا کوئی نادان سانا دان
 بھی اسکو ویسے ضروری نہ کہیگا اور نہ جذب مقناطیس کے باطل ہونے
 سے مقناطیس کا فنا ہو جانا ضرور ہے۔ پس جب ہم طالب علموں کو خواہیں
 لازمہ اور صفات عامہ جسمیت اور مقدار پڑھا کر کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو جسم
 کا نیچر بھی ہے کہ بدون مقدار اور مکان خاص کے نہیں پایا جاتا ہے
 پھر جب انکو اصول کیمٹری اور اصول جبر ثقیل اور اصول علم نباتات
 اور حیوان اور علم معدنیات کی تعلیم کرتے ہیں جب ہی ہم انکو خواہیں
 اور آثار اشیاء کو انکا (نیچر) بتلاتے ہیں انکو یہی عقیدہ ہو جاتا ہے کہ خلاف

ان اصول اور اوصاف کے یہ چیزیں ہرگز نہیں پائی جاتی ہیں اور
 نیچر کی تبدیل محال ہے نیچر کا تیسرے طور سے بیان خالق عالم نے دنیا
 کی چیزوں میں جب قدر خواص اور اوصاف عطا فرمائے ہیں بعض اوصاف
 اور خواص تو ایسے ہیں کہ جب وہ چیز پائی جائے گی وہ صفت بھی ضرور
 اُس میں ہوگی اور کسی اور شرط پر اُس صفت کا ہونا موقوف نہیں رکھا
 ہے مثلاً جو عدد جفت ہے اُس کے دو حصہ برابر بلا کسر ضرور ہو جائے ہیں اب
 یہ صفت جفت عدد کی ایسی عام ہے کہ جس درجہ کا عدد فرض کرو اور
 جس مادہ میں فرض کرو سب میں ضرور ہوتی ہے۔ کسی مادہ اور نہ کسی
 مقدار اور نہ کسی اور شرط کی محتاج ہے چار روپیہ اور آٹھ پیسے اور
 بیس کوڑیاں سب کے دو حصہ برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ صفت عام اور
 ضروری جفت عدد کی ہے اب تمام اقسام کے اعداد میں عام صفت خدا
 نے یہ رکھی ہے کہ ہر عدد نصف مجموع طرفین ہوتا ہے یعنی جو عدد فرض
 کرو اُس سے پہلے اور اُس کے بعد جو عدد ہو اُن دونوں کو جمع کر کے نصف
 کر ڈالو حاصل تنصیف درمیانی عدد ہوگا۔ کوئی عدد مثلاً چار فرض کرو اب
 اُس کے پہلے تین ہے اور بعد اُس کے پانچ ہے پس $3 + 5 = 8 \div 2 = 4$

اب معلوم ہوا کہ چار مجموعہ تین اور پانچ کے نصف کا ہے اس طرح سے
 دس جو بیس میں نو اور گیارہ کے ہے پس $9 + 11 = 20 \div 2 = 10$ \therefore
 رابطہ حقیقی اب دیکھو کہ ہم نے جفت عدد کی وہ صفت عام اور عام
 عدد کی یہ صفت عام دونوں کو تجربہ اور اصول تصفیہ سے دریافت
 کیا یعنی جو عدد جفت ہم نے پایا اوسکے دو برابر حصہ بھی ضرور بے کسر
 دیکھے۔ اس طرح جو عدد جفت یا طاق ہم نے پایا اُسکو نصف مجموعہ
 مقدم اور موخر بھی پایا۔ تجربہ اور اصول تصفیہ (استقرا) کا جو کام تھا وہ
 ختم ہو گیا یعنی دو قانون اور دو حکم عام ہم کو تجربہ سے معلوم ہوئے اب
 ہم کو رابطہ حقیقی یعنی ادراک سبب کی فکر ہوئی کہ آخر کیا سبب ہے کہ جفت
 عدد کے دو حصہ برابر بے کسر نکلتے ہیں اور طاق عدد کے اگر دو حصہ برابر
 کرو گے تو کسر ضرور پڑے گی۔ اب ہماری عقل نے ہم کو ہدایت کی کہ سب سے
 پہلے کون عدد ہے جسکے دو حصہ برابر بے کسر نکلیں گے یعنی زوج اول
 وہ ہم نے دو کو پایا پھر جو عدد جفت ہے۔ اُسکو دو پر قسمت کر نیسے اُس میں
 کسر نہیں پڑتی لہذا ہم نے حکم عام کر دیا کہ ہر عدد جفت کے دو حصہ برابر بے
 کسر ہوتے ہیں اور یہی رابطہ حقیقی ہے۔ اس طرح ہر عدد کا نصف مجموعہ مقدم

اور موخر کا ہونا بھی ہمکو تجربہ سے معلوم تھا۔ پہر جب ہم نے سبب کو دریافت
 کیا تو ہمکو معلوم ہوا کہ جو عدد پنج میں دو عدد کے ہے اگر پہلے عدد سے ایک
 کو لیکر اُسکے اگلے پر بڑھا دیں اب دو نو برابر اسی پنج والے عدد کے ہونگے
 اور دو نو نوں کا مجموعہ دو چند عدد درمیانی کے ہے لہذا نصف اُس مجموعہ
 کا برابر اُس درمیانی عدد کے ہوگا مثلاً چار سے پہلے تین ہے اور چار کے
 بعد پانچ ہے اب پانچ سے ایک کو لیکر تین پر بڑھایا دو نو چار چار ہو گئے
 جنکا مجموعہ آٹھ ہوا اور اُسکا نصف وہی چار ہوا۔ اب ہم جذب مقناطیسی
 کو اسجگہ پھر یاد دلاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ لوٹے کا جذب کرنا یہ اثر جو
 اس میں ہے اور تجربہ سے ہمکو ضروری ثابت ہوا ہے آخر اسکا سبب کیا ہے
 ایضا مقناطیس کی قوت جاذبہ جو اطراف میں ہوتی ہے اور پنج میں نہیں
 ہوتی اسکا بھی سبب کیا ہے ایضا زلزلہ کی آمد سے پہلے یہ قوت کیون
 فنا ہو جاتی ہے اور پھر کیون بلیٹ آتی ہے اب اگر لاکھ طریق قیاسی ہم
 چلیں شاید کسی طریق سے ہمکو ربط حقیقی اور سبب اصلی ان چاروں آثار
 کا معلوم نہ ہوگا اور جب سبب معلوم نہ ہوگا تو ہمکو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ مقناطیس
 کے اثر جذب کے شروط کس قدر ہیں اور موانع اس اثر کے کس قدر ہیں اب

ذرا انصاف کرنا چاہئے کہ ہم کو نہ سبب پر اس اثر کے اطلاق ہے اور
 نہ شروط اور مواعظ کو ہم جانتے ہیں اور پھر ہم بید ہرک پکارتے ہیں کہ
 جذب مقناطیسی ایک قانون فطرت (لا آف نیچر) ہے کبھی بدل نہیں
 سکتا ہے اور اس اثر کو یا صفت خاص کو ہم انہیں اوصاف ضروری
 کے برابر سمجھ رہے ہیں جیسے جسم کا مکان میں ہونا یا عدد کا نصف مجموعہ
 طرفین ہونا یا جفت کا دو برابر حصوں پر بے کسر تقسیم پانا یہ کسی ہٹ
 دہری اور نادانی کی بات ہے اور یہی حال کل خواص اور آثار خاصہ
 اجسام کا ہے ہکولارڈ بیکن نے اصول تصفیج سے خواص اشیاء کے جاننے کا
 طریقہ بتایا اور یہ نصیحت نہ کر گئے کہ جو قاعدہ اصول تصفیج سے ہم کو معلوم
 ہو جب تک کہ ربط حقیقی اور سبب اصلی معلوم نہ ہو اس کو قانون الہی اور
 نیچر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں نیچر کا بیان جو تھے طور سے کل موجودات
 عالم کے جن کو ہم اپنے حواس سے محسوس کر سکتے ہیں اور محسوس کرنے کے
 بعد ان کے خواص اور آثار کو ضبط کر لیتے ہیں اور انہیں خواص کے
 بیان کرنے کے واسطے جدا جدا علوم کی تدوین کرتے ہیں اور اس سے
 غرض ہماری یہی ہوتی ہے کہ قدرت کے قواعد کو ضبط کر کے ایجاد اشیا

اور انکے پیدا ہونے اور فنا ہونے کے اصول ہم پوری طور سے معلوم
 کر لیں وکٹر کزن نے اپنی تاریخ الحکمت میں اقرار کر دیا کہ حکما کے
 مذاہب اگرچہ صحیح ہیں مگر بجائے خود ناتمام ہیں اگر منقح امور کو یکجا کر کے
 ترتیب دیجائے تو فلسفہ کی عمدہ تکمیل ہو ۱۹۲۷ء شیع میں یہ حکیم مراہے
 آج اس رائے کے ظاہر کرنے کو (۱۰۷) برس ہوئے اور ڈاکٹر برون
 جو ۱۹۷۷ء شیع میں پیدا ہوا تھا وہ بھی اسی حکیم کا ضرور معاصر تھا ڈاکٹر
 برون کو بالآخر یہی رائے اپنی پختہ معلوم ہوئی کہ انسان کو تجربہ یا
 نظر کے ذریعہ سے علم علت اور معلول کا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے اور
 یہ علم کبھی نہیں ہے بلکہ وہی ہے اور اسی رائے پر قائم ہونے سے ڈاکٹر
 برون کو ہیوم کے شبہات سے نجات ملی اور کوئی کیون نہو جب تک
 حکما موحّدین کی راہ پر نہ چلے گا اور جب تک سراسحق نیوٹن کی طرح
 پابند مذہب نہو گا ہرگز اسکا انجام درست نہو گا قوت نامیہ کا نیچر
 اور طول عمر دیکھو اسی مٹی اور ہوا اور پانی سے خواہ اور بساط سے
 جو حال کی تحقیقات سے (۶۴) دریافت ہوئے ہیں آدمی اور جانور
 چرند پرند اور نباتات کی پیدائش ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ (۶۴)

سے زیادہ اور بساط بھی ہوگا آئندہ معلوم ہونے کے مسئلے کے استقرار اور اصول
 تصفیہ سے انحصار انہیں چونکہ میں ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور
 جب انحصار ثابت نہیں ہے تو تعداد عناصر کے بڑھنے کی امید ہے۔
 جب ایسی بات ہے اور عناصر یعنی مفرد چیزیں قدرت ملا کر ہمارا بدن
 پیدا کرتی ہے اور بعد ترکیب کے مفردات باہم ملا کر ایک جسم مرکب بن جاتے
 ہیں جو آدمی اور حیوان اور نباتات میں لاکھوں قسم کا ہوتا ہے اور یہ
 ترکیب حقیقی ہے جس سے استحالہ اور تغیر پورا ہو جاتا ہے اب ہم کمیٹی
 کے اصول میں کیسی ہی ترقی کریں اور ترکیب اور تحلیل پر کیسی ہی ہو
 قدرت ہو کہی ہم دریافت نہیں کر سکتے کہ ہم میں خواہ کسی اور حیوان
 یا نبات میں کس قدر اجزاء بسیط ہیں اور ان کے اجتماع سے نسبت حاصل
 پر کیا اثر پیدا ہوگا اور کیوں ہوگا اس کا جاننا تو بہت دشوار ہے۔ یہ مسئلہ
 ترکیب اجزائی مفردہ کا ایسا نازک اور ایسا کثیر التناجج ہے اور ایسی
 جہالت ہوگا اس مسئلہ سے ہے کہ بیان کرنا بیفائدہ ہے ۲۵ کمیٹ
 جنہوں نے جدید بساط کو تجربات سے ثابت کیا ہے مثلاً بیلا رڈ
 صاحب اور شیل صاحب اور لوائی شہر صاحب اور

ڈیوی صاحب وغیرہ وغیرہ اور بڑے بڑے کیمسٹ کوئی اسکادھو
 نہ کر سکا کہ ہم نے ایک ناقص اور بیکار گیارہ کی ترکیب جن بساط سے
 ہے انکو پوری طور سے معلوم کر لیا ہے چہ جائیکہ انسان ایسا مخلوق
 کہ جس میں بقول ہمارے ہادی برحق امیر المومنین علیؑ کے **وَفِيكَ
 النُّطُورُ الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ** آدمی عالم کبیر کو شامل ہے پھر جب خالق یگانہ
 جس نے اشیا کو پیدا کیا ہے اور جس شے میں جتنے عناصر اور مفردات کی
 ضرورت تھی اُسی مقدار سے اُس میں داخل فرمائے نہ کم نہ زیادہ اور انہیں
 عناصر کے اوزان بدل بدل کر طرح طرح کی اشیا جدید پیدا کر رہا ہے۔
 اُسکو پورا علم ہے کہ دس انصر کے ملائے سے کیا اثر پیدا ہو سکتا ہے اور
 بیس کی آمیزش سے کیا ہو سکتا ہے ہوزن ملائین خواہ مختلف اوزان
 سے علم حیوانی کے فلاسفہ نے مقدار عمر حیوانات کو تجربہ سے دریافت کر کے
 ایک فہرست (ٹبل) بنائی ہے مگر یہ پتہ نہیں لگتا ہے کہ عمر کی کمی بیشی
 جسامت کیوجہ سے ہے یا کہ مکان اور مولد کیوجہ سے دریائی جانور اور
 صحرائی اور پرند شاخدار اور پردار نرم اندام اور سخت اندام سب کو دیکھا مگر
 کوئی قاعدہ قدرت (نیچر) آج تک ایسا نہ درست پایا جسکے ذریعہ سے ہم حکم

کر دیتے کہ مثلاً گد اور کوآ آدمی کے برابر طول عمر کیون رکھتا ہے اور کچھوا دو سو
 بیس برس اور ہاتھی سو برس سے زیادہ کیون زندہ رہتا ہے اور
 صحرائی مینڈک اپنے جُثّہ کے برابر کے جتنے حیوانات ہیں سب سے زیادہ
 طویل العمر کیون ہوتا ہے اور زیادہ تر عجیب یہہ امر ہے کہ ایک مینڈک
 ۳۴ برس زندہ رہا اور بال برابر بھی اُسکی جسامت نہ بڑھی گھوڑا تیس
 برس اور بھیڑ پنڈرہ برس اور گٹا بیس برس بہر حال یہہ طول عمر جو حیوانات
 اور نباتات میں ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسکا سبب کیا ہے اور کیون
 ایسی کمی بیشی عمر میں حیوانات کے ہو رہی ہے اتنا ضرور ہماری عقل حکم
 کرتی ہے کہ یا تو یہہ اختلاف عمر خالق عالم کی قدرت کی وجہ سے ہے کہ
 اُس نے جس مخلوق کو چاہا سو برس اور دو سو اور ہزار برس کی زندگی
 عطا فرمائی یا اینکه انھیں عناصر اور مفردات کی مقدار اجتماع جو حرکت
 مادہ سے خود بخود ہوتی رہتی ہے کسی خاص مقدار کے فراہم ہونے سے
 بچا پس برس اور کسی سے ہزار برس کی عمر ہوتی ہے۔ یہہ بات بموجب
 عقیدہ دہریہ اور منکر خدا کے ہے بہر حال دونوں کے عقیدہ کے بنا پر
 طول عمر کوئی امر محال نہیں ہے یہہ تو سب کو معلوم ہے کہ آدمی کی خلقت

میں قوانین فطرت کی زیادہ نزاکت ہے مگر قوت نباتی میں آدمی بھی مشا
 نبات کے ہے اب ہم نباتات کی طول عمر کو بھی بیان کریں۔ علمائے علم نبات
 کی جدید تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض درخت اسکٹلنڈ (اسکاٹ لینڈ)
 میں اتنے بڑے ہیں جنکا محیط یعنی دور (۹۰) فیٹ کا ہے اور پانچ ہزار
 برس کی عمر انکی حساب کی گئی ہے کالیفورنیا میں ایک درخت صنوبر
 کاتین سوفیٹ اونچا ہے اور چھ ہزار برس کا ہو چکا ہے اس سے زیادہ
 عجیب ایک درخت بعض جزائر کناریا میں پایا گیا ہے اور چار سو برس
 ہوئے اس جریرہ کو دریافت ہوئے آج تک اس درخت کی کوئی چیز
 نہیں بدلی حیوان کاتینوں جلا آرہا ہے بعض علمائے نبات کا قول ہے
 کہ خلقت انسان سے سیکڑوں برس پہلے کا یہ درخت ہے خلاصہ
 یہ ہے کہ جب ہم کو اجزائے مفردہ اور بساط اجسام کے تعداد کی تحقیق
 نہیں اور نہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ آدمی یا حیوان یا کسی نبات میں کس قدر
 بساط ملکر ان کی خلقت ہوئی ہے اور نہ ہم کو یہ معلوم
 ہے کہ ان بساط کے باہم امتزاج اور آمیختہ ہونے سے کس قدر
 عمر اور بقائے اشیاء مذکورہ ہو سکتی ہے عام اس سے کہ

کہ انکا کوئی خالق اور قادر حکیم پیدا کرنے والا ہے۔ یا
 خود پیدا ہو رہی ہیں اور پھر باوجود اس
 جہالت اور نادانی کی ہم دعویٰ کریں کہ آدمی کی عمر طبعی کا نیچر سو برس کا
 ہے خواہ ایک سو بیس برس کا اور یہہ نیچر ہرگز بدل نہیں سکتا ہے یہہ
 کیسی نادانی کی بات ہے بلکہ قدرت کاملہ کے اثبات کی غرض سے جس طرح
 خدا نے ایک درخت بعض جزائر کناریا میں ایسا پیدا کر دیا جسکو تملوگ
 قبل خلقت انسان سے موجود کہتے ہو کچھہ دور نہیں کہ اقسام حیوانات
 میں بھی کوئی حیوان ایسا پیدا کیا ہو اور نیز اقسام انسان میں بھی ایک
 یا دو فرد کامل ایسے پیدا کئے ہوں (مثلاً حضرت خضرؑ اور حضرت ادریسؑ اور
 حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدیؑ جن کی عمر ہزاروں برس کی ہو اور اس قدرت
 نمائی سے یہ غرض ہو کہ ہم لوگ خدا کو پابند کسی نیچر کا بنائیں اور اعتقاد
 کریں کہ ان اللہ علیٰ کل شئی قدير خدا ہمارا ہر ممکن چیز پر قادر ہے اس
 بیان سے ہمارے بخوبی ثابت ہو گیا کہ طول عمر نبات اور حیوان اور انسان
 کو خلاف عقل سمجھنا یہی نادانی اور بے عقلی ہے اور جسکو نیچر ٹہراتے ہو یہی
 ٹہرانا تمہارا بالکل جہالت کی بات ہے۔ قدرت قادر توانا کی پابند کسی قانون

کی نہیں ہے جو کر دے وہی قانون ہے اور باقی رکھنا یا بدل دینا قانون
 کا سب اسکو روا ہے نہ چکر کا پانچویں طور سے بیان نہ چکر کے بدلنے کو
 جو لوگ محال کہہ دیتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ محال کسکو کہتے ہیں لہذا ہمکو
 محال کے معنی سمجھانے کی ضرورت ہے محال کی دو قسمیں ہیں (۱) محال عقلی
 جسکا ہونا یا نہ ہونا کسی دلیل عقلی سے ناجائز ٹھہر جائے جیسے کوئی آدمی
 اپنے باپ کا باپ ہو اب ایسے آدمی کا ہونا ہر ایک عقل کی راہ سے بشرط
 عدم اعتقاد تنازع کے ناممکن ہے یاد و اور دو کا مجموعہ چار سے کم یا بیش
 ہونا اسیطح ہزاروں چیزیں ہماری عقل ناقص میں محال اور ناممکن
 ثابت ہو چکی ہیں ان اشیاء میں کچھ بدیہی اور واضح امور ہیں کہ فوراً عقل
 معمولی بلا دلیل انکو محال سمجھ لیتی ہے اور کچھ ایسی چیزیں ہیں جنکا محال
 ہونا کسی دلیل بدیہی سے معلوم کرنا پڑتا ہے مثلاً گرہ کا جسم نصف یا نصف
 سے کم نظر آنا اسکو جب تک مناظر اقلیدس کی اشکال نہ پڑھو فوراً محال
 نہ جانو گے یا مرکز ثقل جسم مخروط ناری کا مساوی ثلث ارتفاع کے نہ ہونا
 ارشمیدس کی کتاب مخروط جب تک نہ پڑھو گے محال نہ کہو گے اسی محال
 کو متنع اور منفی کہتے ہیں اور اسی محال سے قدرت کسی قادر کے متعلق نہیں

نہیں ہوتی اور نہ معجزہ کسی معجز نما کا اور ہم جو کہتے ہیں کہ قانون قدرت (نیچر)
 نہیں بدلتا اسکا یہی مطلب ہے کہ عدم تعلق جو قدرت کو ایجاد محال سے
 ہے خواہ فنا کرنے اور مٹا دینے کسی موجود ضروری سے ہے وہ نہیں بدلتا
 ہے دوسری قسم محال کی محال عادی ہے اور یہہ دراصل محال نہیں ہے
 بلکہ ممکن ہے مگر عادت ہمارے خدا کی اُسکے واقع کرنے پر ایسے جاری ہو رہی
 ہے کہ اب ہم براہ تجربات متواترہ اور مشاہدہ روزانہ کہہ دیتے ہیں کہ اسکا خلاف
 ہونا محال ہے مثلاً آنب کے درخت میں نیو کا پہل پیدا ہونا یا بکری کے
 پیٹ سے آدمی کا بچہ نکلتا یا مرغی کے اندون سے بدون بیس بچپس روز
 مرغی کے بیٹے ہوئے بچوں کا نکلتا یا آدمی کی انگلیوں سے پانی کی دھار نکلتی
 کہ سیکڑوں پیاسے اُسی پانی سے سیراب ہو جائیں یا بے فصل خشک شدہ
 انار خواہ اینکہ چھو ہارے کے درخت میں فوراً سرسبز ہو کر پختہ انار اور خرما
 کا پہل جانا یہ سب محال عادی ہیں انکے بدلنے پر بعد علم سبب اور ربط
 حقیقی کے جب ہماری قدرت متعلق ہو سکتی ہے جیسا ہم بیان کرتے
 ہیں پیر قادر بچوں حکیم مطلق کے قدرت کا تعلق کیون محال ہوگا آن
 اشیا کا براہ عادت خاص طور پر واقع ہونا قانون فطرت (نیچر) نہیں ہے

جسکا بدلنا محال ہو جیسے قسم اول میں ہم نے بیان کر دیا ہاں اسکے ہونے کا
 سبب اصلی جسکو ربط حقیقی اُنسے ہے اُسکا بدلنا البتہ خلافِ نیچر ہے وہ
 نہیں بدل سکتا مگر اُسکا معلوم کرنا دشوار ہے۔ ایسے ربط حقیقی کے دریافت
 کرنے کیواسطے ہم تجربات کرتے کرتے علوم کے قواعد بنا رہے ہیں اور اسی کو
 فلسفہ عقلی ہم کہہ رہے ہیں۔ ہمکو علم منطق سے چند طریقہ ربط حقیقی دریافت
 کرنے کی معلوم ہوئے مگر وہ بھی ادھوڑی اور ناقص رہے یقین کامل اُنسے
 نہیں ہوتا کہی صحیح اور کہی غلط اثبات امثلہ بالا کے محال عقلی
 نہونی کا مثلاً یہی مثال آنب کے درخت سے نیبو پہنے کی علم فلاحست ہمکو
 بتلا رہا ہے کہ جذب مشاگل کا قانون قدرت (نیچر) عام ہے مگر ابھی تک
 ہمارا تجربہ اسی حد تک پہنچا ہے کہ آنب کے درخت سے نیبو یا کھیرایا
 ناریل کی صورت خواہ مزہ کا پہل پیدا ہوا اور جملہ صفات کا بدل دینا ابھی
 ہمارے تجربہ میں نہیں آیا ہے مگر امید ہے کہ آئندہ یہ بھی آجائے گا
 کیوں ہاں متصل ملیح آباد اور سندیلہ میں جو باغ رسالدار شاہ اودہ مسمی
 بہ فقیر محمد خان نے طیار کرایا ہے اُس میں آنب کے درخت سے میٹھے نیبو
 کے مزہ کا آنب اور کھیری کے شکل کا خاردار آنب ہم نے خود دیکھا ہے

اور سوڈ کی خوشبو کا آئب ہماری باغ جروں ضلع بہرائچ میں بٹھا دوسری
 مثال یعنی بکری کے پیٹ سے آدمی کا بچہ ہونا قدرتی طور سے اس کی
 شہادت ابھی ہکواٹا وہ شہر سے ملی ہے مگر تحقیق طلب ہے پورا
 ثبوت نہیں ہوا ہے مگر محال ہی نہیں ہے مرغی کے بچہ نکالنے کی کل
 طیار ہو چکی کہ پانچ منٹ میں انڈے سے بچہ نکالا جاتا ہے اور جب قدر
 گرمی میں روز میں مرغی کے جسم کی بچہ نکالتی تھی تہرما میٹر سے اوسکو
 جانچ کر ہم نے اوس قدر حرارت پہونچا کر انڈے سے بچہ پیدا کر نیکام مصنوعی
 آلہ بنالیا۔ گند انڈا پہرے درست کر لینا اُسکی ہوا کے خراب نکال کر یہ
 طریقہ جالیئوس کے زمانہ میں جاری تھا چنانچہ شیخ الرئیس نے قانون میں
 اسکو لکھا ہے دیکھو ہمارے ترجمہ قانون کو آدمی کے انگلیوں سے پانی
 کا جاری ہونا اگر ہم ایٹ مسفرک ایر یعنی سطح جہان کی ہوا کو پانی
 بنانے کا خیال کریں چونکہ پانچواں حصہ کیسجن کا اُسمین ہمراہ چار حصہ
 نٹروجن کی شامل ہے اور پانی کے انجبرے ہی اُسمین ضرور کہ میقدر ملتے
 رہتے ہیں جن میں ہیڈروجن بھی ضرور ہے بہر حال سطح جہان کی ہوا
 کا پانی ہو جانا جیسے عام طوفان فوٹو میں مشاہدہ ہو چکا ہے اُکو سر سید

احمد خان صاحب اسکے منکر ہوں اور روزانہ کیمیائے اعمال سے ہی
 ہوتا ہے لہذا محال عقلی نہ رہا اب انگلیوں سے پانی کانکنا ہی غور
 طلب امر باقی رہا مگر علم نفس کے جاننے والے اسکا انکار نہ کریں گے۔ درخت
 کا فوراً طیار ہو کر پہلنا اور پختہ میوہ دینا مجھ سے ایک مغرر بے اسے خواہ
 ایم اے پشڈت ہر ناتھ صاحب دیوان ریاست گوالیار نے زور
 سے بیان کیا کہ سپید مرچ کے روغن میں یہ اثر ہے کہ آم کی گٹھلی خواہ
 اور تخم بولنے سے درخت طیار ہو کر فوراً پہلتا چونکہ وہ ایک سچے ذی علم
 آدمی تھے اور پہلے نچرل خیالات ہی انکے تھے لہذا میں یقین کرتا ہوں
 کہ بیان انکا غلط نہ ہو گا جس طرح انڈے سے بچہ نکلتا یا تخم منٹ میں ہو سکتا
 ہے۔ حال عقل محال نہیں ہے ایسے جلد نباتی اشیا کا پیدا ہونا میتھی کا
 ساگ بعضے باورچی اتنی دیر میں پیدا کر لیتے ہیں کہ ادھر گوشت کا پکانا
 شروع کیا اور میتھی بونی اور ساگ طیار ہو گیا اب نتیجہ ہمارے بیانات
 کا یہ ہے کہ محال عقلی خلاف نچر ہے اور وہ بدل نہیں سکتا اور محال
 عادی کا بدلنا ممکن ہے اور اس کے بدلنے سے نچر نہیں بدلتا ہے
 باب پانچواں معجزہ خلاف نچر نہیں ہے اسلئے کہ محال

عادی سے متعلق ہوتا ہے جس کا بدلتا گذشتہ ابواب میں
 ثابت ہو چکا جو لوگ معجزہ اور کرامات کو خلافِ نیچر کہتے ہیں بعض لوگوں کو
 تو یہ شبہ ہے کہ معجزہ نامحال عقلی کے پیدا کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو
 لوگ فلسفہ کو جانتے ہیں اور محال عقلی اور محال عادی میں فرق اُن کو
 معلوم ہے وہ معجزہ کا صدور جائز جان کر کہتے ہیں معجزہ نمائی اور بازیگری
 شعبہ بازی طلسم کاری جادوگری سب ایک ہی چیز ہیں اس
 مسئلہ کا بیان پورا پورا تو ہم کو باب اثبات نبوت میں کرنا مناسب
 ہے مگر نیچر کے بیان کے ساتھ بھی چونکہ معجزہ کو بڑا تعلق ہے اسلئے
 کہ نیچر کی پکار فقط انکار معجزات ہی کی غرض سے ہو رہی ہے لہذا تھوڑا سا
 بیان معجزہ کا یہاں بھی ضرور ہے نبی کے آنے کی ضرورت کو تو ہم
 باب نبوت میں لکھیں گے اور چونکہ نبی کے دعویٰ کی تصدیق بدون
 معجزہ نمائی کے نہیں ہوتی لہذا ہمارے نبی صلعم سے بھی ہزاروں معجزات
 صادر ہوئے مگر ایسا معجزہ دائمی جو کبھی باطل نہ ہو اور کسی شعبہ اور
 طلسم اور جادو اور بازیگری سے اُس کو تشبیہ نہ دے سکیں اور کسی قدر
 فلسفہ کی ترقی ہو جای اور معجزات انبیای گذشتہ اور نیز ہمارے نبی

معجزہ کی
 ترقی

کے بعض معجزات کو فلاسفہ اصول فلسفہ سے کر کے دکھلانے بھی لگین
 مگر اُس معجزہ خاص کا مثل کبھی نہ لاسکیں اور علم سائنس کا کسی حد
 کمال پر پہنچ جائے مگر اُس معجزہ کے مقابلہ سے ہمیشہ عاجز ہی رہے
 اور جس طرح قوت بشری حیوان اور جاندار پیدا کرنے سے بلکہ تمامی
 نباتات اور معدنیات بسیطہ کے پیدا کرنے سے عاجز ہے اسی طرح
 اُس معجزہ کے مجموعہ بلکہ چھوٹی چھوٹی آیت کے مثل بنانے سے
 بھی عاجز ہوتا کہ اُس کا محض قدرتی غیر مصنوعی ہونا ثابت ہو وہ قرآن
 مجید ہے جس کو خدا نے ہمارے نبی کے نبوت کی تصدیق کے واسطے
 اُنکو دیا ہے اور فرما دیا کہ لَنْ تَفْعَلُوْا کَبْہِی تُمْ اِسْکے مثل ایک چھوٹا سا
 کلام ہی نہ بنا سکو گے اور ایسے فصاحت اور بلاغت پر کیسی ہی مشق
 کرو ہرگز قادر نہ ہو سکو گے اور اس دعویٰ میں خدا نے جن اور انسان
 اور ملائکہ بلکہ تمامی مخلوقات کو عاجز فرما دیا ہے اُس معجزہ عظیمہ کے
 دینے کی بہت سے اسباب قدرت کو داعی تھے اُنمیں سے چند اسباب
 یہ ہیں پہلا سبب تو یہی تھا کہ سائنس کے ترقی تا خاتمہ دنیا ایسی ہو گئی
 کہ شاید اکثر معجزات انبیاء کے جو تاریخی ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں

سبکی مثل کرنے پر انسان ترقی سائنس سے دعو کر سکے اور سب کو باز گیر و نکا
 تماشا بتلا سکے اور اسکے وجہ سے انکی نبوت میں عوام کو شبہہ پڑ جا
 چنانچہ آجکل اگرچہ ابھی سائنس کی ترقی پوری نہیں ہے مگر پھر بھی
 لاکھوں آدمی معجزات انبیاء کو باز گیری بتلا رہے ہیں کوئی شعبہ اور
 نیرنج کہہ رہا ہے کوئی جادوگری بتلا رہا ہے کوئی امتہائے سابقہ کو
 جن کے سامنے معجزات ہوتے تھے انکو جاہل نا ترتیب یافتہ کہہ کر
 پکار رہا ہے کہ ہم ہوتے تو البتہ نبی صاحب کے ٹھگ یدیا کو ظاہر کر
 دیتے بہر حال چونکہ معجزہ کا تعلق محال عادی سے ہے اور محال عادی
 بجای خود ممکن الوجود ہے پس اسکے کرنے پر انسان کا قادر ہونا بعد
 تکمیل علوم فلسفہ کے خیال میں آسکنا اور چونکہ معجزہ وہی ہے کہ
 جس امت پر کوئی نبی مبعوث ہو وہ امت اسکو نہ کر سکے اور عاجز ہو
 لہذا خاتم الانبیاء صلعم کو ایسا معجزہ دینا ضرور تھا کہ تابقای دنیا اسکے
 مثل پر کوئی مخلوق اور کوئی فرد بشر قادر نہ ہو دوسرا سبب تاریخی
 کتب سے جس قدر معجزات انبیاء ثابت ہوئے ہیں انکے نسبت تعصب
 سے انکار بھی کر دینا کوئی نئی بات نہیں ہے اور چونکہ معجزہ نما اب بظاہر

ہمارے سامنے موجود نہیں لہذا ایسا معجزہ آخری پیغمبر کو ضرور درکار
 تھا کہ اُنکے زمانہ حیات اور بعد وفات وہی کام ہدایت کا دیتا رہے
 اور تمام مخلوق کو اُسکے مثل کے لانے سے عاجز کرتا رہے۔ یہی سبب
 جتنی کتابیں انبیاء سابق پر نازل ہوئیں اکثر کتب میں چونکہ اُن میں
 معجزہ فصاحت کا نہ تھا لوگوں نے تحریف کر کے بہت سے امور خلاف
 شان اور خلاف واقع بڑھا دیے جن سے اُن حضرات کی نبوت اور
 عصمت میں فرق آتا ہے دیکھو تورات اور انجیل وغیرہ کو قرآن
 مجید ایسی کتاب خدا نے اتاری کیا مجال ہے کسی بشر کی جو ایک
 فقرہ اُسکا بدل سکے خواہ اُس میں کمی بیشی کر سکے اور فوراً پہچان نہ جائے
 اور یہ شناخت ایسی بدیہی اور باعتراف تمام علمای علم بلاغت پابند
 مذہب اور لامذہب کی وجدانی اور ذوقی ہے کہ جو لوگ زبان عرب
 بھی نہیں جانتے اور قرآن کے معنی اور وجوہ بلاغت سے بھی
 بالکل جاہل ہیں مگر قرآن کا روان پڑھ لیتے ہیں اگر کسی جگہ نہایت
 فصیح اور بلیغ عبارت انسانی کا کوئی فقرہ ملا کر اُنکو پڑھنے کو دیا جائے
 فوراً کہہ دیں گے کہ یہ فقرہ تو قرآن کا نہیں ہے اور کہہ ہی اُنکا ذوق

سلیم اوسکو آیت قرآنی ہونا تجویز نہ کرے گا اسکے فوائد غیر متناہی اس قدر
 ہوئے کہ قرآن مجید کے لاکھوں کروڑوں نسخہ ایک ہی عبارت سے
 تمام دنیا میں پھیلتے چلے جاتے ہیں جیسے آفتاب اور ماہتاب طرز واحد
 پر ہمو اپنی چمک دکھلا رہا ہے اسی طرح ہمارا یہ نورانی آفتاب ہمو
 دلی روشنی دی رہا ہے چوتھا سبب جس طرح سائنس کی ترقی
 بے انداز ہو رہی ہے ازاں جملہ علم آواز کے قواعد بھی روز افزون دریا
 ہوتے جاتے ہیں اور علم مخارج حروف کے قواعد بھی ترقی پذیر ہونے
 کے لائق ہیں مین ہندی موسیقی کے اصول پر بنا کر کے اس وقت دو چار
 باتیں متعلق حروف تہجی کے آواز ہائے مناسب سے جسکو سرگم کہنا چاہئے
 بیان کرتا ہوں اور جائز ناجائز ہونا اوسکو ہمارے اس بیان میں کچھ
 دخل نہیں ہے مگر افسوس ہے کہ ان سے لاؤن اس وقت میان امیر علی
 سوز بنانے والے نایک جگت استاد لکھنوی کو اور شیخ عطا صاحب
 جن کی سوز دہرپت انگ کے ہوتی تھی اور نواب حسین علی خان صاحب
 جنکے سوز پٹہ انگ کے مثل شوری موجد ٹپہ کے ہیں یا میان مہدی بخش
 جو شاگرد میان امیر علی کے تھے جنکو سردارنگ چھیلے محمد شاہ دہلوی موجد

خیال کا ثانی کہنا چاہئے اُن لوگوں کے ذوق سلیم پر جو الفاظ کسی مسدس
 اور رباعی کے مناسب گوری اور بھیری اور پیلو اور جنگلہ پرچ کہاج
 اور ہمیر سیندورہ چھایا کالنگڑہ اور بھاگ کے سرم سے تھے اُسی راگنی کا
 سوز اُسکا بنایا ہے اور جو الفاظ کسی مسدس کے سری راگ اور ہندول
 اور مالکوس یا بھیر و ن راگ سے مناسب تھے اُن کی اوسطیج کی
 سوز بناتے تھے اور بعض جگہ تبدیل الفاظ بھی کر دیتے تھے چنانچہ
 مرزا فصیح مرحوم کے مرثیہ کا مطلع سے صفت آرائی ہوئی جب کر بلا میں فوج
 شامی کی + اسکا سوز بھیری کامیان امیر علی نے بنایا اور ٹیپ میں
 اصلاح دی اسیوجہ سے مرزا فصیح نے اپنا کلام اونکو دینا چھوڑ دیا اگرچہ
 اُنکے استاد شیخ ناسخ نے پوری سفارش ہی کی اس قاعدہ کا سمجھانا
 اور اسکی تصدیق کراانی آج مجھے دشوار ہے ہاں جسکو ہزار پانسو سوز
 یاد ہوں اور نشست الفاظ کی مناسبت راگ گنی کے سرونے جاوہ سمجھ
 سکتا ہے تاہم میں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہمارے بنی صلحہ نے تغنی فی
 القرآن کو جو حرام فرمادیا یعنی قرآن کو کسی راگنی خواہ راگ اور دہن
 اور کسی مقام عجم وغیرہ میں منجملہ بارہ مقاموں کے پڑھنا حرام کر دیا اوسکا

ایک سبب شاید یہ بھی ہے کہ ہلو پورا علم اسکا نہیں ہے کہ یہ آیت اپنے
حروف کیوجہ سے براہ قواعد موسیقی کو لسنی الحسن کے لایق ہے ایسا نہ
جاہل کسے دوسرے لحن سے پڑھکر اسکے بعض حروف کو تبدیل کر نیکی
لائق سمجھے اور گناہ گار ہو ہاں مخارج حروف کا علم اگر چہ اوسکو بھی
پوری طور سے ہم نہیں جان چکے اور جن مخرجون کی تقدیم اور تاخیر اور
نظم صحیح پر حروف کے مرکب ہونے سے لفظ کی فصاحت پیدا ہوتی ہے
اسکے اصول سے تو گویا ہم بالکل بے خبر ہیں بلکہ اکثر علمای علم بلاغت
اسکے منکر ہیں تاہم ہمارے قرآن کے جسطہ الفاظ ہیں انکے حروف کا
نظم اور تقدیم تاخیر اور اسطرح ربط الفاظ کے با دیگرے ایسے عمدہ
اسلوب سے فرمایا ہے کہ ہرگز کوئی اونکو غیر فصیح نہیں کہہ سکتا ہے
(کیاراً) اور (ضیئے) کو بعض متعصبان عرب نے غیر فصیح کہا تھا پھر
آخر کیا ہوا جب وہ صحرا میں بوڑھا دوڑا گیا خود ہی بے ساختہ شینخا
کیاراً پکارنے لگا اور قسمتہ ضیئے ہی بول ہی اٹھایا چوان سبب
جو معجزہ فرض کروا سکے اقرار اور انکار کرنے کے اسباب اور دواعی
جاہل اور عالم نابینا اور بینا گونگے اور بہرے اور فلسفی وغیر فلسفی

ہر ایک کو کسی وجہ خاص سے (علاوہ تعصب اور عناد اور علاوہ تسلیم
 اور اعتقاد کے) ہوتی ہیں اور جب کوئی آزاد خیال ہوا و سوقت قول
 اُسکا البتہ حق اور ناحق کے ثبوت میں کافی دلیل ہوتا ہے لہذا
 معجزہ دائمی جو ہمیشہ برقرار رہے اُس میں ایسے صفات اور خوارق
 عادات کا فراہم ہونا ضرور ہے کہ ہر شخص کو بقدر اوسکے فہم اور شعور اور
 ادراک کے ایسے امور اُس میں تسلیم کرنی پڑیں جو طاقت بشری سے
 ہمیشہ باہر ہوں اور کسی زمانہ میں کیسا ہی انکار اور الحاد اور خصومت
 قرآن سے لوگ زیادہ کریں کوئی خلل نہ لفظی نہ معنوی نہ تاریخی نہ
 عقلی اُس میں ثابت کر سکیں اور یہ سب اوصاف ہمارے قرآن
 میں موجود ہیں اور اگر کسی نے براہ تعصب اُسکی فصاحت یا بلاغت
 یا تاریخی یا حسابی یا مسئلہ طبعی یا جیالوجی وغیرہ مضمون کی غلطی خواہ
 پیشین گوئیوں کی مخالفت ثابت کرنی چاہے جیسے سید احمد خان
 صاحب اپنی تفسیر میں کرتے ہیں فوراً ہم نے اُس شخص کی غلطی ثابت
 کر دی دیکھو تنزیہ القرآن وغیرہ کتب اور ہماری کتاب انصار الاسلام
 کو چھٹا سبب جس قدر کتب انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں ہیں بقول

جان ڈیون پوٹ اور گین صنا اور کو مپ صنا کوئی کتاب بجز
 قرآن کے ایسی نہیں ہے جسکو پورا کلام خدا یا کلام نبی اللہ کہہ سکیں اور
 نہ کوئی کتاب مذہب اور اخلاق اور سیاست مدن تجارت عدالت
 انصاف جزائز انجات روحانی اور صحت جسمانی اور حقوق شخصی اور
 نوعی سب پر بجز قرآن کے شامل ہے اور جب ذکر خدا اُس میں آئے
 بڑی عزت اور احترام سے اور پاکی خدا کے عیوب سے آیا ہوا اور جملہ
 خیالات باطلہ اور عیوب اور شہوات انسانی سے خدا کو منسوب نہ کیا ہو
 سالوات سبب قرآن مجید میں علاوہ اسکے فصاحت اور بلاغت
 اور جامع الفوائد ہونے کے شفاۓ امراض جسمانی اور روحانی ہی
 بطور معجزہ کے موجود ہے فیہ شفاء للناس اور یہ ایسی بات ہے جسکو
 پورا تعلق اصول علم خواص الحروف سے ہے اگرچہ علمای ظاہر میں
 خواص حروف کے منکر ہیں اور انکار اور انکار کا مثل انکار دیگر چاروں
 علوم اسرار کے محض نادانی اور جہالت سے ہے اسوقت ہمو اُن سے
 کچھ بحث نہیں ہے ہاں جو لوگ علم خواص حروف کو مان چکے ہیں اُن سے
 رومی سخن کر کے ہم کہتے ہیں آیا یہ خبر دہی خدا کی کہ قرآن سے شفاۓ

امراض ہوتی ہے آپکی راہی اور تجربہ میں درست ہے یا نہیں کیا سورہ
 فاتحہ میں کوئی حرف ظلمانی نہونے سے اسکو ایسے کلام پر جو بالکل حرف
 ظلمانی سے مرکب ہو یا کچھ حروف نورانی اور کچھ ظلمانی اس میں ہون
 پوری تفصیل نہوگی اور کیا دونوایۃ القلب کو جو ۲۸ حروف ابجدی
 پر شامل ہیں منجملہ آیات قرآن کے جملہ خواص حروف کامرکز قرارندوگے
 ایسی طرح ہزاروں فوائد شفاہی امراض جو آیات قرآنی کے ہمارے نبی
 اور اوصیاء نبی نے بیان فرمائی ہیں آپکے قواعد اور کلیات سے کبھی
 مخالف ہو سکتے ہیں اہل اسلام کا تو قرآن دین اور ایمان ہے غیر مسلمین
 میں ہی جو گروہ علوم اسرار حروف سے آگاہ ہے۔ کبھی کہہ نہیں سکتا
 ہے کہ یہ ارشاد ہمارے خدا کا اور یہ خواص فرمودہ نبی اللہ کے
 نسبت آیات اور سورتہاے قرآن کے غلط ہیں۔ اور اسی کو ہم معجزہ
 کہتے ہیں۔ اگر کوئی متعصب یہ اعتراض کرے کہ منتر جستر جن میں تیتا
 میتا لو نا چماری کا نام لیا جاتا ہے وہ بھی تو ایسے ہی خواص پر شامل ہیں
 اوسکا جواب یہ ہے کہ ہاں درست ہے مگر انکے پڑھنے سے آدمی کافر
 اور مشرک بیدین ہو جاتا ہے چنانچہ ہمارا قرآن اسکی خبر دیتا ہے۔

ہاروت و ماروت کے قصہ میں وارد ہے وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ
 يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ مطلب یہ ہے کہ ہاروت و ماروت
 کسی کو تعلیم عمل البغض کی نہیں کرتے مگر پہلے اُس سے یہ کہہ دیتے
 ہیں کہ ہم کو خدا نے امتحان اور آزمائش کی غرض سے مقرر کیا ہے۔
 تو ہم سے اُن باتوں کو سیکھ کر کافر نہ ہو۔ اب ہمارے پروردگار کو ہماری
 پرورش کی نظر سے ضرورت اسکی تھی کہ ایک ایسا کلام یا اثر ہو جو تعلیم
 فرمائے کہ بغض محال اگر ہمارے وہی اغراض جو کلمات کفر اور شرک
 پڑھنے سے برآمد ہوتے اُس کلام پاک سے پورے ہون جسکے پڑھنے
 سے ہمارا دین بھی بچتا ہو جائے اور وہ اغراض بھی پورے ہوں
 اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔ اور یہ سبب داعی الیسا جامع فوائد خلایق کا
 ہے جسکے بیان میں بڑی بڑی طولانی کتابیں علمای علم خواص حروف نے
 بقدر اپنے فہم اور تجربات کے لکھ ڈالی ہیں۔ تاہم قطرۃ ازدریا ان
 فوائد کا بیان نہ ہو سکا ہاروت و ماروت کے قصہ میں جو سید احمد
 خان صاحب نے شبہہ کیا ہے اُسکا جواب جداگانہ ہم لکھیں گے انشاء اللہ
 اٹھوالن سبب جو عبارت اور جو کلام کسی زبان کا فرض کرو فارسی

عربی ترکی۔ انگریزی۔ اردو جب اُس میں صنایع معنوی اور صنایع
 لفظی (جنکا بیان علم بدیع میں ہوتا ہے جیسے تخبیس خطمی یا قلمب جز
 اور قلب کل اور قافیہ اور جج وغیرہ) کا لحاظ کیا جائے گا ضرور اس
 کلام میں وہ درجہ فصاحت کا جسکو آمد طبع کہتے ہیں باقی نہ رہے گا
 اور آورو یعنی تکلف اور بناوٹ پیدا ہو جائی گی اور خو گیری بہر تہ
 سے معلوم ہوگی قرآن مجید کے نازل کرنے سے یہ معجزہ خدا کو ظاہر
 کرنا منظور ہوا کہ یا وجود شامل ہوئے اس عبارت کے جملہ صنایع
 لفظی اور معنوی پر و نیز باوجود شمول عبارات قرآنی کے فصاحت اور
 حکمت ہائی بشمار پر اور باوجود شمول خواص عظیمہ جن کی تفصیل علم خواص
 حروف میں کی گئی ہے اور باوجود تکرار قصص اور حکایات امتہای
 سابقہ کے یہ کلام ایسا برجستہ اور محض آمد طبع متکلم سے صادر ہوا ہے
 کہ ہرگز کسی جگہ بناوٹ اور تکلف کی بوجہ بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ اور
 جس قدر صنایع لفظی اور معنوی پر جو سورہ زیادہ شامل ہے اس قدر تکلف
 اور بناوٹ سے اسکو دوری ہو گئی ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ نوان سبب
 یہ بھی مطلوب الہی تھا کہ جو کلام اور عبارت کسی زبان میں کیوں نہ ہو

یہاں کافی ہے اور جو شبہات قرآن کے اعجاز ہونے پر دہریہ اور
یہود اور نصاریٰ اور آریہ لوگوں نے کئے ہیں انکے جوابات میں کتب
اسلامی موجود ہیں اور ہم بھی اس کتاب میں عام فہم شبہات کو رد
کر دین گے انشاء اللہ استحالة مثل کا شبہہ اگر تمکو یہ شبہہ پیدا ہو کہ
مثل تو ہر چیز کی براہ عقل محال ہے لہذا ہر نظم اور نثر کی مثل دوسرے
نظم اور نثر بنانی بھی محال ہے اب تو ہر کلام پر معجزہ کا گمان ہو سکتا
ہے قرآن کی تخصیص کیا رہی جسکو ہم معجزہ خیال کریں جواب اس کا
یہ ہے کہ جو مثل محال عقلی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بہمہ جہت
دو چیزیں تماثل اور تشابہہ رکھتے ہوں کہ ہرگز کسی طرح کی تمیز اور
فرق دونوں میں نہ ہو سکے اور یہی مثل حقیقی ہے ایسی مثل کا طلبگار
کوئی ذلیل نہیں ہو سکتا ہے چہ جائیکہ حکیم مطلق اور قرآن کا مثل
جو مطلوب ہے اس سے یہ مراد ہے کہ ہزاروں صفات متعلقہ علم
فصاحت و بلاغت اور خواص لفظی اور معنوی جن سے قرآن موصوف
ہے ان میں سے کسی ایک ہے صفت خواہ دو چار اوصاف پر
وہ مثل شامل ہو اور ایسے مثل کا محال ہونا عموماً اگر تسلیم کیا جائے

تو جملہ ابواب تشبیہ اور استعارہ اور تمثیل سب باطل ہو جائیں اور
 کوئی مثال مثل نہ ہو اور کوئی مشبہ مشبہ بہ سے مطابق نہ ہو لہذا یہ
 تشبیہ اگرچہ ماخذ اسکا قانون فلسفی ہے مگر محض مغالطہ اور عام فریبی کے
 طور پر وارد کیا گیا ہے سید احمد خالص صاحب کی تقریر معجزہ
 قرآن پر شبہ ڈالنے والی باوجود دعویٰ زبانی اسلام کے یہ ہے
 تفسیر حصہ اول جلد سیوم ص ۱۳۳ میں سید صاحب نے عجیب مضنون
 لکھا ہے کہ فصاحت اور بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر کسی کلام کا ہونا
 اسکا ثبوت نہیں ہے کہ وہ کلام خدا کا ہے بہت سے کلام انسانی
 دنیا میں موجود ہیں اور ان کا مثل آج تک نہیں ہوا (بقول
 بعض پاڈری صاحبان جیسے فارسی میں گلستان اور دیوان حافظ)
 یہ بھی سید صاحب کہتے ہیں کہ معارضہ اور طلب مثل قرآن کا کفار
 عرب سے اسکی فصاحت اور بلاغت پر نہیں چاہا گیا اور نہ ان
 آیتوں میں سے جن میں طلب مثل کا حکم ہے کسی آیت میں اشارہ
 اسکا ہے کہ فصاحت قرآن کا معجزہ ہے اخیر میں یہ بھی تسلیم کرتے
 ہیں کہ ان اسکی فصاحت اور بلاغت اسکی بے نظیر مادی ہونے کو

زیادہ روشن و مستحکم کرتی ہے میں کہتا ہوں کہ معارضہ اور
 تحدیٰ اور باعلان پکار پکار کر فرمانا ہمارے نبی کا کہ قرآن کلام خدا
 ہے ایک فقہ صحیحہ بھی اسکے مثل کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا ہے یہ بات
 بجز تاریخ کے آج ہم کسی عقلی ذریعہ سے تو ثابت نہیں کر سکتے اور تاریخ
 اہل اسلام کی سید صاحب کی رائے میں مہا بھارت اور امیر حمزہ کی
 داستان کے برابر ہے اگر تاریخ کو مانیں تو ہم علاوہ سیر و تواریخ اور
 حدیث اہل اسلام کی مسٹر کین صاحب مورخ اور مسٹر جان
 ڈیون پورٹ صاحب مورخ یورپین کے قول سے بھی ثابت
 کر دین کہ قرآن کا معجزہ فصاحت و بلاغت سے ضرور مانا گیا ہے
 اور یہ روایات متواتر ہر طبقہ میں چلی آتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اور آپ کے خلفاء راشدین یعنی جانشینوں نے اور صحابہ کرام نے اور
 علمائے اسلام تا ابد ہم ہمیشہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت سے معارضہ
 یا تحدیٰ کرتے تھے اور کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے پس جب سید صاحب
 ایسے متواتر خمر کا انکار کرتے ہیں کہ فصاحت قرآن سے معارضہ
 نہیں چاہا گیا اسکا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو ثابت کر دے کہ

آگ میں گرمی نہیں ہے اور دن کو آفتاب نہیں نکلتا ہے مگر ہزار
 غنیمت ہے کہ سید صاحب نے مطلق معارضہ کا انکار نہیں فرمایا اتنا
 اقرار تو آپ کو بھی ہے کہ معارضہ ضرور کیا گیا ہے اب اسی پر بنا کر کہ
 ہم عقلی طریقہ سے کہتے ہیں کہ معارضہ کے کیا معنی ہیں معارضہ کے معنی
 اگر کچھ ہیں کہ اپنے خصم اور مقابل سے جس بات میں اُس سے بحث
 ہو اور جس امر میں اُس سے نزاع اور خصومت ہو اور جس بات میں
 خصم کو غرّا ہو اور غرور کر رہا ہو اُسی کا مثل اُس سے طلب کیا جائے
 مثلاً دو گہری ساز اگر آپس میں اپنی دست کاری سے بحث کریں
 کہ میں اچھی گہری بناتا ہوں یا تم اُس وقت معارضہ یہی ہوگا کہ تم
 اپنی مصنوعی گہری لاؤ اور ہم اپنی لائیں دو خیاط اپنے دوخت میں
 معارضہ کرینگے دو شاعر اپنی نظم میں دو نثر اپنی نثر کی فصاحت اور
 بلاغت میں دو ہادی اور دو ریفارمر اپنے امور ہدایت میں غیرہ وغیرہ
 اب دیکھئے کہ قرآن مجید جس زمانہ میں نازل ہوا فصحاے عرب کے اور
 شعرا نظم اور نثر میں اپنی فصاحت اور بلاغت کے مدعی تھے یا اپنے
 ہادی ہونے میں اب اُسے بحکم خدا ہمارے نبی صلعم کا معارضہ کرنا

معارضہ کا یہ معنی عجیب
 اصطلاح سید صاحب کے
 یہاں ۱۲

اور یہ فرمانا کہ مجھ پر وحی الہی سے قرآن نازل ہوتا ہے اور یہ کلام خدا ہے
 اسکی فصاحت ہی کا معجزہ دلیل ہے کلام خدا ہونے پر اور اگر ایسا نہیں ہے
 یعنی کلام بشر ہے تو لاؤ مثل قرآن کے ایک سورہ یا دس سورہ یا چند
 آیتیں یہ معارضہ فصاحت میں ہوگا یا ہادی ہونے میں۔ اور ربیعہ کا
 قصہ مظاہر الحق میں مشر جان دیون پورٹ صاحب کہتے
 ہیں جو منجملہ سات شعراء عرب کے تھا جنکے قصاید سبعہ معلقہ کہلاتے ہیں
 اُس نے ایک شعر ایسا کہا تھا جسکے جواب سے شعراء عاجز تھے جب سورہ
 برات دروازہ کعبہ پر معلق کیا گیا اور ربیعہ چند آیتیں دیکھ کر متحیر ہوا اور
 کہنے لگا کہ ایسی آیات بدون وحی الہی کوئی نہیں کہہ سکتا ہے اور فوراً
 مسلمان ہو گیا۔ بہر حال قرآن کے مثل فصاحت اور بلاغت پر معارضہ
 نہ کرنا کسی کی عقل اسکو نہیں مان سکتی ہے اور یہ جو سید صاحب کو خیال
 ہوا کہ قرآن مجید کا پورا ہادی ہونا اسی میں کفار سے معارضہ کیا گیا ہے
 فصاحت میں نہیں اسکا جواب یہ ہے کیا فصاحت عرب اپنے کلام کو
 پورا ہادی ہونے کے مدعی تھے ہرگز نہیں بلکہ انکو تو غرہ اپنے فصاحت
 پر تھا ہادی اور ریفارم ہونے کا دعویٰ نہ تھا پھر اسے طلب مثل ایسے

کلام سے کرنا جو ہدایت میں پورا ہو کیونکہ درست ہو سکتا ہے فرض کرو
 کسی گہری ساز کو اگر دعوائے اپنی گہری عمدہ بنانے میں ہو اس سے ہم
 ایک عمدہ کوٹ تیار کر کے مثل طلب کریں کیا ہمارے اس فعل پر معمولی
 عقل کے آدمی بھی تمسخر نہ کریں گے کہ گہری ساز سے اور درزی کے کام
 سے کیا نسبت ہے پس شعرائے کفار سے قرآن کا مثل ہدایت میں
 کوئی کلام طلب کرنا اسکی یہی مثال ہے جیسے گہری ساز سے عمدہ کوٹ
 سیا ہوا طلب کرنا سید احمد خان صاحب اپنے اس دعوائے کے
 اثبات میں کہ قرآن کی فصاحت سے معارضہ نہیں کیا گیا ص ۳۳ مذکور
 میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ سورہ قصص میں آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا ہے
 کہ تو کافروں سے کہدے کہ کوئی کتاب جو توریت و قرآن سے زیادہ ہدایت
 کرنے والے ہو اس سے لاؤ توریت کی عبارت فصیح نہیں ہے بلکہ عام طور
 کی عبارت ہے الی قولہ پس ظاہر ہے کہ قرآن کو کیسا ہی فصیح ہو مگر جو
 معارضہ ہے وہ اسکے فصاحت و بلاغت یا اسکی عبارت کے بے نظیر ہونے پر نہیں ہے
 بلکہ اسکے بے مثل ہادی ہونے میں ہے میں کہتا ہوں کہ توریت
 کے ساتھ قرآن کا ذکر تو اسی کو چاہتا ہے کہ جس طرح توریت غیر فصیح اور معمولی

عبارت ہے قرآن ہی ویسا ہی ہے پھر سید صاحب اسکو اعلیٰ درجہ
 کی فصاحت پر کیوں فرض کرتے ہیں شاید ارادہ دلی ہی ہے کہ قرآن
 ہی معمولی عبارت ہے۔ اور آگے چلکر قرآن کا معجزہ فقط پورے ہادی
 ہونے کا جو لکھ رہے ہیں ہم سب مسلمان اسکو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ضرور
 قرآن کا معجزہ اُسکے ہادی کامل ہونے میں ہی منجملہ ہزاروں معجزات
 کے ہے اب رہا فصاحت کا معجزہ اُس پر اصرار ہم لوگوں کو اس دلیل
 سے ہے کہ جس طرح قوم سفاک اور خون ریز جاہل مُطلق عرب میں ایسا
 حکیم ادیب ایسی ہدایت کا کلام لائے جو بدون معجزہ کے نہیں ہو سکتا
 ہے اُسی طرح جو شخص اُمّی محض ہو اور فن بلاغت اور فصاحت کا
 ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو اور نہ تعلیم علم بلاغت کی اُسکو ہوئی ہو اور
 پھر ایسا فصیح اور بلیغ کلام فرمائے بدون اعجاز کے کیونکر ہو سکتا ہے
 پس اگرچہ اور آدمی کا کلام جو فصیح اور بلیغ ہو جبر یا ضمت اور شافی
 اور تعلیم اور تعلم کی ہو البتہ دلیل اس کی نہیں ہے کہ وہ کلام
 خدا کا ہے مگر محض اُمّی کا ایسا بلیغ کلام ضرور خرق عادت اور معجزہ ہے
 جو ہوائے خدا کے اور کسی طرف بواسطہ یا بلا واسطہ منسوب نہیں

ہو سکتا ہے۔ اور جب خدا کی طرف بالواسطہ یا بلا واسطہ یہ کلام
منسوب ہوا پھر کیوں سید صاحب فرماتے ہیں کہ اسکی فصاحت اور
بلاغت دلیل کلام خدا ہونے کی نہیں ہے **این گل دیگر شکفت** ہے

بوڑھا پایا اور واہ رے معجزہ قرآن سید صاحب کو ایسا جلد نشیان
عارض ہوا ابھی حصہ اول جلد سیوم کے ص ۶۳ مقدمہ دوم میں اور نیز
مقدمہ سیوم ص ۱۳۸ میں قرآن کی فصاحت کو معجزہ تسلیم کر چکے اور معجزہ
سوائی خدا کے اور کس کا کام ہے اور اب تفسیر کے حصہ اول میں اسکا

انکار کرتے ہیں ص ۱۶۳ کی عبارت یہ ہے **قوله** حسب قدر کلام الہی محمد رسول

الصلعم سے پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا اوس میں
معجزہ فصاحت مقصود نہ تھا ص ۱۶۲ مگر ہمارے پیغمبر خدا صلعم پر جو وحی نازل

ہوئی اُس میں بالذات ایک اور معجزہ فصاحت کا یہی مقصود تھا تاکہ

اسکی سی فصاحت انسان سے نہ بن سکے ص ۱۶۸ مقدمہ سیوم پھر جب ہمارے

پیغمبر خدا صلعم پر وحی نازل ہوئی اُس میں علاوہ احکام کے فصاحت کا

بھی معجزہ مقصود تھا اب اگر فصاحت کا معجزہ مقصود تھا پھر معارضہ نہ کرنا

کفار سے فصاحت قرآن پر جسکے عاجز کرنے کی غرض سے معجزہ فصاحت

قرآن میں ہے یہ کیونکر درست ہوگا ایضاً سید صاحب کا عقیدہ ہے
 کہ معجزہ دلیل ثبوت نبوت نہیں ہے دیکھو ص ۱۲۹ سے لغایت صفحہ ۱۳۰ پھر
 معجزہ قرآن محض بے فائدہ ہے بہر حال سورہ قصص کی آیت میں جو
 قرآن اور توریت کے ہادی ہونے پر معارضہ کا حکم ہے اس آیت میں
 معارضہ اور طلب مثل قرآن اور توریت کا فقط کلام ہادی کا اسی نظر سے فرمایا
 ہے کہ توریت کی فصاحت معجزہ نہیں ہے اور یہ معارضہ فصاحت عرب
 سے طلب کلام فصیح میں نہیں تھا بلکہ اہل کتاب سے جو قرآن کو کتاب
 خدا نہیں مانتے تھے اور اگر توریت میں بھی مثل قرآن کے فصاحت کا
 معجزہ ہوتا تو خاص معارضہ ہدایت کا ذکر نہ ہوتا لہذا یہ تخصیص اس آیت
 میں بوجہ ذکر توریت کے ہمراہ قرآن کے ہے اور جہاں فقط قرآن کا ذکر ہے
 وہاں فصاحت کا معارضہ نہ ماننا باوجود اقرار اعجاز فصاحت قرآن
 کے یہ کون تسلیم کرے گا۔ قرآن مجید کا یہ بھی معجزہ ہے کہ سید صاحب کے تناقض
 اقوال ہی سے اوز کا جواب پیدا ہو گیا ہے

پس تجربہ کر دیکھ درین دیر مکافات	بادرد کشان ہر کہ در افتاد براقساد
آپ صبر کیجئے تناقض کلام سید صاحب کا اور بھی بہت سا لکھنو کا انشاء اللہ	

یاد دہی ضروری ہے جو نچر شکن مثالین بہت سی دین اور اولیائے
 یہہ ثابت کر دیا کہ خلاف نچر فرضی کے یعنی خلاف قانون عادی کے ہمیشہ
 ہوا کرتا ہے اور خوارق عادات کو خدا اپنے اظہار قدرت کی نظر سے ہمیشہ
 دکھلاتا رہتا ہے کچھ بھی نہیں ہے کہ فقط انبیاء کی تصدیق ہی کی نظر
 سے خرق عادات بطور معجزہ کے ہوا اگر کسی کو یہہ شبہہ ہو کہ پھر اب نبی کی
 ہاتھ سے خرق عادات ہونا ان کی نبوت کا ثبوت کیوں ہو گا اس لئے کہ جسطرح
 ان مثالوں سے خدا کا پابند نچر نہ ہونا ثابت ہوا اسی طرح معجزہ کا
 دلیل نبوت انبیاء ہونا بھی باقی نہ رہا اور متکلمین اسلام کا جو یہہ دعویٰ
 ہے کہ خرق عادات سوای زمانہ نبی کے اور کبھی نہیں ہوتا ہے یہہ بھی
 درست باقی نہ رہا۔ اس شبہہ کے جواب میں ہم یہہ کہتے کہ خوارق عادات کا
 ظہور تین طرح پر ہوتا ہے ایک تو وہ امور جن میں انسان کا کچھ لگاؤ نہ ہو
 جیسی مثالین ہم نے اوپر بیان کی ہیں مثلاً بکری کے پیچ پیشانی پر سینگہ
 یا روٹی کا درخت وغیرہ ایسے خوارق عادات کو خدا اے قادر اپنے
 قدرت اور اختیار کے اثبات کی غرض سے ہمیشہ ظاہر کرتا ہے دوسرے
 وہ خوارق عادات جن میں آدمی کی حرکات روحانی خواہ بدنی کو دخل ہے

کے ظاہر ہوا اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں متکلمین اہل اسلام نے
 جو یہ فرمایا کہ زمانہ نبی میں ظاہر ہوا اس میں دو گروہ ہو گئے ایک نے
 تو زمانہ حیات نبی کے تخصیص کی اور دوسرے گروہ نے کہا کہ زمانہ
 نبوت نبی میں اگرچہ بعد وفات کے بھی ہوا اور یہ نزع لفظی ہے
 اسلئے کہ اگر ہمارے نبی صلعم نے بطور پیشین گوئی کے خیر دی ہو کہ میرے
 بعد میری امت کے چند اشخاص جو بصفت علم اور طہارت اور عصمت
 موصوف ہوں اُن سے ہی میری نبوت کی تصدیق میں جو خرق عادت
 صادر ہو وہ یہی میرا معجزہ ہے اب دو گروہ ۱۵۱ و ۱۵۲ معجز نما کے معجزہ
 کو اپنے نبی کا معجزہ تسلیم کریں گے ورنہ سچے نبی کی پیشین گوئی غلط ہو جائیگی
 اب معلوم ہوا کہ یہ اختلاف اہل اسلام کا ایسا نہیں ہے جس سے ایک گروہ
 دوسرے کو اسلام سے خارج تصور کرے مطلب دو نون کا واحد ہے
 میری غرض اس تنبیہ کے لکھنے سے یہی ہے کہ ہم نے دیباچہ کتاب
 کے صفحہ دوم میں جو لکھا ہے کہ ظہور خوارق عادت غیر نبی سے جو ہم
 تجویز کرتے ہیں وہ خوارق عادت قسم اول اور قسم دوم کے ہیں
 اور انکو ہم معجزہ نہیں سمجھتے۔ لہذا اگر ہم تمام عجائب مخلوقات کو اور

تمامی امور خوارق عادات کو صحیح بھی مانیں اور کسی قدر کثرت وقوع
 اونکی ثابت کریں ہمارے نبی صلعم بلکہ تمامی انبیاء کی معجزہ نمائی پر اس کے
 اقرار سے کوئی شبہہ وارد نہ ہوگا۔ عام خلایق کو ایسا خیال نہ کرنا چاہئے
 کہ جب خوارق عادات کا ظہور بدون وجود نبی کے بھی ہوتا ہے پھر نبی
 کے نبوت کی تصدیق معجزہ سے کیونکر ہوگی اس لئے کہ معجزہ جیسا ہم نے
 بیان کیا وہ قسم سیوم کے خوارق عادات ہیں اور اسکی چاروں
 شرطیں بھی ہم لکھ چکے اس مطلب کو ہمارے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے
 ہر جگہ ہماری کتاب میں بکار آمد ہے ورنہ اکثر اہل اسلام کو اشتباہ
 پیدا ہوگا اور اس مطلب کو پھر ہم بحث نبوت میں لکھیں گے انشاء اللہ

واللہ ہوالہادی وبیدہ ازمتہ الایادی

باجتہاد سید احمد خان صاحب معجزہ کو ثبوت نبوت کی
 دلیل نہیں مانتے ہیں جیسے قاضی ابن الرشید صاحب
 چونکہ نچر کے بیان کے ساتھ معجزہ کا ذکر بھی مجبوری ہو کر نا پڑا اور سید
 صاحب کے اقوال بہ نسبت انکار معجزہ قرآن کے بھی گزشتہ باب میں باضطرار
 ہم نے لکھی اب ہم نے تفسیر سورۃ الم البقرة ۱۲۹ میں دیکھا تو سید صاحب

کہتے ہیں۔ معجزہ ثبوت نبوت کے کیونکر دلیل ہو سکتا ہے۔ اثبات

نبوت کے لئے اول خدا کا وجود اور اس کا متکلم ہونا اور اُس میں اپنے

ارادہ سے کام کرنے کی قدرت کا ہونا اور اس کو تمام بندوں کا مالک

ہونا ثابت کرنا چاہئے (۲) پھر اُس کا ثبوت چاہئے کہ وہ اپنی طرف سے

رسول اور پیغمبر بھیجا کرتا ہے (۳) پھر یہ ثابت ہونا چاہئے کہ جو شخص

دعوے نبوت کرتا ہے وہ درحقیقت اُس کا بھیجا ہوا ہے۔ ہم پہلے

دو باتوں سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں

ایسے مقامات پر اکثر اہل کتاب مخاطب ہیں جو ان دونوں پہلی باتوں کو

مانتے تھے اور اس لئے معجزات سے صرف تیسری بات کا ثابت کرنا مقصود

ہوتا ہے۔ مگر وہ تیسری بات بھی معجزہ سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے

اس کے بعد سید صاحب نے ایک طولانی تقریر قاضی ابن الرشید

کی دربارہ ثبوت اپنے دعوے کے لکھی جس میں دلائل منطوق سے

بڑے زور سے دکھایا ہے کہ معجزہ سے نبوت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی

ہے اور نہ ہمارے نبی صلعم نے کسی شخص کو معجزہ دکھلا کر دعوت

اسلام فرمائی بلکہ قرآن مجید سورہ بنی اسرائیل میں وارد ہے کہ جب

کفار نے آنحضرت صلعم سے معجزہ طلب کیا کہ زمین پہاڑ کر چشمہ
 پیدا کرو یا ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دو یا آسمان پر چڑھ جاؤ وغیرہ
 وغیرہ اسکے جواب میں ہمارے نبی صلعم نے یہی فرمایا کہ میں ایک
 بندہ فرستادہ خدا ہوں اور کوئی معجزہ نہ دکھلایا۔ بعد پوری تقریر
 قاضی عبدالرشید کے سید صاحب نے واسطے آسانی تفہیم عوام
 کی اس پوری تقریر کا خلاصہ بھی ص ۱۳۶ میں کر دیا چنانچہ لکھتے ہیں۔
 قاضی ابن رشد نے جو اتنی بڑی بحث لکھی ہے اُسکا حال یہ ہے کہ
 اگر خدا کو موجود و مرید و متکلم و قادر مالک عباد تسلیم بھی کر لیا جاوے
 اور یہ بھی مان لیا جاوے کہ وہ رسول بھیجا کرتا ہے اور معجزات
 کا بھی وقوع قبول کر لیا جاوے تب بھی معجزات کے وقوع سے
 یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ وہ شخص خدا کا رسول ہی مختص
 طور پر اسکی دلیلتیں ہیں (۱) جو امر کہ واقع ہوا (یعنی معجزہ) اُسکے نسبت
 اس امر کے لزوم کا ثبوت نہیں ہوتا کہ جس شخص سے وہ واقع ہو وہ
 رسول ہوتا ہے (۲) کوئی خرق عادت ایسی معلوم نہیں ہے جو بطور
 خاصہ رسولوں سے مخصوص ہو (۳) کچھ ثبوت نہیں کہ خرق عادت سے

رسالت کو کیا تعلق ہے (۴) اسکا ثبوت نہیں ہوتا کہ اسکا وقوع

قانون قدرت کے مطابق نہیں ہوا کیونکہ بہت سے عجائبات اب

بھی ایسے ظاہر ہوتے ہیں جو فی الحقیقت انکا وقوع قانون قدرت

کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون لامعلوم ہے (۵) اسکا کچھ ثبوت

نہیں ہوتا کہ جو امر واقع ہوا وہ خواص نفس انسانی سے جو ہر ایک

انسان میں ہے کچھ تعلق نہیں رکھتا ہے (۶) غیر انبیاء سے جو امور

خرق عادت کے واقع ہوتے ہیں ان دونوں میں کوئی مابہ الامتیاز

نہیں ہے (۷) یہاں تک کہ اہل ہنر سے جو امور واقع ہوتے ہیں ان میں

و خرق عادت میں امتیاز نہایت مشکل ہے میں کہتا ہوں کہ سیدنا

نے اپنے دعوے پر دلیل قاضی ابن الرشید کے کلام سے لکھی بقول

شاعر

خوشرآن باشد کہ سہر دل بران | گفتہ آید در حدیث دیگران

اور چونکہ بلارد و انکار اس دلیل کو پسند ہی کیا ہے لہذا ناظرین کو

یہ شبہ نہ ہو کہ سید صاحب تو دوسرے کا قول نقل کرتے ہیں

اب ہم اس دعوے اور دلیل پر غور کریں کہ آخر کہاں تک درست

یا نادرست ہے خدا کا وجود اور اس کے صفات کا ثبوت منکر بنی خدا
 کے مقابلہ میں کیا جائے گا اور نبی کی ضرورت کو سید صاحب
 یقینین الکلام مقدمہ اولی ص ۱۵۶ و ص ۱۵۷ میں خود ثابت کر چکے پھر یہاں
 سید صاحب کو اسکے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے شاید عقیدہ کا اظہار
 فقط زبانی تھا قلبی نہ تھا۔ پھر حال جو شخص منکر خدا اور منکر ضرورت
 نبوت ہو اسکو لازم ہے کہ پہلے وجود خدا اور ضرورت نبی پر بحث
 کرے جب یہ دونوں امر اوپر ثابت ہو جائیں اب نبی کی شناخت
 کا مسئلہ اسکو سمجھانا چاہئے پھر اسوقت ہم کو تو فقط معجزہ و دلیل نبوت
 ہونے کے انکار پر پورا کلام کرنا لازم ہے جسکا انکار سید صاحب
 کر رہے ہیں سید صاحب اور قاضی عبدالرشید صاحب چونکہ نبی
 کی ضرورت کو مانتے ہیں اُن سے ہم یہی پوچھیں گے کہ جب نبی کا آنا
 ضرور ہے تو ہم کو نبی کا پہچانا نہ ہی ضروری ہے اور شناخت نبی
 کا ذریعہ ایسا قوی اور سچا ہونا لازم ہے کہ پھر کسی طرح کا شبہہ ہم کو
 نبی کے شناخت میں باقی نہ رہے ہم اپنی چند روزہ زندگی کے
 دنیوی امور میں ہی جب کسی غیر کے قول پر اعتماد کرتے ہیں مثلاً

علاج امراض خواہ مقدمات ریاست اور داد و ستد میں تباہی
 ہم طبیب یا ڈاکٹر یا وکیل یا دلال معتمد کو پہلے قابل اطمینان کے
 ہم بھونچا لیتے ہیں تب اُس سے اپنا کام لیتے ہیں اور نبی سے
 تو ہمارے دین کا معاملہ ہے جو حیات ابدی کا ذریعہ ہے اوسکی
 پوری شناخت میں ہم کو بشرط عقیدہ مذہبی سب سے زیادہ احتیاط
 کرنی لازم ہے۔ اب ذریعہ شناخت نبی کو معلوم کرنا ضرور ہے
 کہ ایسی کوئی سچی بات ہو جو کبھی خطانہ کرے اور کوئی شبہ کبھی ازل
 سے ابد تک اُس پر وارد نہ ہوتا کہ ہم نبی کو پہچان کر اُسکے ارشاد کو
 ارشاد خدا سمجھا کریں۔ یہ ذریعہ شناخت اگر ایسا ہے کہ انسانی طاقت
 سے کوئی اور غیر نبی اُس سے موصوف ہو سکتا ہے اور معلومات انسانی
 جو روزانہ ترقی پر ہیں اون کی ذریعہ سے غیر نبی بھی آج خواہ کسی
 زمانہ میں وہی فعل کر سکتا ہے پھر تو ہرگز یہ ذریعہ شناخت قابل
 اطمینان نہ ہوگا اور اگر یہ ذریعہ ایسا ہے کہ سوائے نبی کے کسی
 مخلوق الہی سے کبھی وہ کام ہو نہیں سکتا بلکہ تمام افراد بشر اُسکے
 کرنے سے عاجز ہیں ایسا ذریعہ البتہ نبی کی نبوت پر دلیل ہے اور

نبی کی شناخت بھی اُس سے پورے طور سے ہوگی اور اسی کو ہم معجزہ
 کہتے ہیں خلاصہ یہ ہوا کہ معجزہ کے سوا اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے
 جس سے نبی کی شناخت ہو پھر وہ ذریعہ شناخت دو حال سے خالی
 نہیں ہے یا تو اُن صفات بشری سے ہو جسے آدمی موصوف ہو سکتا ہے
 جیسے جسمانی صفات کہ زور قوت جسمانی نبی میں ایسی ہو جو کسی بشر
 میں نہ ہو سکے یا تیز رفتاری خواہ تیز نظری کہ پیش رو اور پس پشت
 خواہ اندھیرے میں ہی مثل اُجائے کے دیکھتا ہو خواہ اور قوت ہا
 جسمانی مثلاً بے لکھے پڑے ہر ایک خط کو لکھنے ہی سکے اور پڑھ بھی سکے
 اگرچہ اسکا ثبوت کہ ہرگز اسے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا ہے اور
 محض اُمّی ہے بہت دُشوار ہے اسی طرح دیگر افعال جسمانی جو ریاضت
 سے بڑھتے ہیں اُن میں بھی سوای اُن لوگوں کے جو نبی کے ہم صحبت
 ہوں عام لوگ ہرگز پورا یقین نہ کر سکیں گے اور شناخت نبی کی ایسی علامت
 سے درکار ہے جسکو عام لوگ تسلیم کر لیں۔ پھر جب خواص جسمانی کا یہ
 حال ہے کہ اولکا ذریعہ شناخت نبوت ہونا عام طور سے مشکوک ہوا
 مگر خاص لوگوں کو البتہ ایسے امور سے شناخت نبوت کی ہو سکتی ہے

پھر بھی شبہ رہے گا کہ شاید آئندہ ایسی قوت اور ایسے صفات جسمانی
 اور کسی میں پائے جائیں جو نبی نہو آب اخلاق کو لیجئے چونکہ اچھے اخلاق
 مثلاً سچا ہونا سخی ہونا امین ہونا پاکباز ہونا حلیم اور شجاع ہونا وغیرہ
 وغیرہ یہ سب امور اختیاری ہیں اور ہمیشہ انکے بدلنے کا آدمی کو
 اختیار ہے جب تک آدمی زندہ ہے ضرور اندیشہ اسکا ہے کہ سچا
 سچا کہی جھوٹ بھی بولے اور بڑا امانت دار کہی خیانت ہی
 کرے پھر ہمو اخلاق کے ذریعہ سے شناخت نبی برحق ہونے کی
 کیونکر ہو سکتی ہے جب تک اسکا اطمینان کسی اور دلیل سے نہو جا
 کہ اس شخص کے اخلاق ہمیشہ اچھے رہیں گے خراب نہوں گے اور یہ
 وہی عہمت ہے اور معصوم ہونا ہی معجزہ ہے جو محتاج ثبوت میں کسی اور
 دلیل کا ہے کیونکہ بہت سے فریبی آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بغرض
 مکر و فریب وہی کیسی اخلاق اپنے درست کر لیتے ہیں اور ادھر مطلب
 ہو گیا اور پھر بد اخلاقی شروع کی۔ ہم فلاسفہ اخلاقی کے نظائر کسی
 باب میں لکھیں گے کہ باوجود کمال علم اور عمل اخلاقی کے آخر کار کیسے
 بد اخلاق اور بے تہذیب ہو گئے اب ذرا کمال علم اور عقل کو فرض کیجئے

اگر کوئی شخص اعلیٰ درجہ کے علم اور عقل پر ہو کہ بجز الہام کے (جس کا ثبوت
 مشکل ہے) اور کسی طرح آدمی اس درجہ علم پر نہیں پہنچ سکتا ہے یہ
 دعوے بھی ہمارا ایسا ہے کہ شاید عام طور پر مسلم ہوگا عقل اور علم کے
 مراتب کا تفاوت کہلی ہوئی بات ہے۔ اور پھر اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ
 نبی میں ایسی قوت علمی ہوتی ہے کہ کسی بات کے جواب میں عاجز نہیں
 ہوتا ہے اور کیسا ہی سخت سوال کیا جائے صحیح جواب دے سکتا ہے
 پھر تو معجزہ یہ بھی ہوگا اور اسی سے نبوت ثابت ہوگی اور خرق
 عادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔ مگر منکر اور مخالف نبوت کو پھر بھی
 گنجائش باقی ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ شاید یہ نبی آئندہ کسی سوال
 کے جواب میں عاجز ہو جائے اس لئے کہ اُسکے عاجز نہ ہونے کی کوئی
 دلیل عقلی نہیں قائم ہوئی بہت سے آدمی حاضر جواب اور ہمہ دان ایسے
 ہوتے ہیں کہ مدتوں جواب دہی کر چکے اور کسی وقت عاجز بھی ہو جاتے
 ہیں۔ اب رہا یہ خیال کہ تمام قوت ہائے جسمانی اور روحانی اخلاقی
 اور علمی کا ذات نبی میں جمع ہونا بھی ذریعہ شناخت اُسکے نبوت کا
 ہے اگر ایسا فرض کیا جائے پھر تو یہ بھی وہی خرق عادت اور معجزہ

ہوگا اور اگر خدا عجاز کو نہ چھوئے گا پھر وہی احتمال اور وہی شک
 باقی رہے گا اب ناچار ہم کو شناخت نبی میں یہی کہتا اور اسی کا
 اعتقاد کرنا ضرور ہوگا کہ جو فعل یا وصف نبی میں ہو غیر نبی میں اُسکا
 ہونا ممکن نہ ہو اور کوئی دلیل عقلی ہی اُس پر قائم ہو کہ غیر نبی میں یہ بات
 ممکن نہیں ہے اور جب کوئی فعل کسی نبی کا ایسا ہو کہ معلوم ہوگا
 جسکو کسی غیر نبی نے اوسط طرح سے کر دیا ہو جس طرح نبی نے کیا تھا ہم
 اُس فعل کو علامت نبوت اور خواص انبیاء سے نہ کہیں گے بلکہ وہ فعل
 افعال مشترکہ انسانی سے ہوگا مثلاً حضرت عیسیٰ کا مردہ کو زندہ کر دینا
 یا کور مادر زاد کو جسکے دونوں آنکھیں چہرہ پر نہ ہوں محض بذریعہ دعا
 کے بینا کر دینا کہ دونوں آنکھیں پیدا ہو جائیں خواہ مبروص یعنی جسکو
 برص حقیقی ہو (نہ وضع جسکو اطباء برص غیر حقیقی کہتے ہیں) فقط ہاتھ
 پھیر کر برص کو دور کر دینا اگر یہ خوارق عادات حضرت عیسیٰ کے
 صحیح ہی مانی جائیں چونکہ ممکن ہے کہ ترقی علم طب جسمانی یا روحانی
 سے ہم بھی اونکو کر سکیں لہذا ان خوارق عادات کو ہم خاص لوع ازم
 نبوت سے نہ کہیں گے جب تک کوئی ایسی قید نہ لگائیں کہ دوسرا آدمی

غیر بنی کہہ ہی اونکو نکر کے بہت بڑی تحقیق حکماء دیندار پابند فلسفہ
 الہی نے کر کے یہی رائے اپنی پختہ ظاہر کر دی کہ بنی کے اظہار خرق
 عادت اور غیر بنی کے خرق عادت میں فرق اگر ہے تو فقط یہی ہے
 کہ بنی متحدی یعنی دعوائے نبوت کر کے اپنے دعوئے کی تصدیق خرق
 عادت سے کرتا ہے اور غیر بنی جھوٹا دعوائے نبوت کا کر کے وہی
 خرق عادت ہرگز نہیں کر سکتا ہے اور اسکی دلیل وہی ہے کہ خدا کو
 بنی میں کوئی ایسی علامت دینی ضرور ہے جس سے اسکی غیر بنی سے
 شناخت ہو جائے اب ہم مختصر طور سے کہتے ہیں کہ جب بقول سید
 صاحب مندرجہ ۵۶ مقدمہ اولی تبیین الکلام میں یہ بات مسلم ہو چکی
 کہ انسان کے نجات کو انبیاء کا آنا ضرور ہے اور ہر شخص کی شناخت
 خاص اسکی کسی ایسے ہی وصف سے ہوتی ہے جو دوسرے میں نیائی
 جائے پس بنی کی شناخت کا بھی کوئی ذریعہ بجز اسکے نہیں ہے کہ
 اُس میں ایک یا ہزار ایسے صفات ہوں جو دوسرے میں نہ پائی جائیں
 اور وہ شناخت سوائے متحدی یعنی دعوائے نبوت کر کے خرق عادت
 کرنا اور کوئی نہیں ہے پس اب نتیجہ یہی ہوا کہ بنی کی شناخت اور

نبوت کی دلیل سوائے معجزہ کے جو تجدی کر کے ہو کوئی نہیں ہے اور یہی
ثابت کرتا تھا تجدی سے کیا مراد ہے اور اسکا کیا مطلب
ہے اسکو سمجھ لینا ضرور ہے جسقدر امور خرق عادت کی دنیا
میں ہوتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے جیون جیون ترقی
ہمارے معلومات کی ہوا کرے گی ان میں کوئی بات ایسی نہیں ہے
کہ نبی اور غیر نبی کی شناخت محض اظہار خرق عادت سے ہم کر لیں اور شناخت
نبی کی ہمو ضرورت جن وجوہ سے ہے اسکو خاص باب ضرورت
نبی میں ہم نے بیان کر دیا ہے سید احمد خان صاحب ورقاضی
ابن الرشید صاحب جو کہ نبی کی ضرورت کو بظاہر تسلیم کر چکے ہیں
انیر ہمو ضرورت آمد نبی کے دلائل ظاہر کرنے کی حاجت نہیں ہر حال
جب خرق عادت ایسی بات ہے کہ ہمیشہ نبی اور غیر نبی سب سے ہوا
کرتی ہے اسکا انکار وہی شخص کرے گا جو کہے کہ دن کو آفتاب نہیں
نکلتا ہے اب فلاسفہ مذہبی یعنی متکلمین نے عموماً ایسا خیال کیا کہ
دنیا میں ہر ایک علم اور فن کے جاننے والے کی فطرت نے یہی شناخت
رکھی ہے کہ جس علم ہر کا جو شخص مدعی ہو اپنے دعوے کے ہمراہ کوئی

ایسا ثبوت بھی پیش کرے جس سے اُسکا دعویٰ سچا ہو جائے
 گہری ساز کو لازم ہے کوئی اپنی مصنوعی گہری پیش کرے نوکری کی
 ہیدوار کو لازم ہے جس عہدہ کا طالب ہے اُس کی سند حاضر کرے
 بی اے ایم اے درجہ کے پاس شدہ کو لازم ہے کسی کالج کا
 سرٹیفکیٹ دکھلائے اسے طرح بلا تشبیہ نبی کو بھی لازم ہے اپنے
 نبوت کی کوئی دلیل بروقت دعویٰ نبوت کے پیش کرے پھر چونکہ
 عموماً لوگوں کے دعویٰ علم و ہنر کی سند لانے میں دو صورتیں ہوتی
 ہیں کہیں تو کسی شخص کا دعویٰ فقط اپنے اظہار لیاقت کا ہوتا ہے
 اور کہیں کسی دوسرے پر اپنی فوقیت اور اپنا غلبہ ظاہر کرنا اور
 دوسرے کو اپنے سے ناقص اور کم ثابت کرنا منظور نہیں ہوتا اور
 کہیں یہی غرض ہوتی ہے کہ مجھے بڑھ کر فلان گہری ساز یا مجھے بڑھ کر
 دنیا میں کوئی ایسا کیمسٹ یا ڈاکٹر نہیں ہے اُسوقت تحدی کے
 پورے معنی صادق آتے ہیں عرب کہتے ہیں تَحَدَّيْتُ فُلَانًا اِذَا بَارَيْتَهُ
 وَ نَاذَعْتُهُ فِي فَعْلٍ یعنی فلان شخص سے ہم نے جھگڑا اور مباحثہ کیا کہ
 جس کام کو تم کرتے ہو ہم تم سے اچھا کرتے ہیں اور تم پر ہم کو غلبہ ہے

اب چونکہ نبی اللہ کا دعوے یہ ہوتا ہے کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں
 اور کوئی اس وقت میرا ثانی تملو گون میں نہیں ہے اور جو سند میں اپنے
 سچے نبی ہونے کے کسی خرق عادت وغیرہ سے لایا ہوں کوئی آدمی
 تم میں سے اوسکو نہیں کر سکتا ہے اور حکم خدا یہی ہے کہ میرے
 خرق عادت کے مقابلہ میں کسی کو اوسکے کرنے پر قدرت نہ ہے گی
 لہذا اوس نبی کی سچائی محض اس خرق عادت کے اظہار سے نہو گی
 بلکہ امت کا اوس وقت عاجز ہونا ایسے خرق عادت کے کرنے سے یہی
 بڑی دلیل نبی کے سچائی پر ہو گی۔ پس نبی کا اظہار خرق عادت کر کے
 یہہ دعوے کرنا کہ تم لوگون سے قدرت ظاہر کرنے اس خرق عادت
 کے خدا نے میرے مقابلہ میں چھین لی ہے اگر صحیح ہے تو ہرگز کسی
 کی مجال نہیں کہ اُس وقت ایسے خرق عادت پر قادر ہو اور اگر قادر ہوگا
 تو نبی کا دعوے غلط ہو جائے گا اور ہرگز اوسکو ہم نبی نہ مانیں گے
 اگرچہ وہی خرق عادت دوسرے وقت ہم سے ہوتی ہو اب معلوم
 ہوا کہ تحدی کر کے اگر نبی اللہ خرق عادت نہ کریں یا اسی کو دوسرا
 غیر نبی کرے تو اونکے دعوے کی صداقت کبھی نہ ہو گی یہ بات

جو خرق عادت ہم سے ہوتی ہے اُس سے ہماری قدرت بمقابلہ
 نبی کے کیونکر اوٹھ سکتی ہے۔ یعنی خدا کو اختیار نہیں ہے کہ ہماری
 قدرت کو ہمارے اختیار میں امور میں باطل کر دے یہ بات جو
 شخص خدا کو قادر مطلق مان چکا ہے وہ کہہ ہی نہ کہے گا اور منکر خدا
 کے چپ کرنے کو پہلے خدا کا وجود اور اوسکا اختیار ثابت کرنا ہوگا
 یہ بحث نبوت کے مسئلہ سے پہلے طے کرنی چاہئے۔ پھر جس طرح نبی کے
 مقابلہ میں غیر نبی خرق عادت کرنے پر قادر نہیں ہے جسکو نبی نے اپنے
 نبوت کے ثبوت میں دکھلایا ہے اسی طرح کوئی شخص جھوٹا دعویٰ
 نبوت کا کر کے ہرگز کسی خرق عادت کے اظہار پر قادر نہیں ہے اسلئے
 کہ اگر ایسا ہو تو جھوٹا نبی اور سچا نبی دونو برابر ہو جائیں اور
 قانون قدرت جو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کرنے کا جاری ہے
 پلٹ جائے اور انتظام عالم خراب ہو جائے۔ اگر جھوٹے کو قدرت
 سچا کرتی ہے تو سچے کو جھوٹا بھی کر سکتی ہے اور دونو امر کوئی
 عاقل آدمی قدرت اور فطرت کے قانون سے پسند نہ کرے گا قاضی
 ابن الرشید کہتے ہیں اور جو شخص رسول نہیں ہے اور وہ یہ دعویٰ

فہم و ہمین و ہمین

کر کے کہ میں رسول ہوں شے معجز کو دکھانا چاہیے تو نہ کھا سکے گا۔

یہ ایک ایسی بات ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے نہ تو اس کا نشان

منقولات میں پایا جاتا ہے اور نہ عقل سے معلوم ہو سکتا ہے دیکھو

۱۳۴ تفسیر الم بقرہ سید احمد خان کو میں کہتا ہوں کہ عقلی دلیل

تو ہم نے بیان کر دی کہ اگر جھوٹا شخص دعوتِ نبوت کر کے کوئی

خرق عادت دکھلا سکے تو خدا پر یہی پورا الزام ہو گا کہ اپنے بند و نوکو

دھوکھا دے رہا ہے اور غیر نبی کو نبی ثابت کر رہا ہے اور فریب

دہی خدا کا کام نہیں ہے یہی نقلی دلیل اس کو ہم آئندہ قرآن

مجید سے لکھیں گے ذرا صبر کیجئے قاضی ابن رشد کا قول سید

احمد خان صاحب یوں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے نہ کسی ایک

شخص اور نہ کسی ایک گروہ کے ایمان پر دعوت کرتے وقت یہ نہیں

کیا کہ اس سے پہلے اس کے سامنے کوئی خرق عادت کے ہوا اور ایک

چیز کو دوسری چیز میں بدل دیا ہو یعنی لکڑی کا سانپ اور سانپ

کی لکڑی اور سوئے کو مٹی اور مٹی کو سونا بنادیا ہوا اور اسلام

لانے کی دعوت کی وقت کوئی کرامات اور کوئی خوارق عادت

آنحضرت صلعم سے ظاہر نہیں ہوئے اور اگر ظاہر ہوئے تو معمولی حالت
میں بغیر اسکے کہ کرامات اور خرق عادت کا دعوے کیا ہو میں کہتا
ہوں کہ سید صاحب کو نیچر کی پابندی نے یہاں تک پہنچایا کہ ہمارے
نبی کے معجزات سے قطعاً انکار کرتے ہیں اور قاضی ابن رشد کے آئین
اور اونکے پردہ میں ایسے ایسے الفاظ ارشاد کر رہے ہیں حضرت موسیٰ
کا دعوے نبوت کر کے لکڑی کو سانپ اور سانپ کو لکڑی بنانے
کا معجزہ تو قرآن میں صاف لکھا ہے اوسے پر یہ منہ زور یاں ہو رہی
ہیں بہت اچھا حضور اب آپ کو یہ معلوم رہے کہ پیغمبر کو خدا کے
حکم اور حکمت سے اسے اسے معجزہ کے دکھلانے کی ضرورت ہوتی ہے
جس امر کا چرچہ امت میں زیادہ ہوا اور حبیر فخر اور غرور آدمیوں کا
بڑھ کر خدا فراموشی اور کفر اور شرک کا غلبہ ہوا ہو۔ سحر اور جادو کا
چرچہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں زیادہ تھا لہذا ابطال سحر کا معجزہ حضرت
موسیٰ نے دکھلایا تعبیر خواب حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں اور علاج
امراض حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں اس طرح ہر نبی کو وہی معجزہ ضرورت تھا
جو اس وقت زیادہ معجز ہوا اور جس کا چرچہ امت میں زیادہ ہو فصاحت

ذرا سیل اسلام سید صاحب
کے اسلام پر جان نثاری
دیکھیں۔

اور بلاغت اور شجاعت عرب کا چرچہ ہمارے نبی کے زمانہ میں
 زیادہ تھا لہذا قرآن مجید معجز یعنی عاجز کنندہ فصحاء عرب سے
 ۲۳ برس برابر آنحضرت صلعم نے تحدی کر کے اپنی نبوت کا ثبوت
 ظاہر فرمایا اور یہ خرق عادت لکڑی کو سانپ بنانے سے خواہ
 مٹی کو سونا بنانے سے کسی طرح کم نہیں ہے کہ محض اُمّی سے ایسا
 کلام صادر ہو جسکو بڑے بڑے فصحاء اور شعرا سنکر دنگ ہوں اور
 ۲۳ برس میں ایک فقرہ ہی اُسکے مثل نہ بنا سکیں اور نہ آجتک
 بن سکا ہے۔ پس ہمارے نبی صلعم کو ایسے خرق عادت دکھلانے
 کی زیادہ ضرورت تھی جیسے عرب کے شعرا کو غرور اور فخر بڑھا ہوا تھا
 اور نیز بعد اپنے نبی برحق ثابت کرنے کے بدلیل اعجاز قرآن پھر
 دوسرا معجزہ شجاعت کا بھی اپنے خاص جہادوں میں دکھلایا جسکا
 انکار کوئی شخص آج نہیں کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا ہے
 کہ شجاعت میں اُسوقت ہمارے نبی سے بڑھ کر کوئی آدمی تھا اور
 یہ معجزہ شجاعت کا حضرت سے لیکر تا زمانہ خلافت علی ابی طالبؑ
 محاربات صفین اور نہروان اور آخر کو ۶۱ھ واقعہ کربلا میں آپ کے

فرزند امام حسینؑ نے ایسا دکھلایا جسکو مورخین یورپ بھی کس زور
 سے لکھ رہے ہیں اور یہ سب کچھ دعویٰ نبوت یا تصدیق
 نبوت ہمارے نبی صلعم کے بنا پر تھا۔ اب رہے اور معجزات ہمارے
 نبی کے جو ایک ہزار سے زیادہ اہل سیر اور مورخین لکھ رہے ہیں اور
 جنکو قاضی صاحب خواہ سید صاحب معجزہ نہیں سمجھتے ہیں ان کی
 تفصیل یہ ہے کہ چونکہ نبی الصد عام خلّاق پر بھیجے جاتے ہیں لہذا انکا
 معجزہ ہی عام طرح کا ہونا ضرور ہے ہمارے نبی صلعم جس زمانہ میں
 مبعوث برسات ہوئے ضرور وہ زمانہ جہالت کا علوم سے تہا مگر دنیا
 کبھی خالی اہل علم اور عقل سے نہیں رہتی ہے لہذا اسوقت کے
 لوگ بھی باعتبار علم اور عقل چند درجہ کے تھے عقلا اور فہمیدہ اور ذلّیل
 لوگ انکو تو فقط ہمارے نبی صلعم کا عمدہ اخلاق سے متصف ہونا اور
 باوجودیکہ صحبت میں انہیں جہال اور بد اخلاق کے حضرت کی عمر
 بسر ہوئی اور پھر کسی قسم کا اثر جہالت کا آنحضرت میں نہونا بلکہ ہر اس علم
 اور حکمت اور راست بازی اور طہارت اور جملہ صفات کاملہ اور اخلاق
 حمیدہ سے آپکا متصف ہونا بت پرستوں میں پرورش پا کر اعلیٰ درجہ

کی توحید کا اعلان فرمانا خود بخوار ظالموں کا پیدا ہو کر سر اسر رحم اور
 نرم دلی سے متصف ہونا۔ تندخوا اور بد زبانوں میں رہ کر شیریں گفتاری
 اور محض جاہلون میں رہ کر اعلیٰ درجہ کی حکمت اور علوم سے ماہر ہونا
 کہ جب کوئی بات کیسی ہی دقیق کسی علم کی پوچھی گئی ہو محل ایسا جواب
 دینا کہ عمر بہر آدمی سیکھا کرے بلکہ بڑا فلاسفر کیون نہ ہو جائے یہ بات
 اس سے ممکن اور نصیب نہ ہو الغرض کہان تک بیان کروں اور
 قرآن مجید خود گواہ کامل موجود ہے بہر حال جو لوگ علم فصاحت اور
 بلاغت اور علم تاریخ اور علم طبعی اور الہی اور سیاست منزلی اور سیا^{ست}
 ملکی اور علم آسمانی اشیاء وغیرہ وغیرہ کار کہتے تھے اونکو تو ایسے ایک
 شخص کا جسکی ولادت اور پرورش محض جہاں وغیرہ میں ہوئی ہو
 اسی پر نظر کرنے سے تصدیق اسکی ہو گئی کہ جو دعویٰ محمد صلعم اپنے
 رسالت کا کر کے ان اوصاف کو بطور خرق عادت ظاہر فرماتے ہیں
 ضرور یہ معجزہ ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور آپکی سچائی پر پوری
 دلیل یہی سب امور ہیں اور یہ وہ معجزہ ہے جسکو پورا تعلق رسالت
 سے ہے اور کسی شبہہ سے مشتبہ نہیں ہو سکتا ہے ایسے خوارق

عادات کا مجمع ذات مقدس نبوی کا ہونا اہل عقل اور فہم کو نبوت
 نبوت میں آنحضرت کے کافی ہو گیا اور ایسے لوگ جو کسی علم اور تہمت
 دستگاہ رکھتے تھے یا ذی عقل تھے سب سے پہلے وہی ایمان لائے
 انہیں میں فصیحائے عرب اور شعرا ہی داخل ہیں۔ اور اہل اسلام
 کے فلاسفہ یعنی متکلمین جو خوارق عادات میں تحدی کی شرط
 کرتے ہیں اول درجہ کی تحدی جو کی گئی وہ خوارق عادت ایسے ہی
 امور ہیں۔ پھر چونکہ عوام جہاں جسکو علمی امور سے کچھ سمجھ نہ ہو اور
 ادنیٰ درجہ کے عقل رکھتے ہوں انکو ان باریک مسائل سے کیا
 نسبت ایسے لوگ خوابان ایسے خوارق عادات کے ہوتے ہیں اور
 ہوئے بھی جسکو عام حضار جہاں ایک بڑی کرامت اور بزرگی سمجھیں
 اور انکو اسکی کیا خبر ہے کہ ایسے خرق عادت سے ہمیشہ نبوت ثابت
 ہو سکتی ہے یا نہیں انکو تو فقط تماشا دیکھنا اور ہو ہو کر دنیا منظور
 تھا اور نبی اللہ کو ہم حکیم اور مشرف بالہام ربانی ثابت کر چکے ہیں
 وہ ایسے جہاں کی درخواست کو ہمیشہ کڑی اور ناکردنی پورا کرنے پر
 کسی طرح عقلاً مجبور نہیں ہو سکتا ہے اسلئے کہ اپنی نبوت کے دلائل شمار

کو قائم کر چکا ہے۔ پہر بھی اگر کوئی مصلحت اظہار میں ایسے خوارق کے
 ہوگی شاید کز ہی دے اور ایسے معجزات ہمارے نبی صلعم کے انہیں
 لوگوں کی تسلی کی نظر سے تھی جن کی عقلیں علمی امور اور رموز حکمت
 کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور دقایق حکمت کو شریعت محمدی میں رکھے
 ہوئے ہیں جسے ہمارے کتب فقہ اور اخلاق بہرے ہوئے ہیں
 اور بعض بعض مسائل کو ہم ہی لکھیں گے۔ بہر حال عالم اور عاقل
 کو ایسے معجزات کی طلب گاری بعد ظہور ایسے خوارق عادات کے
 ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔ اب ذرا قاضی صاحب کا یہ قول سمجھنا ضرور ہے
 کہ ہمارے نبی صلعم خوارق عادات معمولی حالت میں دکھلایا کرتے تھے

معاذ اللہ میرے زبان جلیجائے اگر میں اس معمولی حالت کی پوری
 توضیح کروں اسکا تو کہلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جیسے اور بازیر ڈھٹ بند
 شعبہ باز بطور تماشا اور کہیل کے خرق عادت کو دکھلاتے ہیں
 اوسیطح معاذ اللہ ہمارے نبی صلعم نے بھی بازیر وں کی طرح تماشا
 اور کہیل اپنی معجز غالی کو کر رکھا تھا۔ قاضی صاحب اور سید صاحب
 تو مسلمان ہیں ایسا کلمہ تو انہیں کفار کی زبان پر ابھی جاری ہے

اور پہلے ہی جاری تھا جو حضرت کو ساحر اور جادوگر باز گیر کہتے تھے
 اور کہتے ہیں چنانچہ وہی آیت جسکو قاضی صاحب لکھ رہے ہیں
 اُسکا ترجمہ سید صاحب کے تفسیر میں یہ ہے دَلَّنَ نَوْمِنَ لِرَقِيَّتِكَ
 ہم اے محمد تمہارے منتر جتر پر ایمان نہ لائیں گے الخ۔ بہر حال معمولی
 حالت میں خرق عادت کا ظہور ہمارے نبی صلعم سے ہونا اسکے
 دو ہی معنی ہو سکتے ہیں یا تو یہ معنی ہیں کہ جس طرح معمولی حالت میں
 باز گیر اور شعبدہ باز خرق عادت کو ظاہر کرتے ہیں اویسی طرح ہمارے نبی
 بھی کرتے تھے اور جس طرح وہ لوگ دعوائی کرامت کر کے خرق عادت
 نہیں کرتے اسی طرح ہمارے نبی بھی اظہار خوارق عادات سے دعوے
 کرامت اور نبوت نہیں کرتے تھے۔ یا یہ معنی ہیں کہ خرق عادت ایک
 معمولی فعل ہمارے نبی کا ہو گیا تھا اور اکثر اونسے ہوا کرتا تھا کوئی بات
 کرامت کی نہ تھی جیسے کسی کی خلقت اور ساخت اور انداز ایسے ہی
 ہو کہ خرق عادت کے امور اُس سے بلا قصد اظہار کرامت ظاہر ہوا
 کریں اب دو نومعنون سے کوئی بزرگی اور کرامت ہمارے نبی
 کی ان امور کے اظہار سے ثابت نہوئی اور یہی مطلب اون کفار کا

یہی ہے جو منکر ہمارے نبی کے نبوت اور معجزات کے تھے اور
 اب بھی ہیں۔ بلکہ دو مسلمانوں کا یعنی قاضی صاحب اور سید صاحب
 کا اقرار کرنا یہ تو اور بھی منکرین نبوت کی واسطے پوری دلیل ثابت
 ہوگی مگر ہم مسلمانوں کا اپنے نبی بلکہ چلہ انبیاء کے نسبت یہ عقیدہ ہے
 کہ وہ بزرگوار ہمیشہ اُسی حالت نبوت میں رہتے تھے کہ یہ معمولی حالت
 میں ہو کر کوئی فعل لغو نہیں کرتے تھے۔ مجھے سخت حیرانی ہے کہ قاضی
 صاحب اور سید صاحب آنحضرت صلعم کو نبی بھی اعتقاد کرتے ہیں
 اور پھر اونکو باز گیر اور شعبہ باز بھی قرار دیتے ہیں۔ نبوت نبی
 کا قائل تو کہی اپنے نبی کو کہلاڑی شعبہ باز بھان متی اور تماشا
 کرنے والا نہ کہے گا۔ اب مجھے اس بات کا ثبوت لکھنا پھر ضرور ہے
 کہ ہمارے نبی نے ایک معجزہ یعنی خرق عادت فصاحت قرآن کا
 ضرور اپنے دعوے نبوت کے ہمراہ ہمیشہ تحدی کر کے دکھلایا اور
 دوسرا معجزہ شجاعت اور بہادری کا بھی اپنے نبوت کے دعوے
 کے ہمراہ برابر دکھلایا۔ پس قاضی صاحب کا قول بلکہ سید صاحب کا
 کہ ہرگز آنحضرت سے کوئی خرق بروقت دعوت اسلام کے ظاہر نہیں

ہوئے اُسکا جواب تو ہو چکا کہ خود قرآن میں حضرت کو حکم ہے کہ
 کفار سے قرآن کے مثل بنانے کی زور سے تحدی کرو قاضی صاحب
 کہتے ہیں اور اسکا ثبوت یعنی دعویٰ نبوت کر کے ہمارے نبی کا
 معجزہ نہ دکھلانا قرآن مجید سے پایا جاتا ہے (قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ الْآيَةُ
 سوره بنی اسرائیل کا پورا آیہ پڑھو) جہاں خدا نے آنحضرت صلیم
 سے فرمایا ہے کہ۔ کفار کہتے ہیں ہم تجھ پر ایمان نہیں لانے کے
 جب تک کہ تو زمین پہاڑ کر ہمارے لئے چشمے نہ نکالے۔ یا تیرے
 پاس کہجور اور انگور کا باغ نہ ہو جسکے سیح میں تو بہتی ہوئی نہریں
 نہ نکالے یا تو ہم پر آسمان کے ٹکرے نگرالے یا خدا اور فرشتوں کو اپنے
 ساتھ نہ لاوے یا تیرے لئے کوئی مزمین گہر نہ ہو یا تو آسمان پر چڑھ
 جائے اور ہم تو تیرے منتر جنت پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک
 کہ ہم پر ایسی کتاب نہ آوے جو ہم پر ہین (اس پر خدا اپنے پیغمبر سے
 کہتا ہے کہ) تو اسے لہدے کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ نہیں
 ہوں مگر رسول (اور خدا نے فرمایا کہ نہیں روکا ہم کو آیات کے بھیجے
 سے مگر یہ کہ جھٹلایا اونکو اگلون نے) سید صاحب کا قول

غرضکہ قاضی ابن رشد نے معجزات کو مثبت نبوت قرار نہیں دیا
 اور اس کے بعد صرف قرآن کو مثبت نبوت قرار دیا میں کہتا ہوں
 یہ آیت کسی طرح قاضی صاحب کے دعوے پر سند نہیں ہو سکتی ہے
 اس لئے کہ قاضی ابن رشد اور سید صاحب دونوں کو توحیدی کے معنوں
 میں دھوکھا ہوا ہے یا دیدہ و دانستہ ایسی باتیں لکھتے ہیں توحیدی کے
 معنی جیسے کہ ہم نے اوپر بیان کئے ہیں بالاتفاق ہم پابند مذاہب
 آسمانی کے نزدیک یہ ہیں کہ بنی دعوے نبوت کر کے اپنے دعوے
 کے ثبوت میں کوئی خرق عادت پیش کرے اور یہ معنی توحیدی کے
 نہیں ہیں کہ اگر کوئی منکر نبوت کسی نبی سے کوئی معجزہ طلب کرے تو
 موافق اس کے اقتراح یعنی درخواست کی نبی پر ضرور ہے کہ وہی خرق
 عادت ظاہر فرمائے۔ پھر اگر ایسا کوئی نبی کر بھی دے تو معجزہ با توحیدی
 ہم اس کو نہ کہیں گے مطلب یہ ہے کہ یہ معجزہ وہی خرق عادت ہے
 جو نبی اپنے دعوے نبوت کے ثبوت میں بلا درخواست امت کے
 اپنے آپ ہی ظاہر فرمائے اور جو خرق عادت منکرین کی درخواست
 کے بموجب ظاہر کیجائے وہ توحیدی سے متعلق نہ ہوگی اور وہ دوسرے

معنوں سے معجزہ ہے پہر چونکہ یہ آیت اسی پر دلالت کرتی ہے کہ
 آنحضرت صلعم نے منکرین کی درخواست کے مطابق وہ خوارق عادات
 (جنکو منکرین نبوت نے طلب کیا تھا) ظاہر نہ فرمائی اس سے حضرت کی
 اُس معجز نہائی کا انکار نہ ثابت ہوگا کہ جو بعد ادعائے نبوت ہمارے
 نبی صلعم خواہ اور انبیا فرماتے تھے۔ ہاں اس آیت مقدس سے
 یہی امر ثابت ہوا کہ ہمارے نبی نے کفار کی درخواست بیہودہ
 جن خوارق عادات کے ظاہر کرنے کی تھے اُنکو ظاہر نہ فرمایا اور ساتھ
 ہی اسکے جو منصب نبوت کو لازم ہے وہ بھی حضرت نے بحکم
 خدا اسی آیت میں ظاہر ہی کر دیا اسلئے کہ صاف ارشاد فرمایا کہ
 هَلْ كُنْتُ ابَشَرًا رَسُوْلًا جِسْمًا ترجمہ سید صاحب نے یوں کیا ہے
 کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ نہیں ہوں مگر رسول اس ترجمہ
 میں لفظ بشر کے جوڑے عمدہ لفظ ہے سید صاحب نے ساقط کر دی
 جسکی فوائد کو ہم آئندہ لکھیں گے غرض حضرت کی یہ ہے کہ پاک
 ہے میرا خدا یعنی بزرگ اور برتر ہے اُس کی حکمت اور دانائی
 کہ تمہارے بیہودہ خواہش پر ایسے امور کو ظاہر کرے جو لغو اور

ناممکن ہیں اور پھر خدا نے اپنی قدرت اور حکمت کے ثبوت
 میں یہ ہے اسی آیت میں فرمایا کہ ہم اور ہمارے نبی کو آیات
 مفیدہ اور خوارق عادات صحیحہ کے ظاہر کرنے سے عجز اور دہلیزی
 نہیں ہے لیکن چونکہ پہلی امتوں نے انبیاء سے خوارق عادات
 کو طلب کیا اور انہوں نے ظاہر ہی کیا مگر پھر ہی اونکو اون
 لوگوں نے جھوٹلایا اسی طرح اب بھی تم جھوٹلاؤ گے لہذا
 ہم اور ہمارا نبی تمہاری درخواست پر اظہار ایسے خوارق کا نہیں
 کریگا۔ اسی آیت میں یہ بھی فرمایا کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر رسول اور
 رسالت کی شان سے معجز نمائی بعد تحدی کے ہے یعنی میں دعویٰ
 رسالت کر کے اپنے دعویٰ کی تصدیق معجزہ سے کرتا ہوں تمہارے
 درخواست سے خرق عادت کرنا یہ مجھ کو ضرور نہیں ہے اور کیوں
 ضرور نہیں اسکے دلائل ہم آئندہ لکھیں گے اور یہ ارشاد حضرت کا
 کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر رسول یعنی میں کچھ باز یگر اور تماشا کر نیوالا
 خواہ شعبدہ باز ڈھٹا بند بشر نہیں ہوں کہ تمکو تماشا دکھلاؤں
 بلکہ میں وہ بشر ہوں جو رسول اور فرستادہ خدا ہوتا ہے کہ بحکم

نہ
عذری کا ثبوت قرآن
سے

خدا اپنے دعوے پر تحدی کر کے اظہار خرق عادت کرتا ہے۔ اب
اسی آیت میں سب کچھ خدا نے فرما دیا اور متکلمین اہل اسلام نے
جو تحدی کی شرط فرمائی ہے اسی آیت سے اس شرط کی صحت بھی
ثابت ہو گئی جسکو قاضی ابن رشد کہتے ہیں کہ تحدی کی شرط کا نہ
دلیل عقلی اور نہ دلیل نقلی سے ثبوت ملتا ہے نہ ہی جاننا ضرور
ہے کہ خرق عادت جو نبی اللہ بحکم خدا بعد دعوائے نبوت ظاہر
فرمائے اور جو خرق عادت آدمیوں کی درخواست سے دکھلائے
دونوں میں فرق کیا ہے جو اول کو ہم نے ضروری اور لوازم
نبوت سے کہا ہے اور دوسرے کو ضروری واجب التعمیل نہیں
مانا ہے اسکو ہم آسانی سے بعبارت سلیس عام فہم بیان کر دین تاکہ
ہر ایک پابند مذہب آسمانی اور برادران اسلامی کے سمجھ میں آجائے
پہلا فرق کوئی امر عجیب خارق عادت فرض کرو جب تک اسکا
ظہور کبھی کبھی شاذ و نادر ہوتا ہے اسکی قدر اور منزلت ہمارے
نزدیک رہتی ہے اور جب بکثرت ہوا ایک امر معمولی اور امر عادی
ہو جاتا ہے پھر اسکی کچھ بھی وقعت نہیں رہتی ہے اور نہ اسکی

واقعہ ہونے سے اُسکے کرنے والے کی کوئی بزرگی خواہ اعلیٰ درجہ کا علم خیال کیا جاتا ہے۔ دیکھو جس قدر امور قدرت الہی کے روزانہ واقع ہو رہے ہیں کیسے کیسے دقیق حکمت پر شامل ہیں مگر ہم چونکہ اُنکے روزانہ اور بکثرت واقع ہونے کے عادی ہو رہے ہیں کبھی اُنکے ہونے سے خیال ہی نہیں کرتے کہ ان افعال کا کرنے والا خدای برتر کیسا حکیم اور قادر ہے۔ خدا کی بات تو جانے دو انسانی مصنوعات میں فرض کرو تار برقی اور ریل گاڑی جب ۱۸۲۵ء میں ہمارے لکھنؤ میں سلیکراف قائم ہوا تھا خوب یاد ہے پہلے تو ہم لوگوں کو یہی خیال تھا کہ محض غلط ہے پہلا ایسا ہو سکتا ہے کلکتہ کی خبر لکھنؤ تک ساڑھے سترہ ٹانہ (سکنڈ) میں آجائے پھر جب دس پانچ خبریں منگوائیں اور پوری تصدیق ہو گئی تھوڑی دنوں ایسی عظمت اور ایسی قدر اسکی ہموار رہی کہ بلا ضرورت بھی محض بطور تماشا اور تفریح طبع کی خبریں منگواتے رہے اور موجود تار برقی ایس ایف بی ہوس صاحب کو بڑا حکیم اور کامل سمجھتے تھے جس نے ۱۸۳۷ء میں یہ ایجاد کی ہے۔ آج وہی خبر ہے

اور وہی تار برقی ہے ٹکے ٹکے پر ماری ماری پہرتی ہے کہی
 خیال ہی نہیں ہوتا کہ اسکا موجد کیا تھا اور کیسی دروسری سے
 یہ صنعت اُس نے جاری کی تھی یہی حال ریل گاڑی کا ہے
 اور یہی حال کل مصنوعات انسانی اور مصنوعات قدرتی کا ہے کہ
 جب بکثرت اُنکا ظہور ہوگا کچھ اُسکے ہونے سے اثر ہمارے طبائع
 پر پڑے گا یہی حال بازگیر اور بھانمتی اور پہلوان اور کل عجائب
 نما اور تھیٹر والوں کا ہے۔ بلا تشبیہ یہی حال معجز نما کا سمجھو اگر ہمارے
 درخواست سے ہر روز معجزہ اور خرق عادت ظاہر کرنا اختیار کرے
 دو چار روز تو ضرور قدر ہوگی اور پھر کہی کوئی خیال ہی نہ کرے گا کہ
 یہ نبی ہے فرستادہ خدا ہے بلکہ جب ذکر آئے گا یہی کہیں گے کہ
 ہاں صاحب اُنکو تو روزانہ یہی تماشا دکھانا رہتا ہے چلو اپنا
 کام کرو کہان کے نبی اور کہان کا خدا۔ لیجئے اب وہ غرض جو معجز
 نمائی سے تھی کہ ہدایت ہو اوسکا تو کہیں پتہ یہی نہ رہا بلکہ اولے نبی
 پر تماشا کرنے والے کا الزام قائم ہوا لہذا یہ بکثرت خرق عادت
 حسب درخواست یا بلا درخواست نبی کو منصب نبوت کی نظر سے

ضروری نہوی بلکہ منافی اور مخالف غرض ہونی عوام اور جہاں
 تو رکنا رہا آپ دیکھئے کہ قاضی ابن رشد اتنے بڑے عالم اور فلسفی
 اور سید احمد خاں صاحب ایسے دانا اور مدعی فلسفہ جن کا سر تشریح
 دماغی کی غرض سے کئی مرتبہ ڈاکٹروں نے خرید کیا وہ بھی کہہ رہے
 ہیں کہ جو خرق عادت ہمارے نبی صلعم سے ہوئی معمولی حالت
 میں تھی اور اسکی وجہ یہی ہے چونکہ ان دو نو صاحبوں کو یہہ
 گمان ہے کہ آنحضرت صلعم معاذ اللہ بلا ضرورت اظہار خرق عادت
 فرماتے تھے (حالانکہ یہہ بات نبی کی شان سے نہایت بعید ہے
 اور نہ کوئی خرق عادت ہمارے نبی نے معمولی حالت میں
 بلا ضرورت دکھائی ہے دیکھو کہ آپ حجرات کو) لہذا قاضی صاحب
 اور سید صاحب کو ایسا خیال بیجا ہوا بہر حال ہمارے دعوے
 تو صحیح رہا کہ بکثرت اور بلا ضرورت شدید کے اظہار امور عجیبہ کرنے
 سے عظمت باقی نہیں رہتی نبی کرے خواہ کوئی اور کرے۔ اور
 جب نبی اپنی خواہش سے اپنے رسالت کے اثبات میں کہی
 کہی معجز نمائی کرے گا ضرور اوسکا پورا اثر ہوگا دوسرا فرق

جس طرح طبیب اور ڈاکٹر اصلاح امراض جسمانی کرتا ہے اُس سے
 زیادہ نبی اصلاح امراض جسمانی اور روحانی امت کی کرتا ہے
 امت کو بیمار مرض جہالت فرض کروا اب کسی کی عقل اسکو پسند
 کرے گی کہ طبیب اور ڈاکٹر جو خواہش بیمار کی ہے اویسی کے موافق
 تجویز دوا اور غذا کرے نہیں بلکہ جیسی راہی طبیب کی ہوگی اور
 جو مناسب قانون علاج کے ہے اوسیطرح پیش آمد طبیب کو کرنی
 لازم ہے یہی حال بلاشبہ نبی کا جہاں امت کی نسبت ہے اُس سے
 زیادہ آسان مثال طلبہ کالج اور اسکول کی لیجئے اگر ہیڈ ماسٹر
 خواہ پرنسپل طلبہ کی درخواست کے مطابق اونکی بہرتی اویسی کلاس
 میں کر دیا کرے ہرگز کوئی اسکول اور کوئی کالج درست انتظام پر
 نہ چل سکے مڈل کلاس والا کب نہیں چاہتا ہے کہ انٹرنس میں
 بہرتی ہو اسی طرح ایف اے کو بی اے درجہ کے اور بی اے
 کو ایم اے کی خواہش ہوتی ہے پہر اگر کسی اسکول اور کالج کی
 کارروائی حسب خواہش لڑکوں کے ہوگی انجام میں ضرور بدنامی
 افسروں کی ہے۔ اسی طرح کل یقار اور کل مصلح قوم اور منتظم اور

حکام اور کونسل اور پارلیمنٹ کا حال ہے کہ جو مناسب جسکے متعلقین اور
 رعایا کے ہے وہی اپنی رائے اور تجویز سے کر لگا اور اگر اہل اغراض
 کی خواہش کے موافق جا بیجا کارروائی کرے ضرور خرابیاں پڑیں گی
 جب یہ قانون فطرت دنیوی انتظام میں جاری ہے۔ پہر نبی کا عہدہ
 جسکی نگرانی ہر وقت خدا کے حکم سے اور خدا کی مرضی پر منحصر ہے اہم
 بندوں کی درخواست سے کارروائی کسی طرح مناسب ہو سکتی ہے ایسی طرح
 بہت سی خرابیاں لازم آتیں اگر رسول خدا ہمیشہ امت کی درخواست
 سے معجزہ دکھایا کرتے دعوائے نبوت کی مثال دنیوی
 امور کے دعووں سے قابل غور و کلا اور بیرسٹرا اور
 حاکمان عدالت و عمال وغیرہ واسطے آسانی تفہیم کے ہم اپنے
 نبی صلعم کو مدعی اور امت کو مدعا علیہ اور عقل خدا داد کو بطور حاکم
 اور قاضی یا جج کے فرض کرین نبی صلعم کا دعوے یہ ہے کہ میں تمکو
 سیدھی راہ نجات بنوائی دینا اور آخرت سے بتلانے آیا ہوں بحکم
 خدا اور دلیل میری نبوت کی یہ ہے کہ میں قرآن کا معجزہ لایا ہوں
 جسکے مثل کوئی فصیح بلیغ تم میں سے ایک فقرہ نہیں کہہ سکتا ہے

اور اس دلیل کو پیش کرتا ہوں اور باوجودیکہ میری ولادت اور
 تربیت جہاں میں ہوئی تھامی علوم کا عالم ہوں اور تمام اخلاق سے
 مشصف ہوں اور جب قدر تمہاری حاجات ضروری دینا اور آخرت
 کے میں سبکی حاجت روائی اسی قرآن سے اور دیگر اقسام کی
 وحی سے جو وقتاً فوقتاً خدا مجھ پر نازل کرے گا اب بھی کر رہا ہوں اور
 آئندہ بھی کر دوں گا۔ علاوہ معجزہ قرآن کے اور معجزات اور خوارق
 عادات کی جس وقت ضرورت ہوگی اور میری سچائی پر براہ عقل وہ
 معجزات پورے دلیل بھی ہونگی اور ان کے واقع کرنے سے کوئی
 فعل لغوی یا کوئی محال یا امت کا ضرر متصور نہ ہوگا (سوائے اس
 ضرر رسائی سے جو منکرین نبوت کے بعد پوری نصیحت اور اتمام حجت
 کی واجب ہے اور وہ کسی طرح قابل رحم نہ بن گئے) اور معجزات
 کو بھی وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ دنیوی مقدمہ
 کی نظیر اب فرض کرو کہ زید نے اپنی کسی حقیقت کا دعویٰ بکر پر کسی
 محکمہ عدالت میں دائر کیا اور وجہ ثبوت کامل بھی گذرانا گواہ اور
 دستاویز تحریری وغیرہ سب زید نے پیش کر دی۔ اور بکر مدعی علیہ نے

دعویٰ زید سے بلا دلیل انکار کیا اور کہا کہ یہہ جب قدر وجہ ثبوت
 مدعی پیش کرتا ہے یہہ نہ سنا جائے بلکہ اور دلائل حقیقت دعویٰ
 کی اور گواہ ہی علاوہ گواہان پیش کردہ مدعی مثلاً فلان اور فلان
 کو عدالت طلب کرے۔ اب اس وقت حاکم عدالت کو براہ قانون
 انصاف فقط بکر مدعی علیہ کے کہنے سے کل وجہ ثبوت اور گواہان
 مدعی کو ساقط کر کے حسب درخواست مدعی علیہ کاربندی کرنی لازم
 ہے یا کہ مدعی کے وجہ ثبوت کو خود حاکم عدالت اپنی تحقیق سے
 اگر نا کافی سمجھے یا کہ مدعی علیہ سے باطل کرانے کی درخواست کر کے جب
 مدعی علیہ اُن وجہ ثبوت اور گواہان کو باطل اور منسوخ کر دے
 تب بکر کی درخواست کے مطابق مدعی سے دوسرے قسم کا وجہ ثبوت
 اور گواہ طلب کرنا چاہئے انصاف تو یہی کہتا ہے کہ اگر حاکم عدالت کے
 پختہ راسخین وجہ ثبوت پیش کردہ مدعی سے کافی ثبوت ہو جائے
 اور مدعی علیہ کسی قسم کے جرح وجہ ثبوت مدعی پر نہ کر سکے اور بجز انکار
 زبانی کے اور حیلہ حوالہ نام مقول پیش کرنے کے ابطال دعویٰ مدعی
 نہ کر سکے اس وقت حاکم عدالت ضرور فیصلہ کر کے حکم اخیر بحق مدعی جاری

کر دے۔ اور اگر وجہ ثبوت پیش کردہ مدعی کو کہ اُس کے دعوے کے اثبات
 میں کافی ہے مگر حاکم عدالت بنظر مزید احتیاط اور قسم کا وجہ ثبوت ہی
 مدعی سے طلب کرے تو اپنی تجویز سے طلب کرے گا یا کہ مدعی علیہ کے
 درخواستی بیجا پر لحاظ کر کے مدعی کو دق کر لیا جائے کہ ایسا مدعی علیہ
 جو مدعی کے ثبوت گذرانیدہ پر کسی قسم کی جرح نہیں کر سکتا اور محض
 براہ ایام گذاری حیلہ و حوالہ میں ٹالنا چاہتا ہے وہ تو جو کچھ نیا
 ثبوت یا نئے گواہ طلب کرے گا ضرور کارروائی عدالت کو اٹھاؤ
 میں ڈالنے والے ہونگے خصوصاً اگر جدید وجہ ثبوت مطلوبہ مدعی علیہ
 حاکم عدالت کے نزدیک بھی محض ناقابل التفات بلکہ محض لغو اور محال
 اور مضر بحق عام خلاف ہوں اُس وقت تو حاکم عدالت ہرگز مدعی سے
 اونکو طلب نہ کرے گا۔ اور اس سے زیادہ تر عدم التفات کے لائق
 کلام مدعی علیہ اُس وقت ہوگا جبکہ مدعی علیہ یہہ بھی کہتا ہو کہ اگر مدعی
 میرے طلب کردہ وجہ ثبوت اور گواہ پیش ہی کر دے جب ہی
 میں مدعی کے دعوے کو صحیح نہ مانوں گا بلکہ محض مکر اور فریب کی نسبت
 بطرف مدعی کے زیادہ کرونگا ایسے وقت کون حاکم عدالت ایسا ہوگا

کہ بشرط پابندی عقل و انصاف پر مدعی علیہ ناحق کو سب کے عزرات
 بیجا کی سماعت کر لگائی ہی نظیر بعینہ ابو جہل وغیرہ کی اس قطع
 ہے جسکو منکرین نبوت ہمارے نبی کے اور سرسید صاحب لکھ رہے
 ہیں اور آیت سورہ بنی اسرائیل کی پیش کرتے ہیں اسلئے کہ جب
 ہمارے نبی صلعم نے معجزہ قرآن اور دیگر معجزات حسب حکم خدا
 اپنے دعوے کی تصدیق میں پیش فرمائے اب ہماری عقل خدا داد
 یہ حکم کرتی ہے کہ ابو جہل وغیرہ منکرین نبوت کو پہلے تو لازم تھا
 کہ جو معجزہ قرآن وغیرہ حضرت نے پیش کیا تھا اوسکے ناکافی
 ہونے کی دلیل پیش کرتے یا اُسکے مثل ایک آیت بتالائے اور یہ
 بھی نہ سہی تو جو خوارق عادات آنحضرت صلعم سے علاوہ قرآن
 کے صادر ہوتے تھے اُن میں کوئی غلطی یاد ہو کہ وہی ثابت
 کرتے یا جو خبر دہی خدای پاک کی اور کتب آسمانی میں حضرت
 کی نسبت ہوئی تھی اور آنحضرت صلعم تو ریت اور انجیل وغیرہ سے
 اُنکا ثبوت اپنے نسبت بیان فرماتے تھے او نہیں میں کوئی غلطی
 حضرت کی پکڑتی اور یہ بھی نہ سہی تو جو خوارق عادات ان کفار نے

حضرت سے طلب کئے تھے وہ مہمل اور محال نہوتی اور یہ بھی نہ ہی
جو بعض خرق عادت قابل کرنے کے تھے اوس کی ظاہر کرنے کے بعد
آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے اور محض عناد اور عداوت
کمر بستہ ہو کر یہ نہ کہتے کہ تم لاکھ معجزہ دکھلاؤ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے
اب انصاف کی نظر سے کسی کی عقل تجویز کرے گی کہ ایسے لوگوں کی
درخواست کا پورا کرنا کسی طرح سے ہمارے نبی صلعم پر واجب تھا
اسی سبب سے حضرت نے ان خوارق کو ظاہر فرمایا اور عین انصاف
وہی ہے جو حضرت نے کیا ہمارے نبی صلعم نے یہ چاروں
خرق عادت کیوں نہ ظاہر فرمائی جنکو سید صاحب
دلیل علیٰ مظاہر معجزات لکھ رہے ہیں ہلکو چاہئے کہ اب اصلیت
اس قصہ کی اور معجزہ نمائی اپنے نبی صلعم کے اسی قصہ میں بیان
کریں تاکہ تصدیق ہماری بیان تمثیلی کی پوری ہو جائے اور عقلی
دلیل مطابق نقلی کے ہو جائے اور جن جوہ سے حضرت نے موافق
سوال کفار کے معجزات نہیں ظاہر فرمائے اونکو اپنے رسول صلعم کی
زبانی بطور اختصار بروایت امام عسکری ۴ مندرجہ احتجاج طبر سے

بیان کریں۔ یہ جگہ ابوجہل وغیرہ مکہ معظمہ کے کفار قریش سے ہوا ہے
 عبد بن امیہ مخزومی نے گفتگو آنحضرت صلعم سے کی تھی اور یہ معجزات
 جناب رسول صلعم سے طلب کئے تھے جنکا ظاہر کرنا نبی کی شان سے بعید
 تھا چنانچہ ہمارے نبی صلعم نے پہلے تو اُسی عبدالسد کو یہ جواب دیا کہ
 تو نے جو ہم سے (چارون) خوارق عادات کو طلب کیا ہے اُن میں
 سے بعض تو ایسی باتیں ہیں کہ اگر میں اونکو ظاہر کر دوں میرے نبوت
 پر دلیل نہیں ہو سکتی ہیں اور رسول خدا ایسا فعل نہیں کرتا ہے جس سے
 اوس کی نبوت ثابت ہو میں کہتا ہوں ذرا خیال کیجئے کہ ہمارے
 نبی تو یہ فرماتے ہیں اور سید صاحب ہمارے نبی کے معجزات کو
 معمولی حالت میں بتلاتے ہیں افسوس صد افسوس (۲) بعض ایسی
 باتیں ہیں کہ اگر میں اونکو ظاہر کروں ناحق بندگان خدا کی ہلاکت
 اُنہیں ہوگی اور رسول خدا پہلے ایسی دلیل اپنی نبوت پر لاتا ہے
 جس سے وہ زندہ رہ کر خدا پر ایمان لائیں اور پروردگار عالمیان
 اپنے بندوں پر نہایت رحیم ہے اور اون کی مصلحتوں کو خوب
 جانتا ہے اور اونکے ہلاکت برطبق اونکی خواہش کے نہیں کرتا ہے

یعنی مکہ معظمہ میں کہیں دور دیس میں جا کر مدعی نبوت نہیں ہوئے
 اور خوب ظاہر ہے کہ وطن کے لوگ جس قدر عیب و صواب پر اپنے
 دیسی بہائی کے واقف ہوتے ہیں پر دیسی کو ایسی اطلاع ہرگز نہیں
 ہو سکتی ہے مکہ کے رہنے والے بخوبی جانتے تھے کہ محمد سلیم نے کسی مکتب
 میں بیٹھ کر نہیں پڑھا۔ کسی سے خط کتابت نہیں سیکھی کسی سے آداب
 اخلاق کی تعلیم نہیں پائی کوئی علم عقلی اور نقلی کہی اوسکا کوئی مسئلہ
 دقیق یا سہل انکو نہیں پڑھایا گیا۔ توریت انجیل زبور اور دیگر صحف
 انبیاء کا کہی کوئی نسخہ انہوں نے آنکھ سے نہیں دیکھا خصوصاً
 قریش اور بنی ہاشم اور اسی طرح اور چند قبائل عرب جو حضرت کے
 ہم قبیلہ تھے انکو تو از روز ولادت آنجناب تا روز ادعای نبوت
 کمر کوئی ایسی بات ہوگی جو معلوم نہ ہو۔ اب پہلے خرق عادت پر پہلا معجزہ
 جسکو حضرت نے اپنے دعوے نبوت کی تصدیق میں پیش کیا ہے
 وہ یہی ہے کہ میں امی ہوں اور پڑھا لکھا نہیں ہوں اسکو تم سب
 جانتے ہو اور کل علوم عقلی اور نقلی کا تعلیم الہی سے ماہر ہوں اور
 جس قدر آدمی اسوقت دنیا میں عرب سے عجم یعنی غیر عرب تک ہیں

سب کا سر دار ہوں اور سب سے ہر امر میں افضل ہوں اور یہ
 بات براہ فخر نہیں کہتا ہوں بلکہ بت نظر ضرورت یہ عادت
 انسانی جس عقل کی خوگر ہے اوسکی نظر سے یہ دعویٰ کس قدر
 بظاہر نامناسب ہے اس لئے کہ جو شخص کسی رفعت اور رتبہ کا طالب
 ہو اور اپنے کو رئیس اور معزز کرنا چاہے اصول تمدنی کے نظر
 سے اُسکو لازم ہے کہ ابتدا پر ایسی جگہ سے شروع کرے جہاں اسکے
 بدخواہ اور دشمن کم ہوں اور حسد اور کینہ اس سے نہ ہوں وطن
 کے لوگ ضرور اپنے برابر خواہ اپنی سے کمزور کو پہلا کب ایسا ہونا
 روا کہیں گے اور یہی سبب تھا کہ عقل معمولی کے لوگ آپ کو
 مجنون کہتے تھے اور اب بھی جو شخص دقائق حکمت الہیہ کو نہ جانتا ہو
 ضرور ایسے مدعی کو مجنون ہی خیال کریگا اور جب اہل مکہ پر خواہ
 آج ہم تم سب پر ثابت ہو گیا کہ اس دعویٰ کو حضرت نے بخوبی
 ثابت کر دکھایا اب ناچار اقرار کرنا پڑیگا کہ یہ امر خلاف عادت اور
 خلاف عقل ظاہری یا عقل فلسفی کے ضرور فعل عقل الہی کا تھا اور
 یہی وہ معجزہ ہے اور وہ خرق عادت ہے جس سے نبی اور

خرق عادت مخصوص
 نبی

غیر نبی کی شناخت ہوتی ہے یہی وہ معجزہ ہے جسکو آپ ﷺ نے نبی پر یعنی
 قانون فطرت کے خلاف کہتے ہیں جو سراسر مطابق اوس قانون قدرت
 کی ہے جسکو قاضی ابن رشد اور سید صاحب قانون لا معلوم کہتے
 ہیں جو سواے موید من اللہ کے اور جس آدمی کو فرض کروہرگز
 معلوم نہیں ہو سکتا ہے اور جسکو خدا یہ قانون بتلائے اور اپنے
 دعو یہائے نواز قیاس کو بخوبی ثابت کر دے وہ نبی فرستادہ خدا
 ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ کو کیا اگر دین ہیں دعویٰ نبوت کرتے
 تو نبی نہ ہوتے مگر نہیں خدا نے حکم دیا کہ پہلے بہان پیدا ہوئے
 ہو اور جہان پرورش تم نے پائی ہے یعنی فرعون کے سامنے
 اور جو لوگ تمکو ذلیل سمجھ رہے ہیں اُنکے سامنے جا کر دعوائے
 نبوت کرو۔ پہر حسب طرح حضرت موسیٰ کے جملہ حالات پر مصر کے
 لوگ واقف تھے اور کوئی حال حضرت موسیٰ کا سن طفولیت سے
 تا سن بلوغ اونسے پوشیدہ نہ تھا اوس طرح ہمارے نبی اشرف الانبیاء
 صلعم کے حالات سے مکہ معظمہ کے لوگ پورے آگاہ تھے کہ حکم ہوا کہ
 پہلے مکہ ہی میں دعوت اسلام کرو۔ پہر چونکہ حضرت موسیٰ کی زبان

میں لکنت تھی اور اسے عیب کے ظاہر کرنے کے غرض سے فرعون
 نے خاص خطاب حضرت موسیٰ سے کر کے کہا تھا فَمَنْ دَبُّهُ بِمُوسَىٰ
 اور خدا نے اپنے نبی کو بے عیب کر کے معجزہ نمائی کو بھیجا تھا کس
 فصاحت سے آپ نے جواب فرعون کو دیا کہ حضار کے ہوش باختہ
 ہو گئے۔ پھر بھی چونکہ لکنت کا دور ہو جانا کسی تدبیر علاجی سے
 ممکن ہے مگر یتیم بے سر و سامان اور امی محض کا عالم ہو جانا بدو
 اُس پورے امداد الہی کے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے لہذا یہ معجزہ
 ہمارے نبی صلعم کا معجزہ طلاق لسانی حضرت موسیٰ سے بہت
 بڑھا ہوا ہے اسی پر ہم بزرگی اپنے نبی کی حضرت موسیٰ سے قیاس
 کر سکتے ہیں۔ اب دیکھو ہمارے نبی نے اپنے مولد اور موطن میں جب
 اتنا بڑا دعویٰ فرمایا۔ سوائے چند لوگوں کے جنکو عداوت خاندانی
 اور بغض اور کینہ قلبی تھا اور تمام اہل مکہ معظمہ کو ضرور خیال پیدا
 ہو گیا کہ ابھی چند روز ہوئے کہ یہ یتیم بے پدر شخص مثل ہمارے
 افعال بشری میں شریک تھا اور آج ایک سارگی آخر کیا بات
 ہے جو ایسا دعویٰ کرتا ہے اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ شخص

بالکل امی محض ہے آو سب سے پہلے اسکی لیاقت علمی کا تو
 امتحان کریں جو کسی طرح بدون تعلیم الہی اور اتقائی ربانی کے
 محض امی کو ہو نہیں سکتی اور یہ خرق عادت اور معجزہ ایسا نہیں
 ہے کہ جس میں نظر بندی اور شعبدہ بازی اور بازیگری کا شبہ
 ہو سکے خصوصاً ان لوگوں کو جو حضرت کے امی ہونے سے پورے
 آگاہ تھے ہاں جنون ہونے کا شبہ اسوقت تک ضرور ہو سکتا
 ہے جب تک آپ پورے دلائل بحث مباحثہ میں قائم نہ کریں
 چنانچہ ایک روز ۲۵ آدمی یہود اور نصاریٰ اور مشرک بت
 پرست اور ثنویٰ یعنی نور اور ظلمت کو خدا ماننے والے اور
 دہریہ حضرت سے مناظرہ کرنے آئے یہود حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا
 اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور بہت
 بڑا مناظرہ ہوا اور سب کو حضرت نے قائل کر دیا اور سب سے
 یہ بھی فرماتے رہے کہ مجھ میں کوئی بات جنون کی تم نے پائی
 ہے سبہوں نے کہا کہ نہیں اور چند روز کی سبہوں نے مہلت
 طلب کی کہ ہم تمہارے دلائل کو خوب جانچ لیں آخر بعد تین

دوسرے معجزہ خصوصاً
 نبوت

روز کے بقول جناب امام جعفر صادقؑ وہ پچیس کے پچیس مسلمان
 ہو گئے اسی طرح امتحان حضرت کے علمی امور کا یہود نے تو ریت اور
 نثارے نے انجیل اور دیگر صحف انبیاء کا لینا شروع کیا اور آنحضرت
 نے ظاہر کر دیا کہ ساری کتب آسمانی صحیح صحیح جن الفاظ سے ہیں آپ کے
 سینہ میں محفوظ ہیں۔ دہریوں نے فلسفی دلائل مشرکین نے دلائل
 توحید بت پرستوں نے اپنے مذہب کا ابطال سن سن کر سبکو حیرت
 ہوئی اور آخر جو لوگ طالب حق اور انصاف پسند تھے اسلام میں
 داخل ہونے لگے۔ پہر جب خاص ہموطن اقرار نبوت اور علم کامل
 اُمّی محض کا کرچے اگرچہ فیصدی پانچ مسلمان ہو کر اب و ردست کے
 لوگوں کو کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ ادھر قرآن مجید کا نزول شروع ہوا
 اور شعراے مکہ بلکہ دور دور کے فصحا و نہون نے پہلے آنحضرت
 کا امّی ہونا چشم دید تو اہل مکہ نے اور غیر اہل مکہ نے بتواتر اہل مکہ
 سے سکر اور پہر فصاحت اور بلاغت قرآن کو دیکھا کیونکر اقرار نبوت
 نہ کرتے۔ پہر جب یہ معجزات قطعی آپ دکھلا چکے اور صداقت اپنے
 دعوے کی ہزاروں پر ظاہر کر چکے گو تعصب اور جہالت سے وہ سب

لوگ مسلمان نہ ہوئے ہوں مگر دلوں میں جسکے ضرور اپنے طریقہ پائل
 کا دغہ پیدا ہو گیا اس معجزہ نمانی کی بعد اب اسکا بھی وقت آگیا
 کہ امور طبعیہ کو خلافت (نیچر) یعنی قانون عادی کرنے کا دعویٰ
 بھی حضرت نے کیا اور جو لوگ کم علم اور اونے درجہ کی عقل رکھتے تھے
 جنکو علم اور حکمت اور وضاحت اور بلاغت سے کچھ بھی بہرہ نہ تھا
 اونکے اوپر اتمام حجت کی غرض سے درخت کو بلانا تھوڑے سے
 کہانے میں بہت سے آدمیوں کو شکم سیر کھلانا سنگریزہ اور درختوں
 سے اپنے نبوت کی گواہی دلوانی یہ بھی حضرت نے کر دکھایا اسلئے
 کہ نبی السدہ درجہ کے عقل کی ہدایت کیواسلئے آئے ہیں۔ اور ایسے
 خوارق عادات جن میں اشتباہ نظر بندی شعبہ وغیرہ کا ہو پہلے نبی السدہ
 کو ہرگز دکھلانا چاہئے جب تک کوئی بڑا معجزہ اپنی صداقت کا ایسا
 ظاہر نہ کرے جس میں کسی طرح اشتباہ شعبہ وغیرہ کا نہ ہو سکے۔ اب جو
 شخص ہمارے نبی کے تاریخی حالات پڑھے گا او سلو بخوبی معلوم ہوگا
 کہ اسی ترتیب سے حضرت نے اظہار خوارق عادات فرمایا یہ بھی سمجھنا ضرور ہے کہ ایسے
 خوارق عادات جن میں اشتباہ نظر بندی وغیرہ کا ہو سکتا اسوقت ضرور معجزہ سمجھے جاتے ہیں

جب کرنے والا ان خوارق عادات کا ایک سچا معجز نما کسی بڑے
 معجز نما سے بخوبی ثابت ہو چکا ہو۔ عوام جہاں تو درکنار بڑے بڑے
 ذی علم اور فلاسفہ بھی جب کسی ایسے معجز نما سے ایسے خوارق عادات
 (جن میں بظاہر اشتباہ نظر بندی وغیرہ کا ہو) کا ظہور دیکھنے کے صاحب
 معجزہ کی وجاہت اور صداقت اور استواری کردار اور نگو ضروری ہادی
 ہو گئے کہ اس خرق عادت مشتبہ کو بھی سچے اور واقعی معجزہ پر حمل
 کریں مثلاً اگر کسی بڑے حکیم فلاسفر کو جو اعلیٰ درجہ کے دقیق مسائل
 کا ماہر ہو آپ عام فہم مسائل کا لیکچر دیتے ہوئے دیکھیں مثلاً ایل
 ایل ڈی درجہ کے ماسٹر کو مڈل کلاس کے آسان تجربات دکھاتے ہوئے
 آپ دیکھیں اوسوقت آپ کی عقل سلیم ضرور حکم کرے گی کہ ایسا عالی
 دماغ اور کامل یہ ادا کرنے کے مسائل خواہ تجربات کو ضروری
 کسی غرض صحیح اور حکمت سے بیان کر رہا ہے اور آپ کو ضرور خیال کرنا
 لازم ہوگا کہ جو غرض اس حکیم کی ہے وہ دقیق مسائل کے اظہار سے
 پوری نہوتی ہوگی تب اس نے اپنے درجہ سے کتر مسائل اور تجربات
 کو دکھلانا اختیار کیا ہے۔ یہی حال ہمارے نبی اور کل انبیاء علیہم السلام کا

ہے کہ جب پہلے کسی بڑے معجزہ سے اپنی صداقت اور اپنا مویدان
 ہونا خواص اُمت پر ثابت فرما لیتے تھے (اور یہی قانون قدرت
 اونکی نسبت جاری ہے) اوسکے بعد عوام اُمت جو د قائل و مو
 کے سمجھنے سے عاجز تھی اونکے ہدایت کی غرض سے ایسے خوارق
 عادات بھی ظاہر فرماتے تھے۔ نہایت نادانی اور سراسر
 نا انصافی ہے کہ ایسے امور کے اظہار سے ہم اون حضرات پر الزام
 شعبہ بازی کا لگائیں اور اونکو بازیگر اور بھانمتی کہنے لگیں
 اور اونکے ایسے خوارق عادات کو محض لغو اور بیکار فعل عبث
 خیال کریں۔ بلکہ ہمکو یوں سمجھنا چاہئے کہ جس طرح کسی دقیق
 مسئلہ کا جواب ہماری ہدایت کے واسطے کافی ہے اگر وہی
 مسئلہ کسی جاہل اور کم فہم کے سامنے بیان کیا جائے ہرگز مرگز
 اوسکی فہم اور عقل کے مناسب نہیں ہے جس طرح کوئی انسان
 مسئلہ پیش یا افتادہ ہمارے واسطے کافی نہ ہوگا۔ پھر یہ بھی
 مجھے اسی جگہ کہہ دینا ضرور ہے کہ ہمارے نبی صلعم نے اگر
 کوئی ایسا معجزہ دکھلایا جسکا سبب دریافت ہونے سے

آجکے فلاسفر اوسکو شعبہ کہتے ہیں اگرچہ اوس زمانہ کے
 بڑے بڑے فلاسفر اوسکو معجزہ بھی جانتے تھے پھر بھی حضرت
 نے اپنی سچی معجزہ نمائی کے اثبات پر ایسی دلیل قائم کر دی ہر
 کہ بشرط انصاف ہم آج بھی اوسکو پورا معجزہ کہیں کے فرض
 کرو کہ درخت اور سنگریزہ کا آپکی نبوت پر گواہی دینی جسکو
 آجکے فلاسفر (فونوگراف) یعنی نقل آواز اور حفظ صوت
 کے طریقہ کو جان کر یہ شبہہ کرتے ہیں کہ معاذ اللہ یہی شعبہ
 حضرت بھی کرتے تھے کہ بولتے خود تھے اور حضار کو درخت
 وغیرہ سے آواز نکلتی ہوئی سنائی دیتی تھی۔ لہذا اوس
 عالم علم لدنی نے اس شبہہ کے مٹانے کی نظر سے ایسا
 بندوبست دوا می فرمایا کہ اونکے چہوٹے فرزند امام حسینؑ
 نے بعد شہادت جب سراقہ کوفہ اور دمشق میں نیزہ پر لایا گیا
 تلاوت قرآن اور خصوصاً سورہ کہف کی ہزاروں کے مجمع میں
 فرمائی اور بلکہ علاوہ تلاوت قرآن کے بعض لوگوں کا جواب
 سوال بھی دیا ابن وکیدہ کے دل کے راز کو ظاہر فرمایا جسے

سِرِ اقدس پورا نے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ معجزہ اگرچہ ہزاروں قسم
 کی ہدایت پر شامل تھا یہ بھی غرض اس سے برآمد ہوئی کہ میر
 نانا کے رسالت پر جو شجر اور حجر گواہی دیتے تھے وہ اصولِ فو
 گراف کا شعبہ نہ تھا بلکہ سچا معجزہ تھا دیکھو عضو بے جان سر
 میرا قرآن پڑھ رہا ہے اللہم صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اور دوسری
 غرض اظہارِ معجزہ ہذا سے یہ تھی کہ میرے جد بزرگوار نے جو پیشین گوئی
 فرمائی کہ قرآن اور اہلبیت کا تاقیامت ساتھ ہے دیکھو سچائی نبی السلام
 کی کہ ہم بعد موت ظاہری کے بھی قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں۔
 اسے طرح اور معجزات جو ہمارے نبی سے ظاہر ہوئی اور ہم اہل
 اسلام اونکو سچے معجزات کہتے ہیں اوسکی دلیل یہی ہے کہ اب
 سچا معجزہ نما جسکے بڑے بڑے معجزات صحیحہ اوسکی سچائی پر قائم ہو چکے
 ہوں اور اوسکے اخلاق اور علم اور فضل و کمال اور مویذ من الدن
 ہونے کی پوری صداقت عالم پر ظاہر ہو چکی ہو جو خرق عادت
 ایسا بزرگ شخص دکھلائیگا کبھی اوسمیں شبہ نہ کر اور فریب کا
 خواہ نظر بندی اور ڈھٹ بندی کا ہو نہیں سکتا باقی رہی یہ

بات کہ ایسے خوارق عادات جہنم اشتباہ نظر بندی وغیرہ کا
ہے کیونکہ حضرت نے ظاہر فرمائے وہی معجزات عظیمہ اثبات
نبوت میں کافی تھے جہنم قرآن بھی داخل ہے اسکا جواب خود
سید صاحب ص ۲۳۱ میں لکھتے ہیں **قولہ** انبیاء کا کام صرف

سمجھ دار لوگوں پر منحصر نہیں ہے بلکہ اکثر عام لوگوں سے کام لیتا
ہے میں کہتا ہوں اور عام لوگوں میں یہ نازک خیالی
جیسی قاضی ابن رشد اور سید صاحب میں ہی نہیں ہوتی
عام لوگ بیچارے خرق عادت اور نبوت میں علاقہ تساوی اور
لزوم خواہ عموم خصوص مطلق یا من وجہ یا تباہن کو احتمالات نہیں
کر سکتے۔ مجھے ایک طالب علم فلسفی کی حکایت یاد آئی۔ کسی تیلی کو
گھڑیل خریدنے گئے تھے دیکھا کہ اوسکا بیل کو لٹھوین چل رہا ہے اور
گھنٹی گلے میں بندھی ہوئی بج رہی ہے۔ تیلی سے پوچھا کہ یہ گھنٹی
کیونکہ باندھی ہے اوس نے کہا کہ اگر یہ بیل ٹھہر جائے تو گھنٹی نہ
بجے گی میں اٹھ کر اسکو ہنکا دوں گا۔ طالب علم نے کہا کہ بھلا اگر یہ بیل
کھڑا ہے اور گردن ہلایا کرے تب کیا ہو۔ تیلی نے جھلک کر کہا کہ چلے

جاؤ سیراہیل طالب علم نہیں ہے۔ المختصر عوام کے ہدایت کے طریقہ
 اورین اور خواص کی اورین اور نبی اللہ کو جب زیادہ کام عوام
 سے پڑتا ہے پس انھیں کی ہدایت کا بند و بست نبی کو زیادہ کرنا
 لازم ہے۔ اور ساتھ ہی اسکے جو خرق عادت عوام کی ہدایت
 کے طریقہ سے ظاہر کیجائے اورین دوام کا لحاظ بنظر قانون قدرت
 واجب ہے اولاً تو جس وقت وہ خرق عادت ظاہر کیجا اور وقت
 سے پہلے نبی اللہ اپنا سچا ہونا کسی اور معجزہ سے بخوبی ثابت
 کر چکا ہوتا کہ فریب کاری کا شبہ نہ رہے دوم ایسے لوگوں کی
 ہدایت کی غرض سے وہ خرق عادت دکھائی جائے جنکی عقل اور
 فہم کو پوری مناسبت اور معجزہ سمجھنے کی ہوتا کہ غرض نبی اللہ کی
 یعنی ہدایت کا اثر پورا ہو جائے اور یہی طریقہ کل انبیاء اور ہمارے
 بنی کا ہمیشہ رہا ہے چنانچہ تاریخ ہم کو پوری خبر اسکی
 دیتی ہے۔ قیاسی اور خیالی باتوں سے کام نہ چلے گا۔

باب ساتواں نچرل اور دہریہ لوگوں کے
 خیالات قدیمہ اور جدیدہ بہ نسبت خوارق عادت

اور اپنی اکر کیسے تھے اور اب کیسے ہیں اور کیسے

ہونے چاہئیں

اب میں پھر از سر نو اس مطلب کو شروع کرتا ہوں اور نہایت
 راستبازی سے دکھلاتا ہوں کہ یہ لوگ جو نیچر کے پابندی کو ضروری
 خیال کرتے تھے یا اب بھی کرتے ہیں انکو محض دھوکھا ہی دھوکھا
 ہو رہا ہے اور اگر دھوکھا نہیں ہے پھر دانستہ ضد کر رہے ہیں۔
 جو لوگ منکر خدا ہیں اونکو تو انکار وجود خالق کا مسئلہ ایسے خیالات
 پر جمارہا ہے اور جو لوگ خدا کو مان کر اور اوسکو قادر و توانا
 اعتقاد کر کے پھر نیچر کی پابندی کا خیال کر رہے ہیں اونسے البتہ
 ہمو عجیب ہوتا ہے وہ کیونکر اس دھوکھے میں آتے ہیں کہ نیچر کی
 پابندی قادر مطلق کو ہے۔ واسطے آسانی تفہیم کے ہم کہتے ہیں
 کہ قانون قدرت (لا اف نیچر) کی پابندی قادر مطلق کو جو حکیم
 بھی ہے اسکے کیا معنی آپ سمجھ رہے ہیں اسلئے کہ یہ لفظ دھوکھے
 کی ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ ہمارے عقل ناقص میں جس طرح قدرت

قادر مطلق کا تعلق ہر ایک شے اور مقدور سے مناسب ہے
 اوسی قانون کا قادر مطلق پابند ہے

زبان دہن کے لئے اور دہن ^{کیلئے} بان ^{کیلئے} ہوئی یا کہ مناسب تھا وہ بہان کیلئے

تو یہ شاعرانہ خیال آپ کا ہم کیا اور ہمارے عقل کیا جو قدرت
 کے کارخانہ میں دخل دے اور مناسب اور غیر مناسب تجویز

کرے۔ اور اگر قادر مطلق کے پابندی قانون قدرت سے یہ

مراد ہے کہ اوس حکیم مطلق کی حکمت جیسی مقتضی ہے جس مقدور

کے بنانے اور بگاڑنے میں خواہ جو اثر کسی میں ہوگی اوسى

قانون کا وہ پابند ہے پھر اوسکے سمجھنے کا ہم کو کیونکر دعوئے

ہو سکتا ہے۔ ہماری عقل تو اس قدر کام دیتی ہے کہ جو کچھ قادر

مطلق نے ایک چیز کو دوسرے چیز سے تعلق کر دیا ہے بڑی انانی

خرچ کریں تو اوسى کو سمجھ لیں اور ربط حقیقی تو سمجھنا ہرگز ہماری

عقل کا کام نہیں ہے۔ وہ یہ اور نیچرل خیال کے لوگ ہمیشہ سے

انکی یہی کیفیت چلی آتی ہے کہ اپنے لاعلمی اور نادانی سے جب کوئی

بات عجیب انھوں نے سنی یا کوئی عجیب چیز دیکھی اور فوراً منکر ہو گئے

کہ ایسا کبھی ہو نہیں سکتا جو پوچھو کیون نہیں ہو سکتا کہیں کے
 کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہے جو پوچھو کہ پہلے کسی چیز کا ہونا اوسکے اندر
 ہونے کو کسو جہ سے روک سکتا ہے اب چپ دم بخود ہو جاتے
 ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہی نادان جب اونکے سامنے
 کوئی عجیب چیز کا ذکر کیا جائے اور اونکے تعجب اور استعجاب کا
 سبب پوچھو تو وہ مثل غوام کے کہنے لگتے ہیں کہ اسکی نظیر کوئی
 اور بھی دنیا میں ہے۔ مثلاً ہم لوگ پابند مذہب آسمانی جب
 کہتے ہیں کہ بہشت کے لوگوں کی غذا ایسی لطیف ہوگی جس میں
 فضلہ پیشاب پینا نہ ہوگا فوراً یہ لوگ سننے لگتے ہیں کہ
 واہ صاحب ایسی بھی کوئی غذا ہو سکتی ہے جس میں فضلہ
 نہ ہو۔ تب ہم اونکو دودھ کی نظیر دیتے ہیں کہ دیکھو جب
 سے بچہ من جان پڑتی ہے اوسے وقت سے اوسکو غذا
 شکم مادر میں اسی دودھ سے ملتی ہے مگر دودھ ایسا
 لطیف ہوتا ہے کہ بچہ کے جزر بدن ہو کر ذرا سا بھی فضلہ
 نہیں چھوڑتا ہے کہ بچہ پیشاب پینا نہ کرے۔ اور وہی دودھ ہے

کہ بعد پیدا ہونے بچہ کے جب اوسکو پیتا ہے پیشاب بھی
 اور پینا نہ بھی اوسی سے کرتا ہے۔ یہ قدرت قادر بیچون کی
 ہے کہ ایک چیز کو لطیف بھی کر دیتا ہے اور اوسیکو کثیف
 بھی بنا دیتا ہے اور اس سے زیادہ کولسا امر نادانی کا ہو گا کہ
 جو چیز ہمارے سمجھ میں نہ آئے چٹ پٹ اوسکو ناممکن اور محال
 کہہ دیں۔ اوپر کے ابواب میں نیچر شکن مثالیں جو گذر حکیم اب
 اونکے علاوہ اور بھی نظائر لکھتا ہوں اجسام غیر حیوانی
 کو حرکت کرنے کا یحرا و حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا
 سانپ بن جانے کا ثبوت۔ سبکو معلوم ہے کہ جن چیز
 میں جان نہیں ہے جیسے درخت اور گھاس پتھر اور دھات
 وغیرہ ایسی چیزیں خود بخود بدون کسی حرکت دہندہ کے حرکت
 نہیں کر سکتی ہیں بلکہ حیوان اور انسان بھی بعد مر جانے کے
 اوسکی لاش بجان بدون کسی ہلانے والے اور اوکھٹانے
 والے کے اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی ہے اور یہی سبب ہے
 کہ ہمارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ عصا کو سانپ بنانیکا

جو قرآن میں مذکور ہے فَإِنِّي حَيَّةٌ تَسْعُ یعنی وہ عصا
 سانپ ہو کر دوڑنے لگا اسکو پھیرل اور دہریہ اور نیزہ
 سید احمد خان صاحب خلاف قانون قدرت (لا آفینچر)
 سمجھ کر ناممکن سمجھتے ہیں ہمارے خدا نے اپنی قدرت نامائی
 کی نظر سے بعض قسم کی گھاس ایسی پیدا کر دی ہے جو خود بخود
 حرکت بھی کرتی ہے اور اوس میں شعور بھی موجود ہے۔ کیا اپنے
 چھوٹی موٹی ایک گھاس نہیں دیکھی ہے کہ ادھر آدمی نے
 اوسکو ہاتھ سے چھوا اور فوراً پڑمردہ ہو کر کھلا گئی۔ بلکہ اوس
 زیادہ شرم کرنے والی لجنٹی ایک اور گھاس ہے کہ آدمی کا
 سایہ پڑا اور مرجھا گئی جیسے کوئی تازہ عروس اپنے شوہر
 سے بعد بوس و کنار خواہ ہر قسم بستری کے بعد پڑمردہ ہو جائے
 ہی ایک اور گھاس علماء علم نبات نے اب جدید تحقیقات سے
 ہندوستان میں دریائے گنگ کے کنارے دیکھی ہے جسکی
 پتی میں خدا نے یہ صفت دی ہے کہ جس طرح آدمی کی نبض خون
 کے دوران سے خواہ قلب (ہارٹ) کی حرکت سے فی منٹ

۵۷ مرتبہ خواہ کم و بیش چلتی ہے وہ بھی فی دقیقہ (منٹ) پورے
 ۶۰ مرتبہ حرکت کرتی ہے یعنی فی گھنٹہ (۳۶۰۰) مرتبہ اور یہ
 ایسی سچی گھڑی خدائے بنائی ہے کہ سیکڑوں برس کے حال
 میں ایک ثانیہ (سکنڈ) کی غلطی مثل آفتاب کے نہیں کرتی بعض
 عجائب پرست اہل ہنود اسکا پوجا بھی کرتے ہیں۔ کیا خدائے اس
 نبات میں شراین یعنی متحرک رگین مثل ہمارے رگوں کے پیدا کئی
 ہیں جو خون کے دورہ سے حرکت کر رہی ہیں اگر نہیں پیدا کئی
 ہیں تو یہ نیچر فرضی ہمارا کہ بدون دوران خون کے رگوں میں
 حرکت پیدا نہیں ہو سکتی ہے اور نہ دل ہمارا دل ہٹا سکتا ہے
 بالکل بگڑ گیا اور ضرور اقرار کرنا پڑے گا کہ قادر مطلق پابند کسی
 نیچر کا نہیں ہے جس طرح چاہے جس چیز میں حرکت پیدا کروے۔
 تیسری گھاس نوی شعور اور منتقم اور قصاص لینے والی حیوان
 سے لیجئے۔ بخوبی معلوم ہے کہ حیوانات کی خدائے اکثر گھاس
 اور پی اور پھل اور پھول سے رکھی ہے اور یہی اسکا نیچر ہے اب
 دیکھو خدائے اپنی قدرت نمائی کی راہ سے ایک ایسی گھاس

پیدا کر دی جسکی پتی رُعباب لسا در مثل گوند کے ہے اور اوہر
 اوسپر مکھی مکھی باوجودیکہ مکھی کیسی تیز پڑے ہے اور بقول فلاسفہ جدید
 ایک ہزار آنکھ بھی رکھتی ہے مگر یہ گھاس اسی ہوشیار اور ذی شعور
 ہے کہ فوراً اپنی پتی کو سمیٹ کر اس زور سے مکھی کو دباتی ہے کہ ساری
 رطوبت مکھی کی چوس کر اوسکو چھوک بنا دیتی ہے تب چھپا چھوڑتی
 ہے۔ یہ گھاس خدا نے اس قدرت نمائی کی نظر سے پیدا کی ہے
 کہ مجھے قدرت ہی چاہوں بے جان گیاہ سے جاندار حیوانات کو
 ہلاک کر ادون۔ یہ گھاس اوس نچر کو توڑتی ہے کہ نباتات کو طاقت
 نہیں ہے کہ حیوانات سے اپنی غذا حاصل کریں۔ اب نچرل حساب
 کہتے یہ نچر کہان درست رہا کہ سوائے ذی روح کے گھاس وغیرہ ان
 خود حرکت نہیں کر سکتی جو حضرت موسیٰ کا عصا سانپ بنکر دوڑا
 ہو یا ساحرون کے مصنوعی سانپ کو نکل گیا ہوا اور انکو اپنی غذا
 بنا دی ہو۔ معزز ناظرین اس وقت بے اختیار جی جانتا
 ہے کہ میں اوس معجزہ کا بھی ذکر کروں جسکو ہمارے ساتوین امام
 حضرت موسیٰ کاظمؑ جو ہنام حضرت موسیٰ کے تھے ہارون رشید

کے سامنے ظاہر فرمایا ہے کہ تصویر شیر کی جو پردہ پر بنی ہوئی
 تھی اوسکو حکم دیا کہ اس شعبہ باز کو نگل جا اور وہ تصویر شیر نکر
 اوسکو نگل گئی اور جب ہارون نے عرض کی حکم دیجئے کہ اب اوسکو نگل
 دے حضرت نے فرمایا کہ اگر جادو گراں فرعون کی رسیوں کو
 اور لاکھڑیوں کو عصائی موسیٰ نے اوگل دیا ہو تو یہ شیر بھی اسکو
 اوگل دیگا لیکن ابھی میں اس معجزہ کے بیان کرنے سے تامل
 کرتا ہوں اس لئے کہ سید صاحب اور نیچری لوگ جب ان
 مجید کی صریح آیت سے انکار کرتے ہیں تو یہ معجزہ ایک غیر متواتر
 روایات سے ہے۔ پانی کا بستہ ہونا اور وزن
 سیالات کا یہ پانی جسکو ہم پیتے ہیں اور آب دریا
 شور اور تمام دنیا کے پانی سب کا سیلان یعنی روانی اور
 بستہ ہونا اس میں جو جو نوا میں قدرت کی اور عجائب صفت
 الہی ہیں ان کا بیان قدیم اور جدید فلسفہ میں بہت کچھ ہے۔
 ہم کو تین خواص پانی کے یہاں پر دکھلانی منظور ہیں پہلے تو
 یہ کہ پانی اگر دس قسم کے ہوں اور یکجا کر دس ملکر ایک

ہو جاتے ہیں بلکہ محلول کرنے سے اوویہ مختلفہ کی غرض بھی ہے
 کہ سب یکذات اور متحد ہو جائیں چنانچہ علم اکسیر اور قدیم کیمسٹری
 کا جب ہم ذکر کریں گے اسکو لکھیں گے۔ اس نیچر کے خلاف دیکھو قدرت
 تعالیٰ خدا کی جہاں گنگا جمن کا آبا دین سنگم ہوا ہے دونوں
 دھارین الگ بہہ رہی ہیں جنکو لحاظ سے گنگا جمنی کی اصطلاح رنگ
 آمیزی میں مشہور ہوئی ہے اور یہی عجائب پرستی ہنود کو پرانگ
 اشنان کی باعث ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ دو سیال چیزوں
 میں جو ملکا ہو یعنی جسکی گریوٹی کم ہو وہ اوپر رہے گا چنانچہ
 طبیعیات میں ثابت ہوا ہے اَلْخَفِيفُ يَطْفُو السَّيْكُ چیز اوپر تیرتی
 ہے۔ مگر جب دونوں کی گریوٹی (وزن صنفی) برابر ہو پھر
 اختلاط اور آمیزش سیالات میں ضروری قاعدہ ہے۔

ہماری غرض اس بیان سے یہ ہے کہ قاعدہ مطلق پابند اس نیچر کا
 نہیں ہے چنانچہ ہم نے گنگا جمن کے دھاروں کی نظیر پیش کر دی
 اس طرح بعض مقامات میں کنوئین ایسے دیکھے ہیں کہ ایک
 طرف کا پانی میٹھا جس سے وال بخوبی گلنتی ہے اور دوسرے طرف

پانی کھاری ایک طرف کا ہلکا دوسری طرف کا بھاری یہ اوست
 بھی زیادہ عجیب قدرت نمائی خدا کی ہے کہ آب را کہ یعنی بسبتہ
 اور ٹھہرا ہوا پانی اور پھر باہم ملنے نہیں پاتا ہے۔ سمندر کے پانی
 کا رنگ دریائی مسافروں سے پوچھو اور اس قاعدہ اختلاط کا
 ضروری نہونا اور خدا کا پابند اس نحر کا نہ ہونا معلوم کر دینی
 کا دوسرا نحر پانی کا یہ بھی خاصہ ہے کہ اپنے ہموزن شے کو ڈوبنے
 سے روکتا ہے اسی قاعدہ پر بنا کر کشتی اور جہاز وغیرہ دریامیں
 چلاتے ہیں مثلاً اگر ہزار من کا بوجھ ناؤ یا جہاز پر ہوا اسکے نیچے کم
 سے کم ہزار من وزن پانی کا اگر ہو گا ناؤ نہ ڈوبے گی اور بنظر
 احتیاط ہزار من سے زیادہ وزن پانی کا ہونا چاہئے۔ یہ نحر
 پانی کا غیری روح اشیا میں جاری ہے آدمی جب تک
 زندہ ہے اور تیرنا نہیں جانتا ہے کہ تقدیر گھرا پانی ہو ڈوب
 جاتا ہے اور ادھر مرا فوراً اسکی لاش و ترائی گی اگر پانی اور
 جگہ اسکی جسم کو وزن سے برابر یا زیادہ ہو۔ اس نحر کے ٹوٹنے
 کی وہی تباہی دلیلیں فلاسفہ بیان کرتے ہیں مگر اصل یہ ہے

کہ قادر مطلق نے اپنی غیر پابندی کے ثبوت کا یہ نیچر شکن
 قاعدہ رکھا ہے۔ پھر یہ بھی خیال کرو کہ پانی خود جذب مرکزی
 زمین سے نیچے گرتا ہے اور دیگر اشیا کو جن پر مادہ ارضی غالب
 ہے اوسکو مخالف جذب مرکزی زمین کے اوپر کوا اوٹھاتا ہے یہ
 کیسی اولٹی بات ہے کہ اپنے جسم کو زمین کے جذب سے روکنے
 پر قادر نہیں اور دیگر اشیا کو برخلاف جذب مرکزی زمین کے
 اوپر چڑھاتا ہے۔ پانی کی نرمی اور پتھر وغیرہ کے سختی دونوں
 جذب مرکزی زمین کے مقابلہ کرنے میں قادر مطلق نے برابر کر دی
 ہیں۔ پانی کا تیسرا نیچر پانی کا سیال ہونا بطور اسبوجہ
 سے ہے کہ مسامات میں پانی کی ہوا بھری ہوئی ہے۔ ہم نے ص ۸۲
 میں اوس کل کا ذکر کیا ہے کہ بذریعہ ایرپس کے جب ہوا پانی کی
 نکالی جاتی ہے پانی جگر برف ہو جاتا ہے مگر ایک عجیب خاصہ
 یہ بھی اوس وقت پانی کا ظاہر ہوتا ہے کہ جمنے سے پہلے ایک
 جوش اور اوبال پانی میں آتا ہے جیسے سوڈا واٹر کی بوتل میں
 کاک او بھارنے سے ادھر ہوائے بیرونی اوس میں پہنچی اور

اُبال آیا خالص پانی کے ہوا نکالنے سے اُبال اُس میں آتا ہے
 فلاسفہ طبعیین اسکی دلیل بھی اناپ شناسپ لکھ رہے ہیں
 مگر حکماء کے تسلیم کرنے خواہ رد کرنے کی اسوقت ضرورت نہیں ہے
 بلکہ اسقدر دیکھنا منظور ہے کہ پانی میں جب ہوا یا حرارت
 داخل کرو مثلاً آگ پر چڑھاؤ اسوقت بھی اُبال آتا ہے اور جب
 ہوا کے گرم پانی سے ایرمپ کے ذریعہ سے نکالو تب بھی اُبال
 آتا ہے۔ کیا عجیب قدرت نمانی خدا کی ہے کہ جب پانی کی حرارت
 تھرمامیٹر کے نقطہ جوش پر پہنچے تب بھی اُبال آتا ہے اور جب
 پانی کی برودت نقطہ انجماد پر تھرمامیٹر فارنہیٹ کے پہنچے
 تب بھی جوش آتا ہے۔ اب فرمائے جناب پیرل صاحب
 خداوند نعمت علیان اور جوش کا سبب حرارت ہے یا برودت
 یا محض قدرت قادر مطلق کی ہے جب چاہے علیان کو پیدا کرے
 نہ حرارت اسکا سبب اصلی ہے اور نہ برودت بلکہ يفعل اللہ
 ما یشاء قادر مطلق کو اختیار ہے جو چاہے سو کرے۔ بقراط
 کی سوانح عمری میں لکھا ہے۔ ایک مرتبہ بقراط نے ایک جانور

کی قربانی کی تھی جب قربانی کا گوشت دیکھ مین رکھا جس میں
 ٹھنڈا پانی بھرا ہوا تھا فوراً پانی گرم ہو گیا اور ایسا اُبال دیا
 مین آیا کہ منہ تک اُسکے پہنچ گیا اور بدون آگ پر چڑھائے
 وہ گوشت پختہ ہو کر طیار ہو گیا۔ شیلون حکیم کو یہ دیکھ کر
 از روئے علم کہانت کے ہوئی اُس نے بقراط کو نکاح کرنے سے
 منع کیا بقراط اُسکی بات سُکر ہنسے لگا کہ یہ کیا بیہودہ کہتا ہے
 تاریخ الفلاسفہ مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۴۱۰ یا در ہے کہ ہم حضرت
 موسیٰ کا معجزہ عبور دریا کا جب لکھنے اُس وقت ان اصول
 کو پھر یاد دلائیکے ذرا ٹھہر جائے۔ پانی مین جو عجائبات خواں
 قدرت نے رکھے مین اُنکے بیان کو سیکڑوں اجزا کتاب ہداسیہ
 کردون جب بھی قطرہ از دریا بیان ہو سکے۔ اسی جز اور مد کو
 لیجئے سمندر تو اگم دریا ہے ذرا کلکتہ مین بھاگیر تھی کے بان کا تما
 دیکھئے کہ کس قدر اونچا پانی اٹھکرتا ہے۔ ارسطو کی تاریخ پڑھئے
 اتنا بڑا فیلسوف جسکو معلم اول کا خطاب ہے اسی جز اور مد کے
 سبب نہ جاننے سے آخر بیچارہ نے دریائے (اویس) مین

ایکوڈ بولڈیا اور یہی کہتے کہتے مرگیا کہ دریاسے (اور یہ) مجھے
 نگلجائے کہ با اینہم فلسفہ دانانی مجھے اُسکے جذر اور مد کے سبب پر
 اطلاع نہوتی اور کیسی نادانی کی بات ہے اگر یہ خبر صحیح ہے تو
 ارسطو کی عقل پر اور اُسکے جملہ عقاید پر چوٹ کو ہنسنا چاہئے۔
 پانی کا چوتھا نیچر پانی کا عام قانون یہ ہے کہ حرارت سے
 پھیلتا ہے اور سردی سے سمٹتا ہے اور یہی اُسکا نیچر ہے اب
 یہ قانون قدرت دیکھو اُسکے خلاف جب پانی (۵۰) سے (۵۰)
 درجہ کے حرارت کی زیادتی سے پانی میں سمٹنا پیدا ہوتا ہے اور کمی
 حرارت سے پانی میں انبساط یعنی پھیلاؤ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ
 درجہ سے اوپر کچھ عام قدرتی قانون کے موافق حرارت کی زیادتی
 سے پانی پھیلتا ہے اور حرارت کی کمی سے سمٹتا ہے اور یہ سمٹنے
 کی کیفیت پانی میں رہتی ہے تا انیکہ چار درجہ سے لیکر ایک درجہ
 حرارت تک پانی پونچے اور ایک درجہ کے نیچے پانی جگر برف ہو جاتا
 ہے یہ نیچر شکن قانون پانی کا کیسی حکمت اور بندگان خدا سا کنان
 یورپ وغیرہ کے واسطے خدا نے رکھا ہے جسکو دیکھو کتاب اکبر اعظم

جلد اول کیمیا سے جمادات میں۔ اور کیسی قدرت اور اختیار تمام
 قادر مطلق کا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہی پانی گرمی پہونچنے سے
 پھیلے اور وہی پانی گرمی ہی پہونچنے سے سمٹے۔ کوئی کیمسٹ اور
 فلاسفر اس میں چون و چرا کر سکتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آفریقا
 پانی کا اسی کو اختیار ہے کوئی قانون اسکو پابند نہیں
 کر سکتا ہے۔ جس فلسفہ کی بنا محض تجربہ پر ہو اسکو
 نیچر سے کیا علاقہ فلسفہ قدیم کی بنا چونکہ علت اور معلول سے
 بحث کرنے پر تھی اور جہاں تک اُن فلاسفہ کی عقل رسائی کرتے تھے
 علت اور سبب کی تلاش میں سرگرم رہتے تھے اور اپنے مفروضات میں
 کمی نہیں کرتے تھے اگرچہ سوائے اُن مسائل کے جو الہامی کتابوں سے
 خواہ انبیاء کرام سے اُرتی پرتی انکو ملجاتے تھے اور مسائل میں
 انکی غلط کاری ایسی ہی تھی جیسی جدید فلاسفر کی ہے تاہم انکو
 خلاف قانون قدرت (نیچر) کے واقع ہونے سے انکار کرنا ایسا نازیبا
 نہ تھا جیسا کہ فلاسفہ جدید کو نازیبا ہے جو سپرولارڈ بیکن کے ہیں
 اور محض تجربات پر بنا کر کے جدید مسائل کے معتقد ہو رہے ہیں۔

یہ فلسفہ جدید ہمیشہ ناقص رہے گا اور کبھی قابلِ اطمینان نہ ہوگا
 اور ہمیشہ اسکے اصول درہم و برہم ہوا کرینگے اسلئے کہ ربط حقیقی
 اور سببِ اصلی کے دریافت کرنے کا طریقہ اس فلسفہ میں
 گویا متروک ہو گیا ہے۔ ہم کو خوب یاد ہے پچاس برس آج سے
 پہلے جب کسی جدید تعلیم یافتہ کے سامنے کوئی مسئلہ علومِ اسرارِ حسیہ
 یعنی کیمیا سے قدیم خاصکر علمِ اکسیر کا ذکر آتا تھا کیسے قہقہہ زنی یہ
 لوگ کرتے تھے۔ یا آج کا دن ہے۔ ایک ڈاکٹر نے اصلی چاندی
 بنا کر اقرار کر دیا کہ خالص چاندی بن سکتی ہے اور اب اسی ششماہی
 مین ایک امریکن کیمسٹ نے اعلان کر دیا ہے کہ اصلی سونا بھی
 بنا لیا یا یونیر اخبار مین اسکا اشتہار بھی دیا ہے۔ حالانکہ یہ علمِ قدیم
 فلاسفہ نے فروعِ طبیعیات مین اسکو داخل کر کے جسطرح طب
 اجسام کے مسائل کو اصولِ طبیعیات سے مبرن کیا تھا اسکو بھی
 اُسی طرح دلائلِ طبیعیات سے مدلل کیا ہے۔ اسوقت مین اس علم
 سے بحث نہ کروں گا آئندہ کے ابواب مین اسکو لکھوں گا۔ آج تو مین
 جدید علوم کے تعلیم یافتہ لوگوں سے یہی پوچھتا ہوں کہ جب محض

تجربہ پر بنا آپ کے علوم کی ٹھہری اور علت اور معلول سے کچھ سرکار
 نہ رہا پھر آپ کو کون کو قدیم علم قیافہ غیر طبیعی جسمین ہاتھوں کے
 لکیروں کے خواص اور خال اور ستہ (ٹولول) اور ہاتھ پاؤں کے
 چکر اور بھونری خواہ عورت کے پیٹھ کی سانپن یا عورت کے
 پاؤں کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی کے خواص یا آنکھوں کے
 رنگ اور حسامت خواہ بالوں کا بھورا ہونا یا سیاہ ہونا یا رنگ بدن
 کا زرد ہونا بقول سے سوے میگون چشم ازرق رنگ زرد *
 ہر کس بھیج کس نیکی نکرد * ان خواص کو سنکر آپ کو کیوں تعجب ہوتا
 اور کیوں آپ انکو ناممکن سمجھتے ہیں اب تو فریالوجی کے جدید
 تحقیقات اور تجربات کثیرہ سے ڈاکٹروں نے آدمی کے دانت
 کے شکل اور وضع سے اس کے اخلاقی امور پر حکم لگانا شروع کر دیا
 اور ہونا چاہئے اسلئے کہ جب بموجب تصدیق مسٹر ریڈ صاحب وغیرہ
 یہی بات قرار پا چکی کہ جو اثر جس چیز میں ہم تجربہ سے دریافت
 کرتے ہیں وہی قانون قدرت سے پھر اگر ہم تجربات کثیرہ سے
 معلوم ہو جائے کہ جس عورت کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی

پاؤں کی اُسکے انگوٹھے سے بڑی ہو ضرور وہ عورت ہو وہ سبکی خواہ
 جس عورت کے پیٹھ میں سانپن ہو اور منہ اُس سانپن کا سوتے
 وقت شوہر کی طرف ہو اُسکا شوہر ضرور مر جائیگا اور زندہ نہ رہیگا
 انین قبیل ہزاروں احکام علم سر و دمان اور علم کوکھ اور قیافہ
 اور شکون حیوانات اور چرند پرند اور نیز علم جو قش اور نجوم کے
 احکام جو لاکھوں مرتبہ تجربہ سے صحیح برآمد ہو چکے اسے سطح علم خواص
 حروف اور منتر جترو عاتقونید گنڈا اور سیکڑون قسم کے ٹوٹکے اور
 صدقہ دیار و بلا الغرض جتنی باتیں کچھلے زمانہ کے تجربہ کاروں
 نے دریافت کئے ہیں سب صحیح اور درست ہونگی۔ اسلئے کہ جب
 قانون قدرت (لا آف نیچر) ایسی شہرا کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز
 کے بعد مگر تجربہ میں اور مشاہدہ میں آجائے اور بطریق حقیقی یکے با
 دیگرے کا معلوم کرنا کچھ ضروری نہیں اور نہ ہماری عقل اُسکو معلوم
 کر سکتی ہے پھر سطح ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ بارود کو آگ جلایا کرتی
 ہے یا پانی سے آگ بجھ جاتی ہے خواہ متناطیس لوہے کو جذب
 کرتا ہے خواہ کہربائی اور برقی طاقت اپنے افعال اور آثار ہمیشہ پیدا

کرتی ہے اسی طرح خواص کہیادسی اجسام میں اپنے افعال کر رہے ہیں
 اور لاکھوں اصول اور قوانین قدرت ہم اسی اصول تصفیح پر بنا
 رہے ہیں پھر وہ اصول جنکو لاکھوں مرتبہ تجربہ کر کے ہزاروں برس
 کی محنت اور کوشش سے اہل تجربہ نے خواص غیر جسمانی کو ضبط کیا
 انکو غلط کہنا اور انکے ماننے والوں کو گرفتار و بلام سمجھنا اسکی کیا وجہ
 آپ بیان کر سکتے ہیں۔ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ پابند اصول
 تصفیح اور مقلدین دی کارٹس اور لارڈ بکن وغیرہ جو فلسفہ جدیدہ
 کے معتقد ہیں انکو لازم ہے کہ ہم لوگ پابند فلسفہ مذہبی سے پاہمار
 مخالفین پابند فلسفہ قدیمہ سے ان خواص غیر طبیعی پر زیادہ ایمان
 لائیں۔ اسلئے کہ اگر ہمارے سامنے کوئی منجم حکم کرے کہ آپکے گھر
 آجکے دو گھڑ پاسا دھنے میں خراب ہو رہی ہے اور کوئی ستارہ اچکا
 آج بلی یعنی خوبی پر نہیں ہے جو کئی یا رجال الغیب بھی اور ساسول
 پورب جاتے وقت سامنے پڑیگی اسلئے کہ آج سومبار یا سینچر کا دن
 ہے سوم سینچر پورب نہ چالو د اسی طرح اور نظرات کو اکب
 سب سے ہمارے نحوست آیام کو ثابت کرے تو ہم لوگ پابند فلسفہ مذہبی

اگر منجم کے قول کا ابطال ان اُسکے قاعدہ سے بوجہ اپنی لاعلمی کے
 نہ کر سکیں اور حسب طرح ہمارے امام علی ابن ابیطالب نے پوری تعلیٰط
 اُس منجم کے قواعد نجوم سے کر دی تھی جو حضرت کو جنگ نہروان میں
 ایک روز خاص معرکہ آرائی سے روکتا تھا۔ تاہم اتنا تو ہم ضرور
 کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اصول مذہبی کے رُوسے مجملہ خواص نجوم پر
 عقیدہ کرنا درست نہیں ہے اور ہمارے نبی صلعم نے فرمایا ہے
 بَارِكَ اللهُ يَوْمَ التَّحْتِ وَأَلْحَمْنِيسَ يَخْشَنَهُ أَوْ هَفْتَهُ كَارِ وَرِخْدَانِ
 سفر کرنے اور دیگر امور کے واسطے مبارک مقرر فرمایا ہے اور گہنی
 اور دس سول وغیرہ کا کہیں پتہ ہمارے ہاویان برحق نے نہیں دیا۔
 لہذا ہم کو منجم کے وسوسہ سے یہی پابندی مذہب کے نجات دینے کو
 کافی ہے۔ اور فلسفہ قدیمہ جسکی بنیاد حقیقی اور سبب عقلی دریا
 ہونے پر ہے اور فقط اصول تصفح اور تجربات موہومہ پر نہیں ہے
 اُسکے پابند نجومی کے قول کو یوں باطل کر نیگے کہ جو گہنی اور دس سول
 کیا چیز ہے اور کواکب سیارہ کے آثار غیر طبعی پر کوئی برہان قائم
 نہیں ہے تجربہ امر ظنی قابل اطمینان نہیں ہے ربط حقیقی سعادت

اور نحوست سیارات کا کسی دلیل عقلی سے ہرگز ثابت نہیں لہذا
 ہم کیوں بخومی کے لغو احکام کو مایین۔ آپ فرمائے جناب نیر
 صاحب آپکا مدار تو فقط اسی پر ہے کہ اگر تجربات کثیرہ سے ایک
 امر کا ظہور بعد کسی امر کے ثابت ہو جائے پس وہی اسکا نیچر ہے وہی
 اسکا سبب حقیقی ہے وہ کبھی بدل نہیں سکتا اسی پر کارخانہ عالم پر
 رہا ہے بلکہ اسی کا پابند قار و مطلق بھی ہے نعوذ باللہ پھر ایک ان
 خواص سے انکار کرنا اور انکے ماننے والوں پر قہر زنی کرنے کا کیا سبب
 ہے بلکہ اگر برانہ ماننے گستاخی معاف آپکو تو سب سے پہلے ان اوہام کا
 عقیدہ کرنا لازم ہے۔ آنکہ حال عیب خوش تشدد * طعنہ بر عیب
 دیگران چہ ز نند *۔ آپکی یہ نہی روشنی جو تعلیم علوم جدیدہ سے حاصل
 ہوئی ہے اُس تاریکی جہالت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے جو ہم لوگ پابند
 مذہب آسمانی کو آپ گرفتار اوہام مذہبی کہہ کر قہر زنی کرتے ہیں اسلئے
 کہ ہلوگ اور آپلوگ دونوں اس امر میں تو برابر ہیں کہ سبب وقوع حوادث
 ارضی اور سماوی کی پوری تحقیق کریں۔ ہم بھی جب دیکھتے ہیں کسی
 چیز کو کسی میں اثر کرتے ہوئے مثلاً اسٹیم کی طاقت سے ریل گاڑی

کی رفتار اسوقت ہم کہتے ہیں کہ خدا نے یہ اسرارِ عظیم میں دیا ہے اور
 کیون دیا ہے اسکو ہم بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اور آپ بھی ہزار طرح کو
 تو حیات کیجئے مگر آخر درجہ پر آپکو بھی یہی کہنا پڑتا ہے کہ قدرت نے
 خواہ فطرت نے یہی اسرارِ عظیم میں دیا ہے اور ربطِ حقیقی کے دریافت
 کرنے سے جیسے ہم عاجز اور درماندہ ہیں اُس سے زیادہ آپ بھی عاجز
 ہیں۔ اب اسی حکم پر ہم آپ سے انصاف طلب ہیں کہ آخر یہ کونسی
 عقل ہے کہ جس چیز کے سبب کو آدمی نہ جانے اور اُسکے ہونے اور
 نہ ہونے کی دلیل کو نہ سمجھ سکے اور بے سمجھے بوجھے کہدے کہ ایسا
 کبھی ہو نہیں سکتا اور جو کوئی اُسکے ہونے یا نہ ہونے کا کسی معتد اور سچے
 حکیم عالم علومِ لدنی (انبیاء) کا معتقد ہو کر اقرار کرے اُس پر تہقیر زنی
 کرے اور اُسکو تاریکی جہالت میں مبتلا سمجھے۔ آپلو کون سے زیادہ
 ہمو آپکی نادانی اور جہالت پر تہقیر زنی کرنی سزاوار ہے مگر سہلوگ
 اپنی تہذیب مذہبی بلکہ عین تہذیب عقلی کیوجہ سے بجائے ہنسنے اور
 تہقیر زنی کرنے کیلئے آپکی جہالت اور نادانی پر ہمدردی انسانی سے افسوس
 کرتے ہیں۔ علم سے غرض ہی ہے کہ جو چیز ہماری سمجھ میں آجائی

اُسکو شدنی اور ہونیوالی تسلیم کریں اور جو چیز سمجھ میں نہ آئے اُسکے
 ہونے یا ہونے کے سمجھنے کے درپے ہوں تاکہ ہماری معلومات میں
 ترقی ہو اور یہ تو خاص جاہلون کا طریقہ ہے کہ جو چیز انکی سمجھ میں نہ آئے
 اُس سے فوراً انکار کر دینا۔ اگر جدید تعلیم کا یہی اثر ہے پھر ایسے علم میں
 اور جاہل میں فرق کیا رہا بلکہ جاہل مطلق کو تو ہم معذور بھی کہہ سکتے ہیں
 اور پڑھے لکھے جاہل کو کیونکر معذور کہہ سکتے ہیں۔ دیکھتے ہر زمانہ میں
 اور ہر ملک میں بھوت پریت کے وجود کی خبر مشہور تھی اور عوام کو عقیدہ
 تھا اور اب بھی ہے کہ شیطان جنگلون میں رات کو روشنی کرتے چہرتے
 ہیں اور قبروں سے روشنی نکالتی ہے اور فلاسفر اسکو سنکر شل آپکے
 قہقہہ زنی کرتے تھے۔ آخر ۱۹۶۹ء میں کیمسٹ برائڈ صاحب اسکو
 تسلیم کر کے جب درپے تحقیقات ہوئے ایک ایسی مفید چیز کا وجود
 حیوانات کی ہڈیوں میں ثابت ہوا جسکو فاسفورس کہتے ہیں اور جو انکو
 اندھیری میں خود بخود روشن ہو جاتا ہے اور جسکے ذریعہ سے آج سیکڑوں
 فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹری اصول سے قوت باہ کی اگر کوئی
 دوا ہے تو یہی ہے چہ خوش منید کی چلی مداروں کو۔ ایک دیا سلاتی

ایسی مفید چیز اس سے بنتی ہے جسکے فوائد آج بکو کس قدر پہنچ رہے ہیں
 حضرت موسیٰؑ کا یدِ بیضا کیون جناب نیچرل صاحب جب
 ہڈی مین فاسفورس کا ہونا ضروری اور یقینی ہو چکا اور حضرت موسیٰؑ
 کے بدن مین اور خاص کر ہاتھ مین بھی ہڈی تھی اُس مین بھی فاسفورس
 ضرور ہوگا اور وہ فاسفورس چمکدار اور روشن بھی ہوگا اب مادہ
 روشنی کا تو ہاتھ مین حضرت موسیٰؑ کے ہونا خلاف قانون قدرت
 نہ ہوا بلکہ مطابق (نیچر) کے ہوا اب یہی بات باقی رہی کہ فاسفورس
 اندھیرے مین یعنی جب آفتاب کی روشنی نہ ہو تب روشن ہوتا ہے
 اور حضرت موسیٰؑ کا یدِ بیضا دُنکو بھی چمکتا تھا جیسے ستاروں کی روشنی
 کہ دُنکو چھپ جاتی ہے اور رات کو ظاہر ہوتی ہے۔ پھر کیا بعض ستارے
 جو دن کو بھی نظر آتے ہیں آپ اُنکے وجود سے منکر ہیں؟ بیطرح
 اگر قادرِ مطلق اور حکیمِ ربُّ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ
 مین اس قدر مادہ فاسفورس کا دیا ہو کہ دُنکو بھی روشن ہو جائے
 کوئی دلیل عقلی اسکو محال کر سکتی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ فاسفورس
 ہڈی کا جلد کو توڑ کر باہر کیونکر روشنی دیتا تھا یہ محض نادانی ہے۔

قبروں کی مٹی جب برائے صاحب کو فاسفورس کی روشنی دیکھنے کو مانع
 نہ ہوئی تو نازک جلد حضرت موسیٰ کی اُسکے ٹھہور سے کیونکر منع کر سکتی تھی
 اب اگر کوئی دہرہ منکر نبوت یوں کہے کہ جب فاسفورس کے پیر بیضا
 کی روشنی تھی پھر یہ معجزہ کیونکر ہوا یہ تو سبکی ٹڈیوں میں سے اسکا
 جواب یہ ہے کہ معجزہ اس میں تین باتوں سے تھا (۱) توقف ہاتھ کی
 ٹڈی میں اس قدر فاسفورس کا ہونا (۲) دن اور رات برابر اسکا
 روشن ہو جانا (۳) جس وقت حضرت موسیٰ چاہتے تھے اس وقت روشن
 ہوتا تھا جسکو پوری دلالت اس پر ہے کہ معجزہ باختیار قادر مطلق ہے
 کوئی امر طبعی اور ضروری مثل روشنی فاسفورس کے نہ تھا اور یہی
 ماہر الفرق معجزہ انبیاء اور دیگر خوارق عادات میں سے جسکا سید
 صاحب انکار کر رہے ہیں معجزات بجز دست پیروان مذہب
 آسمانی پر ہے اگرچہ پیر بیضا کو فاسفورس کے بھی میں نے معجزہ
 ثابت کر دیا مگر میں پیر بیضا کو پیر فاسفورس کے ذریعہ سے اعتقاد
 نہیں کرتا ہوں بلکہ نچرل فلاسفر کے اصول پر اسکا ممکن ہونا مثلاً
 رہا ہوں ورنہ میرا خدا ٹڈی اور چڑھے اور گدھے ہر چیز کو اسطرح

معجزہ کافری
 اور کفریہ

چکدار بنا سکتا ہے جس طرح آفتاب اور ستاروں کو نورانی کر رہا ہے
 کیا جگنو کی روشنی یا خراطین یعنی کیچڑے کے مٹی میں فاسفورس
 ہی کا مادہ ہے یا نیپال کے پہاڑ پر وہ لکڑی جو رانکو مثل شمع کا فوری
 کے خود بخود روشنی دیتی ہے اور ہنسنے خود دیکھی ہے اسی میں فاسفورس
 بھرا ہے لا واللہ بلی واللہ ہاں جناب یہ تو حجلہ مقررہ تھا
 اور ابھی سید احمد خان صاحب کی تقریر پر جو دربارہ پیدہ پیا کے انکو
 انکار ہے محکو بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ آپ فرماتے کہ امور قدرتی کا
 جو انکار ہمیشہ آپ کو دیا کرتے ہیں اور خواص غیر جسمانی مثل سعادت اور
 محنت کو اکب یا غیر کو اکب مثلاً حیوان اور انسان کے خواص غیر
 جیسے کسی آدمی کا سبز قدم ہونا یا گھوڑے اور بیل اور بوم یعنی اٹو وغیرہ
 کی محنت خواہ اور قسم کے شکون اور بد شکونی یا دن اور رات کی سعادت
 اور محنت مثلاً قمر و عطرب کی محنت یا محنت اکبر کو او نام مذہبی قرار دینا
 خواہ ستاروں کی محنت یا علم سرود ہا میں جو آدمی کی شمسی اور قمری
 سائنس کے خواص ہیں خواہ اوڈائل یعنی وہ روشنی اور نور انسانی جو ہر
 نفس ناطقہ اور روح میں خدائے پیدا کیا ہے جس کے تصرف سے ہم اور چیزوں پر

غالب آجاتے ہیں اور جسکو مسمریزم سے پورا تعلق ہے اور ہم معجزات کا
 فرق اُسکے ذریعہ بھی ثابت کرینگے۔ الغرض حسب قدر خواص غیر طبعی آج
 دنیا میں ہمارے چشم دید ہو رہے ہیں اور لاکھوں تجربات اُسکے بڑے
 بڑے حکما اور فلاسفر کر چکے ہیں ان سب باتوں کا انکار آپ کس دلیل
 سے کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارا رویہ سخن اسوقت خاص جدید تعلیم یافتہ
 کیطرف ہے اور ان لوگوں کا مدار فقط اصول تصدیق پر ہے اور محض تجربہ
 سے جو حکم عام ثابت ہو جائے اُسی کو قانونِ قدرت اور لائف سپر کہتے
 ہیں یہ لوگ ان خواص عجیبہ کے کیونکر منکر ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یوں
 کہیں کہ خواص طبعی اجسام کی قوت جسمانی سے تعلق رکھتے ہیں اور
 قیاس ہمارا اسی کو قبول کرتا ہے کہ جسم کا جو اثر جسمانی ہو وہ اُسکے مناسب
 ہے اور غیر جسمانی اثر اُسی چیز میں ہونا چاہئے جو کہ خود غیر جسمانی ہو اور
 سعادت اور خوشست کوئی اثر جسمانی نہیں لہذا جسمانی چیزوں میں مثل
 ستاروں کے خواہ حیوانات چرند اور پرند وغیرہ کے انکا ہونا خلاف
 عقل ہے یہ بات اگرچہ بالکل غلط ہے اسلئے کہ روح اور نفس کا ہونا
 جب ان اجسام میں مانا گیا اور غیر جسمانی شے مثلاً نفس جب ہم میں ہوا

پھر آثارِ جسمانی کا ظہور ہم میں کیوں نا جائز ہوگا۔ تاہم فلسفہ قدیمہ کے اصول پر البتہ
یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے جسکی بنا برہان پر ہے اور جدید فلسفی جو محض تجربہ کے
پابند ہیں وہ اس شبہ کو نہیں کر سکتے اور کو برہان اور دلیل عقلی سے کچھ علاقہ
نہیں ہے۔

باب آٹھواں خواص غیر جسمانی کا بیان اور اثبات وجود عالم غیر
مادی کی تمہید کوئی آدمی کیوں نہ ہو کسی چیز کا اقرار یا کسی چیز سے انکار بدون
کسی غرض کے نہیں کرتا ہے بشرطیکہ مخنون اور مست بہوش نہ ہو۔ پھر جب غرض
کی وجہ سے اقرار اور انکار ہر چیز کا ہے۔ اب عالم غیر مادی کا اقرار
ہم لوگ پابندانِ مذہب کو اور اسکا انکار دہری اور نیچرل لوگوں کو
کسی نہ کسی غرض سے ہوگا۔ وہ اغراض جو منکرینِ عالم غیر مادی کو ہیں انہیں کا
بیان کرنا ہمارا ضرور ہے۔ عالم غیر مادی سے مراد کیا ہے کہ جسمین خواص مادہ
کے نہوں۔ مادہ کے خواص کیا ہیں مثلاً وزنی ہونا گرم اور سرد ہونا رنگین
ہونا بد مزہ خوش مزہ ہونا جگہ اور مکان میں سمنا حرکت کرنا یہمالیش میں
آجانا الغرض ہمارے حواسِ خمسہ ظاہری میں سے کسی جس سے اسکی
موجودگی ثابت ہو خواہ دو حواس خواہ تین چار پانچ سے وہ شے اگر محسوس

ہو وہی شے مادی کہلاے گی۔ فرض کرو کہ ایک نازنگی ہمارے سامنے رکھی ہے
 اس میں رنگ بھی ہے اور مزہ بھی ہے خوشبو بھی ہے اور گولائی بھی ہے کہ ہم
 اسکی پیائش مکعب گروی کر سکتے ہیں اب ہمارے چار حواس اسکی موجودگی
 پر متفق ہیں آنکھ سے ہم اسکو دیکھتے ہیں ہاتھ سے اسکو چھو سکتے ہیں زبان سے
 اسکا مزہ چکھ سکتے ہیں ناک سے اسکی بو سونگھ سکتے ہیں اور اگر سخت ہو گئی ہو
 اور اوٹھا کر اسکو پھینکیں اسکے گرنے سے جو آواز پیدا ہوگی وہ بھی سن لینگے۔
 اب پانچوں حواس سے ہم اسکی موجودگی کا یقین کرینگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ
 مادہ سے جو اشیا بنے ہیں انکو ہمارے حواس خمسہ ظاہری دریافت کرتے
 ہیں۔ اور جن چیزوں کو ہمارے حواس دریافت نہ کر سکیں انکی تین قسمیں ہیں
 پہلی قسم تو وہ ہے کہ انکے آثار و افعال کو ہمارے حواس محسوس
 کرتے ہیں جیسے قوت جاذبہ مقناطیسی یا کہربائی یا قوت دافعہ جو ہمارے
 بدن میں پیشاب پینا وغیرہ فضلات کے دفع کرنے کی ہے یا سرکہ میں
 جو قوت ہے کہ ایک خاص پتھر کو اگر سرکہ میں ڈالو باہر پھینک دیتا ہے
 اس پتھر کو باغضال نخل کہتے ہیں یا ایک قسم کا بیج کسی گھاس کا ہوتا ہے
 کہ ادھر اسکو پانی میں ڈالا اور چٹخ کر باہر آجاتا ہے اور چور کا نام نکالنے

والے ہی شعبہ کرتے ہیں کہ جس پر ظن غالب ہوا وہ ملاسیا نے اوسی کا نام
 کاغذ پر لکھ کر اوسی تخم کو کاغذ سے لپیٹ کر دس پانچ گولیوں کے ساتھ پانی میں ڈالتے ہیں وہ گولی
 پانی سے باہر چٹخ کر آجاتی ہے اور بیگناہ چور بنایا جاتا ہے اسی طرح ہزاروں
 چیزیں ایسی کہ اونکو تو ہمارے حواس دریافت نہیں کر سکتے مگر اونکے خواص
 اور آثار کے محسوس ہونے سے ہم اونکی موجودگی کا یقین کرتے ہیں۔
 دوسری قسم غیر محسوس کی مثلاً ہم خواب میں گہری نیند کی وقت بہت سی
 آوازیں سنتے ہیں بہت سی چیزیں کھاتے پیتے ہوئے آپکو دیکھتے ہیں بہت سی
 چیزیں ہمو اپنی شکلیاں جسمانی پرد کھائی دیتی ہیں حالانکہ ہماری آنکھ بند ہے
 ہمارے کانوں کی قوت اور سوقت ایسی زائل ہے کہ اگر توپ بھی چھوڑی
 جائے ہمکو خبر نہوگی۔ پھر بھی خواب کے امور کبھی تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہمارے
 خیال میں پہلے سے اونکی صورت جمی ہوئی ہوتی ہے اور بہت سے امور
 ایسے ہیں کہ ہرگز کبھی وہم اور گمان بھی اونکا نہیں ہوتا بہت سے ایسے امور
 ہیں کہ بطور پیشین بینی کے ہمکو خواب میں نظر آتے ہیں اور بعد بیداری کے
 ہم قطعی حکم کر دیتے ہیں کہ فلان امر پر سون خواہ دس روز کے بعد یوں واقع
 ہوگا اور وہی ہوتا ہے۔ یہ کیفیت تو خواب طبعی کی ہے یعنی جو ہماری طبیعت

کیوجہ سے روزانہ خود بخود پیدا ہوتا ہے اب رہا خواب مصنوعی جو سحر نریم کے
 ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے اس کے آثار عجیبہ بھی ایسے نہیں ہیں کہ اونکا کوئی انکار
 کر سکے اسوقت ہم زیادہ طولانی بیان اونکا نہ کریں گے کہ اصلی غرض فوت ہو گئی۔
 تیسری قسم وہ ہے کہ نہ اس کے آثار اور نہ وہ خود ہمارے حواس سے محسوس
 ہو سکتے بلکہ ہماری عقل جو ایک غیر مادی چیز ہے وہی اس موثر اور اس کے اثر کو
 دریافت کرتی ہے اس تیسری قسم کا ثبوت اور نفی ابھی ہم نہ لکھیں گے ورنہ مصاددہ
 لازم آئیگا ہاں جناب پہلی قسم مثلاً قوت جاذبہ مقناطیسی جس سے لوہے کو
 مقناطیس جذب کرتا ہے یا قطب نما کی سوئی کو شمال کی طرف ٹھہراتا ہے یا
 مقناطیس صلیبی بقول ڈاکٹر گرے گرے صاحب جو لوہے کی سوئی کو چھ طرف
 ٹھہراتا ہے اور اب جدید معلومات میں سے بھی یہ قوت موجود تو ضرور ہے
 مگر ہمارے حواس خمسہ اسکو محسوس نہیں کر سکتے ہاں اس کے اثر کو محسوس کرتے
 ہیں۔ اب اس قوت کو شے مادی آپ کس دلیل سے کہتے ہیں اگر آپ ابقیور حکیم
 سوفسطائی کی طرح کہتے کہ جسم سے غیر جسمانی چیز متعلق نہیں ہو سکتی ہے یا
 جیسا اور بعض فلاسفہ کا قول ہے کہ عقل بھی ایک جسمانی چیز ہے ان باتوں کو
 صحیح اور غلط کرنے سے ہم کو طول تقریر پسند نہیں ہے اتنا ہم کو دکھانا تھا

کہ بعض چیزیں اجسام میں بھی ایسی ہیں کہ ہمارے حواس خمسہ سے اس وقت تک محسوس
 نہیں ہوتی ہیں مگر ان کے آثار کو ہم محسوس کرتے ہیں۔ اب ہم کو اسی جگہ دو عالم کا
 اقرار کرنا ضرور ہوا ایک تو اجسام جو ہمارے حواس خمسہ میں سے کسی ایک سے
 خواہ وہ خواہ پانچوں سے محسوس ہوتے ہیں اور دوسرا عالم اون چیزوں کے
 وجود کا ہے جو اجسام میں ہیں مگر خواص مادہ یعنی رنگ اور بو مزہ گرمی سردی
 حرکت وغیرہ سے بری ہیں۔ پھر جن چیزوں میں خواص مادہ کے نہوں ان کو
 بھی ہم اگر اشیاء مادی کہیں سوائے ہٹ دھرمی اور زبردستی کے اور اس کو
 کیا کہنا چاہیے۔ اگر آپ کو اس کا اقرار ہے کہ ہاں انہیں اجسام میں بعض چیزیں
 یا قوتیں ایسی ہیں جن کے اثر کو ہم دیکھ سکتے ہیں اور خود موثر کو نہیں دیکھ
 سکتے ہیں۔ پھر تو ہمارا زور تقریباً سی حد پر کارگر ہو گیا اور جن اور فرشتہ
 بلکہ خدا کا وجود بھی کچھ محال نہ رہا اور اگر آپ سوفسطائی اور منکر اشیاء موجودہ
 ہیں تو ہم آپ کے ہاتھ میں مقناطیس کو دینگے اور لوہے کی سوئی سا منے
 کر دیں گے کہ اس میں چمٹ جائیگی اور سو وقت آپ کو یا تو یہ کہنا ہو گا کہ ہاں سوئی
 چمٹ گئی یا یہ کہیں گے کہ نہ ہمارے ہاتھ میں لوہا تھا اور نہ سوئی چمٹی ہے سب
 اوہام اور تخیل ہے اور سو وقت آپ کے امراض دماغی کے علاج کی فکر کرنی ہوگی

جن اور فرشتہ

اب عالم خواب کا تھوڑا سا ذکر بھی کروں۔ خواب کا عالم ہی اور ہے اور پھر
 ایسا یقینی ہے کہ شاید کوئی آدمی اس سے انکار کر سکے۔ یون تو سوفسطائی
 بیداری کے محسوسات سے بھی انکار کرتے ہیں۔ مگر ہمارے مخاطب نیچرل
 ایسے نادان نہیں ہیں کہ آگ پانی میں فرق نہ کریں لہذا ہم حاصل و نسے کہتے ہیں
 کہ خواب کے عجائب پر ذرا غور کیجئے اور کہہ دیجئے کہ ہاں خواب بھی عجیب
 قدرت نامائی خدا کی ہے اسی خواب کی تعبیر میں شاعر کہتا ہے ۵
 دُنیا خواب ہے است کش عدم تعبیر است + اسی خواب ہی کے عجائب پر اگر
 آدمی خیال کرے کسی موجود غیر مادی کا انکار کرنا اوسکو مناسبت نہ ہوگا
 خواب طبعی و خواب مصنوعی اور غائب بینی و معجزہ کا فرق بھی
 ضرور سمجھنا چاہیے اعمال مسموم اور اسپرکچو ایلنزم سے
 چونکہ ہم نے اپنے نبی اور کُل انبیاء کے معجزات اوپر کے ابواب میں ایسے
 بیان کیے ہیں جنہیں شبہہ نظر بند ہی اور ہتھ پھیر وغیرہ کا کسی طرح چل نہیں سکتا
 اور وہ سب معجزات علم کامل اور عقل الہی سے متعلق ہیں اور منکرین نبوت کا
 ہمیشہ سے یہی طریقہ چلا آتا ہے کہ جب خوارقِ عادات اور معجزات انبیاء
 کو جو علوم طبیعیہ سے متعلق ہیں انہیں قیل و قال کی گنجائش نہیں پاتے

تب نفسانی قوت اور روحانی قدرت جو ہر ایک بشر میں فطرت نے دی ہے
 اوپر بنا کر کے کہتے ہیں سید احمد خان صاحب کا قول ص ۲۴۶ میں
 حضرت عیسیٰ کے بارہ معجزات سے انکار کرنے کے بعد یہ ہے قولہ ہاں
 اسبات سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت
 رکھی ہے جو دوسرے انسان اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے
 اور اس سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب معلوم ہوتے
 ہیں اور جنہیں بعض کی علت ہم جانتے ہیں اور بہت سون کی علت ہم نہیں
 جانتے بلکہ اس کے عامل بھی اس کی علت نہیں جانتے ہیں اسی قوت پر اس
 زمانہ میں اون علوم کی بنیاد قائم ہوئی ہے جو مزمرزم اور اسپرکچوایلمزم کے
 نام سے مشہور ہیں اور سابقین بھی اُس کے عامل تھے مگر اس علم سے ناواقف
 تھے یا اس کو مخفی رکھتے تھے۔ مگر جبکہ وہ ایک قوت ہے تو اسے انسانی
 میں سے اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت کتابت تو
 اُس کا کسی انسان سے ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو
 فطرت انسانی میں انسان کی ایک فطرت ہے فافہم وتدبر میں کہتا ہوں
 ۵ لائے اس بات کو التجا کر کے + کفر توڑا خدا خدا کر کے +

مجھے تو یہ خبر غلط پہونچی تھی کہ سید صاحب کے تپوڑی جب مکرر عمل کرنے اوس
 امریکن مدعیہ مسمریزم سے اچھی نہوئی تو سید صاحب نے اس قوت کا
 بھی انکار کیا تھا مگر الحمد للہ کہ وہ خبر غلط مشہور ہوئی تھی اور سید صاحب قوت
 نفسانی مسمریزم کے معتقدین اسلئے کہ یورپ کے اخبارات و مصنفات
 جدیدہ میں بھی اس قوت کا ثبوت اور اس عمل کا اقرار پڑھتے پڑھتے
 حضور کو جاتے انکار باقی نہ رہے۔ مگر افسوس ہے کہ حضرت کو سوائے
 تاریخ فلسفہ اور تاریخ منکرین نبوت کے اور کسی علم کی طرف توجہ نہوئی اور
 مسمریزم سے تو ہمیشہ حضور کو نفرت ہی رہی لہذا بعض معجزات انبیاء
 جو قوت نفسانی کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہیں اونکے نسبت اگرچہ اقرار
 فرمایا مگر ساتھ ہی اوسکے یہ بھی کہہ دیا کہ جب یہ قوت ہر ایک انسان میں فطرتی
 طور سے ہے جیسے قوت کتابت پھر اوسکے افعال کو معجزہ کیوں کہہ سکتے
 ہیں اور فافہم اور تدبیر کا جملہ اسوائے اسطے ارشاد ہوا ہے کہ سید صاحب
 نبوت کو بھی امر فطرتی اقرار کر چکے ہیں اور ص ۲۹ میں جنون اور قوت
 نبوت کے فرق میں یون لکھا ہے ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا
 مجنون اور پچھلا پیغمبر گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتلاتے تھے، لغو ذی اللہ

کہان میں وہ سلمان جو سید صاحب کی خیر مقدم پوچھول بٹا کر سنے تھے
 اب اگر عزار شریف پر بھی تو بٹا کرین اچھا اب ہم بھی سی قوت کے آثار
 اور افعال جو مقبولہ سید صاحب لکھیں۔ اور اوس سے پہلے ہلکوا سکا
 بیان کرنا منظور ہے اور بارہا بیان کر بھی چکے کہ معجزہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے
 جو انسان کی قوت ہمارے فطرتی سے جدا گانہ ہو فرق اسی قدر ہے کہ جو قوت
 کتابت مثلاً ہم میں خدا نے رکھی ہے اوسکی نسبت عادت الہی یوں ہی
 جاری ہے کہ ہم پہلے مفردات کی تختیاں لکھیں یا پڑھیں اوسکے بعد مرکبات
 کو۔ پھر اگر کوئی ناخواندہ آدمی مدعی نبوت بلا تعلم کے یا قوت رقم خان سے
 بڑھ کر وصلی لکھ دے اسی کو ہم خرق عادت اور معجزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح
 یہ قوت نفسانی اور طاقت روحانی جو ہماری فطرت میں خدا نے رکھی ہے
 اسکے آثار اور افعال بھی ہم سے ریاضت اور مشق کرتے کرتے درست اور عمدگی
 سے صادر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص بدون مشق اور ریاضت کے مسمیزم کے
 وہ آثار دکھانے لگے ضرور ہم اوسکو معجزنا کہیں گے بشرطیکہ دعوائے نبوت کرتا ہو
 اس روحانی علم میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جبکو یہ علم خدا نصیب کرتا ہے
 اور عمل نفسانی پیدا و سکو سچی قدرت بذریعہ ریاضت کے ہوتی ہے اوسکو بخوبی

تصدیق جملہ انبیاء کی ہو جاتی ہے۔ قدر گوہر شاہ داندیابد اند جوہری +
یہی وہ علم ہے کہ ملا نفیس اور شراح قانون شیخ اور دیگر حکماءے موحدین خوارق
عادات اور معجزات انبیاء کا امکان اس سے ثابت کرتے ہیں اس لیے کہ نفس
کی تاثیر بطرح ایک بدن میں ہوتی ہے تمام عالم میں اثر کر سکتا ہے حتیٰ کہ آب
دریا کو خون بنا دیتا ہے اور ہواے محیط زمین کو پانی بنا سکتا ہے جیسا
طوفان نوح میں ہو چکا ہے بہر حال علمائے روحانی کا اتفاق اس پر ہے کہ
نفس انسانی کی تاثیر اعلیٰ درجہ کی ہے ایسی تاثیر خدا نے کسی شے میں نہیں دی ہے
یہی مراد اس آیت سے ہے خدا فرماتا ہے میں نے اپنی روح آدم میں
بھر دی ہے یہی علم ایسا خدا نے بنایا ہے کہ ہرگز کوئی دہو کہا اور شبہ سچی
باتوں کے جاننے میں اس علم کے علما کو نہیں پڑتا ہے یہی علم اور یہی قوت
خدا نے ہم میں ایسی دی ہے جسکی تکمیل کے بعد پھر ہم فرشتوں پر بھی آکھو فوقیت
دینے لگتے ہیں۔ یہی علم ایسا زبردست ہے جسکے ذریعہ سے شاگرد مشرق
میں اور استاد مغرب میں اور درساں و استاد کا دونوں جگہ آن واحد میں ہوتا ہے
فلاسفہ ظاہرین تو ایک جسم کو دو جگہ آن واحد میں موجود ہونا محال کہہ دیتے
ہیں اور فلاسفہ اشراقی انکے اس بھل قول پر قہقہہ زنی کرتے ہیں لمولفہ

۱۵۔ کلک بس ٹھہر کہ یہ نازک مقام ہے + آگے نہ بڑھ کہ راز کا افشا حرام ہے
 - اب ہم کو لازم ہے کہ سید صاحب کے قول کے ہر ہر فقرہ پر غور کریں اور انکی
 نادرستی کو بتلا دیں قولہ ہاں اسکا انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ خدا نے انسان میں
 ایک ایسی قوت رکھی ہے جو دوسرے انسان اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے
 میں کہتا ہوں دوسرے انسان میں اور دوسرے انسان کے خیال میں اسکا
 مطلب صاف نہ ظاہر ہوا مگر قاعدۂ بلاغت سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک
 لفظ عام کے بعد لفظ خاص بولیں تو مراد اصلی اوسی امر خاص سے ہوتی ہے
 لہذا مطلب سید صاحب کا یہی ہے کہ یہ قوت محض خیال میں انسان کے
 اثر کرتی ہے اور یہ اثر محض خیالی اور وہمی ہوتا ہے کچھ اسکی اصلیت نہیں ہے
 اگر یہ مطلب ہے پھر تو اس قوت کا اقرار اور انکار دونو برابر ہے مگر میں کہتا
 ہوں کہ یہ قوت جملہ قوتہاں جسمانی اور روحانی میں دوسرے انسان بلکہ غیر
 انسان از قسم موجودات عالم مادی اور غیر مادی سب میں اپنا واقعہ اثر کرتی ہے
 ہاں مشتاقی اور ریاضت سے ہم لوگ اور بدون مشتاقی اور ریاضت کے
 معجز نما اس قوت سے بھی سب کچھ کر سکتا ہے - امراض جسمانی جیسے تھوڑی اور
 ابتداءئے نزول الماء اور تشنج عیسوی و رکنازا اور لقوہ فالج درد سراور مرگی اور

لرزہ تا اینکه چوتھیا لرزہ ان سب کو تو میں نے خود اچھا کیا ہے جب کبھی یادش بخیر
 مشاقتی تھی اور یہ امراض وہی اور خیالی نہیں ہیں بلکہ اصلی اور واقعی ہیں اس
 قوت کے اصلی ہونے میں تو سید صاحب کی تقریر اس بیچ پہنچ کی ہرگز کوئی نہ سنے گا
 قولہ اور اس سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب معلوم ہوتے ہیں
 میں کہتا ہوں آپ کو ان عجیب آثار کا ظہور خلافت نیچر معلوم ہوتا ہے کہ مطابق
 نیچر کے مگر جب یہ امر فطرتی انسان کا ہے پھر عجیب آثار کیوں ہونگے قولہ جسمین
 بعض کی علت ہم جانتے ہیں اور بہت سون کی علت ہم نہیں جانتے ہیں کہتا
 ہوں کوئی شخص اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ جو اثر قوت نفسانی سے پیدا
 ہوتا ہے اس کی علت کیا ہے بجز اسکے کہ فطرت نے یا خدا نے یہ اثر اس میں دیا ہے
 یہ قوت تو عالم غیر مادی سے ہے مادی چیزوں کے آثار مثلاً جذب مرکزی اور
 جذب مقناطیسی وغیرہ اس کی علت کون جانتا ہے قولہ بلکہ اس کے عامل بھی
 اس کی علت نہیں جانتے ہیں میں کہتا ہوں آپ نے جن عالمان مسمریزم سے
 ملاقات کی ہے ضرور ان کا یہی مقولہ ہوگا کہ سبب اصلی اثر نفسانی کا ہر کو معلوم
 نہیں ہے مگر اس لاعلمی سے تو ان کو اور آپ کو بھی مناسب ہے کہ انبیاء کے
 معجزات کو اسی قوت سے صادر ہونے کا شبہ نہ کیجیے اس لیے کہ جب دراک

سبب نہیں ہے پھر یہ خیال کرنا کہ معجزہ بھی وہی اثر مسخرزم کا ہے کیونکہ درست ہوگا
 بھول السبب موثر کو ہر اثر میں موثر ماننا کسی طرح جائز نہیں ہے قولہ اوسی قوت پر
 اس زمانہ میں ان علوم کی بنیاد قائم ہوئی ہے جو عمر زم اور اسپریم کا یلزم کے
 نام سے مشہور ہیں اور سابقین بھی اسکے عامل تھے مگر اس علم سے ناواقف تھے
 یا اسکو چھپاتے تھے میں کہتا ہوں آپ کے اس دعوائے زبانی کو فقط وہی
 لوگ تسلیم کریں گے جو آپ کا جامہ عقیدت پہنے ہوئے ہیں۔ یہ علم قدیم ہے سنسکرت
 عربی فارسی میں اسکی کتابیں سیکڑوں موجود ہیں جو گیارہ ہند اور فقراے اسلام
 اور اہل تصوف اور فلاسفہ مشائین سب اس قوت کو جانتے تھے اور اس
 عمل کو کرتے تھے اور کامل طریقہ اسکا درج کتب ہے بلکہ بعض امراض کے علاج میں
 طب یونانی جسکا مدار جسمانی علاج پر ہے اور میں بھی قواعد علاج نفسانی کے طب
 روحانی سے مندرج ہیں دیکھو ہمارے ترجمہ اورو قوانون شیخ کوہان یہ خرابی
 اور خلط ملط جیسے کہ یورپ کے مسخرمیز کرتے ہیں کہ یہ علم بھی علوم طبیعیات
 میں داخل ہو جائے اور اسی وجہ سے ہر جگہ غلطی کرتے ہیں اور حیران ہوتے
 ہیں۔ دیکھو طلسم فرنگ جو ڈاکٹر گرے گرے صاحب کی کتاب کا ترجمہ ہے
 ہر جگہ یہی کہہ رہے ہیں کہ ہم نہیں سمجھتے کہ یہ اثر کیوں پیدا ہوا اور کیوں غیر مرتب

ہر جگہ

ضرر یا فائدہ اس سے ہوا۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ اس علم کی اب بنا پڑی ہے محض آپ کی
 زور زوری ہے یوں فرمائیے کہ سیکڑوں برس چونکہ فلاسفہ یورپ اپنی نادانی سے
 اسکا انکار کرتے تھے اب ذرا راہ پر آتے چلے میں اور اسکا اقرار کرنے لگے
 ہیں اسبطح کیمیا مشرقی اور خواص علم حروف حسمین جفرا اور علم تکسیر وغیرہ بہت
 سے علوم داخل ہیں اونکا بھی اقرار اب فلاسفہ کریں گے علم قیافہ فرنیالوجی کا بھی
 اب اقرار شروع کیا ہے ۵ پانڈے جی پچھتائیں گے پھر حنیہ کی روٹی کھائیں گے۔
 جسے پلسم فرنگ کو دیکھا ہے اوسکو خوب معلوم ہے کہ ڈاکٹر گرگریے صاحب نے
 جو جو شبہات لغو اس علم اور عمل کی نسبت لوگ اپنی نادانی سے کرتے تھے اونکے
 جوابات کیسے کیسے لکھے ہیں ویسے ہی شبہات معجزات انبیاء پر بھی وہی لوگ ہمیشہ
 کرتے چلے آئے ہیں۔ بہر حال قدامے فلاسفہ ہر ملک کے اس علم کو جانتے تھے
 اور خوب جانتے تھے اور چھپانے کی وجہ یہ ہے کہ ظاہری انتظام دنیا کا جن
 اصول پر چل رہا ہے اوسمیں بڑی بد نظمی پیدا ہوا اگر علوم اسرار کے اصول عام
 کر دیئے جائیں اور ہم ان علوم کے چھپانے کے وجہ ایک جداگانہ باب میں
 لکھیں گے قولہ مگر جبکہ وہ ایک قوت ہے قواے انسانی میں سے اور ہر ایک
 انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت کتابت کی تو اوسکا کسی انسان سے

ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو فطرت انسانی میں انسان کی ایک
 فطرت ہے قافہم و تدبر میں کہتا ہوں معجزہ کے معنی عام طور سے جیسے کہ
 عوام اور جہال سمجھ رہے ہیں کہ آدمی سے وہ کام ہونہ سکے یہی معنی سید صاحب
 خیال کر کے عوام کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ہم نے ص ۱۳۶ سے لغت
 ص ۱۵۱ معجزہ کے معنی بخوبی لکھ دیے ہیں اور اب چونکہ قوت روحانی اور افعال
 انسانی کا مقام آگیا ہے۔ پھر ہم انسانی فہم کے راہ سے بیان کرتے ہیں
 سید صاحب کا یہ قول کہ جب یہ قوت ہر انسان میں بالقوہ موجود ہے
 اسی قول سے ان کے شبہ کا جواب پیدا ہو گیا۔ فرض کرو کہ انسان میں کتابت
 کی صفت بالقوہ موجود ہے یعنی بالفعل وہ لکھنے پر قادر نہیں ہے اگر سیکھے اور
 مشق کرے اور قلم و دوات کاغذ وغیرہ سب سامان کتابت اوسکو مل جائے
 اوسوقت بالفعل کاتب ہوگا اور کاتب بالقوہ آدمی ہر وقت ہے اس طرح
 عالم دین ہونا کیمسٹ ہونا بیرسٹراٹ لا ہونا ہر چیز کی لیاقت آدمی میں ہے
 مگر بالفعل کیمسٹ وہی ہوگا جو کیمسٹری کو پڑھے اور اعمال کیمیائی کرتا رہے
 بیرسٹراٹ لا وہی ہوگا جو امتحان قانون کا پاس کرے۔ اسی طرح مسمرنہ
 وہی ہوگا جو علم اور عمل مسمرنہ کا ماہر اور مشاق ہو۔ پھر جب ہر ایک قوت

کے افعال کا ظہور مشاقتی اور علم پر موقوف ہے اور علم اور شوق کے درجات
 مختلف ہیں جیسے جسکی زبانیت اور عقل ہوتی ہے ویسے ہی جسمانی اور در
 میں آدمی کو علم اور عمل کی تکمیل ہوتی ہے اب اگر کوئی لڑکا ایسا پیدا ہو کہ بعد ولادت
 فوراً بولنے لگے اور باتیں کرنے لگے اور جواب بھی ہر ایک بات کا دینے لگے
 جیسے ہمارے نبی حضرت عیسیٰ کا حال قرآن مجید میں بصرہ صحت مند کو رہا ہے۔ یا کوئی
 آدمی ان پڑھ جس نے کبھی ایک حرف نہ پڑھا ہو اور نہ لکھا ہو اور فوراً بڑی بڑی
 کتابوں کو پڑھنے لگے یا جس نے کبھی سوئی میں تا گانہ ڈالا ہو اور یکبارگی عمدہ بخند
 اور رفو کرنے لگے اس خرق عادت کو ہم کیا کہیں گے سوائے معجزہ کے اور کچھ نہیں
 کہہ سکتے اگر دعوائے نبوت کریں گے ہو۔ اس میں طرح مسموم کا علم اور عمل جسکی قوت
 ہر بشر میں ہے مگر مختلف مشق اور ریاضت کے ہے مثلاً ضبط خیال کا عمل
 اور یقینی ثر جو ابتدا سے درجہ ہے اور سکو بھی کسی نے مشق نہ کی ہو اور اعلیٰ
 درجہ کا اثر مقناطیسی دوسرے پر یا خود اپنے اوپر کوئی شخص مدعی نبوت
 پیدا کر دے۔ یا مثلاً جذباتی مراض تو درکنار سلب مراض جو اعلیٰ درجہ
 قوت ہذا کا ہے اسکو محض ناواقف آدمی بلا مشق ہمراہ دعوائے نبوت
 کرنے لگے ہم ضرور اسکو معجزہ کہیں گے۔ پس سید صاحب کا یہ قول کہ جب

یہ قوت فطرت انسانی میں موجود ہے پھر اسکے آثار اور افعال اگر کسی بشر سے
 صادر ہوں اور انکو معجزہ کیوں مانا جائے بالکل نادرست ہے اس لیے کہ ظہور آثار
 قوت ہمارے مذکورہ پر خلاف قانون فطرت یعنی برخلاف قانون عادی کے یہی
 معجزہ کہلاتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ سید صاحب فقط سنی سنائی باتیں خواہ
 اخبارات کی لغو گپیں اور پھین پر بڑے بڑے مطالبات اور اہم مسائل کو ناممکن اور
 ممکن قرار دیتے ہیں۔ ذرا کسی مسمرنی سے تو پوچھیے جس نے برسوں ضبط خیال
 یا عمل تلقینی کی مشق کی ہو اور باوجود کمال مشاقی کے کبھی اسکا عمل خطا پر اور
 کبھی صواب پر ہوتا ہو۔ پھر جب وہ مسمرنی کسی ایسے شخص کو دیکھیگا جو بالکل غیر
 مشاق ہے اور کبھی اسکے عمل و نتیجہ عمل میں خطا نہوتی ہو نہایت اضطراب
 اور حق کو شے سے اسکو ماننا پڑیگا کہ یہ قوت بدون امداد الہی اور تائیدی
 کے کبھی ہونی نہیں سکتی۔ ہم نے تاریخ علوم پر نظر وسیع کی ہے۔ اور عقل کا بھی یہی
 تقاضا ہے کہ ہر ایک علم اور فن کا عالم اور عامل جب تک دوسرے کو اپنے
 سے بڑھا چڑھا نہیں سمجھ لیتا ہے کبھی اسکو عالم اور عامل نہیں جانتا ہے
 فرض کرو ہمارے نبی صلعم اور انکے برگزیدہ خلفاء اور جانشین جو صاحب معجزات
 اور کرامات مشہور ہیں اور یہ ہزاروں علمائے علم نفس جو آجتک گزر چکے یا آج بھی

موجود ہیں اور ہمارے نبی کو مؤید من اللہ تسلیم کرتے ہیں کیا یہ سب کے سب
 محض نادان اور بے عقل ہیں اور کونسی غرض اور نکی اعتقاد نبوت میں پوری
 ہوتی ہے جو آنحضرت صلعم کو نبی اللہ اعتقاد کرتے ہیں اور ایک عامل مسموم
 کا نہیں کہتے۔ علاوہ ہرمان بقول فلاسفہ یہ علم اور عمل ایسا ہے کہ ہزاروں
 برس کی گذری ہوئی بات گذرے ہوئے آدمی کی کیفیت سچی اور واقعی اسکے
 ذریعہ سے دریافت ہو سکتی ہے۔ میں اہل اسلام کے علاوہ غیر مسلمین میں
 بھی جو لوگ اس علم کے عامل ہیں ان سے نہایت دعویٰ سے کہتا ہوں جب
 چاہیں اپنے اوپر خواہ کسی معمول پر حالت استغراق یا غائب بینی پیدا
 کر کے ذرا ہمارے نبی صلعم کے حالات کو دریافت تو کریں۔ یہ بات کہہ دینے
 کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں سب اسی مسموم کے عمل سے خوارق عادات
 دکھلایا کرتے تھے یہ ایک جاہلانہ خیال ہے اسلیئے کہ بڑے بڑے مسموم اور
 عامل اعمال نفسانی سابق میں بھی گزر چکے اور آج بھی دنیا خالی نہیں ہے سو
 اسی شخص کے جسکو سچ مچ خدا نے رسول کر کے بھیجا تھا کسی کا دھواے نبوت
 جھوٹا کبھی چل سکا۔ اور شاید اگر دو چار ماہ چلا بھی پھر آخر وہی دودھ کا دودھ
 اور پانی کا پانی۔ سید صاحب خود تو اس علم کو جانتے نہ تھے کوئی بڑا جاننے والا

ہمارے سامنے آئے اور ذرا ثابت تو کر دے کہ جھوٹی نبوت کا کام سمرزم سے
 چل سکتا ہے اور (۱۳۱۷) برس کے عوض ۱۳ ہی برس چلا تو دے۔ چھوٹا
 منہ اور بڑی بات اگر کوئی سمرزیا اور وہ بھی پورا ماہر اور زبردست عامل ایسے
 لغویات کہتا تو ہم علمی اور علمی اصول منہ مرزم اور اس پر بجا یلزم ہی سے اوسکی
 غلطی کو سمجھاتے اور سید صاحب تو بقول سعدی ۷۷ اے طفل بلند بانگ
 در باطن ہیچ + اس کوچہ سے واقف ہی نہیں اونکے جواب میں ہم زیادہ کیون
 دماغ سوزی کریں اب ایک عام میا نہ خیال ور بھی باقی رہا اور اکثر جہاں آزاد
 خیال کہہ دیتے ہیں کہ شاید فطرت نے انبیاء میں یہ قوت ایسی پوری دی ہو
 کہ بدون تعلیم اور تعلم اور بدون مشق کے اعلیٰ درجہ کے آثار نفسانی اور روحانی
 ظاہر کرنے پر اونکو قدرت تھی مگر کرتے ہی تھے کوئی معجزہ نہ تھا اسکا جواب یہ ہے
 کہ ہاں ممکن ہے اور خدا کو ضرور قدرت ہے چاہے کسی بندہ میں ایسی قوت
 عطا فرمائے مگر جب خدا کسی بندہ میں جمیع قوتہاں نفسانی اور جسمانی اور
 جمیع صفات علم و کمال ظاہری اور باطنی کو جسے اوسکی عام خلائق کی ہدایت
 کا کام چل سکتا ہے عطا فرمائے اور سکوا دسکے ہادی کامل ہونے کا یقین بھی
 ہو جائے وہی ہمارا ہادی اور وہی ہمارا پیشوا وہی ہمارا مصلح اور وہی

فرستادہ خدا اور نبی اللہ ہوگا اور ایسے ہی شخص کی تلاش ہم پر اپنے کار براری دنیا
 اور آخرت کی واسطے واجب ہے اور یہی غرض معجزنمائی سے ہے۔ اب رہی
 یہ بات سید صاحب کی خواہ کسی ورنہ چرل دہریہ کی کہ جب یہ اثر فطرت انسانی
 سے ہے پھر اسکو معجزہ کیوں مانا جائے یہی مطلب ہمارے نبی کا بھی تھا جو
 بار بار حکم خدا فرماتے تھے کہ **إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ مِثْلُ مَا يُوحَىٰ لِلنَّبِيِّينَ** بھی
 ایک آدمی ہوں جیسے تم آدمی ہو فرق یہی ہے کہ مجھ پر وحی الہی نازل ہوتی ہے
 اور تم پر نہیں نازل ہوتی ہے یعنی جو امور فطرتی انسان کے ہیں سب مجھ میں بھی
 ہیں مگر وحی الہی کا مجھ پر نازل ہونا یہی ما بہ الفرق مجھ میں اور عام خلایق میں ایسا
 ہے کہ میرا ہر ایک فعل قابل پیروی کے ہے اور حجت خدا ہے اور غیر نبی کو یہ
 مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

باب نہم سمعہ و بصر کے عال و ربی میں بروقت اعجاز نمائی کے
 فرق کیا ہے جس قدر وجوہ فرق کے عال و سمعہ و بصر اور انبیاء میں ہیں
 ان سب کا سمجھنا اور سب پر یقین کرنا یہ تو اسی پر موقوف ہے کہ آدمی
 خود عال ہو اور کر کے دیکھے تب اسکو پوری تمیز معجزنمائی اور اپنی علمی کارروائی
 میں ہوگی اور یہی حال کل علمی آثار کا ہے۔ بڑھئی اور لوہارا اور سونار وغیرہ

ہر ایک صناعت جیقدر اپنی دشکاری اور قدرتی مصنوع میں فرق کر سکتا ہے
 دوسرا آدمی جو اس کام کو بخانتا ہو وہ کبھی نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ عوام
 جہاں بلکہ بعض خواص کو خصوصاً اس زمانہ میں جب سے (پلانچٹ) یعنی تختی اور
 میز اور انگوٹھی اور گھڑی طلسمی خواہ مقناطیس مصنوعی اور کرشل جادو وغیرہ
 جن کے عمل مسمریزم میں مدد ملتی ہے بکثرت شائع ہوئے ہیں بہت بڑا شبہہ
 معجزاتی میں اس عمل اور علم خام کی وجہ سے پڑتا جاتا ہے لہذا ہم لوگ پابندان
 مذہب آسمانی پر نہایت ضرورت اسکی ہے کہ اس علم اور عمل سے جو آثار عجیبہ
 صادر ہوتے ہیں انہیں اور معجزات انبیاء میں پورا فرق ایسا بدیہی ثابت کر دیں
 کہ عوام بیچارہ جو زیادہ تر محتاج ہدایت ہیں ان کے عقاید میں خلل نہ پڑے۔
 اگرچہ یہ دعویٰ کرنا مجھے اپنے کم علمی کی نظر سے مناسب نہیں ہے لیکن چونکہ بعض
 ابطال شبہات میں نے بھی بوجوب کفائی اسکو تجربہ کر چکا ہوں لہذا شاید میرا
 بیان محض قیاسی اور غرضی نہ ہوگا اسلیے کہ ۵ گفتن تا بہ کردن فرق باشد۔
 وَهَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ہَاں میرے معزز
 پابندان مذہب آسمانی اب ذرا توجہ کر کے اپنے ہادیان برحق انبیاء
 علیہم الصلوٰات کے تاریخی حالات پر اور عالمان مسمریزم کی موجودہ حالات پر

غور کرو اور بعد غور کرنے کے اونکے معجزات اور ان خوارق عادات میں جو علوم
 انسانی اور خاص کر مسمرنیم اور علم خواص حروف سے ظاہر ہوتے ہیں اونکے
 فرق کو سمجھو پہلا فرق تدریج کا ہے یعنی رفتہ رفتہ ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ علم اور
 عمل پر پہنچنا اور یہ فرق جملہ علوم اور اعمال وہی اکسبی میں ہے۔ حسب طبع کسی
 مبتدی متعلم علم ہندسہ اور حساب کو بہت دشوار ہے کہ شکل ۲۹ اقلیدس م۔ (۱)
 کو بدون اون سب شکلوں کے سمجھے ہوئے جان سکے جنہیں شکل موقوف ہے
 یا بدون عمل تفریق اور ضرب کے عمل قسمت کو پورا کر سکے اور سیطرح عامل مسمرنیم
 سے ممکن نہیں کہ بدون تکمیل ضبط و خیال کے اپنا پورا اثر کسی معمول پر ڈال سکے
 چہ جا کہ خود ہی عامل ہو اور خود ہی معمول اور پھر درجہ انکشاف پر جسکو مسکوت علی
 کہتے ہیں پہنچ جائے۔ اب کوئی منکر نبوت کسی نبی کا اور خاص کر ہمارے نبی
 اُمّی عربی تہامی صلعم کا ہکو تاریخ سے بتلا سکتا ہے کہ ہمارے نبی نے کبھی کسی
 معمول پر مشق کی غرض سے کوئی عمل کیا تھا اگر راستبازی کا برتاؤ کیجیگا
 تو یہی دلیل کافی ہے کہ ہمارے نبی صلعم ہرگز عمل مسمرنیم کے عامل نہ تھے اور
 تعصب اور ہٹ دھرمی کا تو علاج ہی نہیں ہے اسی طرح خواص علم حروف کے
 آثار اور عجائب نتائج کا بھی حال ہے جسکو میں باب آئندہ میں لکھونگا دوسرا

فرق جب قدر اعمال نفسانی اور روحانی ہیں و نہیں شرط اہم یہی ہے کہ تخیل اور
 اجتماع حواس و ربی تعلقی امور دنیاوی سے ہو اور جتنے امور تشویش ظنون
 اور تردد و خاطر اور اضطراب قلب اور فکر اور غم کے ہیں ان سب سے عامل کو
 دوری ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہزاروں اسی قسم کے ہیں کہ عین
 حالات اضطراب اور پریشانی خاطر بلکہ محاصرہ اور نزعہ اعدا اور منکرین میں خاص کر
 ان کا ظہور پورا پورا ہوتا تھا بلکہ مجھے تاریخ بتلا رہی ہے کہ جب قدر شرط کی کمی
 بلکہ شرط کا عدم ہوتا تھا اسی قدر ان حضرات کے معجزات اور یہی ظاہر ہوتے
 تھے صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ اب اگر وہ مسمریزم کوئی دوسرا علم وہی ہے
 جسکو ہم نہیں جانتے ہیں اور اسکے مشروط ہمارے مسمریزم معلوم سے جداگانہ
 ہیں اب تو ہم اسی کو علم الہی مان کر انبیاء کے معجزات پر ایمان لائیں گے
 تیسرا فرق جب قدر آلات اور وسائل اور ذریعہ قوت نفسانی (اوڈائل)
 کے بڑھانے کے آج تک معلوم ہوئے اور جو اشیاء مضراس نورانی اثر کے
 ظاہر ہو نیکی ہیں انبیاء علیہم السلام نہ کسی آلہ کے محتاج تھے اور نہ کوئی چیز
 ان کو معجز نمائی سے کبھی روک سکتی تھی وہی ایک ذات مقدس تمام مشروط
 اور آلات اور اسباب سے الگ ہو کر اپنا نورانی اثر بکرم خدا ظاہر کر دیتے تھے

چوتھا فرق جب کوئی عامل سمرنیم وغیرہ اپنا اثر نفسانی کسی دوسرے پر جو غائب
 ہو بغرض جذب یا سلب امراض وغیرہ پہنچانا چاہتا ہے اوسکو کسی واسطہ
 اور رابطہ کی حاجت ہوتی ہے جسمین اپنے اوڈائل (اثر نورانی) کو بذریعہ پاس
 کرنے کے بھر دیتا ہے مثلاً کپڑا روی پانی مقناطیس مصنوعی شیشہ کوٹلا وغیرہ
 ایسی ہی چیزوں میں طریقہ معلومہ سے وہ اثر بھرا جاتا ہے اور مریض کے پاس
 اونکو پہنچاتے ہیں۔ انبیاء و راسخ علیہم السلام اپنے معجزات اثر کرنے میں
 کبھی اسکے محتاج نہ تھے اونکو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ ادھر منہ سے
 فرمایا اور فوراً آثار ظاہر ہو گئے پاس کرنا اور چھوچکا وغیرہ یہ سب امور
 ناقص لوگوں کے عین اعمال کے پائندہ ہیں۔

ہم اوسی درویش کے ہیں معتقد جسے جو کچھ منہ سے کہا ہو گیا
 صلوات اللہ علیہم اجمعین پانچواں فرق معمول سمرنیم پر جب حالت
 غائب یعنی پیدا ہوتی ہے اوسوقت اوسکے حواس خمسہ ظاہری بالکل مسلوب
 ہوتے ہیں نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ گرمی سردی کے امتیازاوسمیں ہوتی ہے
 اور یہ کیفیت کل معمولین کی ہے چاہو کسی غیر پر عمل کرو چاہو خود اپنے اوپر
 یہ حالت وجہ اور استغراق کی پیدا کرو تجربہ بھی اسکا شاہد ہے اور برہان عقلی بھی

اسی پر قائم ہے کہ قوائے باطنی کے غلبہ سے قوائے ظاہری مغلوب ہو جاتے
 ہیں اور قوائے ظاہری کے غلبہ سے قوائے باطنی مغلوب اور محل مضحل ہو جاتے
 ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جب کسی کو کوئی امر غائب کا باعجاز ملاحظہ
 کراتے تھے وہ شخص اس سے معمولی حالت میں اپنے حواس خمسہ پر باقی رہتا تھا
 اور کسی طرح کا فرق اور سلوک کسی جس میں نہیں محسوس ہوتا تھا اور خود وہ حضرات بھی
 ہمیشہ بحالت روشنی و ضمیری یعنی حالت وجد اور استغراق (نعوذ باللہ) میں
 معمولی حالت سے جدا نہیں ہوتی تھی یہ بھی جانتا ضرور ہے کہ جنون
 کی حالت کو جو زیادہ مشابہت خواب مقناطیسی سے ڈاکٹر گرے گرے صاحب
 وغیرہ علمائے علم سمرنیم دے رہے ہیں اور سید احمد صاحب بھی کنا مینہ
 کہہ رہے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم کو بھی کفار مجنون کہتے تھے اسی شبہ کے
 مٹانے کی غرض سے ہمیشہ ہمارے نبی صلعم کفار سے جب مناظرہ اور مباحثہ
 فرماتے تھے اونے بار بار استفسار کرتے تھے کہ مجھ میں کوئی بات جنون کی
 تم پاتے ہو چنانچہ ہم نے ص ۲۰۵ میں اسکو لکھا ہے اور اس جگہ سکود و صرانا
 اس بات کا اسلیئے ضرور ہے کہ جنون ایک مرض غیر اختیاری ہے جسکو طبیب
 دلائل عشرہ مذکورہ علم طب سے بخوبی پہچان سکتا ہے اور وجد اور استغراق

اور خواب مقناطیسی بہ امر اختیار ہے اور انبیاء علیہم السلام کی حالت معجزاتی وہ
 تیسری بات ہے جو سب سے الگ ہے۔ کسی دیندار کو ان فلاسفہ منکرین
 نبوت کا یہ قول شہر میں نہ ڈالے کہ معاذ اللہ حضرات انبیاء پر جنون کی کیفیت
 ہمیشہ یا کبھی پیدا ہوتی تھی چھٹا فرق مسموم کے پورے اثر ہونے
 میں شرط ضروری یہ بھی ہے کہ جس پر اثر ڈالا جاتا ہے وہ منکر اسل شر کا نہ ہو یا تو
 اسکے سچے موثر ہونے کا مقتد ہو یا خالی الذہن ہو کہ نہ منکر اور نہ مقتدا اور
 منکر کا انکار جب قدر زیادہ ہوگا اوسے قدر اثر اوس پر دشوار بلکہ اکثر کچھ بھی نہ ہوگا
 انبیاء اپنی معجزاتی خاص منکرین نبوت ہی پر فرماتے تھے اور مقتد پر
 اونکو حاجت اعجاز نہائی کی نہ تھی اور جب قدر انکار کسی کا شدید ہوتا تھا اوسے
 معجزاتی پوری ہوتی تھی جیسا کہ ہر کتاب میں بتایا ہے ہر سال تو ان فرق قابلیت
 اثر کے جو اصول اس علم میں مقرر ہوئے ہیں مثلاً قوی دل نہوا اختلاف مزاج
 سوداوی صفاوی وغیرہ اور کم عمری خواہ عورت ہونا نرم اندام وغیرہ سب
 امور معجزاتی انبیاء میں ہرگز ملحوظ نہ تھے بلکہ وہ شخص کسی مزاج اور طبیعت کا ہو
 اور کیسا ہی قوی دل اور مسن اور معتبر ہو ہر شخص پر اُنکی معجزاتی برابر ہوتی ہے
 اُنھوں نے فرق کیسا ہی زبردست عامل مسموم ہوا اور کیسا ہی عمل خواص

حروف میں اور کیسا ہی ساحر اور جادوگر مومن نبی اللہ اور اوصیائے انبیاء پر ہرگز
 اسکا عمل کارگر نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ایک بڑا فرق نبی اور غیر نبی میں ہے اور
 نبی اللہ کا اثر اعجاز کوئی عامل کیوں نہ ہو نہ روک سکتا ہے اور نہ عکس عمل سے
 اسکو ہٹا سکتا ہے حضرت موسیٰؑ کی نسبت جو قرآن مجید میں وارد ہے
 کہ آپکو جادوگران فرعون کی رسیوں اور لاثیوں کے سانپ کی طرح دوڑنے
 سے خوف ہوا یہ خوف اونکے سحر کے اثر سے حضور کو نہ تھا اسلیے کہ حضرت موسیٰؑ
 کو خدا نے ہر طرح سے یحیوف کر کے مقابلہ فرعون اور اتباع فرعون کی واسطے
 بھیجا تھا اور وعدہ نصرت اور ظفر پورا کر لیا تھا چنانچہ قرآن مجید میں سب مذکور
 ہے پھر باوجود ایسے بختہ وعدہ کے نبی اللہ کو اگر خوف ہوتا معاذ اللہ اونکے
 ایمان میں ضعف پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے وعدہ ہائے حتمی پر آپکو بھروسہ نہ تھا
 ایسا ضعیف الایمان کوئی ادنیٰ درجہ کا بشر بھی نہیں ہو سکتا ہے چہ جاکہ نبی
 اولوالعزم بلکہ حضرت کو خوف اسکا ہوا تھا کہ یہ ہزاروں آدمی آپکی امت کے
 جو اسوقت حاضر معرکہ امتحان ہیں ایسا نہ تو قبل ظہور معجزہ کے مارے خوف کے
 بھاگ جائیں اور میرا معجزہ عصا انکے بھاگنے سے پہلے اس سحر کو باطل کر سکے
 اور دوردور خبر میرے مغلوب ہونے کی پہونچنے سے ایک بڑی بدنامی پیدا ہو

انبیاء پر جادو نہیں ہو سکتا اور
 اوصیائے انبیاء پر جادو نہیں ہو سکتا

اور یہ ہدایت کا بل جو اس وقت ہونے والی ہے اس میں برسوں کی محنت اور
 جانفشانی کا وقفہ ہو جائے اور ابھی ابتدائی حالت نبوت کی ہے اور ابتدا
 میں ہر ایک امر اہم کے انجام دینے میں پورا خیال ہوتا ہے پس یہ خوف حضرت
 موسیٰ کا اپنی ذات پر نہ تھا اور اسی نظر سے خدا نے فرمایا لَا تَخَفْ إِنَّكَ
 أَنْتَ الْغَلِيظُ ذُرِّيَّتُكَ مُرُورٌ فَتَحِيَابٌ اور غالب ہوئے جاتے ہو اور یہ خیال
 کرنا کہ بشریت اس وقت حضرت موسیٰ پر غالب ہوئی تھی نہایت ناروا
 خیال ہے۔ بشریت کا غلبہ عین بر وقت کا ربوت یعنی مقابلہ اور معجز نمائی اور
 ہدایت کے اگر انبیاء پر فرض کیا جائے پھر اونسے عہدہ نبوت کا سرا انجام کیونکر
 ہوگا۔ اسکے علاوہ ضعف ایمان اور عدم وثوق وعدہ ہائے الہی پر جو عام
 خلایق کی خصلت ہے اسکا الزام بھی حضرت موسیٰ پر لازم آتا ہے۔
 لہذا یہ خوف کسی طرح اس جناب کو اپنے نسبت نہیں تھا۔ ایضاً جیسے اس
 قصہ میں بعض ناقلین اخبار یہود اور مفسرین اہل اسلام کو غفلت ہوئی اور یہ طبع
 ایک روایت صریح غلط ہمارے نبی صائم کے نسبت بھی نقل کر دی کہ آنحضرت
 صلعم پر سحر نے اثر کیا تا انیکہ آپ پر ایسی حالت بنجودی کی پیدا ہو گئی تھی کہ جو
 کام نہیں کیا تھا اسکو خیال فرماتے تھے کہ کر چکے ہیں اور معاذ اللہ حسب طبع

کفار کہا کرتے تھے کُلِّ تَبَّاعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُوفًا ۱۔ اس
 پیروان محمد صلعم تم لوگ ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جو سحر میں گرفتار
 ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ روایت عقیدہ اسلام اور دلیل عقل دونوں
 کے مخالف ہے اگر ایسا ممکن ہوتا کہ نبی اللہ پر سحر کا اثر ہو تو کوئی
 نبی ان لوگوں کی ضرر رسائی سے زندہ نہ رہ سکتا یا ہمیشہ مسحور اور
 گرفتار سحر ہو کر امردایت سے بیکار ہوتا اور قول کفار
 آپ کے حق میں صحیح ہو جاتا کہ مسحور ہیں یہی بات کہ حضرت کو
 حکم تھا کہ اثر سحر سے پناہ مانگنے کی دعا کیا کریں اس سے لازم
 نہیں آتا ہے کہ سحر کا اثر بھی آپ کو ہوتا تھا بلکہ جس طرح آپ خطا اور
 زیان سے بچنے کی دعا باوجود معصوم ہونے کے کرتے تھے
 براہِ تعبد اسکی بھی دعا کرتے تھے اگر یہ شبہ کسی کو ہو کہ بطرح فطرتی اشیا
 جیسے زہر اور تلوار وغیرہ کا اثر آپ پر ہوتا تھا اوسیطرح آثار نفسانی اور
 سحر جادو کا اثر بھی فطرتی ہے اسکے ہونیکا انکار کیون کیا جائے جو قانون
 قدرت (لائف نیچر) کے مخالف ہے مطلب یہ ہے کہ فطرتی آثار کے انکار
 کرنے سے قانون قدرت (لائف نیچر) بگڑ جائیگا پس ممکن ہے کہ عمل روحانی

مثلاً مسمریزم خواہ سحر کا اثر او نہیں ہوتا ہو مگر وہ اپنی قوت خدا داد سے اسکو دفع کر دیتے ہوں خلاصہ یہ ہے کہ نیچر کے خلاف یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء پر مسمریزم اور سحر وغیرہ نہیں چلتا تھا اب اسکا یہ ہے کہ جب انبیاء کے جملہ معجزات کو ہم خلاف نیچر یعنی خلاف قانون عادی کے ثابت کر چکے ہیں یہ ایک بڑا معجزہ کہ اون حضرت پر کسی کا سحر وغیرہ نہیں چلتا تھا اسکے ماننے میں ہم کو کونسا امر مانع ہے ہم کو نیچر فرضی غیر اصلی کی پابندی اپنے نبی کے معصوم اور محفوظ ہونے میں کیون ضروری ہوگی۔ اب رہا سمیات اور تیراوتلوار کا اثر جسمانی اور موثرات نفسانی اور روحانی اور خواص حروف اور سحر وغیرہ کی تمثیل اس میں بے طاقت مُمَثِّل اور مُمَثَّل کی شرط ہے کوئی شخص ان دونوں اثر کو یکساں نہیں ثابت کر سکتا ہے اور وجہ فرق موثرات جسمانی اور غیر جسمانی کے بہت ہیں اور تمثیل سے کسی عقلی بات کا ثابت کرنا یہ نہایت خراب طریقہ ہے بلکہ فلاسفہ قدیم اور جدید بھی مثل لارٹو سکیں اور دے کارنس اور لاک وغیرہ اسکو ضلالت اور گمراہی کہہ چکے ہیں۔ المختصر انبیاء کی فطرت کو ہم اسی عمدگی پر خیال کرتے ہیں کہ اون پر سحر وغیرہ کا اثر نہیں ہوتا تھا اور یہی بڑا ماہ الفرق ہم میں اور انکی ذات مقدسہ میں ہے اور عقل بھی اسی کو ضروری مانتی ہے نقلی دلیل دیکھو

شگون اور بد شگونی کی نسبت ہمارے نبی صلعم نے فرمایا کہ ہم اہلبیت طہارست
 ہیں نہ ہم کسی چیز سے بد شگونی لیتے ہیں اور نہ ہماری کسی معیبت وغیرہ سے کسی کو
 شگون بد لینا چاہیے۔ اسی قسم کے اور بھی احادیث بے شمار ہیں جن سے ہمارے
 اس عقیدہ کی پختگی ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرات پر سحر اور جادو وغیرہ اثر نہیں
 کرتا تھا اور اثر ہونے کے بعد اس اثر کو دفع کر دینا اس میں تو ہم اور انبیاء
 برابر ہیں پھر ہم میں اور انبیاء میں فرق کیا رہیگا اور اس مسئلہ کو پھر ہم لکھیں گے
 اور یہ جو خراب عقیدہ ہے کہ انبیاء کی روح کو بلواتے ہیں یہ بھی باطل ہو گیا
 مگر اتنا پھر بھی کہ ہونگا کہ بعض اعمال سحر اور آثار نفسانی اور خواص حروف
 کے ایسے چٹ چٹ اثر کرنے والے ہیں کہ مہلت اونکے اولٹنے اور دفع اثر
 کی بل نہیں سکتی اور اسکو وہی جانتا ہے جو کہ ان علوم سے واقف ہو لہذا
 انبیاء کی ذات مقدسہ کو منجانب اللہ ایسا ہونا ضرور ہے کہ اون پر ان امور سے
 کچھ اثر ہی نہ ہو ورنہ بڑی خرابی لازم آئے علاوہ ہر ان ممکن خواص علم حروف سے
 اور نیز دیگر علوم سے بخوبی معلوم ہے کہ بعض اشیاء میں خدا نے یہ اثر دیا ہے کہ
 اونکے پاس رکھنے سے یا کھانے پینے سے کسی قسم کا سحر اور جادو منتر جنتر
 ہرگز ہم پر اثر نہیں کر سکتا ہے اور ہمارے نبی و ائمہ صلوات اللہ علیہم نے

ہرکو بھی بعض دعائیں اور آیات قرآنی ایسی تعلیم فرمائی ہیں جو ہرکو سحر اور جادو وغیرہ
 سے محفوظ رکھتی ہیں بشرطیکہ ہم اُنکو شروط صحیحہ سے استعمال کریں۔ پھر خود
 انبیاء علیہم السلام کو اگر ہم پناہ بخدا فرض بھی کریں کہ اثر نفسانی اور جادو وغیرہ
 اُنپر عمل سکتا تھا تو وہی چیزیں اُنکی حافظہ بھی ہو سکتی ہیں بلکہ بالاولیٰ ہوتی
 ہونگی۔ یہ تقریر ہمارے بعد فرض اور تسلیم اس بات کی ہے کہ انبیاء پر بھی اثر
 اسکا ہو سکتا تھا مگر تعلیم الہی اُنکو ایسے امور کی تھی کہ وہ ہمیشہ مسخوڑ ہونے سے
 محفوظ تھے اگر محفوظ نہ مانیں تو اُنکے قول و فعل کو ہم حجت کیونکر مان سکتے ہیں
 نو ان فرق اکثر لوگ بعض اعمال خراب اور کفر اور شرک کے جیسے عمل شمس خواہ
 عمل مرتج و زہرہ وغیرہ (جسکا بیان علم تنخیر ارواح اور نفوس میں کیا گیا ہے)
 خواہ وہ عمل شیطانی جسکو عوام ہمزاد کا عمل کہتے ہیں الغرض ایسے اعمال سے اُنکو
 قوت تصرف یا تصرف کی پیدا ہوتی ہے جسکو عاملان عمل علوی نعوذ باللہ انبیاء
 کی طرف بھی نسبت دیتے ہیں دیکھو کتاب شمس المعارف ابوالعباس بونے وغیرہ
 کو۔ اور ان اعمال سے اکثر طبیب کو تشخیص امراض پر اور نیز تدبیر سابق پر مریض
 کی اطلاع ہو جاتی ہے اور نبض پر ہاتھ رکھ کر بتلاتے ہیں کہ تم نے کل پر سون
 خواہ چند ماہ گزرے یہ چیز کھائی تھی اور یہ کیا تھا ازین قبیل دیگر حالات مریض کو

بیان کر دیتے ہیں اور یہ قوت غائب بینی کے اعمالِ محترمہ مذکورہ سے بھی پیدا
 ہوتی ہے اور محض مہمہ آقائین نفس پر قادر ہونے سے بدون کسی عمل کے
 بھی پوری پیدا ہوتی ہے جسکائیں بھی تجربہ کر چکا ہوں اور جوتشی یعنی خواص
 نجوم اور مسرودہا اور حفر اور رمل کے قواعد ضمیر اور خی بتلانے سے بھی اور
 بعض طریقہ ایسے مجرب اور آسان ہیں کہ ۲۲ روز میں آدمی کو یہ قوت پیدا
 ہو جاتی ہے اگر استاد کامل بتلانے والا شفیق ہو چنانچہ جفت اور طاق جوچنے کا
 کھیل بچوں کو اسی قوت کے پیدا ہونے کی واسطے سکھاتے ہیں جسکی مشائی سے
 ہزار مرتبہ جوچنے میں خطا نہیں کرتا ہے۔ ایضاً شیطان لعین نے آدمی کے بید
 اور شرک بنانے کی غرض سے بعض ایسے اعمال بھی سکھائے ہیں کہ ہمیشہ آلودہ
 نجاسات رہنا اور غسل جنابت نہ کرنا تارک الصلوٰۃ ہونا ستارہ پرست رہنا بھان افغان
 قبیلہ کو پورا اثر ایسی روشنی میری میں ہے اور عزیمت کاٹن کی جو اصطلاح قائم ہوئی ہے اور
 اوہمیں استہدائیں شیطانیاں اور روحانیاں سے ہوتی ہے اور وہ سب کفر اور الحاد محض ہے
 میری غرض اسوقت یہ ہے کہ اگر کوئی طبیب ایسا ہو کہ جس پر ہاتھ رکھ کر علاوہ قواعد طب کے
 مریض کا مرض اور حالات گزشتہ پورے پورے بتلا دے پھر اوسکو اس امر کا
 معلوم کرنا کہ یہ مرض فلان دوا سے فلان روز جاتا رہیگا کیا دشوار ہوگا اور

اگر ایسا کوئی طبیب ہو پھر تو بد ہی بات ہے کہ دنیا میں سوائے اُس کے دوسرا
 طبیب باقی نہ رہے اور کسی کی طرف کوئی اپنا علاج رجوع نہ کرے۔ ہم نے ایسے
 مدعی جس قدر دیکھے بجز اُس کے کہ حالات مریض کو البتہ خصوصاً گزشتہ تہذیب نے مین اوئی
 دستگاہ پائی اور شفا و امراض میں اگر سچ مچ علم طب جانتے تھے تو برابر انھیں رسمی
 اطباء کے بلکہ اونسے کمتر پایا۔ اور ہم کو منظر قواعد علوم اسرار اور برہان کے اچھی طرح
 معلوم ہے کہ جس طرح گزشتہ امور کا جانتا ان قواعد و اصول مذکورہ بالا سے
 بہ نسبت آئندہ امور کے آسان ہے اُسی طرح ان لوگوں کو بھی شفا و ہی امراض
 میں دشواری زیادہ ہے اور علم طب جسمانی سے کسی طرح ایسے اعمال کو تعلق نہیں ہے
 غرض اصلی اس جگہ ہماری اس تقریر اور بیان سے یہ ہے کہ انبیاء پر تہمت
 کرنی کہ نعوذ باللہ وہ بھی عامل انھیں اعمال علوی کے تھے کسی طرح درست نہیں ہے
 اسیلئے کہ وہ برگزیدگان خدا و شرک اور کفر مٹانے کو آئے تھے یا امت کو مشرک
 اور کافر بنانے کو اور انکی قوت نورانی بلا ریاضت محض قدرتی اور فطرتی تھی
 کوئی ایسا عمل جسمیں ستارہ اور شمس پرستی کی بوجہ آتی ہو نہ خود وہ حضرات کرتے
 تھے نہ ہم کو اُس کے کرنے کی اجازت دی ہے محض افترا اور بہتان ہے اگر کوئی
 شخص ایسے اعمال کو اُن حضرات معصومین کی طرف نسبت دے۔ پھر جس طرح

کسی پیرو نبی کو مناسب نہیں ہے کہ ایسے اعمال کو انبیاء کی طرف منسوب کرے
 اُسی طرح منکر نبوت نبی کو اسکا خیال کرنا درست نہوگا کہ مقدس روایات انبیاء
 کو ایسے امور کا عامل تجویز کرے جو انکی شان نبوت اور خدا پرستی سے منافی ہوں
 اور بالفرض اگر ایسے اعمال کو ہم مؤثر بھی مانیں تو یہی بڑی دلیل ہے کہ انبیاء کے
 معجزات اور کرامات بالکل جدا تھے ان خوارق عادات سے جو ایسے اعمال
 کفر اور الحاد سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی سبب سے ہم نے دعویٰ کیا ہے
 کہ ان علوم کا جاننے والا پورا فرق معجزات نبی میں اور ایسے خوارق میں کر سکتا
 ہے دسواں فرق اور اسی فرق پر اس تقریر کو ختم کرتا ہوں واضح ہو کہ یہ
 جہت و وجہ فرق ہم نے اوپر لکھا اگرچہ مثل قطرہ از دریا میں اور عالم علوم ہزار
 کو صد ہا طرح کے فرق معجزات انبیاء اور خوارق عادات انسانی میں معلوم ہیں پھر
 بھی عوام کو گنجائش باقی ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب خیالی اور فرضی باتیں
 ہیں آج تو کوئی معجز ناموجود نہیں ہے ہم ان باتوں کی تصدیق کیونکر کریں -
 مگر خداوند قادر اور حکیم چونکہ ہمیشہ اپنے بندوں کی ہدایت کے اسباب کو مہیا
 کرتا رہتا ہے۔ آج بھی اگر اوسکے بندگان مطیع خواہ سرکش اصلی معجزات اور
 کرامات انبیاء اور خوارق عادات انسانی جو بدیعہ مسمریزم وغیرہ دیگر علوم کے

ظاہر ہوتے ہیں اُونہیں فرق سمجھنے کا قصد کریں آسان طریقہ اُسکا یہ ہے کہ اُونہیں
 کے ایجادی اشیا اور آلات جیسے آلہ (پلانچٹ) یعنی تختی طلسماتی خواہ انگشتی
 کراماتی خواہ گھڑی حاضراتی جسکے فروشدہ بہت سے لوگ ہیں اور رام کرشن
 فیض آبادی کو تو خم ٹھوک کر یہ دعویٰ ہے کہ سوامی جی کے دیا اور کرپا سے یہ
 انگشتی کراماتی اونکو ملی ہے اور سو روپیہ جرمانہ دینے کا اشتہار ہے اگر اثر
 نکرے۔ بہر حال ان آلات کے ذریعہ سے اگر عمل مقدس طبعی پورا ہوتا ہے خواہ
 اور طریقے عمل کے جدید اور قدیم جسکے عامل اکثر لوگ یورپ اور ہندوستان
 میں موجود ہیں اُون سب کو جب تسخیر و اح کا پورا ملکہ ہے اور اونکو پورا یقین ہے
 کہ ہم جسکی روح کو چاہیں بلوا کر اوس سے امر حق اور باطل کو تحقیق کر لیں۔ جب
 ایسا ذریعہ کامل اونکو میسر ہو چکا جسکے ذریعہ سے معاذ اللہ پیغمبران خدا دعویٰ
 نبوت کرتے تھے اور تمام خلائق کو اپنا مرید کر لیتے تھے پھر یہ لوگ عالمانِ مسمرین
 ان سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ اپنے نفع و ضرر دنیوی کے امور پر انھیں ارواح
 سے پوچھ کر آگاہ ہو جائیں۔ اور اگر سوائے اس دُنیا کے کوئی اور دُنیا پیدا
 ہونے والی ہے یا یہی لوگ مرنے کے بعد پھر دوسرے عالم میں رہنے کی واسطے
 عذاب یا ثواب میں اُٹھائے جائیں گے جسکی خبر پیغمبرانِ برحق ہمیشہ دیتے گئے ہیں

اگر انکی پیشین گوئی اسی مسمریزم کے ذریعہ سے تھی پس ضرور ہے کہ معمولان مسمریزم
 اب بھی وہی پیشین گوئی کریں گے اور یہ جھگڑا جو پابندان مذہب آسمانی اور دہرہ
 لاندہبوں میں انکار اور اقرارِ حشر اور نشر کا ہے اسی طریقہ سے طے کر لیں۔
 اور (کلیروانیس) اور (سوم نام پل اسم) یعنی مسمریزم اور علم الارواح سے
 پورا فائدہ اٹھائیں اسلیے جب روحانی طاقت آدمی کو پوری ہو جائے پھر
 اوسکو کسی امر مشکل میں اگر لگ کر کیا حاجت رسیدگی اتنا بڑا سچا ہادی اور مشکل کا
 حل کرنے والا طریقہ جسکو معلوم ہوا اور پھر وہ سب سے زیادہ جاہل اور پادری گل
 جملہ امور میں ہو۔ اب نتیجہ ہمارے بیان کا یہ ہوا کہ یہ طریقہ تسخیرِ ارواح کے اور
 یہ اعمال مسمریزم جو آجکل شائع ہو رہے ہیں یا تو عام لوگوں کو انکی سچائی پر پورا
 یقین نہیں ہے (۲) یا یہ طریقہ خود لغو اور بھل ہے کہ ان کے کارروائی اور حاجت
 براری خلائق کے مشکلات دنیوی اور مہمات دینی میں نہیں ہوتی ہے بلکہ سطح
 بھانمتی اور بازگیر تماشاکرتے وقت عجائب امور دکھلاتے ہیں مثلاً ٹھیکری کو
 روپیہ بنا کر دکھلاتے ہیں اور اوسکو خوردہ کرنا یا اوس سے نفع اٹھانا مثل
 حسن خان جتئی کے اسپر او کو قدرت نہیں ہوتی اوسی طرح یہ تختی اور میز اور
 انگوٹھی طلسماتی بھی ایک دل لگی اور دل بہلانے کی چیز ہے دراصل کچھ بھی نہیں۔

پھر ایسے طلسم اور شعبہ کو سچی کرامات اور معجزات انبیاء علیہم السلام سے کیوں تشبیہ
 دیکھتی ہے جسکے ہمارے بھی اور بریکات یقینیہ دائمی اور پایدار تھے اور ایسے لغو
 مسموم کو کیونکر خیال کیا جاتا ہے کہ پناہ بخدا انبیاء بھی اسی کے عامل تھے۔
 کیا ہمارے نبی صلعم نے جو سو کھے درخت خرما کو ہرا اور بار بار کر کیا اور اسی وقت
 بے فصل اور اسکے خرما لوگوں نے کھائے اور پھر وہ برابر پھلا ہوا میوہ دیتا رہا
 وہ معجزہ بلا تشبیہ نقل کفر کفر نباشد ایسا ہی تماشا تھا جیسا کوئی مداری بھانپتی
 آئب کا درخت لگا کر اور اسکو پھلا ہوا دکھا کر اور پھر اسکو غائب کر دیتا ہے
 اور اگر بالفرض کوئی بڑا کامل علم فلاحیت کا کسی ذریعہ سے کوئی میوہ دار درخت
 فوراً تیار بھی کر دے تو اسکی نظیر بھی یہ معجزہ ہمارے نبی صلعم کا نہ ہوگا اسلیئے کہ
 وہ شخص اصول علم فلاحیت سے چند تدبیریں کریگا اور یہاں تو فقط لبہا سے
 مبارک سے (روحی فدا ہما) حکم کرنے کی دیر تھی اور درخت ہرا بھی ہوا اور پھلا
 پھولا اور سب کچھ ہو گیا۔ ۵۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک پھر یہ بھی سمجھو
 اور سو سے شیطانی میں نہ آؤ کہ اگر یہ مسموم بھی تک اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچا
 ہے خواہ اسکے عامل ابھی درجہ اعلیٰ پر نہیں پہنچے مگر آئندہ امید ہے کہ پہنچ
 جائیں اور وہی قوت جو انبیاء کو اظہار معجزات میں تھی ہر ایک مسموم کو حاصل

ہو جائے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ پچھلے لوگ عالمانِ مسمِزیم اُونھوں نے
 توجہ قدرِ کوشش اور طاقتِ علمی تھی صرف کر کے جنکو تعصب نہ تھا وہ تو پیغمبرانِ
 برحق پر اپنے مکاشفاتِ صحیحہ کے سبب سے ایمان لائے اور اقرار کر گئے
 کہ اُونکے اعمالِ نفسانی معجزاتِ انبیاءِ کرام سے ہرگز مشابہ نہیں اور متعصبین
 اور ناحق کوش باوجودیکہ اُونپر حقیقتِ انبیاء کی ظاہر ہو گئی مگر اپنے تعصب اور
 باطل پرستی پر قائم رہے۔ اب جدید مسمِزیم یورپ کے اور جو لوگ اُنکی کتابیں
 پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ اس عمل کو محض ایک فعلِ عبث اور تماشہ سمجھ رہے
 ہیں اور اس کے نقصان کے دور کرنے کی تدبیر میں ہیں دیکھا جائے کہ ہزار
 برس میں تکمیل کی ہوتی ہے اور یہ زمانہ جو گزر رہا ہے جس میں مرگ انسان برابر
 فنا سے اشخاص کر رہی ہے۔ آخر یہ لوگ جو مرتے جاتے ہیں اور انکو کیسوی اس
 امر کی نہیں ہو چکی ہے کہ آیا قولِ انبیاء کا جو معاذ اللہ اسی عملِ مسمِزیم میں درجہ
 کمال کو پہنچے تھے اور بالاتفاق ہر ایک نبی اور وصی نبی نے خلافت کو خبر دی
 کہ دوسرا عالم بعدِ حشر و نشر کے ضرور آنے والا ہے اور سزا اور جزا حساب و
 کتاب ضرور ہوگا اور یہ فرمانا اُونکا براہِ عقل بھی صحیح اور درست ہے پس ہم
 انبیاء کو اگر فرستادہِ خدا نہ بھی مانیں بلکہ نفوذِ اللہ ایک مسمِزیم ہی تصور کریں

اور جسطرح اور فلاسفہ طبعیین کی خواہ منجھیں اور جفا را اور رمال کی پیشین گوئی خواہ
 طبیب اور ڈاکٹر کی پیشین گوئی کو صحیح مان کر ہم اپنا حفظہ ما تقدم اور پوری
 احتیاط کسی مصیبت یا مرض آئندہ کے روکنے میں کرنا ضروری خیال کرتے
 ہیں کاشا وہی قدر مہول قیامت سے ڈر کر ہم اپنے انجام اور عاقبت سنوار
 نے کی فکر کریں۔ ابھی چند مہینہ کی بات ہے فلاسفہ طبعیین اور منجھیں نے خبر
 دی تھی کہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۹۹ء سے ۲۵ نومبر تک اور پہلی دسمبر سے تیسری دسمبر کو
 قیامت ضرور آئیگی اور دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا عوام تو درکنار بڑے بڑے
 نیچرل اور فلاسفہ حواس باختہ ہو کر بڑی بڑی دور سے دور بین اور دیگر آلات
 ہمراہ لیے ہوئے اُسی دُمدار ستارہ کے نظارہ کیواسطے دوڑتے پھرتے
 تھے اور تہلکہ عظیم برپا تھا حالانکہ محض لغو اور مہمل پیشین گوئی تھی اسلیئے کہ جس
 علم پر اسکی بنا تھی وہ خود مہمل اور لغو ہے۔ اور انبیاء کی لاکھوں پیشین گوئیاں ہمیشہ
 صحیح اور بے خطا ظاہر ہو چکیں اور کیوں نہ ہوں ان کے علوم خواہ اونکی روشنفیری
 اعلیٰ درجہ کی آپ لوگ یہی تسلیم کر چکے پھر اونکی تہدیدا و ترغیب پر کچھ بھی التفات
 نہ کرنا اور ان فلاسفہ اور منجھیں کے مہمل و خرافات پر ایمان لانا اسی کو عقل صحیح
 کہتے ہیں آئے ہم اور آپ پھر ذرا غور کریں اور بقدر وسائل اور

ذریعہ خدا نے ہموحق اور ناحق میں تمیز کرنے کے عطا فرمائے ہیں اُنکو تحقیق
 حق میں صرف کریں۔ یہی علم مزمزم اور اسپر بجا یلزم اور یہی قوت روحانی کی
 سید احمد خان صاحب (ایسے منکر معجزات انبیا اور ایسے پابندِ نوح پر جو اپنے خدا کو
 بھی پابند اسی نوح کا کہتے کہتے مر گئے) وہ بھی اسکی صحت کا اقرار کرتے ہیں اور
 لاکھوں آدمی اب روزانہ تختی اور میز اور انگوٹھی کے ذریعہ سے اسکی سچائی کے
 معتقد ہیں انہیں دہریہ منکر خدا و رسول بھی اور عیسائی اور اہل اسلام میں جاہل
 اور بعض اہل علم اور صاحبانِ عقل بھی۔ اور بعض لوگ تو ایسے گرویدہ اور
 جان دادہ اس عمل پر ہیں اُنکو ایسے محال کا عقیدہ ہے کہ روح سے افعال
 جسمانی بھی پیدا ہوتے ہیں روح باتیں بھی کرتی ہے روح کاغذ پر سوالات کے
 جواب بدونِ دوات اور قلم کے لکھ بھی دیتی ہے شاید عالم ارواح میں دوات
 قلم بھی تیار رکھا ہوا ہے جو روح کے ہمراہ آتا ہے یا یہ کہ روح کو اسباب ظاہری
 کی احتیاج نہیں ہے خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ + اور یقیناً قدرت ہے
 کہ اگر یہ آثار تختی وغیرہ سے نہ ظاہر ہوں سو روپیہ جرمانہ دینگے جیسا تاجا آلہ
 خدا نے ہمو دیا ہے کہ ہزاروں باتیں گزشتہ اور آئندہ کی اور سیکڑوں مسائل
 دقیقہ ہم فقط میز اور تختی سامنے رکھ کر اور روح سے پوچھ کر حل کر سکتے ہیں۔

ایک روز ہماری خاطر سے ذرا ڈی کارٹس اور برکلی اور ہیوم وغیرہ جتنے فلاسفہ
 گذرے ہیں انہیں سے کسی کی رُوح کو بلو اے اور اونسے پوچھتے تو سہی کہ یہ
 انبیاء اُولوالعزم جو گذر گئے جس قدر احکام وہ بیان کر گئے وہ صحیح تھے یا غلط
 اور یہ قوتِ سمریم کے عمل سے اُنکو معجزانہ کی تھی یا کوئی قوتِ خدا داد علاوہ سمریم کے
 تھی۔ اگر آپ کو سچا عقیدہ رُوح کے آنے اور اُسکے جواب دینے کا ہے اور یہ عمل بھی
 سچا ہے اُسی وقت ہمارے دعوے کی تصدیق آپ کو ہو جائیگی جب برکلی اور ہیوم اور
 ڈی کارٹس کی رُوح آپ سے باتیں کریں گی۔ اور اگر یہ فلاسفہ جنکو مرے ہوئے
 سیکڑوں برس گذرے ہیں اور شاید بنا بر عقیدہ تنازعہ

بھوسبزہ بارہا روئیدہ ام ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام
 انکی ارواح میں کسی اور قالب میں ہونے سے تغیر ہو گیا ہو ابھی سید احمد خان صاحب
 جنکو تھوڑے دن ہوئے عالم روحانی میں تشریف لیگئے اور بعض مُریدانِ خاص نے
 اُنکو بہشتِ برین میں بڑے کروفر سے عالمِ دیار میں دیکھا بھی ہے چنانچہ اسی
 بنارس میں اوس خواب کو بیان بھی فرمایا ہے۔ اچھا انھیں سید صاحبِ مشو
 نیچریان کی رُوح کو بلو اے اور ذرا اوسی رُوح سے پوچھیے کہ انکار معجزات
 انبیاء کے صلہ اور جائزہ میں آپ کو کونسے بہشت کا درجہ ملا سید صاحب تو بہشت کا

قطعی انکار کرتے تھے مگر مریدانِ خاص و نکو زبردستی بہشت میں رونق افروز عالم
 رویا میں دیکھ رہے ہیں۔ اگر مسمرِ نریم کوئی سچا علم اور عمل ہے ضرور آپ کو تحقیق ہو جائیگی
 کہ انبیاء کا معجزہ بھی مسمرِ نریم سے تھا یا کہ قوتِ الہی اور فیضانِ انوارِ دوسری
 قسم سے ہوتا تھا۔ جو لوگ عملِ مسمرِ نریم کو سچا اعتقاد کر رہے ہیں اور سیکڑوں
 روپیہ خرید آلات میں خرچ بھی کر رہے ہیں اور بڑے بڑے بزرگانِ دین کی
 ارواح سے نعوذ یا شہادتیں بھی کر رہے ہیں انھیں سے ہم بصدرِ منت اور نہایت
 اُمید کرتے ہیں کہ ہماری اس درخواست کو پڑھنے کے بعد ضرور سب سے پہلے
 اس مسئلہ کی تحقیق ارواح سے کریں کہ انبیاء کے معجزات بذریعہ مسمرِ نریم کے تھے
 یا نہیں۔ اور جو لوگ منکر اس عمل کی صحت کے ہیں ان سے تو ہم کو اطمینان ہے
 کہ ہمارے نبی صلعم پر تہمت اسکی نکرینگی کہ وہ بھی اسی مسمرِ نریم سے اظہارِ معجزات
 فرماتے تھے اب مجھے ضرورت ہے کہ بیانِ اصلیت اس عمل سے
 درگزر کر کے سبب اسکے حرام ہونیکا از روئے شریعت انبیاء بھی بیان کروں
 واضح ہو کہ علوم اسرار جیسے رمل و جفر و نجوم اور عملِ تسخیر ارواح یا مسمرِ نریم وغیرہ
 جتنے ایسے علوم ہیں جنکے اصول سے وہ آثار نمایاں ہوتے ہیں جو ہماری ظاہری
 کارروائی دنیوی کے مخالف ہیں اور دوسرے عالم سے انکو تعلق ہے۔ ہر لوگ پابندان

مذہب آسمانی اور انکی اصلیت کے ضرور مقتدین مگر انکے سیکھنے اور سکھانے سے
 اور ان پر عمل درآمد کرنے سے ہم کو ہماری شریعت محمدیؐ بلکہ جمیع شریعتوں سے انبیاء نے
 اس واسطے منع فرمایا ہے کہ اس کارخانہ دنیوی کے بقدر امور میں انکا انتظام
 حکیم مطلق جلّ شانہ نے فقط اسباب عادی ظاہری پر رکھا ہے۔ ہمارے نبی صلعم
 اور انکے اوصیاء برحق ضرور سچے اصول ان علوم کے جانتے تھے مگر باوجود
 کمال علم اور کمال عمل کے ہمارے دنیوی امور خواہ جن امور میں او حضرات کو
 ہم سے معاشرت اور اختلاط ضروری تھا بلکہ حاصل اپنے ذاتی امور مثلاً علاج
 امراض یا تحصیل رزق ضروری وغیرہ وغیرہ کہ انہیں فیصلہ مقدمات بھی داخل ہے
 ان سب کاموں میں انکو بھی حکم یہی تھا کہ ظاہری اصول و مروج علوم کے موافق
 کاربندی فرمائیں اگرچہ کبھی کبھی بنظر تصدیق اور سچا ثابت کرنے ان خواص مذکورہ
 کے خرق عادت اور معجزاتی کر کے یہ حضرات ان اصول کی حقیقت ثابت کر دیتے
 تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے پاس حبرا بیض ہے ہمارے پاس حبرا حمر ہے ہم کو
 وہ علم نجوم ہے جو سچا ہے ہم کو وہ علم طب ہے جو بیخبطا ہے اور یہ فرمانا حضرات کا
 اسی غرض سے تھا کہ لوگ اصلی قدرت ہائے غیر متناہی خدا کا انکار نہ کریں۔ نادان
 اور جاہل حکمت الہی سے اور غافل مصالح ایزدی سے ان حضرات پر ہمیشہ دو قسم کے

اعتراف کرتے رہے ہیں۔ جو لوگ منکرِ عالمِ غیرِ مادی اور آثارِ عالمِ مجرّد اور عالمِ روحانی کے ہیں وہ تو ہمیشہ سے کہتے رہے اور اب بھی کہتے ہیں کہ سب غلط اور محض صوکلھا دینے کے غرض سے انبیاءؑ ایسی ایسی باتیں کرتے تھے دراصل نہ کوئی اور عالم ہے اور نہ کوئی اور اثر غیر آثارِ مادی کا ہے۔ اور جنکو انکارِ عالمِ غیرِ مادی سے نہیں ہے وہ کہتے تھے کہ ان علوم کو فقط اسی غرض سے انبیاءؑ نے چھپایا ہے تاکہ ہلوگ اونکی برابری نہ کر سکیں اور ہم پر وہ اسرارِ ظاہر نہ ہوں جو انبیاءؑ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ انبیاءؑ کو قانونِ قدرت کی پابندی نے ان علوم کے ظاہر کرنے سے مجبور کیا تھا چنانچہ قرآن مجید سے ہلوگوں پر اِلم ہے کہ انبیاءؑ جانتے ضرور تھے وَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَن ارَادَ أَن يَرْسُلَ رِسُولًا۔ یعنی خدا اپنے علمِ غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا ہے بجز اپنے رسول کے جو پسندیدہ خدا ہوا اور رازِ الٰہی کا تحمل کر سکے عقلی فوائدِ علوم اسرار کے چھپانے کے اب چونکہ علمِ اسرار کا ذکر آچکا ہے لہذا ہم کو ضرور ہے کہ انکی اصلیت ثابت کرنے کے بعد اسکے اسباب بھی بیان کریں کہ خدا کی مصلحت انکے مخفی کرنے کی کیا ہے اور کیوں انبیاءؑ نے ان علوم کی تعلیم عام طور سے نفرمائی پہلا سبب دُنیا کے چھنے امور میں سب میں اُمید اور بیم کا رہنا بھی جزوِ اعظمِ انتظام کا ہے

اور جب کوئی ایسی بات کسی امر میں پیدا ہو جائے کہ اُمید قطعی اُس کے ہونے کی
 ہو یا کہ یاں اور نو میدی اُس کے نہ ہونے سے ہو جائے بڑے بڑے فسادات
 اور نقصانات آدمی کو پہنچتے ہیں۔ بنی اسرائیل پر من و سلوی نازل ہونے
 سے اُن کو جو بے فکری پیدا ہوتی تھی اُس کے فسادات کو جانے دیکھتے ہمارے
 زمانہ میں ایک آمدنی وثیقہ امانت اور وثیقہ ضمانت کی خواہ پرامی سری
 نوٹ کی ایسی جاری ہوتی کہ ان لوگوں کو اطمینان اور بے فکری نے اسی
 درجہ خرابی پر پہنچایا کہ فی صدی چار آدمی بھی کمالات انسانی سے متصف
 باقی نہ رہے۔ بہر حال جب ہم لوگ قسم مکناات سے ہین اور ممکن وہی ہے
 جو ہمیشہ محتاج رہے لہذا ہماری شان سے یہی ہے کہ ہم احتیاج سے ہر وقت
 ہلنا رہیں اور احتیاج کو لازم ہے کہ ہم بحالت اُمید و بیم رہیں ورنہ غنی اور بے پروا
 ہو جائیں۔ اس لیے کہ اگر ہمارے نفع کا پورا یقین ہو شادی مرگ اور ضرر کے یقین سے
 زندگی تلخ۔ لہذا حکمت الہی اسی کی خواہش کرتی ہے کہ ہم اپنے ضرر اور نفع کا
 یقین نہ کریں اور دوہو کی اُمید و بیم میں رہ کر تدبیر ظاہری سے کسی وقت الگ
 نہ ہوں۔ علوم اسرار جسے غائب امور کا یقینی علم ہوتا ہے اُن کی تعلیم ہم کو سبط
 ہمارے شایان نہیں ہے و و سبب علم غیب کے جاننے سے ایک بڑا

ضرر یہ بھی ہے کہ راز کے اُمور اپنے اور پرانے اگر ہم کھلی جائیں یہ پردہ جو ہمارے
 سامنے عیب پوشی خلائی کا پٹرا ہوا ہے جس سے ہزاروں طرح کے فوائد ہم کو
 حاصل ہیں وہ پردہ بالکل فاش ہو جائے اور طوفان عام پیدا ہو جس کا انجام
 خون ریزی اور عداوت باہمی اور نقصان جان و مال کے سوا اور کچھ نہیں رہتا
 سبب قانون قدرت (لائٹ نیچر) کے بدلنے پر جو ہلوگ خدا پرست اڑے
 ہوئے ہیں اور اپنے خدا کو پابند نیچر کا نہیں قرار دیتے اس کی یہی وجہ قوی یہی ہے
 کہ اگر ہمارا خدا ہلوگ جن اصول غیب دانی سے قانون قدرت (لائٹ نیچر) کے
 پوری واقفیت ہوتی ہے تعلیم کرتا اور یہ قانون عادی جس کے بدلنے کے نظائر
 ہم اسی کتاب میں سیکڑوں دکھلا رہے ہیں اس پر ہمارے انتظام دنیوی کا
 نفرتا ضرور ہلوگ اطمینان کا بل اور بے فکری لاکھوں امور کی واقع ہونی اور نہ ہونے
 میں ہو کر روزانہ ترقیات علمی اور عملی سے محرومی ہوتی اور ہزاروں قسم کی
 آزادی اور بے فکری ہلوگ ہو جانے سے اپنی ترقی معلومات سے ہم بالکل جدا
 ہو جاتے۔ بلکہ ہم اپنے خالق اور رازق اور مارنے والے اور جلانے والے
 کے بھی کچھ محتاج نہ رہتے فرض کرو اگر ہلوگ واقعی سبب نطفہ قرار پانے کا اور اس کا
 وقت اور وہ عورت جس کے رحم میں ہمارا نطفہ قرار پائے گا کسی ذریعہ یقینی سے

معلوم ہوتا اوسی عورت پر انحصار کرنے میں ہمارا کیسا ہی ضرر ہوتا ہم کو تا ہی کرتے
 اور سوائے اوسی وقت خاص کے بغرض تو والد و تناسل ہرگز ہم اوس سے
 ہم بستری کرتے اور اوسکا ضرر براہ قواعد طب جس قدر ہے بخوبی ظاہر ہے
 اور اب کہ ہمکو ہر ایک عورت سے اور ہر مرتبہ ہم بستری کرنے سے امید استقرار
 نطفہ ہو رہی ہے اور پھر اسکے ساتھ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہمارا خدا قادر ہے
 اوسی کے فضل سے ہم صاحب اولاد ہو سکتے ہیں یہ بات ہماری آزادی اور
 پیدنی کو بخوبی روک رہی ہے۔ دہریہ اور نیچرل جو اوسی پر زور دیتے ہیں کہ
 نیچر نہیں بدلتا ہے اُنکا مطلب ہے کہ جو قانون فطرت نے جاری کر دیا ہے
 بس اب ہمکو اوسی پر بھروسہ کر کے بخوف اپنی کارروائی میں آزادی ہے اور
 ہرگز ایسا اطمینان براہ حکمت اور مصلحت ہمکو خدا نے نہیں دیا ہے اور نہ ہماری
 شان احتیاج کے یہ امر شایان ہے جیسا کہ سبب دوم میں گذر چکا علوم اسرار
 جسے غیب دانی پیدا ہوتی ہے وہی علوم ہیں جن سے واقعی علم اسباب حقیقیہ کا
 ہوتا ہے لہذا اسکو خدا نے خاص اپنی ذات سے رکھا اور اپنے رسولوں کو بھی
 اُنکی تعلیم سوائے وقت ضرورت کے بطور وحی کے اور عام طور سے نہیں فرمائی۔
 اور یہی ہمارا عقیدہ قرآن اور حدیث سے بخوبی ثابت ہے اور ہمارے نبی کے زبانی

جو قرآن مجید میں وارد ہے کہ مجھے علم غیب نہیں ہے یا کہ معجزات خدا کے
 پاس ہیں ان سب آیات کا بھی مطلب ہے کہ انبیاء ۳ بروقت ضرورت
 خدا کی طرف سے مؤید ہوتے تھے خود ذاتی علم غیب یا معجزات کے اظہار پر
 اُن کو قدرت نہ تھی وہ سوائے خدا کے اور کسی کو قدرت نہیں ہے۔ پھر جب
 انبیاء کو غیب دانی کے اصول بھی بدون ضرورت کے نہیں بتلائے گئے
 پس عام خلائق کو کیونکر انبیاء ۱۲ اُن کی تعلیم فرماتے جو سراسر مضربِ نظم عالم تھا
 باب دہم نہیچرکانہ بدلنا قرآن مجید سے جو لوگ سمجھ رہے ہیں
 اوسکی پوری تحقیق اور خرق عادت کے معنی قانون قدرت
 (لا افعیٰ یحیر کا بدلنا اسکے نظائر حسب قدر ہم نے لکھے اور آئندہ لکھیں گے اوس
 مراد اور غرض ہماری یہی ہے کہ جو قانون براہ عادت الہی جاری ہے وہ برابر
 بدلتا ہے اور اوسکے بدلنے سے قادر مطلق ہرگز عاجز نہیں ہے سید احمد خاں صاحب
 اپنی تفسیر میں اسی مسئلہ کی نسبت ہر جگہ نیاز رنگ اور نیا ٹھاٹھ بدل رہے ہیں
 تاکہ معجزات انبیاء علیہم السلام کو ثابت نہ ہونے دیں لہذا ہمارے ہر ضروری بقول شاعر
 رشتہ در گردنم افکنندہ دوست می بردہر جا کہ خاطر خواہ دوست
 اگر عقلی دلائل کی طرف ہمارے دوست چلین تو ہم بھی اوسی راہ کو چلین اور اگر

نقلی دلیل پیش کریں تو ہم بھی اُدسکا مطابق دعوائے مرید صاحب کے ہونا
 ثابت کریں اب ہم تفسیر حلبہ سیوم کے ص ۱۰۱ سے لغایت ص ۱۲۱ جو جو
 دلائل عقلی اور نقلی نفی معجزات پر سید صاحب نے لکھ کر اپنے حساب سے
 گویا ابطال معجزات (نفوذ باشد) سے فارغ ہو گئے اونکی نادرستی کو ظاہر کریں
 عقلی دلیل ص ۲۹ میں قولہ علاوہ اسکے تمام علماء اسلام نے معجزہ کی تعریف
 میں اسکا خارق عادت ہونا ضروری سمجھا ہے میں کہتا ہوں درست اور
 بجا ہے مگر ساتھ ہی اسکے تحدی کی شرط بھی علمائے فرمائی ہے یعنی دعوائے
 نبوت کر کے اظہار خرق عادت کو معجزہ کہتے ہیں دیکھو ص ۱۶۲ انتصار اسلام
 کو قولہ خرق عادت کے دو معنی ہو سکتے ہیں اول یہ کہ جو امر ہمیشہ بطور عادت
 ستمہ کے یکساں طور پر ہوتا رہتا ہے اور بطور عادت مالوفہ کے ہو گیا ہے
 اسکے برخلاف کوئی امر وقوع میں آوے مثلاً آسمان پر سے خون کے مشابہ
 کوئی شے برے یا پتھر کا ٹکڑا گرے گو کہ ایسا ہونی کے لئے کوئی سبب اور طبعی
 میں ہو میں کہتا ہوں مراد خرق عادت سے علماء اسلام کے یہ ہے کہ جس
 سبب طبعی کے بعد عادت اتنی کسی شے کے حادث کرنے پر جاری ہے اسکے
 علاوہ دوسرا سبب غیر عادی خدا پیدا کر کے کوئی سبب حادث کرتا ہے چنانچہ

ہم نے ص ۱۲۸ میں اسکو لکھ دیا ہے کہ معجزہ محال عادی سے متعلق ہوتا ہے
 قولہ دوسرے یہ کہ (سیرنچرل) ہو یعنی خارج از قانون قدرت یعنی اللہ تعالیٰ
 نے جو قاعدہ اور قانون وقوع واقعات اور ظہور حوادث کا مقرر کیا ہے اور
 عادت الہی اسکے مطابق جاری ہے اور اسکے برخلاف وقوع میں آنے میں
 کہتا ہوں۔ بس یہی مغالطہ اور یہی دھوکہ کی جگہ ہے اسی کے سمجھنے سے
 کل شبہات سید صاحب کے دور ہو جائیں گے۔ قانون قدرت جو خدا نے بنایا
 اور مقرر فرمایا ہے اُسکی تین صورتیں ہیں پہلا قانون عام اور ضروری جملہ
 حوادث میں اور وہ یہ قانون ہے کہ عالم اسباب میں کوئی حادثہ بدون اپنے
 سبب کے ہو نہیں سکتا اور محال بھی ہم اسی کو کہتے ہیں اور عادت الہی بھی
 اسی پر جاری ہے دوسرا قانون قدرت اُس سے خاصا گرچہ بہ نسبت
 قانون سیوم کے عام ہے مثال اوسکی جیسے حرارت سے کھانا پکتا ہے اور
 میوہ بھی پکتا ہے اور انڈے سے بچہ نکلتا ہے اور اخلاط خام میں نضج پیدا
 ہوتا ہے پانی میں انبساط یعنی پھیلنا پیدا ہوتا ہے اور عادت الہی بھی اسی پر
 جاری ہے تیسرا قانون دونوں سے خاصا اوسکی مثال جیسے آگ کی گرمی سے
 دال روٹی گوشت وغیرہ اقسام طعام پکتا ہے اگرچہ ابتداء خلق انسان میں

بقول ابقیو آفتاب کی گرمی سے یہ کام لیا جاتا تھا۔ یا کہ آفتاب کی گرمی سے خواہ پال
 میں ڈالنے سے میوہ کیتا ہے اور مرغی کے پروں کی گرمی سے انڈے میں
 بچہ پیدا ہوتا ہے اب دیکھو اسی کتاب کے ص ۲۲۶ کو قربانی کا گوشت جو
 جو بقر اطمنے کی تھی سرور پانی سے بدون آگ کے جو پک گیا یہ حادثہ کون سے
 قانون ہاے قدرت مذکورہ بالا کے برخلاف تھا (سیرنجیل) جسکو سید صاحب
 کہتے ہیں اوسکی یا قسم دوم اور سیوم کے اسلئے کہ حرارت تو خود بخود پیدا
 ہو گئی بدون آگ کے۔ یا انڈے سے بچہ نکالنے کی کل جو تیار ہوئی یہ قانون
 قدرت عام قسم اول و ردوم کے خلاف ہی یا قانون عادی قسم سوم کے مخالف
 ہے اسی طرح کبری کی بیج پیشانی پر سینکھ کا ہونا روٹی کا درخت اور اندھیرے
 میں آنکھ بند کر کے خط کا پڑھنا ہزاروں برس کا درخت وغیرہ وغیرہ یہ سب
 مثالیں عام قانون قدرت قسم اول کے خلاف ہیں یا خاص قانون عادی
 کے مخالف ہیں یعنی قسم دوم اور سیوم کے یہ بھی یاد رہے کہ ہم نے جو
 قانون قدرت عام خواہ سبب عام حرارت کو طعام اور میوہ وغیرہ کی پختگی کا
 ٹھرا یا ہے یا پانی میں انبساط اور پھیلنے کا قانون عام حرارت کو ٹھرا یا ہے
 یہ بھی دراصل سبب عادی ہے اور سبب عقلی ہم اسکو اسوجہ سے کہتے ہیں کہ

ہماری عقل ناقص کی رسائی جہاں تک ہے خواہ ہمارے تجربات جہاں تک
 ہو چکے ہیں اونسے بظاہر ہر شکوہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ بدون حرارت کے پختگی طعنا
 اور میوہ جات کی نہیں ہوتی ہے اس طرح پانی کا انبساط اور پھیلنا بدون حرارت
 کے نہیں ہوتا ہے۔ مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سبب حقیقی اور اصلی جسکو سوائے
 قادر مطلق کے اور کوئی نہیں جانتا ہی حرارت ان چیزوں کے پختہ ہونے یا پانی کے
 انبساط کا ہے۔ اب ہم کو ص ۲۲ کی مثال یاد دلانی ہے کہ پانی کا انبساط
 ۴۰ درجہ تک بروقت سے ہوتا ہے پس اگر حرارت سبب اصلی انبساط اور
 پھیلنے پانی کا ہوتا پانی کا انبساط اس درجہ پر کیوں بروقت سے پیدا ہوتا۔
 اب سبب اول عام اور سبب دوم خاص دونوں ہماری تجویز عقلی اور تجربہ
 سے ٹھہرے قانون قدرت حقیقی ہم نہ اس سبب عام کو کہہ سکتے ہیں اور نہ سبب
 خاص کو بلکہ دونو قانون عادی ہیں اور دونو قانون عادی کا بدلنا ہم برابر نظام
 سے دکھلا رہے ہیں۔ اب دہو کھا اس جگہ یہی ہے کہ قانون قدرت ایک تو
 ایسا ضروری ہے کہ اس عالم اسباب میں بدون اس کے کوئی چیز پیدا اور فنا
 ہو نہیں سکتی یعنی بدون سبب کے کوئی مسبب نہیں ہو سکتا ہے اور عادت
 خدائے پاک کی بھی اس عالم میں حدوث حوادث میں ایسی پر جاری ہے اور ایسی

وجہ سے ہم اس خالق کو مستبب الاسباب کہتے ہیں اور یہ بات ہماری عقل کی
 راہ سے بھی قطعی ہے اور کوئی خرق عادت یا کوئی معجزہ ایسا نہیں ہے کہ بدون
 سبب کے واقع ہوا ہو اور نہ اسکا ہلک انکار کرتے ہیں اور یہی قانون قدرت
 عام ہے جملہ کائنات میں دو سراسر قانون قدرت عام جیسے حرارت سے پختگی
 اشیا کی یہ قانون و بسا ضروری براہ عقل نہیں ہے جیسا پہلا قانون مگر عادت
 الہی سی طرح جاری ہے نیز قانون خاص کہ آگ کی حرارت سے پختگی طعام
 اور آفتاب کی حرارت سے میوہ کی پختگی اور اسپر بھی عادت الہی جاری ہے۔
 اب ہم جو کہتے ہیں کہ معجزہ خارق عادت ہے تو مراد ہماری خرق عادت سے
 وہی عادت ہے جو بہ نسبت سبب دوم اور سوم کے جاری ہے اور سبب اول
 جسکو ہم نے جمیع حوادث میں عام اور ضروری لکھا ہے یعنی بدون سبب قہری
 عند اللہ کے خود بخود کسی شے کا ہونا یا نہ ہونا اس پر جو عادت الہی جاری ہے
 اسکی خرق کو ہم معجزہ نہیں کہتے اور یہی دھوکھا سید صاحب کو ہوا ہے یا عہد اہلکود دھوکے
 میں ڈالتے ہیں اسکو یاد رکھنا ضرور ہے قول پہلے معنون پر بطور اصطلاح یا مجاز کے
 خرق عادت کا اطلاق کیا جاسکتا ہے مگر حقیقتہً اسپر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا
 اسلئے کہ اسکا وقوع بھی اس کے اسباب کی اجتماع پر منحصر ہے اور عادت میں داخل ہے

فہم
 بیشتر اتفاق کا مسئلہ ہے
 و طبیعات شفا کو

نہ خرق عادت میں کیونکہ جب اسکے اسباب جمع ہو جائیں گے تو کیساں طریقہ پر
 اسکا وقوع ہوگا گو کہ کیسا ہی نادر الوقوع ہو میں کہتا ہوں کوئی شخص پابند
 مذہب آسمانی ایسے واقعہ کو جسکے اسباب ضروری عند اللہ فراہم ہوں واقع
 نہونا کبھی خیال نہیں کرتا ہے اور نہ ایسے خرق عادت کو کوئی پابند مذہب
 معجزہ کہتا ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مثلاً میوہ کی پختگی کا سبب عادی حرارت
 آفتاب کے ہے اگر کوئی کیمسٹ آگ کی حرارت سے کچے انگور یا آنب یا خربوز
 کو پختہ کر دے اسکو ہم ضرور خرق عادت کہیں گے مگر یہ خرق عادت بطریق سبب
 خاص کے ہوگی جو قسم سیوم ہمنے لکھی ہے اور قسم دوم یعنی حرارت مطلق سے
 میوہ کا پکنا اسکا خرق اس مثال میں نہیں ہوا اور نہ پال ڈالنے میں اور قسم
 اول یعنی سبب ضروری کے بعد مسبب کا ہونا وہ خرق عادت تو محال ہے
 کبھی ہو نہیں سکتا ہے سید صاحب کیون زبردستی ہمو ناحق دھوکہ دیتے ہیں
 قولہ مثلاً عادت یہ ہے کہ جب شیشہ ایک بلندی سے جس سے اوسکو پورا
 صدمہ پہونچے ہاتھ سے چھوٹ پڑتا ہے تو ٹوٹ جاتا ہے ایک دفعہ ہمارے
 ہاتھ سے شیشہ چھوٹ پڑا اور نہ ٹوٹا تو ظاہر میں خرق عادت ہوئی مگر حقیقت
 میں نہیں ہے اسلئے کہ اوسکے گرنے پر یا تو وہ اسباب جمع نہ تھے جسے اسکو

ٹوٹنے کے لائق صدمہ ہو چکا یا ایسے اسباب موجود تھے جنہوں نے اسکو
 اس قدر صدمہ پہونچنے سے باز رکھا پس اسکا نہ ٹوٹنا درحقیقت موافق عادت
 کے ہے نہ بطور خرق عادت کے کیونکہ جب اس طرح کے اسباب جمع ہو جائیں گے
 تو کوئی شیشہ بھی ہاتھ سے چھوٹ کر گرنے سے نہیں ٹوٹے گا میں کہتا ہوں
 جن اسباب نے شیشہ کو صدمہ پہونچنے سے روکا اُن کا موجود ہونا یا جن
 اسباب سے اسکو ٹوٹنے کا صدمہ پہونچتا اُسکا نہ ہونا یہ دو نوباتیں بموجب
 عادت کے تھیں یا دونوں خلاف عادت یا ایک کا ہونا خلاف عادت اور
 دوسرے کا نہ ہونا مطابق عادت یا ایک کا ہونا مطابق عادت اور دوسرے کا
 نہ ہونا خلاف عادت پہلی صورت یعنی وجود شرط اور رفع موانع میں اگر دونوں کا
 ہونا اور نہ ہونا مطابق عادت کے تھا ہرگز خرق عادت نہوگی اور باقی ماندہ
 تینوں صورتوں میں ضرور خرق عادت ہوگی مگر وہی خرق عادت جو سبب
 دوم اور سیوم کی نظر سے ہوتی ہے اُسکو خوب سمجھ لو اور دھوکے میں آؤ
 قولہ یا مثلاً ایک شخص نے ایک شخص کو آنکھ بھر کے دیکھا اور وہ بہوش ہو گیا
 یا اُس نے بہرے کے کانوں میں انگلیاں ڈالیں یا اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ
 پھیرا اور وہ بہرا بننے اور وہ اندھا دیکھنے لگا۔ پس اگر اسکا سبب کوئی ایسی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

قوت ہے جو انسانوں میں موجود ہے اور آدمی قوت کی قوت ستا و ستیہ کام
 کیا ہے تو اس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ جو انسان اپنی
 اس قوت کو کام میں لائیکے لائق کر لیا وہ بھی ویسا ہی کر دیا گاپس یہ بات حقیقتہ
 خرق عادت نہوگی میں کہتا ہوں اسی خرق عادت کے انکار میں حضور کی
 عقل گھبراتی ہے اور ص ۲۷۶ تفسیر طبرہذا میں گھبرا کر آپ فافہم اور تدبر
 ارشاد کرتے ہیں اسلیے کہ آپ کا اقرار یہ ہے کہ انبیاء میں یہ قوت بلا ریاضت
 اور مشاقی کے پوری ہوتی ہے اور غیر انبیاء محتاج مشق اور ریاضت کے
 اسکے پورے کرنے میں ہوتے ہیں پس اس مثال میں خرق عادت یہی ہے کہ
 عادت آئی غیر انبیاء میں یوں جاری ہے کہ جب مشق اور ریاضت کر کے
 کوئی آدمی اس قوت نفسانی کو لائق اظہار ایسے امور کے کرے تب غیر نبی سے
 اس کا ظہور ہوگا اور معجزہ نما کو خدا نے فطرتی قوت ایسی دی ہے کہ بلا ریاضت
 وہ ایسے امور ظاہر کر سکتا ہے اور اس کا بیان ہم نے باب نہم میں بخوبی کر دیا
 قولہ علاوہ اسکے اگر ہم مجازاً ایسے واقعات پر خرق عادت کا اطلاق بھی کریں
 تو وہ معجزہ کی تعریف میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ معجزے یا کرامات کا انبیاء اور
 اولیاء کے ساتھ مخصوص ہونا لازم ہے مگر جب ان واقعات کا وقوع اجتماع

اس بات پر منحصر تھا تو اسکی تخصیص شخص دون شخص باقی نہیں رہتی میں کہتا ہوں
 آپکو اجتماع اسباب ہی پر نظر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرور ایسے واقعات
 کا وقوع داخل تعریف معجزہ میں ہے اسلیئے اجتماع اسباب یا سبیل قانون عادی
 کے خود بخود ہو جائے یا برخلاف قانون عادی کے غیر مترقب اجتماع بحکم خدا
 محض بغرض تصدیق نبی کے ہو۔ مثلاً سوکھا درخت خرمہ کا غیر موسم میں دفعۃً
 ہرا ہو کر فوراً بارور ہو جائے اور اسی وقت خرمہ پکے ہوئے بھی اوسکے
 لوگ کھانے لگیں ضرور ہم اسکو خرق عادت اور معجزہ کہیں گے اسلیئے کہ عادت
 اتنی تو اسی پر جاری ہے کہ پانی سے مہینوں وہ درخت سنبھا جائے اور موسم
 بہار میں پہلے موڑ نکلے پھر کچے پھل پیدا ہوں پھر گردائیں پھر پک کر رطب
 بنے ان سب واقعات مسلسل کے ہونے کو رفتہ رفتہ کم سے کم دو چار ماہ کا
 زمانہ درکار ہے اور جب کئی فیکوٹن کہنے سے بحکم خدا زمین کی رگوں کا
 پانی سوکھے درخت نے کھینچ لیا اور سرسبز بھی ہو گیا اور کوئی ہوا سے قدرتی
 ایسی چلے یا نہ چلے کہ پھولا بھی اور پھلا اور فوراً پختہ بھی ہو گیا بدون اس
 حرارت آفتاب کے جو مہینوں میں اوسکو پکاتی ہے یہ اسباب قدرتی غیر
 عادی جو فراہم ہوئے ایک خرق عادت نہیں بلکہ بہت سے خوارق عادات کو

ہم مانیں گے تب ایسا واقع ہوگا اور جس برگزیدہ خدا کی تصدیق نبوت کی غرض
سے ہمارا خدا ایسا امر معجز اور ایسی کھلی ہوئی خرق عادت کو ظاہر فرمائے
وہی ہمارا نبی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اب تخصیص شخص و شخص کا

ثبوت پورا ہم نے کر دیا ماننا اور نہ ماننا یہ آپ کو اختیار ہے۔ ہر رسولان
بلاغ باشند و بس + قانون قدرت تو یہ ہے کہ جو اسباب شادابی اور پھولنے

اور پھلنے اور پختہ ہونے میوہ کے ہیں اگر فراہم نہوں ہرگز شادابی اور پھولنا

اور پھلنا اور پختہ ہونا کسی درخت اور میوہ کا نہوگا اور یہ قانون ضروری

کبھی نہیں بدلتا ہے اور نہ معجزہ اسکو بدل سکتا ہے اور عادت اتنی بھی

ہمیشہ اسی پر جاری ہے اور قانون عادی یہ ہے کہ بارش کا پانی خواہ نہر کا

اور کنوئین کا اوس سے مہینوں درخت سینچا جائے اور سرسبز ہو کر پھلے پھولے

اور پھر کچے پھل اور پھر پکے ہوں یہ قانون معجز نمائی کی وقت بدل جاتا ہے۔

آپ کیون دھوکھا دے رہے ہیں کہ قانون عادی کو قانون قدرت کہہ رہے

ہیں۔ اسکے بعد صفحہ ۳۹ میں سید صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب پر سچ

زور بیان کیا ہے اور خروج دجال اور حضرت ابراہیم اور حضرت ایوب اور خضر

علیہم السلام کے معجزات میں شبہہ وارد کیا ہے ان سب کے جوابات

مقامات مخصوصہ پر ہم لکھینگے قولہ میں جب تک کہ خرق عادت کے دوسرے
 معنی یعنی خلاف قانون قدرت کے نہ لیئے جائیں اور وقت تک کسی واقعہ کا
 وقوع بطور معجزہ و کرامت کے تسلیم نہیں ہو سکتا میں کہتا ہوں ہرگز ہم
 معجزہ کو خلاف قانون قدرت کے نہیں کہتے بلکہ مطابق قانون قدرت کے
 ہے کہ پوری قدرت الہی ایسے ہی خوارق کے وقوع سے ظاہر ہوتی ہے اور
 ہم نے اوپر کی سطور میں ظاہر کر دیا کہ قانون قدرت اور قانون عادی میں
 بڑا فرق ہے پہلا قانون ہرگز نہیں بدلتا ہے اور دوسرا اور تیسرا ضرور
 بدلتا ہے باقی رہا ذکر آیات قرآنی کا جو سید صاحب
 نے عدم تبدیل خلقت الہی کے سند میں لکھی ہیں اور آیات سے
 مراد وہی قانون الہی ہے جو کبھی نہیں بدلتا ہے اور جبکہ ہم نے
 بخوبی سمجھا دیا ہے اور قانون عادی ضرور بدلتا ہے
 بعض ناظرین انتصار الاسلام کو گواہی یا خیال پیدا ہوا ہے
 کہ بقدر نظر اثریچر شکن ہم لکھ رہے ہیں اور نسے معجزاتی کی دلالت اثبات ثبوت
 پر گویا مبنی جاتی ہے اس لیے کہ جب امور خوارق عادت کا بکثرت وقوع ثابت
 ہو گیا پھر نبی کی تخصیص ان ظہار خرق عادت میں کیا ہوگی۔ ابتدا میں سنہ ۱۱۰۰ھ میں

اسی کتاب کی یاد دہی ضروری اسی غرض سے لکھی ہے اور فریون سم کے خوارق
 عادات کو بیان کر دیا ہے اسکے دیکھنے سے یہ خیال دفع ہو سکتا ہے اور بیان
 پھر یاد دہی کرتے ہیں کہ ہمیشہ دہریہ اور فلاسفہ سحرل خیال والوں کا یہی طریقہ
 رہا ہے کہ جب ہادیان برحق نے کسی امر عجیب کی خبر دی تو ایسے لوگ مطالب
 ہوتے رہے ہیں کہ اسکی نظیر کوئی موجودات دنیوی میں دیکھے۔ اسی علت
 سے خداوند حکیم اپنی قدرت اور اختیار کے اثبات اور تکیل ہدایت بندگان
 اور اتمام حجت انبیاء اور اسکات اور زبان بندی منکرین خدا اور انبیاء کی غرض
 سے جسقدر قوانین عادی ہیں انکے خوارق ظاہر فرماتا ہے جسکا فائدہ پہلے تو
 اثبات قدرت اور اختیار انہی کا ہے اور اسکے بعد تصدیق وقوع اور خوارق
 عادات کے جو انبیاء سے ظاہر ہوں اسلیئے نظیر دینے سے شبہ محال اور
 ناممکن ہونے کا دفع ہوتا ہے مثلاً ہم نے ایک گھانس میں قدرتی حرکت
 اختیاری بدون کسی محرک خارجی کے ثابت کر دی دیکھو حصہ ۲۱۹ کو اب حضرت
 موسیٰ کے عصا کا دوڑنا اور حرکت کرنا قدرت خدا کی نظر سے اسکو محال کوئی
 نہ کہہ سکیگا اور ضرور یقین ہو گیا کہ ہاں خداے تعالیٰ بے روح اور بیجان گیاہے
 بھی جاندار حیوان کا کام لے سکتا ہے۔ اسی طرح طول عمر کی نظیر حصہ ۱۲ میں ہے

اور سید طرح دیگر نظائر نیچے شکر ایسے ہمو لکھنے کی ضرورت ہے کہ جو معجزہ ہم کسی نبی کا
 بیان کریں اس کی نظیر قدرتی بھی اسی غرض سے دکھا دیں کہ اس کا ہونا قدرت
 خدا سے ممکن ہے۔ اور یہی طریقہ ایسا عمدہ ہے کہ پھر کسی کو جائے گفت اور
 مجال انکار باقی نہیں رہتا ہے۔ اب رہا یہ خیال کہ پھر معجزہ کی عظمت کیا رہی
 اسکے دور کرنے کے واسطے وہی امور جن سے فرق درمیان معجزہ اور غیر معجزہ
 میں ہم ہر جگہ لکھ رہے ہیں کافی ہے حل شبہہ اگر کسی کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ قانون
 عادی جس پر عادت اتنی جاری ہے وہ بھی قانون قدرت ہی خدا کا ہے پھر اسکے
 بدلنے سے آپ قانون قدرت کے بدلنے کا کیوں انکار کرتے ہیں یعنی قانون
 عادی کا بدلنا بھی وہی قانون قدرت کا بدلنا اور جب قانون قدرت نہیں
 بدلتا ہے پس قانون عادی بھی نہ بدلیگا اس کا جواب یہ ہے کہ قانون عادی
 کے بدلنے سے قانون قدرت نہیں بدلتا ہے چنانچہ ہم نے مکان کے اوس
 دروازہ کی مثال دیکر سمجھا دیا ہے اور اب پھر ہم کہتے ہیں کہ قانون قدرت کے
 اصلی معنی کیا ہیں کہ جس قاعدہ کے بنا پر کسی قادر کو کسی مقدور کے پیدا کرنے
 خواہ فنا کرنے کی قدرت ہو یعنی اوس کو موجود اور معدوم کر کے۔ ہماری قدرت
 کسی چیز کے بنانے اور بگاڑنے میں محتاج ایسے امور کی ہے جو ہماری مصنوعی

مابین اور جب تک وہ اشیا ہمکو دستیاب نہ ہوں ہرگز ہمکو قدرت اوس کے
 بنانے پر نہوگی اور اگر دستیاب ہو کر اور پھر مفقود ہو جائیں اوسوقت بھی ہمارا
 قانون قدرت بدل جائیگا اب معلوم ہوا کہ ہمارا قانون قدرت بہ نسبت ہمارے
 مقدمات کے جب محتاج ایسے امور اور اشیا کے وجود اور عدم کا ہے لہذا
 بدلتا بھی رہتا ہے کبھی ہمکو قدرت ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ہے۔ اب
 دیکھو قادر مطلق تعالیٰ شانہ جسکو ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے پر ہمیشہ قدرت ہے
 اور جو چیز چند اشیا کے موجود ہونے اور چند اشیا کے موجود نہ ہونے کے اپنے پیدا
 اور فنا ہونے میں محتاج ہے اون سب اشیا کا پیدا کرنا اور فنا کرنا اس پر بھی قادر
 مطلق کو ہمیشہ قدرت ہے اب اوسکا قانون قدرت کیونکر بدل سکتا ہے
 اور اوسکے قانون قدرت کے مخالف کون کر سکتا ہے مغالطہ اور دھوکھا
 اس سوال میں یہ ہے اور نیز سید احمد خان صاحب کو بھی دھوکھا یہی ہوا ہے
 یا ہمکو دھوکھا دے رہے ہیں کہ قانون قدرت کا بدلنا اور بات ہے اور قانون
 قدرت کا بگڑنا اور اوسکے برخلاف واقع ہونا یہ اور بات ہے بدلنا قانون
 قدرت کا اوسکی صورت یہ ہے کہ قادر مطلق نے کسی چیز کے پیدا کرنے یا فنا
 کرنیکا ایک قانون خاص جاری فرمایا اور چند مدت کے بعد اوس قانون کو بدلا

دوسرا قانون اوسی شے کے پیدا کرنے میں خواہ فنا کرنے میں جاری کر دیا
 جیسی اوسکی مصلحت مقتضی ہوئی اور یہ بات جملہ قوانین ملکی اور تمدنی میں جو انسانی
 کونسل کے میں جاری ہے کہ قانون ملکی تجارتی زراعتی صناعتی ہمیشہ بدلتے رہتے
 ہیں اور اس تبدیل کو کسی کی عقل ناجائز اور قبیح نہیں تجویز کرتی ہے اسی طرح بلا تشبیہ
 قانون الہی کا بھی حال ہے دیکھو انبیاء کی شریعتوں کو اور انکے ناسخ منسوخ حکام
 کو اور دیکھو حیوالوجی کے مکاشفات اور تغیرات اشیاء معدنی اور دریائی اور
 صحرائی بلکہ علمی اک ناسی میں ہمارے دعویٰ کو زیادہ سچا پاؤ گے۔ پھر اگر
 زیادہ تحقیق کا ارادہ ہو دیکھو رصد خانہ میں جا کر کہ جب سے لوہا خواہ تھیر کا کوئلہ
 زمین سے زیادہ نکالا گیا اور مٹی کا تیل خواہ اور معدنی اشیاء زمین سے نکال کر
 متفرق دور دور پونچائی گئیں اب زمین کا مدار جو گرد آفتاب کے پھرنے سے
 تھا کس قدر کم ہو گیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چند صدیوں میں زمین آفتاب
 سے چمٹ جائیگی اور یہ جو دوسری اور تیسری خیالات کے لوگ ہمارے نبی صلعم کی
 پیشین گوئی پر ہستے پھرتے ہیں کہ بروز قیامت سوانیزہ پر آفتاب کا آجانا
 بالکل خلاف عقل ہے یا کچھ طرف سے طلوع کرنا آفتاب کا محال ہے اوسکا
 ثبوت اب مکاشفات علم حیا لوجی اور علم ہیئت سے پورا پورا ہوتا جاتا ہے

نہایت ضروری تحقیق

سوانیرہ پر آفتاب کا ہونا اسکا ثبوت تو اسی سے ہوتا جاتا ہے کہ زمین
 کا مدار یعنی وہ دائرہ جس پر زمین گرد آفتاب کے گھوم رہی ہے (اگرچہ بھی ہو)
 چھوٹا ہوتا جاتا ہے اسکو تو سید صاحب بھی تسلیم کر چکے چنانچہ ہم باب قیامت
 میں اسکو لکھینگے اور آفتاب کا پچھم سے طلوع کرنا اسکا ثبوت یہ ہے
 کہ قطب نما کی سوئی جو شمال بتلاتی ہے اب روز بروز پچھم طرف ہٹتی جاتی ہے
 اور رصد خانہ میں برابر اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے چنانچہ محقق مکرم ڈپٹی
 سید مہدی علی صاحب رئیس مرہٹھ نے جو کتاب جدیدہ شبہات
 شیطانیہ میں لکھی ہے اوں میں نے بھی اس مسئلہ کو دکھلایا ہے اب دیکھو
 کہ جب سمت شمال رفتہ رفتہ ۹۰ درجہ بدل بدل کر نقطہ مغرب میں پہنچے
 گی اب تو مغرب کا نقطہ جنوب میں ہوگا پھر جب مغرب کے سمت جنوب
 میں گئی اور اسطرح ۹۰ درجہ قطب نما کی سوئی اور مٹی ضرور ہٹے گی (۱۸۰)
 درجہ پر نقطہ مغرب پہنچے گا خاص پورب کا نقطہ جو کہ اب ہمارا ہے وہ پچھم کا
 نقطہ ہو جائیگا اور فرمانا ہمارے نبی صلعم کا بالکل درست اور صحیح ہوگا
 جسکو آپ لوگ قہقہہ میں اُٹاتے ہیں ہمارے نبی صلعم ہوں یا کوئی اور نبی
 وہی خبر دینگے جو کہ خدا نے بطور وحی کے اونسے فرمائی ہوگی اور خدا کا فرمانا بھی

سوانیرہ پر آفتاب کا ہونا

طلوع آفتاب از مغرب

غلط نہیں ہو سکتا ہے یہ بھی ضرور سمجھنا چاہیے کہ زمین کا مدار چھوٹا ہو کر
 آفتاب کے قریب ہوتے جانا جسکو اب علمائے علم ہیئت نے ظاہر کیا ہے
 اور یورپ کی جدید تحقیقات پر ہمارے نوخیز انگریزی خوان بڑا فخر کر رہے
 ہیں یہ مسئلہ قدیم فلاسفہ نے بھی ہزاروں برس آج سے پہلے ظاہر کیا تھا
 کہ زمین اوپر کی طرف حرکت کرتی ہے چنانچہ کتب فلسفہ قدیمہ میں زمین کی
 نسبت چار قول حرکت اور سکون کے جو درج ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے
 ہمو اس وقت ثبوت اسی امر کا دینا ہے کہ قانون قدرت (لائف نیچر)
 جسکے بدلنے پر سید صاحب اور کل نیچر پرست غل مجاہد ہیں اور ہمارے
 خدا کو مجبور سمجھ رہے ہیں دو نظائر تبدیل نیچر یہ بھی ہم نے نہایت قوی پائی
 ہیں۔ ایک تو زمین کے مدار کا گھٹنا جس سے قوت جاذبہ اور قوت نافرہ
 کو اکب سیارات کا نیچر برہم ہوا جاتا ہے اسلیے کہ زمین بھی ایک سیارہ
 ان لوگوں کی رائے میں ہے اور باوجود تبدیل نیچر قوت جاذبہ اور قوت
 نافرہ کی آفتاب کا سوانیزہ پر آنا بھی ہم نے ثابت کر دیا۔ دوسرے
 مقناطیس کے اثر سے سوئی کو شمال بتلانے کا نیچر اسکے تبدیل کی صورت
 ہم نے دکھلا دی اور طلوع آفتاب از مغرب کا محال ہونا بھی غلط ثابت

کر دیا اور پی شاعر کہتا ہے $\frac{1}{2}$ چہ خوش بود کہ براید بیک کرشمہ دو کارہ
 اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مدار زمین کا چھوٹا ہونا امتزاجی ہے اور جس
 حساب سے زمین آفتاب سے قریب ہوتی جاتی اُسکی رو سے نو کرو میل
 کا بعد جو زمین کو آفتاب سے ہے بہت بڑا زمانہ درکار ہے کہ سوانیزہ کی دوری
 پر آفتاب سے آجائے۔ اسید طرح قطب نما کی سوئی جو کچھ طرف ہستی جاتی ہے
 اسکو بھی لاکھوں برس درکار ہیں کہ (۱۸۰) درجہ پرا کر کچھ کم کو پورب بنادے
 اسکا جواب یہ ہے کہ اس نسبت کا مدار زمین کے گھٹنے میں محفوظ رہنا
 خواہ قطب نما کی سوئی بین اسکے اوپر وہی ایمان لائیگا جو خدا کو پابند (نہی)
 خیال کرے۔ علاوہ بران سرعت رفتار ملائکہ کے باب میں ہم اچھی طرح
 نوا میں قوت ہائے جاذبہ اور نافرہ کو دکھلائیے گئے کہ باوجودیکہ آفتاب ہم سے
 نو کرو میل پر ہے مگر جب کوئی ڈھیلہ آفتاب پر سے زمین پر گرے جس طرح
 زمانہ انکسار غورس میں گرا تھا دیکھو ص ۸۹ تو اس کے گرنیکو بسبب
 جذب مرکزی زمین کے حال کی تحقیقات سے شاید پچاس گھنٹہ کے اندر کا
 زمانہ درکار ہے۔ پھر مدار زمین کا گھٹانے والا وہی قادر برحق ہے جس نے
 اس قانون قدرت جذب اور نفوز کو توڑنا منظور فرمایا ہے۔ آج اگر اوسکی

مصلحت میں قیامت کا قائم کرنا ضروری ثابت ہو جائے آپکا بیچرومی
 اوسکو ہرگز روک نہیں سکتا ہے ہلکواوسنے صاف صاف بتلادیا ہے
 کہ یَرْوَنَّهُ لَعِيدًا وَّنَّالَا قَرِيبًا۔ کفار اور منکرین حشر و نشر اور قیامت
 کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اوسکو قریب آنے والا جانتے ہیں شبہہ دوم
 اگر آپکو یہ خیال ہو کہ آفتاب کے قرب زمین کا ہوتا جاتا اگرچہ اب محسوس
 ہو رہا ہے مگر خداے تعالیٰ اپنے بندوں پر رحیم ہے رفتہ رفتہ اس فعل کو
 کرپکا ورنہ ہلکوا ایسی برداشت کہان ہے کہ ہم اوس گرمی کی برداشت
 کریں جبکہ ۱۲۰ ارب ۲ کروڑ دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ اب ہلکوا
 پہنچتا ہے اور جب سوائیزہ پر آفتاب ہوگا کچھ حساب ہے اوس گرمی کا اوسکو
 کون برداشت کرپکا لہذا وہی حساب جو قدرت نے تدریجی قرب زمین کا
 رکھا ہے اوسکا بدلنا حکمت الہی سے بعید ہے اسکا جواب یہ ہے
 کہ بیشک خدا اپنے بندوں پر رحیم ہے اور ایسا رحیم اور درگزر کرنے والا
 ہے کہ ہم لاکھ نافرین کریں مگر سَبَقَتْ رَحْمَتُهُ غَضَبُهُ اوسکی رحمت
 ہمیشہ اوسکے غضب سے آگے ہی رہتی ہے۔ مگر ایسی امید اوسکی رحمت سے
 رکھنی کہ اوسکے سچے وعدوں میں فرق آئے یہ سراسر کفر اور الحاد ہے اور

فرقہ مرجیہ میں داخل ہوتا ہے۔ رہا برداشت کرنا حرارت آفتاب کا یہ ایک
دوسرا منہ ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہر شل و گیلیلیو کی دوربین سے خاص
کرہ آفتاب پر جاندار ذی روح کی آبادی نظر آتی ہے وہ کیسے ذی روح ہونگے
اور آفتاب کے گرد کی ہوا بھی مثل بر کے ہے اور آفتاب کا کرہ اگر ٹھوس نہ مانا
جائے اور مخوف اور سکوہم اعتقاد کریں جس قدر فضا اور خالی جگہ میں زمین اور
دیگر ستارہ حرکت کر رہے ہیں اوس سے بہت زیادہ آفتاب کے اندر جگہ
کا یقین ہے۔ اور ہمارے پاس کوئی دلیل آفتاب کے ٹھوس ہونے کی نہیں ہے
پس کیا عجب ہے کہ آفتاب کے اندر کیا کیا کچھ خدا نے پیدا نہ کیا ہوسات
زمین و رسات آسمان کا انکار ایسے لوگوں کا کرنا جیسے فلاسفہ میں باوجود
ایسی حالت کی انصاف کھجیے کیسی بے عقلی ہے۔ بہر حال جو قوت برداشت
حرارت کی خدا نے اون مخلوقات کو دی ہے جو خاص کرہ شمس پر رہتی ہے
کیا دشوار ہے کہ ہم کو وہی قوت خدا عطا فرمائے۔ آپ کہیے گا کہ اون کا مادہ
اور طبیعت اور ہے یہ بھی اندھیری کو ٹھہری میں تیر لگانا ہے کونسی دلیل آپ کے
پاس ہے کہ اون کا مادہ اور اون کی طبیعت اور ہے۔ اسکے علاوہ ہم اسی دنیا
کی ایک نظیر آپ کو دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو معجزہ سے حضرت سلیمان کا

سات زمین و رسات آسمان

تخت صبح اور شام ایک ماہ کی مسافت بغرض داخوریانی نبی برحق کے چلتا تھا
 جسکی رفتار فی گھنٹہ چار سو میل بلکہ چھ سو میل سے زیادہ تھی۔ اور میل ٹرین
 (ڈاک گاڑی) جو آج ہندوستان میں چلتی ہے فی گھنٹہ ۴۰ میل کی رفتار ہے۔
 اور اسکی پوری تحقیق ہم باب معجزات حضرت سلیمانؑ میں انشاء اللہ کر سکتے۔
 اور یہ صاحب خواہ اور نچرل فلاسفہ اسکو یعنی تخت سلیمانی کو
 غبارۂ دخانی خیال کرتے ہیں۔ کچھ ہو ممکن کہ اسوقت یہ دکھلانا منظور ہے
 کہ انجینیر ریلوی اور ڈاکٹر ان یورپ کا قطعی خیال ہے کہ اگر رفتار ریلوی
 دفعہ بڑھا دی جائے مثلاً فی گھنٹہ سو میل کر دی جائے مسافران ریلوی کے
 بدن بھٹ جائیں۔ لہذا رفتہ رفتہ اسکی رفتار بڑھائی جاتی ہے۔ حضرت
 سلیمانؑ کا تخت (یا غبارہ) فی گھنٹہ چھ سو میل چلتا تھا اور آپ کے ہمراہ
 اصحاب اور خادم بھی اوسپر سوار ہوتے تھے حالانکہ جیسی تکمیل جسم انسانی
 کی اب ہے بقول فلاسفہ ماد میں ویسی تب نہ تھی پھر وہ لوگ کیا ازدہات
 کے نبی ہوئے تھے جو ایسی تیز رفتاری میں تفریح طبع کی نظر سے روزانہ سوار
 ہوتے تھے اب ضرور آپکو دو باتوں میں سے ایک بات کا اقرار کرنا پڑیگا
 یا تو ان لوگوں کے قواسم جسمانی نہایت قوی تھے جسکو حال کے محقق

ہرگز نہیں مانتے ہیں۔ یا کہ حضرت سلیمان کا معجزہ خدا کا دیا ہوا تھا کاؤ کو
 برداشت ایسی تیرفتاری کی تھی جو آپ کے نیچر کے بالکل مخالف ہے۔ المختصر
 خدا کو قدرت ہر وقت ہے جب چاہے اپنے مخلوقات میں جو خاصیت
 پیدا کر دے نیچر کی پابندی اوسکو ہرگز نہیں ہے۔ جو کر دے وہی قانون
 ہے وَعِنْدَ كَافَّةِ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُ إِلَّا هُوَ اوسى خدا کے پاس
 خزانہ غیب کی کنجیاں ہیں جن خزانوں کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا ہے۔

اگر پائی پل است و گر پڑمور	بہر یک تو دادی ضعیف و زور
----------------------------	---------------------------

باب گیارہواں جواب اس شبہ کا کہ بروز قیامت
 مغرب سے آفتاب سوانیزہ پر طلوع کرنا بالکل نادرست ہے
 یہاں تک میں لکھ چکا تھا کہ سوال مندرجہ ذیل بذریعہ تحریر میرے پاس آیا
 اگرچہ تکرار مضامین ہے مگر جنسہ لکھتا ہوں تاکہ ناظرین کی دلچسپی زیادہ ہو
 سوال قیامت کے روز آفتاب سوانیزہ پر ہوگا اور مغرب سے طلوع
 کریگا۔ اہل اسلام کے بڑے بڑے علما و ریاضی دان اور فلاسفہ بھی اسکا
 اعتقاد کرتے ہیں اور اس پیشین گوئی کو جو عقلی اور مشاہدہ اور حسابی ہندسے
 قاعدہ سے بالبدلت نادرست ہے وحی آسمانی کہتے ہیں۔ کیون جناب

مغرب سے آفتاب کا طلوع کرنا اسکے کیا معنی ہیں کیا مغرب کسی شہر خاص کا نام ہے کیا مغرب وہی جگہ ہے جہاں سے یا جوج ماجوج نکلیں گے۔ ادنیٰ درجہ کا طالب علم جسے ابتدائی مسائل علم ہیئت کے پڑھے ہوں وہ بھی جانتا ہے کہ مشرق اور مغرب ہر ملک کا جدا گانہ ہے اور روزانہ ہر جگہ کا نقطہ مشرق اور نقطہ مغرب بدلتا رہا کرتا ہے پھر روز قیامت کس ملک کے مغرب سے آفتاب طلوع کریگا اگر مراد فقط مدینہ کے مغرب سے ہے شاید قیامت فقط اونہیں لوگوں کے واسطے آئنگی اسلیے کہ یہ شناخت تو ایسی نہیں ہے کہ ایک روز تمام روی زمین کے آدمیوں کے واسطے پوری ہوا اب معلوم ہوا کہ قیامت چہ ماہ تک ہر درجہ کے باشندوں کے واسطے جدا گانہ ہوتے ہوتے (۱۸۰) روز زمین (۱۸۰) قیامتیں ہونگی۔ سوانیزہ پر آفتاب کا آنا قطع نظر اسکے کہ قوت جاذبہ اور قوت ہار بہ زمین اور آفتاب کے جس دورے پر دونوں کو براہ قانون قدرت سنبھالے ہوئے ہے اوسکے خلاف ہی۔ آفتاب کی گرمی جو اسوقت ہم تک ایک درجہ منجمد ۱۲۰ رب ۳۲ کروڑ سال لاکھ حصہ کی پہونچتی ہے اوسکا تحمل دشوار ہے سوانیزہ جو شاید ۱۲ فیٹ بھی نہوگا ادا اوسکی برداشت فقط اونہیں حضرات اہل اسلام کو ہوگی جو ایسے ایسے

خیالات اور توہمات بعید از عقل کے مقتدرین یہ سوال سخت جواب طلب
 بعض اضلاع پنجاب سے آیا ہے جواب کسی بات کو سنکر منہں دینا یا بے
 سمجھے بوجھے کہہ دینا کہ محال ہے یہی نتیجہ آزادی کا ہے جو کہ جدید تعلیم سے
 ہمارے پیارے نو خیزوں کو ہو رہی ہے جس سے بڑھکر کوئی خرابی نہوگی کاش اگر
 یہ لوگ کسی امر عجیب کے انکار کرنے پر کوئی دلیل ضعیف ہی پیش کرنے کی
 لیاقت رکھتے تو ہمارا بھی جی خوش ہوتا کہ ہاں ایک بات ٹھکانے کی تو کہتے ہیں
 اسکا تو شیوہ یہی ہو گیا ہے کہ جو بات مذہب کے پابند یہود اور نصاریٰ اور
 مسلمین اپنی مقدس کتابوں سے بیان کریں اسکو سنکر فقہانہ زنی کر دیں اور
 بیان کرنے والے کو پابند و مام مذہبی کہہ دیں اب ہم مغرب سے طلوع آفتاب
 کا ثبوت جدید تحقیق سے دیکر پھر آفتاب کا سوا نیزہ پر آجانا بھی ثابت کریں اور
 سلیس عبارت سے اسکو لکھیں۔ یہ بات سچی ہے کہ مغرب اور مشرق محض
 فرضی اور نسبتی الفاظ ہیں کہ جاے غروب آفتاب کو مغرب اور جاے طلوع
 آفتاب کو مشرق کہتے ہیں اور سال بھر نیت نیا مشرق اور نیت نیا مغرب چہ
 جیسے تک بدلا کرتا ہے چکی ابتدا اول سرطان سے اور انتہا آخر قوس تک
 یعنی ۲۵ جون سے لغایت ۲۵ دسمبر تک (۱۸۲) دن میں ہر روز نیا مشرق اور

نیا مغرب قدرت نے بنایا ہے بموجب عرض بلد کے ایسا چونکہ آفتاب ۹۰
 درجہ پورب اور ۹۰ درجہ پچم کو کسرے زاید روشن کرتا ہے اسی وجہ سے
 روزانہ ہمارا نقطہ مشرق بعینہ نقطہ مغرب اون لوگوں کا ہے جو ہم سے (۱۸۰)
 درجہ یعنی ۱۲ ہزار میل پورب میں آباد ہیں یہ اختلاف مغرب اور مشرق بموجب
 طول بلد کے ہے پس یہ قدرتِ نمانی خدا کی کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے
 یہ تو روزانہ کرۂ زمین کے رہنے والوں کے واسطے ہوتی ہی رہتی ہے قیامت
 کے دن طلوع آفتاب مغرب سے مراد یہ طلوع نہیں ہو سکتا ہے لہذا ہم کو تقدیر
 کتابوں کی پیشین گوئی سے وہی مغرب مراد لینے کی ضرورت ہے جو اصلی مغرب
 آفتاب کا خدا کے نزدیک ہوا اور جسکو ہم آئندہ ثابت کرتے ہیں ہر شخص حج آفتاب
 کو مخلوق اور حادث مانتا ہے اور قدیم بالذات نہیں کہتا ہے اوسکو ضرور
 یہ بھی مانتا چاہیے کہ پہلے روز جس نقطہ سے آفتاب نے طلوع کیا ہے وہ
 مشرق واقعی ہے اسی پہلے روز کو ہم اور روز کہتے ہیں جو اول روزِ مہج
 حل کا ہے جسکو ۲۰ خواہ ۲۱ مارچ سمجھنا چاہیے اب مشرق حقیقی جسکو فقط
 آفتاب کے اول نمود اور وجود سے ہم مشرق کہیں یہ تو ثابت ہو گیا۔ پھر
 چونکہ اوس روز پورے بارہ گھنٹہ کا دن اکثر بلادِ معمورہ میں ہوتا ہے اور

عدل فی القسمۃ کی رو سے دن اور رات کو برابر زمانہ ملنا چاہیے اسلئے بارہ گھنٹہ
 کے بعد جس نقطہ پر آفتاب آیا ہے وہی مغرب حقیقی ہوگا۔ اب دیکھو حدیث
 مقدس میں وارد ہے لَا یَغْلُقُ بَابُ التَّوْبَةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا
 دروازہ توبہ کا بند ہوگا جب تک آفتاب اپنے جاے غروب سے طلوع نہ کرے
 اور یہ بیان فرمایا کہ مِنْ مَغْرِبِهَا یعنی تمہارے مغرب سے طلوع نہ کرے۔ اسلئے
 کہ ہمارا مغرب تو محض فرضی اور نسبتی ہے ہر درجہ کے رہنے والے انسان کا
 روزانہ ایک مغرب جدا گانہ ہے۔ پھر محض صادق کا یہ کلام جو مطابق وسے
 آسمانی کے ہے کس کے مغرب پر صادق آتا لہذا مغرب کی اصناف و سی آفتاب
 کی طرف فرمائی ہے اور مراد یہ ہے کہ جس روز آفتاب کو موجود کر کے پہلا
 مطلع اور پہلا مشرق ہم نے بنایا ہے اسی کی نظر سے پہلا مغرب جو نقطہ ہے
 اسی نقطہ سے بروز قیامت آفتاب طلوع کریگا اور دنیا کا اولٹ پلٹ
 جانا بھی ہے اور مشرق کا مغرب اور مغرب کا مشرق ہو جائیگا یَوْمَ تَبْدَلُ
 الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ اسی روز کے بعد یہ زمین دوسری زمین سے بدلی جاگی
 یہ مغرب ایسا ہے کہ تمام باشندگان روی زمین کیا بلکہ تمام مخلوقات موجودہ
 نظام شمسی بلکہ اور ہزاروں نظام اگر خدا نے بنائے ہیں سب کے نزدیک

یہ مغرب وہی نقطہ ہے جس نقطہ سے پہلے روز پھرا آفتاب نکلا ہے اس نقطہ
 کے مغرب سے طلوع آفتاب کرنے سے کل موجودات عالم بالا و پائین سب کی
 علامت قیامت ایک ہی وقت ہوگی مدینہ اور مکہ اور ہر ایک سب برابر ہو گئے آپ
 مطمئن نہ رہیں آپ پر بھی اسی روز قیامت آئے گی جس روز مدینہ والوں کی قیامت
 ہوگی اسی لئے کہ خدا آپ کا اور مدینہ والوں کا ایک ہے۔ کیا اچھی نظیر اس وقت یاد
 آئی۔ ایک نیچرل صاحب (بلکہ انڈیا کے جنرل نیچرل) ولایتی کتا لیتے ہوئے
 ریل گاڑی پر ایک عالم محمد علی سے ملے عالم صاحب نے پوچھا کہ یہ کتا آپ نے
 کیوں پالا ہے نیچرل صاحب نے براہ تمسخر کہا کہ حضور حدیث میں وارد ہے
 کہ جہان کتا ہو فرشتہ وہاں نہیں آتا ہے۔ میں نے ملک الموت کے روکنے کا
 بندوبست کیا ہے کہ میری قبض روح کرنے نہ آئیں۔ مولوی صاحب نے
 فرمایا آپ کی قبض روح کرنے وہ فرشتہ آئیگا جو کتوں کی روح قبض کرتا ہے آپ
 مطمئن نہ رہیں حدیث سچی ہے۔ یہ بات ضرور ماننے کے قابل ہے کہ پہلا
 روز خلقت آفتاب کا (اگر آفتاب مخلوق اور حادث ہے اور قدیم غیر مخلوق
 نہیں ہے) نقطہ مشرق اور اسی روز کا نقطہ مغرب ضرور مشرق حقیقی اگر کہا
 جائے تو ہو سکتا ہے جو ہر کو معلوم نہیں ہے اور الہامی کتابوں میں وہ مراد

ہو سکتا ہے اب ہم دونوں نظام بطلیموسی اور فیثاغورسی پر بنا کر طلوع آفتاب
 کا مغرب سے ملنے کا ضرور ثاب^ت کر تے ہیں۔ بطلیموسی نظام میں مرکز عالم
 اور مرکز زمین واحد ہے اور فیثاغورسی نظام میں مرکز عالم آفتاب ہے اور
 دونوں نظام کے رو سے عموماً مشرق کا مغرب ہو جانا محال ہے اور یہ محال کا
 عقیدہ محض جہالت اور نادانی سے انکو ہو رہا ہے نہ براہ تحقیق علمی جسکا
 ثبوت یہ ہے۔ ہمکو خدا نے ساڑھے چار سو برس گزرے ایک پتھر لیا
 بتلایا جس سے ہم نے قطب نما بنایا اور اوسکی وجہ سے خط شمالی قائم ہو گیا
 اوسی خط پر عمودی خط ڈالنے سے چاروں سمت قائم ہو گئیں اور اسی ذریعہ
 کلمبس نے علم ہباز رانی میں ہکو ترقی دکھائی۔ ایک اور پتھر مقناطیس صلیبی جو
 یورپ اور چین بتلاتا ہے ڈاکٹر گرے گرے صاحب اوسکے پائے جانے کے
 مدعی ہیں مگر ہکو ابھی نہیں ملا ہے مگر ہونا ممکن ہے اوسکے ذریعہ سے مغرب
 نہایت سچا بن سکتا ہے۔ اب ذرا رصد خانہ میں پیرس اور لندن اور
 دیگر مقامات کے چلنے اور ہیڈیت دانوں کے مشاہدات کو دیکھیے اونکو بخوبی
 معلوم ہو گیا ہے کہ قطب نما کی سوئی شمال سے پچھم کی طرف ہٹتی جاتی ہے
 یعنی چند صدیوں میں شمال کا نقطہ جو ساڑھے چار سو برس آج سے پہلے تھا

نقطہ مغرب پر آجایگا۔ پھر ضرور ہے کہ نقطہ مغرب نقطہ جنوب اور جنوب مشرق
 اور شرق شمال ہو جائیگا۔ اور یہی مطلب ہے علماء محمدی کا جیسے کرمانی شراح
 بخاری وغیرہ کہ خدا قادر ہے منطبقاً لروح کو معدل النہار پر منطبق کر کے
 پیچم کو پورب بنادے جسکو پڑھ کر دہریہ تمسخر کرتے تھے۔ پھر جب نقطہ مغرب
 پر نقطہ شمال پہنچ گیا پھر زیادہ دنوں میں نقطہ مغرب کا نقطہ مشرق پر پہنچنا
 کیون محال ہوگا بلکہ ممکن ہے بلکہ واجب ہوگا اسنادانی کو دیکھئے کہ ضروری
 الوقوع کو محال سمجھ رہے ہیں۔ اور یہ تغیر کہ نقطہ شمال مغرب کی بطرت چلا جاتا ہے
 اسکا سبب یہ بیان کرتے ہیں جسکو علم جبر ثقیل سے پورا تعلق ہے۔ اور
 جسکے ذریعہ سے ایک اور بڑے اعتراض کا جواب مل گیا کہ خدا نے پہاڑوں کو
 زمین کی مچین برشاد فرمایا ہے اس پر بھی دہریہ قہقہہ زنی کرتے تھے۔ اب
 جب سے زمین کے معدنیات بلکہ پہاڑوں کے مثلاً لوہا اور پتھر کا کوئلہ
 اور مٹی کا تیل اور مین وغیرہ زمین سے بکثرت نکالا گیا اور دور دور پھیلایا
 گیا اور بقاعدہ جبر ثقیل ثابت ہے کہ بوجہ ملی اور وزنی شے یکجا ہونے سے
 اور اثر رکھتی ہے اور متفرق ہونے سے اثر بدل جاتا ہے۔ لہذا وہ جذب مرکزی جو آفتاب یا
 مرکز عالم کو زمین کی طرف تھا اور زمین فرق آگیا اور نقطہ شمال مغرب کو ہٹ رہا ہے۔

پہاڑ زمین کی مچین ہے

معدنی اشیا کو متفرق کرنا اور دور دور لیجانا یہ ہمیشہ سے ہو رہا ہے لہذا ہمیشہ سے یہ اثر بھی ہوتا ہوگا۔ اب ہم ذرا نیچرل خیال والے معززین سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو ساڑھے چار سو برس سے شمال کی پوری اطلاع ہوئی ہے اور خداے قادر جس نے شمال اور مغرب کو پیدا کیا ہے وہ اس نقطہ کو بھی جانتا ہے جس پر آفتاب کو اپنے روز پیدا کیا ہے وہ پہلا روز خلقت اور طلوع یعنی ظہور نور آفتاب کا اگر کسی ذریعہ سے آپ کو معلوم ہو جائے تو شاید آج ہی آپ اور ہم پکاراؤ ٹھیں کہ طلوع آفتاب کو مغرب سے تھوڑے ہی دن باقی ہیں پھر آپ با اینہم نادانی عالم علم لدنی کی پیشین گوئی پر کیونکر مقدمہ زنی کرتے ہیں ۵

کیا جتنے گی بلیل بھلا ان پھولوں کے	پہلے صاف اپنا روز مرہ تو کرے
------------------------------------	------------------------------

اب ہم نے طلوع آفتاب از مغرب کا امکان بلکہ براہ نیچر ضروری ہونا ثابت کر دیا ورنہ شاخچہ اور قیاسی تجویز کو مشاہدہ میں بدیہی کر کے دکھلا دیا و لا نَبِیُّکَ مِثْلُ حَیْرِ۔ سوانیرہ پر آفتاب اسکو بھی علمائے ہیئت سے پوچھ لیجئے کہ جو مار زمین کا گرد آفتاب کے گردش کا روزانہ خواہ سالانہ ہے وہ دائرہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے اور اسکو بڑے بڑے ہیئت دان آنکھوں سے

دیکھ کر حکم قطعی لگا چکے ہیں پھر جب مدار حرکت ارض کم ہوتا جاتا ہے ایک روز
 وہ بھی ضرور آنے والا ہے کہ جس دائرہ پر زمین گرد آفتاب کے گھومے
 اوسکا نصف قطر برابر سوا نیزہ کے ہو اب کونسا شبہ آپکو ہمارے نبی
 کی پیشین گوئی میں باقی رہا اور تعصب کی بات ہی اور ہے رہا دیوارِ حلبی
 یہ قادر مطلق کے اختیار کی بات ہے آج حکم ہو تو آج ہی ہو جائے ہمارے
 نبی کے رصد خانہ میں ہر شل اور گیلیو منجم کے چھوٹے دوربین تھی بلکہ وہ دوربین سچی
 قدرتی آپکو خدا نے دی تھی جو اپنی یہ قدرت سے خدا نے تیار کی ہے
 اللہم صل وسلم وزد وبارک علی محمد و آلہ المعصومین یہ بھی یاد رہے
 کہ زمین کا مدار یعنی جس دائرہ پر زمین گرد آفتاب کے پھر رہی ہے اوسکا چھوٹا
 ہوتا جانا جس طرح حال کے علماء طبعیین اور علماء ہیئت مشاہدہ کر کے بتلا
 رہے ہیں قدیم فلاسفہ بھی اسکو صحیح مان چکے ہیں حکیم ابی قیور ایسا دہریہ
 دنیا کے قدیم ہونے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ ذرات یعنی چھوٹے چھوٹے
 اجسام جنکے خود بخود یکجا ہونے سے دنیا کی چیزیں ہمیشہ خود بخود پیدا ہوتی ہیں
 انھیں ذرات کے متفرق ہو جانے سے اور دوسری دنیا پیدا ہوا کرتی ہے
 اور یہ ہٹ جانا اجزائی لائیجری کا کبھی بسبب حرارت نار کے ہوتا ہے

مثلاً آفتاب زمین سے بہت قریب آجائے (سوانیزہ کو یاد کرو) اب حرارت
 آفتاب کی زمین کو جلادے گی اور موجودات اجسام میں تغیر پیدا ہوگا۔ یا کوئی حرکت
 شدید خوفناک ایسی پیدا ہو کہ تمام اشیاء عالم کو اولٹ پلٹ دے اور یہ دو عالم
 عالم یعنی چرخہ اور مہٹ جو پھر رہا ہے فاسد ہو جائے (اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ
 زُلْزَالَهَا) کا اقرار کرتا ہے۔ اسکے بعد اس دہریہ نے اون خیالات کا
 ثبوت لکھا ہے جو آجکل یورپ کے فلاسفہ علم جی اک ناسی کو نیا علم اپنا ایجاد ہی
 بتا رہے ہیں۔ بہر حال ہم کو زمین کا آفتاب کے نزدیک آجانا خواہ آفتاب کا
 زمین کے پاس آجانا اسکا ثبوت قدمائے فلاسفہ کے اقوال سے بھی بیان کرنا
 تھا۔ پھر اب کیونکہ یہ فلاسفہ ہمارے نبی کی پیشین گوئی پر یعنی سوانیزہ آفتاب
 کے آجانے پر تمسخر کرتے ہیں۔ اب تو یہ حدیث بالکل مطابق عقیدہ اور
 مشاہدہ فلاسفہ قدیم اور جدید دونوں کے ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نو خیز
 تعلیم یافتہ فلاسفہ کے اقوال کو بجان و دل تسلیم کریں اور حکیم الہی جسکی عقل
 اور علم محض وحی آسمانی ہوا اسکے ارشاد پر سیکڑوں شبہات اور نکولاتی ہوں
 آفتاب کی گرمی کا تحمل کیونکر ہوگا جب سوانیزہ پر ہو اس شبہ کا
 دفع اولاً تو یہی ہے کہ جب آہستہ آہستہ زمین آفتاب کے قریب ہوتی

جاتی ہے تو ہمارا تحمل حرارت آفتاب کا بھی بڑھتا جاتا ہے اور یہ قانون
 فطرت ہے کہ تحمل آگام رفتہ رفتہ آدمی کر سکتا ہے کیسا ہی سخت الم اور
 کیسی ہی سخت اینا ہو۔ دیکھئے جو لوگ آگ کا کام کر تہمین لو ہارا اور شیشہ گر
 وغیرہ اونکو جقدر برداشت حرارت کی اوٹھا سکتے ہیں دوسرے کو ہرگز
 نہیں ہے۔ پھر اگر آفتاب کا قرب زمین سے تدریجی ہے عدم تحمل کا شبہ
 ساقط ہو گیا۔ اور اگر دفعۃً یہ قرب آفتاب کا خدا کر دیکھا جیسا کہ ہمارا عقیدہ
 ہے اور متاخرین فلاسفہ طبعیین یعنی فلاسفہ جدید بقول مصنف رسالہ
 حمیدیہ بھی اسکے قائل ہیں اور حکیم ابی مقور کا قول قدمائے فلاسفہ میں بھی
 ہم لکھ چکے پھر کیا آپ نے قیامت آنیکو کھیل ورتا شا اور ولایتی چکر کلکے کی
 تفسیر اور سیر و تماشا خیال کیا ہے کہ آپ کے آرام اور راحت اور دلچسپی کے
 واسطے کوئی ٹھیسر تیار ہو گا۔ یہ آپ کس سے کہتے ہیں کہ ہم سے تو گرمی آفتاب
 کا تحمل نہوسکیگا۔ پھر نہواور جل بھیں کر خاک ہو جاؤ از کیسہ ماحہ میرود۔
 ابھی تو آپ کو اسی کا انکار ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا اور جب آپ کو ثابت ہو جا
 کہ ہاں فلاسفہ کے قول سے بھی اسکا واقع ہونا ممکن ہے اور سوقت انھیں
 فلاسفہ سے آپ فائز پروٹ تیار کرالیں گے کہ آپ کو جلنے سے بچا یگا۔ خواہ

کوئی اور ایسی ہی چیز بنوائیجیے کہ اس روز نامہ کے کام آئیگی رہے ہم غریب
 پابندان مذہب آسمانی ہوں پورا یقین ہے کہ ہمارا خدا خود آگ میں جاندار کثیر
 اور پرہیزگار جانور پیدا کرتا ہے اور آشخواری اونکی صفت ہے اور ہر شل کی
 دورین سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ خود کردہ آفتاب پر جاندار چیرین چلتی پھرتی
 نظر آتی ہیں اور ہماری تاریخ مذہبی بتلا رہے کہ نمود کی وہ آگ (الامان الحفظ)
 جو کوسون بھڑک رہی تھی حضرت ابراہیمؑ پر ہمارے خدا نے گلزار بنادی۔
 آگ کی گرمی اور آفتاب کی نمازت اور برت کی سردی ان سب کی ایذا دی
 یا آرام رسانی اوسی پروردگار کے قبضہ قدرت میں ہے جس نے ان چیزوں کو پیدا
 کیا ہے۔ کیا مجال ہے کہ بدون اوسکے حکم کے کوئی موزی ہلکوا یا پھونچا
 ہم تو اوسی معبود برحق کے بھروسے پر اوسکی اطاعت میں سرگرمی کر رہے ہیں
 اور اوسی کی رحمت پر لو لگائے ہوئے کہہ رہے ہیں یا خدا ۵

در مملکت وجود فرمان از تو	آرام دل بے سرو سامان از تو
مارا بدوای درد دل کاری نیست	دل از تو و درد از تو و درمان از تو

ہمارا خدا ضرور ہلکوا بقدر ہمارے اعمال خیر اور شر کے ایذا اور آرام
 پہونچانے کا مالک اور مختار ہے۔ پھر اگر باوجود بجا آوری احکام الہی کے

آفتاب کا ضروری خاصہ یہی ہے کہ چاہے خدا کو منظور ہو یا نہ ہو مگر آفتاب کا
 نیچر جلانے میں اشیاء عالم کے نہ بدلیگا اور تمام دنیا جل جہنم کہ بقول امیقو
 حکیم خاک ہو جائیگی پھر ہو جائے کیا مضائقہ مرگیا نبوہ جتنے دارد فقط
 باب بارہوا ان مذہب کی پابندی سراسر خلاف عقل کے
 ہے اور انسانی آزادی کو بھی منافی ہے اور سیکڑوں مذہب
 سے مذہب حق کا پہچان لینا یہ بھی تکلیف محال ہے
 اس باب میں سات سوال اور ان کے جواب درج ہونگے سوال اول
 مذہب اور ملت کے سب اصول اگر عقل کے مطابق ہیں پھر تو فلسفہ و حکمت
 اور مذہب ایک ہی چیز ہے نبی اور رسول خدا کی طرف تشریف لا کر فلاسفہ
 سے بڑھ کر کیا کام کرینگے ہم کو فلسفہ پڑھ لینا ہمارے آرام اور راحت اور
 نجات آخرت (بشرطیکہ عالم آخرت کوئی عالم مانا بھی جائے) کے واسطے کافی
 اور اگر مذہب کے سب اصول عقل سے مخالف ہیں پھر اسکی پابندی کون
 عاقل تجویز کریگا اور اگر بعض اصول مذہبی مطابق عقل کے بنے اور بعض
 مخالف اب وہی اصول جو موافق عقل کے ہیں ہم کو فلسفہ بتلا رہا ہے اور
 عقل کے مخالف اصول سب مردود ہیں پھر نبی کے آنے سے کیا فائدہ اور

فصل چہارم

مذہبی پابندی سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا سوال دوم اگر کسی دلیل سے مذہبی
 پابندی ضروری بھی ثابت ہو اب فرمائیے کہ ہزاروں فرقہ مذہبی دنیا میں موجود
 ہیں مثلاً فقط اہل اسلام میں تہتر فرقہ ہیں اور ہر فرقہ اپنی مذہب کو سچا اور سبکو
 غلط کہہ رہا ہے۔ اگر بالفرض ہر کو عمر نوح بھی ملجائے اور سوائے تحقیقات
 مذہبی کے اور سب کام چھوڑ دیں اور تکمیل اپنے نفس اور بدن کی جس علوم کے
 پڑھنے پڑھانے سے ہوتی ہے سب چھوڑ چھاڑ کر سٹوبانہ کراہی کے
 پیچھے پھرن جب بھی تو ہم کسی مذہب کو ہزاروں مذاہب میں سے سچا منتخب
 نہیں کر سکتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ اگر خدا کا وجود ہے اور وہ عادل اور
 منصف بھی ہے ایسے بار عظیم کی برداشت ہم سے ہرگز طلب نہ کرے گا لہذا
 ہمارے پاس ایک چراغ ہدایت یعنی ہماری عقل جو اوسنے دی ہے اویسی
 روشنی میں ہمو چلنا اور اویسی کی پیروی کرنی ہمو لازم ہے اور تحصیل
 محال کے درپے کیوں ہوں جسکا انجام کبھی نہ ہوگا سوال سوم مذہب کے
 پابند اپنے ہادی اور پیغام دلو کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ نہوتے دنیا کی آبادی
 اور خلق خدا کی معاش کا سرانجام جن صنائع سے چل رہا ہے اور جن علوم کے
 اصول نظام انسانی کے بقا کے باعث ہیں انسان او کو ہرگز نہ جانتا اور جو چیز

ہمارے بقا کی رکھنے والی ہے وہ تم پر کبھی ظاہر نہ ہوتی۔ ہم تو ان باتوں کو محض
 اُن لوگوں کے دعویٰ زبانی سمجھ رہے ہیں۔ تاریخ عالم کے دیکھنے سے بخوبی
 معلوم ہوتا ہے کہ ایجادِ اشیاء ضروری فلاسفہ نے کی ہے اور اب بھی
 کر رہے ہیں کون سے نبی نے کوئی شے ایجاد کی جو ہمارے بکار آمد ہو جبریلؑ
 اور فلاح اور طب اور کیمیا وغیرہ جس قدر علوم ہیں سب کے موجد حکماء ہیں
 اور اس طرح ہمارے آرام اور راحت کے اشیاء سب کے موجد بھی فلاسفہ
 ہمیشہ رہے۔ آج بھی ہزاروں کلین و آلات جس قدر تیار ہیں کون سے
 نبی نے انکو بنایا ہے اور بالفرض اگر ہزار میں سے دو چار کسی نبی کے ایجاد
 سے بھی ہوں پھر انکو ان موجدین پر تفوق کیا ہوا۔ اسی طرح اخلاقی مسائل
 اور تمدنی اصول ہمارے عقلاً اور اہل تجارت کی اتفاق رائے سے ہمیشہ
 جاری ہوتے ہیں۔ ہاں ایک عالم غیر مادی کے دھکی دیکر ہموخت دلا دلا کر
 ہمارے روپیہ پیسہ کے لوٹنے کا ڈھنگ البتہ ان لوگوں کو خوب یاد ہے
 اور آپ کے بہارجی مولوی اور پادری پنڈت جی مہاراج اور گرو جی ہمیشہ
 دنیا کو لوٹ پوٹ کر کھایا کرتے ہیں سوال چہارم اعتمادِ بر قول غیر کا مسئلہ
 ضرور فطرت کے موافق ہے اور اگر یہ مسلم نہ ہو تو بڑی خرابی انتظامِ دنیا میں

سوال ششم خاص کر اسلامی شریعت پر یہ بڑا بھاری شبہ وارد ہوتا ہے
 کہ اگر سب نبی سچے تھے کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ ہماری شریعت ابدالاً باقی رہی
 اور اہل اسلام کی بانی شریعت اسکی مدعی ہوئی اگرچہ یہ دعویٰ بشرط صحت اور
 ثبوت اس امر کے کہ آسمانی مذہب اب بھی مذہب اسلام ہے اس قاعدہ
 کے بالکل مطابق ہے کہ پھر میں تغیر و تبدل محال ہے مگر پھر اور انبیاء کا
 نبی ہونا اور ان کا مذہب آسمانی ہونا غلط ہو جائیگا۔ اب دیکھو سب نبی تو
 اسکے مدعی رہے کہ ہماری شریعت تھوڑے دنوں بعد بدل جائیگی اور اسلامی
 شریعت کے موجد اسکے مدعی ہوئے کہ ہماری شرع قیامت تک رہیگی
 اور سوائے مسلمان کے اور سب اہل مذہب کیسے ہی نیکو کار ہوں سب وزخی
 ہیں اب سیکڑوں نبی سچے تھے یا کہ اسلامی نبی سچے تھے دونوں کیونکر سچے ہو سکتے
 ہیں بلکہ جب دونوں قول میں تعارض ہے دونوں ساقط ہو کر غلط ہو گئے اور
 یہ فخر اہل اسلام کا کہ ۵

فخر اہل اسلام کا کہ

یہیمے کہ ناکردہ قرآن درست	کتبخانہ چند ملت بشت
---------------------------	---------------------

اگرچہ اپنے نبی کی بزرگی پر دلیل ہے مگر ایسی دلیل ہے کہ خود انکے نبی کے نبوت
 کو باطل کرتا ہے۔ مسلمانوں کا اس لن ترانی میں ہی حال ہوا کہ ۵

ہر کہ بیہودہ گردن افسرد	خویش تن را بگردن اندازد
-------------------------	-------------------------

یہی ایک مسئلہ ایسا ہے کہ ہمو پابندی مذہب سے پوری طور پر روکتا ہے جسکو ذرا سی عقل ہوگی وہ فوراً کہہ دے گا کہ دونوں باتیں کیونکر سچی ہو سکتی ہیں سوال سا تو ان مذہبی پابندی میں ایک اور بڑا ضرر ہے کہ خرابی امن و امان انسانی اور عذرا و فساد جو ہوتا ہے اسی مذہب کی پابندی میں ہوتا ہے اور جب کسی حصہ دنیا اور سلطنت منتظمہ میں خرابی آئی ہے مذہبی فسادات ہی سے آئی ہے کبھی نہ سنا ہوگا کہ فلسفی جماعت نے بلوہ کیا یا فلاسفہ امن اور امان خلائق میں خلل انداز ہوئے فلاسفہ کا یہی کام ہے کہ اپنے بنی نوع یعنی انسان کے آرام اور آسائش کے اشیا ایجاد کریں بلکہ مطلق ذی روح کی راحت رسانی کی تدبیریں خود بھی کریں اور لوگوں کو بھی بتاتے رہیں پیل گاڑی کو دیکھے جسکے جاری ہونے سے کروڑوں حیوانات گھوڑے اور بیل ونٹ وغیرہ کی جان بچ گئی مسلمانوں کے قرآن میں بڑا احسان اپنا بندوں پر یہ بھی دکھلایا ہے کہ تمھارے سواری اور بار برداری کیواسطے ہم نے چوپایہ جانور پیدا کیے اگر وہ جانور نہ ہوتے تمھارے وہ کام بدون تعب شدید کے انجام نہ پاتے۔ فلاسفہ نے اس احسان کو بھی ہمارے سر سے اوٹھا کر دکھلادیا کہ ہم سواری

فلاسفہ کا احسان خدا کے
احسان سے بڑھکے ہے

اور بار برداری میں چوپایوں کے محتاج نہ رہے بلکہ مسلمان بھی اگر انصاف
 کریں اونکو بھی اسلحہ کے ادائی شکر سے نجات نہ ملیگی جو اب
 یہ سوالات ہفت گانہ فقط انکار نبوت اور شریعت ہائے انبیاء کی نسبت
 ہر شخص کا انکار وجود ان سے لازم نہیں آتا ہے۔ فلاسفہ میں بھی ہمیشہ دو فرقہ
 رہے ہیں ایک دہریہ جو خدا کا منکر دوسرا خالق عالم کا اقرار کرنے والا مگر
 نبوت کا منکر تھا سراسر استحقاق نبوت ڈاکٹر طامس ریڈی ڈی کلرکسن ڈاکٹر کنڈن
 ڈاکٹر برون وغیرہ یہ جدید فلاسفہ میں جو علم وہی اور فلسفہ آسمانی کو پورا اور
 سچا جانتے ہیں اور فلسفہ انسان کو ناقص۔ عبادت خدا اور پابندی مذہب
 کو پسند کرتے ہیں اور ہیوم جان لاک پروفیسر میں اور برکلی اور جو دہریہ تھے
 اونکی دکر تے ہیں۔ خیر یہ تو ایک تاریخی بات ہے اب جو شخص دہریہ نہ ہو اور
 جو خدا کو ماننا ہو جیسا کہ ہمارا سائل ہے اس پر ہکو فقط انبیاء کی ضرورت
 اور شریعت کی خوبی ثابت کرنی لازم ہے اسکے بعد سب شبہات دفع
 ہو جائیں گے۔ پہلا سوال کہ شریعت بالکل مطابق عقل کے ہے یا بالکل مخالف
 یا کچھ مطابق اور کچھ مخالف ہمیشہ سے براہمہ کرتے چلے آتے ہیں اور جواب
 بھی مذہبی پابند فلاسفہ نے دیا ہے مگر آج کل کے آزاد منش اور انکو

سمجھ سکتے ہیں اور نہ اونکی تسکین ہوگی لہذا ہمکو جدید طریقہ سے بھی جواب دینا
 چاہیے تمہیدی بیان کسی چیز کا عقل کے مطابق ہونا یا مخالف ہونا اسی
 موقوف ہے کہ پہلے ہم عقل صحیح کو سمجھیں اور یہ ترازو جو ہمکو خدا نے بنجیدگی حق
 اور باطل کی واسطے دی ہے اوسکو پہچانیں۔ ظاہر ہے کہ آدمی کی عقل ناقص
 بھی ہو سکتی ہے اور کامل بھی اب اسکا پہچاننا کہ ہماری عقل ناقص ہے یا
 کامل ہے اور ہم اپنی تجویزات عقلی میں خطا پر مبن یا صواب پر اسکا طریقہ
 کونسا ہے اگر وہی عقل ہے جو ہم میں ہے یہ تو کھلا ہوا دور ہے اور محال
 ہے یعنی ہم اپنی عقل کی خوبی یا خرابی اپنی عقل سے نہیں پہچا سکتے۔ اب
 ضرور ہمکو کسی اور کی عقل پر بھروسہ کرنا پڑیگا جب کسی اور پر ہمکو اعتماد کرنا
 پڑتا اب ہمکو اوسکی عقل کا ناقص یا کامل ہونا پہلے دریافت کرنا ضرور ہے۔
 ایسے عاقل کی شناخت میں ہمکو دو ہی چار باتیں فطرت سے ایسی بدیہی اور
 آسان ملی ہیں کہ فوراً ہم ایسے کامل العقل کو پہچان سکتے ہیں عقلی باتوں کے
 استاد اور معلم کو ہم اسوقت ایک پیشہ وردگاندار سے مشابہ فرض کریں
 دیکھو جس عطار کے پاس ہر قسم کی دوا ہکو ملتی ہے اویکو ہم نامی عطار کہتے ہیں۔
 جس درزی کو ہر قسم کے دوخت پر مشاقی ہو وہی پورا درزی ہے جو ہر قسم

کی چیز بنانے میں لوہے کی پورا ہو وہی پورا لوہا رکھ کر ہے جو طبیب یا ڈاکٹر
 تمام امراض کے علاج میں عاجز نہ ہو یا دو چار مرض کے علاج میں وہی پورا
 طبیب اور ڈاکٹر ہے جو معلم اور ماسٹر کسی علم کے یا چند علوم کے پڑھانے میں
 عاجز نہ ہو وہی پورا عالم ہے جو قاضی یا مفتی یا جج کسی مسئلہ کے جواب دینے میں
 یا کسی پیچیدہ مقدمہ کے فیصلہ کرنے میں عاجز نہ ہو وہی پورا جج اور قاضی ہے
 پھر اگر کوئی ایسا آدمی ہو جو دلچائے یا ہلکوتاریخ صحیح سے ایسے آدمی کا پتہ
 لگ جائے کہ کسی زمانہ میں ایسا ایک آدمی تھا کہ جس پیشہ کی بات اوس سے
 پوچھی گئی یا جو کام عقلی خواہ بدنی اخلاقی یا روحانی اوس سے سیکھا گیا خواہ
 اوس سے پوچھا گیا درزی اور لوہار اور بخار اور تمام دنیا کے پیشہ اور
 علوم کا سب میں یا تو وہ خود عامل تھا یا کہ تعلیم اصول علوم اور فنون میں وہ
 کامل ایسا تھا کہ اوسکی برابر کوئی نہ کر سکتا تھا اب کہو اوسکی عقل اور علم کے
 پورے ہونے میں کسی طرح کا شک ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اگر خوبی قسمت
 سے ہمارے زمانہ میں کوئی ایسا کامل ہو مل گیا پھر تو کیا کہنا ۵

اے آمدنت باعث آبادی ما	ذکر تو بود در حرمہ شادے ما
------------------------	----------------------------

اللہ تعالیٰ فرجہ ورنہ ہلکوتاریخ ضرورت بلای گی کہ ایسے بھی لوگ دنیا

میں گذرے ہیں چنانچہ تاریخ عالم سے ہکو تپہ ایسے لوگوں کا ملتا ہے جو پورے
 ہادی اور ریفارمر تھے۔ اب رہا یہ شبہ کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے پیغمبری
 اور ریفارمر کو ایسا ہی بتلاتے ہیں اس سے کوئی خرابی پیدا نہوگی بلکہ ایسے
 کاملین کا وجود بکثرت ثابت ہوگا جس سے ہمارا اعتقاد مسئلہ نبوت میں نختہ
 ہو جائیگا۔ ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلعم کی نبوت کا اقرار نہ ہی مگر اونکے حکیم
 اور مدبر اور عالم کامل ہونیکا اقرار ہو اور نصاریٰ بھی کر رہے ہیں پس
 اسی قدر ہکو اس وقت کافی ہے کہ وہ پوری عقل کے آدمی تھے نبی اور رسول
 ہونا اونکا آئندہ دیکھا جائیگا۔ اب موٹی سی موٹی عقل کا آدمی اسکو سمجھ
 سکتا ہے کہ ایسا کامل اور عقل آدمی جو بات کہیگا یا کریگا ہرگز خلاف عقل
 نہوگی اور ایسے کامل کی پیروی اگر ہم کریں یا جسکی پیروی کو وہ حکیم کامل ہم سے
 کہے اور یہ بھی کہہ دے کہ اسکی پیروی بعینہ میری پیروی ہے اب ہکو اسکی
 پیروی میں کچھ تردد اور پس و پیش نہوگا۔ پھر جب ایسا کامل ہکو ملجائے اب
 اسکی پیروی میں ہکو اتنی بات اور بھی جانچنی لازم ہوگی کہ اسکا فعل مطابق
 اسکے قول کے ہے یا نہیں مثلاً ہکو جھوٹ بولنے سے منع کرتا ہے اور خود
 تو جھوٹا نہیں ہے ہکو عیاشی سے روکتا ہے یا محسن کشی بدستی شرابخواری

اکرام طلبی جبل و رفرب سے روکتا ہے اور ان بُرائیوں سے خود بھی بچتا ہے
 یا نہیں۔ تاریخ ہمو بتلا رہی کہ اسطوطا لیس ایسا حکیم اپنے استاد اور محسن سے
 بدسلوک تھا اور بڑی علی سینا ایسا حکیم عیش و رطب پر ہمیشہ اٹل تھا جالیٹوس
 شرابخوار لارڈ بیکن بھی ناپاس اور رشوت خوار ابلیرڈ عشق باز ابقور حکیم
 مسخرہ اور بے حیا۔ الغرض فلسفی ہونے سے بدکرداری سے اگر امان ہو جاتی
 تو ایسے ایسے حکماء نامی گرامی ایسے بداطوار کیون ہوتے اور وہ فلاسفہ
 آئی جنکو ہم نبی اور رسول کہتے ہیں کوئی تاریخ ایسی نہیں ہے جو اونکی ایک
 بدکرداری بھی بیان کرے اسی بات کے سوچنے سے ہمو معلوم ہوتا ہے
 کہ مجرہ دانی اور وفور علم کسی کا ہمو اوسکی پیروی کرنے میں کافی نہ ہوگا جب تک
 اوسکی بدکرداری سے بچنیکا ہمو پورا یقین نہ ہو جائے اور اوسی حکیم کو ہم معصوم
 بھی کہینگے اور وہ حکیم جو کچھ کہیگا بے تردد اور بے اندیشہ ہم اوسکو قبول کریں گے
 اب بتلاؤ فطرت نے انتظام عالم ایسے حکیم اور مدبر اور خطا سے بری کی
 پیروی کرنے پر منحصر کیا ہے یا ایسے خطا کار بد معاش جھوٹے فریبی و کالت
 پیشہ کی پیروی پر جو بقول شاعر

پیشہ کی پیروی پر جو بقول شاعر

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند	او خوشی گم است کرا رہبری کند
--------------------------------	------------------------------

جب قانون فطرت ایسے ہی حکیم بری از خطا کی پیروی پر انتظام عالم چاہتا ہے پھر
 ضرور ہے کہ ایک قاعدہ فطرتی بھی ہو ایسا بتلا دے جس سے ہم سیکڑوں فلاسفہ
 میں سے ایک یا چند فلسفی ایسا پہچان لیں جو خطا کے کردار سے محفوظ ہوں اور
 یہ قاعدہ وہی معجز نامی ہے یعنی اوس زمانہ کے تمام آدمی جاہل ورعالم ویسا
 کام نہ کر سکیں اور وہ حکیم کر کے دکھلا دے خواہ جس مسئلہ کو کوئی حکیم حل نہ کر سکے
 اوسکو دعویٰ نبوت کر کے وہ معصوم حل کر دے اور کسی سوال کے جواب میں
 لا ادری نہ کہے یعنی یہ نہ کہے کہ مجھے اسکا جواب معلوم نہیں ہے۔ اب خلاصہ
 ہماری تمہید کا یہ ہوا کہ ہمکو اعتماد بر قول غیر کے بدون چارہ نہیں ہے دیکھو
 آئین شہادت مؤلف مسٹر مارٹین اور تحریرات اشعار مندرجہ کتاب
 مذکور کو اور غیر کے قول پر اعتماد کرنا اوس سے فرقت مناسب ہے جبکہ اوس غیر کے
 علم اور عمل کا ہمکو پورا یقین ہو اور عیوب سے پاک ہونا جو عین دانشمندی ہے
 وہ بھی اوس غیر میں ضرور ہو جو اب شبہ اول مذہب کی پابندی وہی
 اعتماد بر قول غیر ہے اور ہرگز مخالف عقل کے نہیں بلکہ عین عقل ہے اسلئے
 کہ عقلی باتیں یا تو ایسی ہیں کہ ہر ایک آدمی اونکو بدون تعلیم کے مانتا ہے جیسے
 دو اور دو چار ہوتے ہیں یا کُل اپنے جزو سے بڑا ہے اسبطح اور بدیہی باتیں

جنکی نسبت کوئی آدمی سوائے سوفسطائی کے شک نہیں کر سکتا ہے ایسی باتوں میں
 تو ہم کو فطرتی طور پر یقین ہے کسی کی پیروی کی حاجت نہیں ہے۔ دوسری قسم
 کے وہ امور ہیں جن میں کچھ لوگ انکا اقرار کرتے ہیں اور کچھ انکا انکار کرتے ہیں
 کسی کی عقل و نگو بدیہی سمجھتی ہے اور کسی کی عقل و نکا انکار کرتی ہے یا کہ انکو
 بدیہی نہیں سمجھتی ہے۔ ایسی ہی باتوں میں فلاسفہ کی رائے طرح طرح کی ہوا کرتی
 ہے۔ مثلاً عالم کا قدیم ہونا یا حادث ہونا اب کچھ فلاسفہ تو اسکو قدیم کہتے
 ہیں اور کچھ لوگ اسکو حادث کہتے ہیں اور دونو فرقہ حکیم و فلسفی ہیں۔ اب
 ہم کو مناسب بلکہ واجب بھی ہے کہ ایسے حکیم کے قول پر اعتماد کریں جو تمام علوم
 میں کامل ہوا اور خطا کاری سے بری ہو۔ پھر ایسے حکیم کامل کے مجرد کلمہ دینے
 پر جب ہم کو اعتماد کرنا واجب ہے اگر وہ حکیم کسی دلیل سے بھی ہم کو حدوث
 عالم کا سمجھاوے اسکی دلیل کو بھی ہم اور فلاسفہ کی دلیل پر ترجیح دیں گے۔
 اسی دوسرے قسم کے امور میں جو اختلافی باتیں ہیں اور فلاسفہ ہمیشہ جھگڑ رہے
 ہیں کچھ ایسے امور ہیں کہ انکی تحقیق سے ہمارے دنیاوی کام میں فائدہ یا ضرر
 پہنچتا ہے اور کچھ ایسے ہیں کہ انکی تحقیق سے نہ ہم کو کچھ فائدہ اور نہ کچھ ضرر
 مثلاً زمین کی حرکت یا زمین کا سکون یا آسمان کا وجود یا آفتاب اور زحل اور

قمر آبادی خواہ اونکی پیالیش جسمی اور اونکی دوری مسافت ہم سے اگر ہم کو تحقیق
 ہو جائے کیا نفع ہوگا اور اگر ہم کو تحقیق نہ ہو تو نقصان کیا ہے۔ ہمارے حکیم
 ربانی صلعم سے لوگوں نے چاند سے ہلال بینی کی کیفیت پوچھی حکیم خدا ہوا قل
 هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ۔ یعنی یہ قدرت نمائی تم کو وقت بتلاتی ہے اسکے سبب
 جاننے سے کیا تم کو فائدہ کنیلو و مجم نے دور بین بنائی یہ البتہ کام کی چیز ہے کہ
 ہم دور کی چیز جو زمین پر ہو دیکھ کر ہزاروں فائدہ اٹھاتے ہیں اور آسمان کا
 نظارہ فقط ایک تماشای قدرت ہو کر دکھاتا ہے اگر قدرت کاملہ پر ایمان لائیں
 یہ بھی بڑا فائدہ ہے ورنہ کیا فائدہ ہو کر مشتری گرد چار چاند دیکھنے سے ہوا۔
 اب خلاصہ یہ ہوا کہ جن امور میں آدمی کی عقل اختلاف کرتی ہے کوئی کچھ کہتا ہے
 کوئی کچھ اب ہو کر فطرت قانون سے یا تو ایسا کوئی قاعدہ مل جائے کہ یہ اختلاف
 جاتا رہے اور کیسوی ہو جائے اور جب کوئی قانون ایسا ہو کہ نہ ملے اعتماد بر قول
 غیر کا (نیچر) یہی ہو کر اس جھگڑے سے نجات دیگا اور وہ غیروہی نبی ہے
 جسکے علم اور حکمت اور راست گفتاری پر ہو کر پورا بھروسہ ہو اور کبھی غلط کوئی
 یا غلط فہمی کا اور شبہ نہ ہو اسی حکیم یا نبی کا علم وہی ہے جسکو ڈاکٹر بروون
 مسئلہ علت اور معلول میں لکھتے ہیں کہ بدون وہابیات کے یہ علم آدمی کو دشوار

ورنہ فلاسفہ کے علوم بقول ڈاکٹر کرن بجائے خود ناتمام ہیں اب ہم نے اتنا تو
 ضرور ثابت کر دیا کہ ایک یا دو یا ہزار حکیم سچے اور نیک عمل کے بدون ہکو احتلا فی
 امور عقلیہ (جنہر ہمارے انتظامی امور کا دار مدار ہے) کے تحقیق کرنے میں بھی
 چارہ نہیں ہے اور اسی حکیم کو ہم نبی اور رسول خدا اور امین وحی خدا کہتے ہیں۔
 اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ایسا آدمی جو کل علوم کا ماہر ہو اور کل عیوب سے پاک ہو اور کا
 وجود محال ہے اور عقل سلو باور نہیں کرتی ہے اس کا جواب عقلی تو یہ ہے کہ محال
 کیون ہے اور محال ہونے پر کونسی دلیل آپ نے قائم کی ہے بلکہ محال تو یہ ہے
 کہ قانون فطرت ایسا ہادی ہکو نہ بتائے جس کے قول پر اعتماد کرنے سے ہمارے
 شکوک دور ہوں اور ہم ہمیشہ جھگڑے میں پڑے نہ رہیں اور فلاسفہ کے اختلاف
 تجویز سے ہم حیران اور سرگردان نہ پھرا کر رہیں یہ بات کہ ہماری عقل اس کو
 قبول نہیں کرتی ہے آپ کیا اور آپ کی عقل کیا اور کسی بے عقلی کی بات ہے کہ
 جو بات ہماری سمجھ میں نہ آئے اس کو ہم محال کہہ دیں۔ ہم نے سیکڑوں باتیں
 اسی کتاب میں لکھی ہیں کہ آپ کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں اور ان کو ضرور ماننا پڑتا ہے
 دیکھو واکر نے شائع میں دریا سلائی بنائی اور فاسفورس اس کا مادہ ہے
 ہمیشہ سے یہ بات مشہور تھی کہ بھوت پریت رات کو آگ جلاتے ہیں جب اس

قول کو تسلیم کر کے قبروں کی ہڈیاں رات کو خود بخود روشن دیکھی گئیں تب برائے کو
 ۶۶۹ سالع میں معلوم ہوا کہ ہڈی کا فاسفورس خود بخود روشن ہوتا ہے۔ اور نقل
 جواب یہ ہے کہ علم تاریخ کو سچا باور کر کے انبیاء کے گزشتہ کی تاریخ پڑھو دیکھو
 کوئی نبی ایسا گذرا ہے جو کسی بات کے جواب دینے میں عاجز تھا اور کوئی فلسفی
 اسکا ہم عصر ایسا تھا جسے اس نبی پر سبقت حاصل کی ہو اور بخیر تسلیم اور سر
 جھکانے کے کسی دہریہ اور فلسفی کی مجال تھی جو نبی اللہ پر غالب آتا۔ یا کسی
 فعل بد کا وہ نبی مرتکب ہوا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ شریعت انبیاء کے
 مسائل سب عقل سے مطابق ہیں اور کوئی حکم اونکا خلاف عقل نہیں ہے مگر
 اونکا بیان کرنے والا وہی نبی درکار ہے جو ہمہ دان اور عیوب سے پاک ہو۔
 پس بدون وجود نبی کے اختلافی مسائل عقلیہ کا جھگڑا کون طے کرتا اور بدون
 اونکے طے ہونے کے ہمارے نظام کی درستی دشوار تھی لہذا قانون فطرت نے
 ایسے سچے اور معصوم اور ہمہ دان حکیموں کو ہماری طرف بھیجا صلوات اللہ علیہم
 اگر آپ کہتے کہ آج تو ہم کو کوئی دلیل نبی کی ایسی کامل اور نیک عمل کرنیکی نہیں ملے گی
 سوائے تاریخ کے اور تاریخ سے ہم کو بعض فلاسفہ کے بھی ایسے گذرنے کی خبر
 ملتی ہے جو حاوی علوم اور نیک عمل تھے۔ پھر ہم نبی کو کیونکر اونپر ترجیح دین

اسکا جواب اگر انصاف کرو تو بہت آسان ہے حاوی علوم ہونے پر تو آپ کو میں
 ایسا سچا معنی نہیں پاتا ہوں کہ آپ کسی حکیم کو تمام امور نظام عالم کا عالم ثابت
 کر سکیں اور ہم ثابت کر دینگے۔ رہا جملہ عیوب سے پاک ہونا اگر کسی حکیم کا آپ
 ثابت کر بھی دین تو ایک وصف ہمہ دانی کا نہ ہونا ہی اس کے معصوم ہونے
 پر دلیل ہے یعنی جب اکثر امور سے جاہل تھا پھر اس سے بچنے کی کونسی دلیل
 اس حکیم کی نسبت آپ قائم کیجیگا هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ
لَا يَعْلَمُونَ۔ عالم ہمہ دان سے برابر وہ شخص کیونکر ہو سکتا ہے جو بہت سے
 امور کو جانتا ہو اور جب جانتا تھا اس کے کرنے سے یا نہ کرنے سے کیونکر
 محفوظ ہوگا۔ ۵ زجاہل گریزندہ چون تیر باشن بڑے افسوس کی بات ہے
 ہم تو اس حکیم ہمہ دان کو پیش کر رہے ہیں جو پکار پکار کہتا تھا سَلَوْنِي
قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي۔ یعنی مجھ سے پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہو قبل اسکے کہ میں دنیا
 سے گزر جاؤں اور کبھی کہہ رہا ہے سَلَوْنِي عَمَادُ وَانَ الْعَرْشِ كَهَيَّ
 جس مذہب آسمانی اور کتاب آسمانی کے احکام مجھ سے چاہو پوچھو کہ میں اسی
 نبی اُمّی کا تعلیم یافتہ ہوں جسکا سواے خدا کے کوئی معلم نہ تھا اور آپ اُن
 فلاسفہ کا ذکر کرتے ہیں جو طفل مکتب بھی اُن علما سے الہی کے نہیں ہو سکتے اور

اسکا ثبوت آتا ہے جو اب دوسرے شبہ کا ہزاروں فرقہ اگر دینا
ہوں ہموں ہموں کے جزئیات مختلفہ کے جاننے سے کیا کام ہے اسلئے کہ مذہب کے
مسائل کی تقسیم بطور عام دو طرح سے ہے اصول دین اور فروع دین اصول دین
ہر مذہب کے عموماً تین ہیں خدا کا واحد لاشریک جاننا (۱) ہر نبی کی نبوت
کا عموماً اقرار کرنا (۲) قیامت کو جسمیں حشر و نشر جزا اور سزا ہوگی برحق ماننا۔
یہ تین اصول ایسے ہیں کہ آسمانی مذہب انھیں کے ماننے سے پورا ہوتا ہے
اور ان تینوں اصول کو عقلی دلائل و فلسفی اصول سے جب آدمی درست
اور صحیح سمجھ لیتا ہے اسکو ہم اہل دین اور پابند مذہب آسمانی کہتے ہیں اور
ہزاروں مذہب بھی اگر مذہب آسمانی دنیا میں ہوں سب کا مدار انھیں تین
اصول پر ہے جو مذہب انہیں سے ایک کو اپنے دین کے اصول میں شمار
نکرے وہ مذہب آسمانی نہیں ہے پھر چونکہ خدا کے وجود اور اس کے واحد ہونے
پر آپ یقین کر چکے ایک زینہ دین کا آپ چڑھ چکے اب دوسرا زینہ نبوت کا
آپ کو چڑھنا رہ گیا اگر جواب شبہ اولیٰ سے آپ کو نبوت کے ضروری ہونے کا
پورا عقیدہ نہوا ہو تو میں ایک اور بدیہی اور آسان دلیل یہاں بھی ذکر کروں
دلیل نبوت عالم مادی کثیف ضرور ہے اسلئے کہ جس قدر کثافت سمجھ میں

آتی ہے اسی مادہ کی ہے اور جس قدر لطافت ہم سمجھ سکتے ہیں اسی چیز میں ہے
 جو مادہ سے الگ ہو۔ اعمال کیمسٹری جدید اور قدیم دونوں سے آپکو مشاہدہ
 ہو رہا ہے کہ جس قدر جوہر اشیا کے روحانیت بڑھتی ہے اسی قدر تصرف یعنی
 فعل اور اثر اس شے کا زیادہ ہوتا ہے دواؤں کی روح جو ہمیاتی میں مستعمل
 ہے کہ رتی کا کروڑوں حصہ ہزار من پانی میں ڈالنے سے ہماری غرض پورا کرتا ہے
 الکحل کو دیکھئے کہ اسپرٹ سے کس قدر کمی مقدار میں کام دیتی ہے محبتا کو
 دیکھئے سیر بھر محبتہ ادنیٰ رنگ ندی کے جس قدر ایلکریٹی او سکا جوہر رنگتا ہے۔
 کہہ نہیں سکتا آپ منکر کیمیا سے قدیم میں ہزار من تانبے کے روح تو لہ بھر سیسہ
 وغیرہ میں بھر دینے سے پچھلے کیمیا گر کلنک یعنی کسیر غرقنا ہی بناتے تھے
 (اور جسکا آسان طریقہ کسی قدر ہم بھی بتلا سکتے ہیں) جو لاکھوں من سونا بناتے
 تھے اور خود کبھی کم نہ ہوتا تھا خیر اسکو غلط ہی فرض کیجئے گو احرکیہ کے ایک کیمسٹ
 نے اصلی سونا بنانے کا اب زور سے دعویٰ کیا ہے اور شاید پاپونسیہ انگریزی
 اخبار میں اشتہار بھی دیا ہے کہ جسکا جی چاہے مجھ سے اسکی دلیل کو سمجھے اور
 تجربہ کرے۔ تاہم اسوقت جس قدر جوہر ادویہ آپکے جدید کیمسٹ بناتے ہیں
 وہی کیا کم ہمارے دعوے کے اثبات میں بکار آمد ہیں **مَاكَ الْفَخَادِ**

معیاری

معیاری

معیاری

اور یہ تعلیم بذاتِ خود تو خدا کر نہیں سکتا ہے یعنی ہمارے پاس اگر خواہ ہم میں طویل
 کر کے ہم کو ضروری امور کی تعلیم فرمائے لہذا ایک نائب اور سفیر مایا نجی یا معلم
 اور ماسٹر ایسا چاہئے جو خدا کے احکام اور اسکے پسندیدہ امور جسے ہماری
 صلاح اور فلاح دنیوی کو پورا تعلق ہو ہم کو تعلیم کرے۔ یہ معلم اگر محض نورانی
 اور روحانی ہو جیسے ملائکہ اور فرشتے (تسلیم کریں گے کہ فرشتہ موجود ہیں اور ثبوت
 اس کا کسی باب آئندہ میں ملاحظہ کیجئے) ہرگز یہ تعلیم اون سے بہ نسبت ہر فرد بشر کے
 پوری نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ قرآن میں فرمادیا وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ
 رَجُلًا۔ اگر ہم نبی کو فرشتہ کے اقسام سے مقرر کرتے جب بھی ہم اوسکو مرد کی
 شکل بناتے اسلئے کہ مناسبت اور ہم جنسی جو ذریعہ اتحاد ہے اگر تنکو ہوگی اپنے
 ہی ہم جنسون سے ہوگی اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام باوجودیکہ پکار پکار کر کہتے
 تھے کہ میں تمہارا بھائی ہوں میں بھی ایک بشر ہوں میں بھی مثل تمہارے کھاتا
 ہوں پیتا ہوں اوس پر بھی تو اُمت اون سے میل جول میں گھبراتی تھی اور جب
 وہ نورانی عالم خبر دیتے تھے اُنکو مجنون اور ساحر کذاب بناتے تھے پھر اگر
 فرشتہ خواہ جن یا اور کوئی روحانی اور نورانی سفیر آتا فرمائے کیونکر اوس سے
 ہماری صحبت برابر ہوتی اسی آسانی ہدایت کی نظر سے خدا نے ہم میں سے ایک

آدمی خواہ چند آدمی ایسے پیدا فرمائے جو کثافت اور لطافت میں متوسط ہوں
 نور کی جگہ نور کا کام کریں اور مادہ جسمانی کی جگہ مادہ کا کام انجام دین تاکہ باری
 وحشت اور نفرت بوجہ غیر جنس ہو نیکی جاتی رہے اور یہ بندہ ہمارا باقی رہے
 کہ خدایا ہم نور محض اور روحانی محض سے کیونکر صحبت اور معاشرت کرتے
 اور تیرے احکام کو اونسے کیونکر سیکھتے آگ پانی کا ساتھ کیونکر ہو سکتا ہے
 یہی حکمت اور عدل اور انصاف اور بندہ پروری اور سراسر لطافت خدا کا ہی
 کہ ہمارے ہم جنس کو ہمارا معلم اور استاد مقرر فرمایا اور جامہ بشری میں نور
 محض اور روح پاک کو ہمارے پاس بھیجا اور قَلْبِنَا عَلَیْہِمْ مَا یَلِیْسُوْنَ
 یعنی اگر فرشتہ کو بھی ہم رسول کر کے سمجھتے اسکی صورت بھی آدمی زاد کی کر دیتے
 جیسے حضرت جبریل وحیہ کلی کی صورت میں آتے تھے اسلئے کہ قوت بشری کو تلب
 نہیں ہے جو فرشتہ کو دیکھ سکے۔ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ نبی سے مراد ہماری
 کیا ہے اور ضرورت نبی کی ہمو کو کس قدر ہے۔ اگر آپ کو یہ شبہ پیدا ہو کہ عقل نورانی
 جو خدا نے ہمو دنی ہے وہی ہمو اس کے احکام سمجھنے میں کافی ہے۔ ضرور
 یہ شبہ قابل دفع کرنے کے ہے غور کیجئے جب معمولی علوم اور فنون جنہیں ہزار
 باتیں اگر غلط ہیں تو دو چار سچے بھی ہیں ان کو ہم بدون معلم اور مہیا نبی کے محض

اپنی عقل کے ذریعہ سے نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ پھر یہ دقیق باریک مسائل جنکے
سمجھنے میں بڑی فلاسفہ کی عقل غوطہ کھا رہی ہے۔

درین ورطہ کشتی فروشد ہزار	کہ پیدا نشد تختہ بر کنسار
---------------------------	---------------------------

اون مسائل کو بدون معلم ربانی اور استاد روحانی کے ہماری تمھاری بلکہ بڑے
بڑے فلاسفہ کی عقل کیا سمجھ سکتی ہے۔ پھر جب سمجھانے والے کی ضرورت
ظاہر ہے تو مذہبی تعلیم میں بدون بانی مذہب کے اور بدون اسکے روحانی
اور نورانی صاحب عقل کامل اور معصوم از خطا ہونی کی کیونکر تعلیم ہو سکتی ہے
اور اسی کو ہم ہی کہتے ہیں صلعم۔ عقل ہماری چراغ ہدایت ضرور ہے مگر چراغ کے
روشن ہونے کو تیل بتی کے علاوہ کوئی روشنی دینے والا بھی درکار ہے آپ ہی
آپ روشن نہیں ہو سکتا پس وہ روشنی دہندہ وہی معلم روحانی ہے جسکو ہم ہی
کہتے ہیں مذہبوں کا اختلاف باہمی فروعات مسائل میں
ترک مذہب آسمانی کا ذریعہ نہیں ہے اسلیئے کہ جب اصول توحید اور نبوت
اور معاد کو آدمی مان چکا اب کسی نبی کی نبوت کا اوسکو اقرار ضرور کرنا پڑیگا۔
نبی کوئی ایسا نہیں ہے جو دوسرے نبی کی نبوت کا اقرار نہ کر گیا ہو۔ یا تو اپنے بعد
جو نبی آنے والا ہے فقط اسی کی خبر دے گیا ہے یا کہ دو چار انبیاء کی اور سلسلہ

انتظامی خدا کا اوسی حکمت سے جاری رہا ہے جس حکمت سے متعدد انبیاء کا مقرر
 فرمان ضروری تھا۔ ہم سے پہلے دو ہزار برس جو لوگ تھے اونکو حضرت موسیٰؑ
 کی توریت کتاب آسمانی اور حضرت موسیٰؑ کا معلم روحانی ماننا درکار تھا۔ پھر جب
 حضرت عیسیٰ تشریف لائے اور توریت مقدس سے اونکی نبوت اونلوگوں نے
 مان لی اب توریت کی جگہ انجیل اور حضرت موسیٰؑ کی جگہ حضرت عیسیٰؑ کو نورانی معلم
 اوسکو ماننا پڑا پھر جب حضرت عیسیٰؑ اور توریت اور انجیل بلکہ حضرت داؤدؑ کی زبور
 میں ہم نے دین اسلام کے بانی رسول ربانی محمد مصطفیٰ صلعہ کی پیشین گوئی پڑھی
 اب ہم کو آپ کے دین کو خدا کا دین ماننا ضرور ہوا۔ ہم نے توریت اور انجیل اور
 زبور وغیرہ کتب آسمانی سے چوتھیں اشعارات اپنے نبی کے برحق ہونے کا ایک
 باب جدا گانہ لکھا ہے۔ یعنی نقلی دلائل سے بھی دین اسلام کا مذہب آسمانی ہونا
 ثابت کر دیا ہے۔ اور عقلی دلیل شناخت پیغمبر کی عموماً جواب شبہہ اولیٰ میں گنہری
 ہزاروں مذہب کی تحقیقات کا بار ہم پر خدا نے ہرگز نہیں ڈالا ہے فقط بارہم پر
 اسی قدر ہے کہ پہلے خدا کو مانو پھر مطلق نبوت کا اور معاد کا عقلی دلائل سے اقرار
 کرو ورنہ اسی قدر اقرار کرنے سے ہم اہل مذہب ہو جاتے ہیں اب خاص کسی
 نبی کی پیروی مثلاً جب ہم نے حضرت موسیٰؑ کی پیروی کی اوسی وقت ہم کو ضرور

ثابت ہوگا کہ نبوت کا سلسلہ حضرت موسیٰ نے اپنے اوپر منقطع نہیں فرمایا ہے
 ضرور ابھی کوئی اور نبی آئیگا اب اسی عقیدہ کو رکھ کر ہم نے اوصاف نبی
 آئندہ کو ڈھونڈھا حضرت عیسیٰ کو پایا اونکو بھی ہم نے نبی اللہ مانا اوسکی پیشین گوئی
 ہمارے نبی کے بارہ میں اور نیز زبور اور تورات کی پیشین گوئی ان ملا کر ہم اپنے
 نبی کے روحانی معلم ہونے پر ایمان لائے اور یہ ایمان لانا ہمارا بعد اوس پوری
 تحقیق کے ہوگا جب علامات نبوت جو عقلی اور نقلی دلائل سے ہم کو معلوم ہیں
 اون سب کو ہم کسی نبی میں پالینگے۔ آپ اتنی سی بات کو تنگ نظر کیوں بناتے ہیں
 ہر نبی کے زمانہ میں خدا کی خلقت اپنی ہدایت پانے میں آسان طریقہ پر محکوم
 تھے اور اب بھی وہی طریقہ ہے خدا کے دین کے اصول کبھی مختلف نہ ہوے
 اور نہ ہونگے۔ یہ عوام کو دھوکھا دینا کہ لاکھوں مذاہب میں سچا مذہب کیونکر
 معلوم ہوا اور عمر فروغ بھی تحقیق مذہب کو کافی نہیں ہے۔ تین باتیں آپ عقلی
 دلیل سے مان لیجئے پھر آپ کو کثرت مذاہب سے کچھ ضرر نہ ہوگا تیسرے
 سوال کا جواب حکما اور فلاسفہ موجد ہیں انبیاء کسی چیز کے
 موجد نہیں یہی شبہ نوخیز طلبہ کو اور اب تو اعلیٰ درجہ کے پاس شدہ کو
 انبیاء کی تحقیق پر آمادہ کرتا ہے۔ اس شبہ کے پیدا ہونے کی وجہ یہی ہے کہ نقل

یعنے تاریخ اور عقل یعنی قانون فطرت دونوں کے برخلاف انکی تعلیم ہوتی ہے اور
علم معاد کا انکار زیادہ تر اسکی تائید کرتا ہے اسلیئے کہ جب آدمی نے یہ سمجھ لیا کہ
ہم کو بھی زندگی دنیوی کرنی ہے اسی حیانت کی لذت دہندہ اشیاء میں جو ہمارا
مُغین ہوا اور جسکی ایجاد اور صنعت سے ہم کو آرام اور راحت پہونچے وہی
حکیم ہے اور وہی ہمارا پیشوا وہی ہمارا خدا وہی سب کچھ ہے۔ اسی واسطے
حکماء آہی اور فلاسفہ روحانی بعد اثبات وجودِ الہی کے اثباتِ معاد کے
درپے ہوتے ہیں اسلیئے کہ مبدا اور معاد حادث اور فانی کو لازم ہے جب
ہم کسی وقت نابود سے موجود ہوتے اب ضرور کسی وقت پھر نابود ہون گے
فرض کرو کہ ہم ۹۹۹ سالہ عین پیدا ہوئے اور زیادہ نیٹے اگر سو برس زندہ رہے
تو پھر ۹۹۹ سال تک زندہ رہیں گے اب ۹۹۹ سال برس تو حضرت مسیح کی روزِ ولادت
تک ہمارے نابود ہونے کے زمانہ میں گزرے اور اس جناب سے پہلے
بھی ہزاروں برس دنیا کی آبادی تھی اس زمانہ میں بھی باین صورت کدائی
ہم موجود نہ تھے اور ۹۹۹ سال کے بعد بھی خدا جانے کب تک یہ دنیا رسیگی
اور ہم نہ ہون گے۔ اب لذت پرست اور عیش پسند آدمی اسی سو برس کو جو اپنی
زندگی کا زمانہ ہے اسی کے بس بُرد کی فکر اُنکو ہے بس اور کچھ نہیں۔ ایسے خیالات

روکنے کے واسطے عاقل کامل و رہادی برحق نے ہر علم مبدا کی تعلیم کی بعد علم معاد
 کی تعلیم واجب فرمائی ہے اسلئے کہ جب ہم کو معلوم ہو گا کہ ہزاروں برسوں ہمارے
 مرنے کے بعد آنے والے ہیں بلکہ غیر متناہی زمانہ ہمارے مرنے کے بعد جو
 یقیناً آئیگا اوس میں ہم کیونکر اور کس حالت پر ہونگے۔ پھر تھوڑا سا تصور ہو
 ہدایت کرتا ہے کہ ضرور ہم کچھ نہ کچھ مرنے کے بعد ہونگے اسلئے کہ اگر محض
 لاشتے بعد مرنے کے ہو جائیں تو پیدا ہونے سے پہلے بھی ہم کچھ نہ تھے اور
 سب کچھ ہو گئے پھر چونکہ اول بالآخر نسبتے دار و جسطرح خالق عالم کو ہمارا
 پہلے نہونا ہمارے پیدا کرنے کو روک نہ سکا اور جو ہمارا آفریدگار ہے خدایا
 مادہ اور حرکت مادہ بقول فلاسفہ مادّین اسے جسطرح اوسکو ہمارے مرجانیے
 بعد پھر کسی وقت ہمارے پیدا کرنے کو کیونکر روکے گا۔ یہ اندیشہ ہو گا اگر ٹھوس
 فکر کریں ضرور پیدا ہو سکتا ہے۔ یہی دو مسئلہ مبدا اور معاد کے ایسے ہیں کہ
 انکی پوری تحقیق ہم کو کسی اصول فلسفہ سے نہیں ہو سکتی ہے اور اسی تحقیق
 میں عقل انسانی طرح طرح کی گمراہی اور خرابی میں پڑی ہے۔ آسمان کے موجودات
 کی تحقیق فیثاغورسی اور گیلیلیو اور انکساغورسی اور ہرشل وغیرہ نے کیے اور
 زمین کی گردش بھی ثابت اور یقینی ہو گئی آفتاب بھی سیکیڑوں مان لین اور امار

اور سیارے بھی نظارہ عظمیٰ یعنی بڑی دور میں سے جو کہ اب فرانس میں تیار
 ہو رہی ہے جس کا قطر دائرہ سنا ہے کئی سو فیٹ کا ہو گا یہ سب کچھ کروکر
 تم کو اپنے مبدا اور معاد کی خبر نہ کوئی حکیم فلاسفہ دے سکتا ہے اور نہ کوئی
 دور بین اور میکروسکوپ بارومیٹر تھرمامیٹر دے سکتا ہے تار برقی سے
 تم سات منٹ میں ۲۴ ہزار میل کی خبر لا سکتے ہو مگر اپنا بدن جو ۱۰ فیٹ سے
 زیادہ نہیں ہے اس کی خبر تار برقی بھی نہیں دے سکتا ہے۔ بہر حال چونکہ تعلیم
 کالج اور اسکول کی علم مبدا اور معاد سے ہلکے پر واکر کے فقط اسی قدر ہوتی
 ہے کہ جب تک تم کو دنیا میں رہنا ہے اپنے آرام اور راحت کی فکر کرو پیدا
 ہونے سے پہلے اور مرنے کے بعد اس کو نہ کسی نے جانا اور نہ کوئی جان سکتا
 ہے۔ واضح ہو کہ جیسا کہ شہادت اور توہمات آدمی کو پیدا ہوتے ہیں سب
 اسی وجہ سے کہ علم مبدا اور علم معاد کا انکار کرتا ہے کبھی تو کھلا ہوا انکار
 جیسے دہریہ اور کبھی انکار پوشیدہ ہوتا ہے جیسے لذت پرستی اسلئے کہ لذت پرستی
 خدا پرستی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہے خدا پرستی تو خیر عقل پرستی کے ساتھ
 بھی لذت پرستی ممکن اجتماع نہیں۔ اسی مسئلہ کو لیجئے کہ انبیاء نے کوئی شے
 ایجاد نہیں کی اور ہمارے آرام اور راحت عیش و لذت کی چیزیں سب

حکما کی ایجاد سے میں اب ہم انبیاء کو مانیں یا فلاسفہ موجدین کو اسکا کھلا ہوا مطلب
 یہی ہے کہ دنیا کی بسر بردا و عیش و آرام ہماری زندگی چند روزہ کے لوازم
 اور اسباب تو فلاسفہ عیشا کر رہے ہیں اور جو کچھ ہے یہی زندگی ہے اور سب
 بیچ۔ اب کہتے ایسے خیالات کے مٹانے کیواسطے اگر ہم ہزار نبی اور لاکھوں
 آیتیں کتب آسمانی کی پیش کریں کیا اثر پیدا ہوگا جب تک اس حیات فانی کے
 بعد ایک حیات جاودانی اور ثابت نکرین۔ پھر اسکا ثابت کرنا ایسا تو آسان
 نہیں جیسے بار و میٹر سے طوفان کی بیشین کوئی کر کے ہم طوفان کو دکھلا دیتے
 ہیں یا مخبر زلزلہ جو لوہے کی سوئی اور مقناطیس سے بنتا ہے انہیں قبیل ہزاروں
 آلات جو ہمارے مشاہدہ میں آسکتے ہیں ایسا کوئی آلہ ہم سے نہیں بن سکتا ہے
 کہ ہم مرنے کے بعد جو حالت ہوتی ہے اسکو آنکھ سے دکھلا دیں اسی وجہ سے
 ہم چپ ہو جاتے ہیں اور معاد یعنی دوسرے عالم کا ثبوت شروع کرتے ہیں
 محض عقلی دلائل سے اب جدید فلسفی تعلیم کا آدمی ہلکے بجز سمجھ کر یہ عقیدہ ہوتا ہے
 ایجاد کی قوت اور موجدین کا حال۔ ایجاد کی قوت ہماری
 فطرتی ہے اور فلسفہ کے پڑھنے اور فلسفی ہونے پر موقوف نہیں ہے بلکہ
 کل ذی روح اپنے آرام اور راحت اور بقائے حیات کے امور کو ہمیشہ ایجاد

کرتے رہتے ہیں اس میں جاہل اور حکیم اور نبی بحیثیت انسان ہونے کے سب برابر
 ہیں اس لیے کہ فطرتی قوت پر ہر کوئی فخریہ نہیں ہے جو بلا ریاضت کے حاصل ہو
 اور جسمیں کمی بیشی ہمارے اختیار سے نہ ہو۔ تاریخ ہمارے بتلا رہی ہے کہ ہزاروں
 ایجاد عوام اور جہال سے ہوتی آئی ہیں اور جب قدر حاجت ہماری بڑھتی ہے
 اسی قدر قوت ایجاد کا ظہور ہوتا ہے ایک ڈاکٹر سیلح نے اچھا ثبوت دیا
 کہ اہل ہند میں ایجاد کی قوت کیون کم ہے اور سنے کہا کہ قوت ایجاد کم نہیں ہے
 بلکہ چونکہ ہندوستان میں قدرت نے سامان عیش کے اشیاء سب قدرتی مہیا کر دیے
 ہیں لہذا ان کو قوت ایجاد سے کام لینے کی حاجت نہیں ہے اسی واسطے ایجاد
 اشیاء سے کم ہوتی ہے۔ اب ذرا ابتداء خلقت انسان کو خیال کرو سب سے
 پہلے جو آدمی پیدا ہوا ہے اسی کی نسل سے ہم سب ہون گے ہماری مذہبی
 تاریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت آدم ابو البشر تھے بموجب تصریح مورخین
 کے اور جو لوگ اسکے منکر ہیں یا وہ انکا شبہ ہم نے رد کر دیا ہے جس بات میں خلق
 اور نشو کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور ایک ہزار کام کرنے کے بعد اونکا روٹی توڑ کر
 منہ میں رکھنا یہ کام ایک ہزار کے اوپر تھا اب علم فلاح اور علم تجزیہ یعنی
 جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اٹا بنانا اصول کیمسٹری اور اصول طبّاخی یعنی کھانا

پکانا اور اسکے سوا جتنے کام ہم کو روٹی کے پکانے تک کرنے پڑتے ہیں اور
 جن علوم کے اصوائے روٹی پکانا موقوف ہے سبکے موجد ہمارے نبی حضرت
 آدمؑ تھے۔ اب اگر آپ کہیں کہ حضرت آدمؑ کا روٹی پکانا اور کھانا ہم کو نہ کر
 یقین کریں اسکا جواب یہ ہے کہ روٹی پکانا اور کھانا کوئی امر مذہبی یا معجزہ یا علم
 روحانی کی بات نہیں ہے بلکہ ایک دنیوی کام ہے تمہارے مورخ کہیں صاحب
 اور فلان اور فلان جو تاریخی واقعہ بیان کریں وہ سچا ہے اور ہم جو دنیوی
 واقعہ تاریخی بیان کریں وہ بھی جھوٹا ہے۔ اگر تاریخ کتب فلاسفہ کے دنیوی
 امور میں معتد ہیں تو ہماری تاریخ بھی ضرور معتبر مانتی چاہیے اور یہ تو بات ہی
 اور ہے کہ ہم کہیں جو ہے سو ہے تم نہ کہو جو ہے سو ہے۔ اب
 تاریخ عالم پر نظر کرو کہ ایجاد اشیاء ضروری کی ابتدا انھیں انبیاء سے شروع
 ہوئی کہ فلاسفہ سے۔ پھر اسقلینیوس (ہرمس ہرامس) نے سب سے زیادہ
 ضروری علم طب کو ایجاد فرمایا۔ حضرت داؤدؑ کی ایجاد زرہ سازی ہمارے
 قرآن سے ظاہر ہے کہ عَلَّمَاہُ صُنْعَہُ لِبَاقِی لَکُمْ یعنی داؤد کو ہم نے
 زرہ سازی سکھلائی۔ حضرت الیاسؑ نے علم خیاطی کی ایجاد کی۔ حضرت
 سلیمان بقول منکرین معجزہ بولیم یعنی غبارہ ہوائی کے موجد تھے جسکی رفتار

(عُدُّوْهَا شَعْرًا وَرَوَّاحُهَا شَعْرًا) یعنی صبح صادق سے طلوع آفتاب تک زمانہ جو کم سے کم ۹۶ منٹ ہمارے عرض البلد بنارس کا ہے (اسی زمانہ میں ۳۰ منزل خواہ ۶ سو میل کی تھی یعنی فی گھنٹہ ۴ سو میل جو میل ٹرین ہندوستان کی رفتار سے وہ چند ہوتی ہے اور چونکہ اسی ۹۶ منٹ میں آنا اور جانا دونوں ہوا کرتے تھے اتنے فی گھنٹہ ۸ سو میل کی رفتار ہوئی اور باوجودیکہ انکار معجزہ کے غرض سے یہ بولیم سوچا گیا ہے مگر معجزہ پھر بھی نہ ہٹ سکا اس لیے کہ اتنی تیز رفتاری میں ہمارے نبی حضرت سلیمانؑ اور ان کے ہمراہیوں کے بدن کا صدمہ سے ہوا کے پہٹ بخانا اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہوگا۔ اس طرح سید احمد خان صاحب تسخیر جن کا انکار کر کے حضرت سلیمانؑ کے ماتحت لوہار کار بیکر تجویز فرماتے ہیں جو بڑی بڑی دیگین لوہا اور تانبا گلا کر ڈھالی تھیں اور بیت المقدس کی عمارت میں انجینیئری کا کام دیتے تھے۔ بہر حال یہ کام بھی ہمارے نبیؐ نے کسی فلسفی سے نہیں سیکھا بلکہ خود ہی اوسکے موجد تھے۔ اگر آپ اکسیر کے قائل ہوں (اور اتنے ہونا ہی پڑیگا) تو حضرت موسیٰؑ سے قارون نے فریب کر کے اکسیر کا نسخہ سیکھا تھا اور زکوٰۃ دینے کے وقت کہنے لگا اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِنْدِیْ۔ میں نے اپنے علم سے یہ دولت پائی ہے موسیٰؑ کوں اور خدا کوں۔

بڑا نانا پکوریل گاڑی کی ایجاد پر ہے اسکا موجد اسکندر یہ کا ایک جاہل محض
 لوہا رہے۔ ہرودیٹوس مورخ رومی لکھتا ہے کہ اسٹیم کی طاقت پہلے اوسے کو
 معلوم ہوئی جو اپنے ہمسایہ کے دق کرنے کی غرض اپنے سرداب یعنی تہ خانہ
 میں اسٹیم کو بھردیتا تھا اور اوسکی گر گراہٹ سے ہمسایہ کے آرام میں خلل انداز
 ہوتا تھا اوسکے بعد پمپ دُخالی آلہ آب کشی بنایا گیا اوسکے بعد جہاز میں بخن
 لگایا گیا اوسکے بعد زمین کی گاڑی چلی۔ موجد اول وہی لوہا جاہل تھا۔ اور اب
 تو ریل گاڑی کے پرزے ہندوستان کے بعض مقامات سے برآمد ہوئے ہیں
 جیسے نمبر وغیرہ کھودا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں یہ ریل یہاں جاری
 تھی اور اوسکے موجد کا ابھی پتہ نہیں لگا ہے تاہم برقی ضرور مفید چیز ہے مگر
 قدرت نے خبر رسائی کا ذریعہ اور بھی تار برقی سے پہلے ہمو دیا تھا ڈاکٹر کرکے
 صاحب اپنی کتاب مسمریزم میں لکھتے ہیں کہ گھونگھون کی ہمدردی ایسی ہے کہ
 اگر دو گھونگھے ایک جگہ پائے جائیں پھر انکو جدا جدا ہزار میل پر لجاوا اور
 جب ایک گھونگھی کو کسی آلہ سے چھو وگے اور اوسے ایذا پہونچے گی اور اپنا
 بدن سمیٹیکا دوسرا گھونگھا بھی ضرور سمیٹیکا اسی بنا پر کسی زمانہ میں خبر رسائی
 ہوتی تھی یعنی ۳۳ گھونگھے پر ورش کر کے ہر ایک کا نام ایک حرف سے رکھا

تھا اور خبر ہو چا تے تھے ایک قلعہ کا محاصرہ ہندوستان میں ہوا تھا اور فتح
 نہوتا تھا اس لیے کہ خبر بذریعہ اسی طریقہ کے ملنے سے رسد وغیرہ کی ابتدا اونکو
 نہوتی تھی المختصر میں ان موجدین فلاسفہ کی لیاقت کا منکر نہیں ہوں اور نہ انکے
 احسانات جو آج ہم پر ہو رہے ہیں ان سے انکار ہے بات یہ ہے کہ ایجاد کی
 قوت ہمیشہ دنیا میں رہی ہے اور جب قدر حاجت ہر زمانہ میں تھی اسی قدر
 ایجاد اشیا قانون فطرت کرا تا رہا جاہل اور حکیم اور نبی کوئی موجد کیون نہو۔
 مگر بعض چیزیں ایسی تھیں کہ انبیاء نے انکی تعلیم خلق کو عموماً انفرمانی جیسے علم
 منطق الطیر یعنی پرندوں کی زبان سمجھنے کا علم جو حضرت سلیمان ؑ کو تھا یا علم تعمیر
 خواب جو حضرت یوسف ؑ کو تھا خواہ بولیم کا چلانا جو بقول نبی چل صاحب در
 حضرت سلیمان کو تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ ایسے علوم کی تعلیم سے چونکہ آرام اور
 راحت زیادہ ملتی ہے اور عالم روحانی جسکی راہ نمائی کے واسطے انبیاء پیدا کیے گئے
 اوس سے بالکل آدمی منکر اور زنجیر ہو جاتا ہے لہذا ایسے علوم کی تعلیم سے
 اعراض فرمایا۔ آپکے فلاسفہ کی غرض اصل یہی ہے کہ عالم روحانی کا انکا حقد
 زیادہ ہوگا اوسی قدر عالم مادی اور فانی کے اشیا پر توجہ اور اس میں انہماک
 زیادہ ہوگا لہذا انہوں نے پوری تعلیم ایسے ہی اصول کی رکھی جس سے دہریت

اور آرام طلبی زیادہ بڑھے ۵ اپنے دائرہ کو سمجھی جانتے ہیں + ہمارے حکیم
 الہی نے یہ فرمایا **اعمل لادنیاءک کانک تعیشا بداءا عمل لعقابک کانک**
 تموات فلا دنیا کے عیش و لذت حلال کا سامان اس قدر مہیا کرو جیسے
 ہمیشہ زندہ رہو گے اور آخرت کا سامان ایسا کرو جیسے کل ہی مرجاؤ گے
 اس حدیث کو میں نے اس غرض سے لکھا ہے کہ بشرط خیال آخرت سامان
 عیش و زینوی کا فراہم کرنا ہمو حرام نہیں ہے مگر جب اپنی زندگی پر نظر کریں
 اور ثبات حیات کو دیکھیں تو بقول میرے ۵

کہا میں نے گل کو ہے کتنا ثبات	گلی نے یہ سُن کر تبسم کیا
-------------------------------	---------------------------

یہ روح غنچہ سرستہ ہی ادھر شگفتہ ہوئی اور کچھ نہ تھا ۵ ہم لوگ زمانہ میں
 حباب لب جو ہیں + اور پھر کتنا ہے ۵ مرد آخر میں مبارک بندہ ایت
 خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی اپنی ابتدا اور انتہا دونوں پر نظر کریگا کبھی ایسے
 خیالات آزادی او سے نہوں گے یہ خیال تو ہمیشہ اونٹھیں نا عاقبت اندیشوں کا
 رہا ہے جنکو یہ عقیدہ ہے **انما ہذہ الحیوۃ الدنیا نموت و نحی**۔
 پس یہی ایک زندگی دنیاوی ہماری ہے کہ مرتے ہیں اور جیتے ہیں اسکے بعد
 نہ کوئی عالم ہے اور نہ ہمو او سمین جانا ہے جو کچھ کھانا پینا اوڑھنا بچھونا

لینا دینا ہے اور ٹھکانہ رکھو۔

ساقیا یہاں لگ رہا ہے چل چلاؤ

جب تک بس چل سکے ساغر چلے

انکار معاد سے یہ خرابیان لازم آتی ہیں خلافت کے ٹوٹنے کے سوا

اور نبی کیا کرتے ہیں لوٹ مار کے تشیع انبیاء اور علما اور پادری پندگی

پروا و سکا حال یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر آدمی روپیہ پیسہ کا ضرور محتاج ہے اسلئے

کہ اصطلاح علم تمدن میں روپیہ کو قیم کہتے ہیں آپ خیال کیجئے کہ بادشاہ اور

گدا حکیم اور جاہل سب کو اسکی حاجت ہے بادشاہ جو رعایا سے لیتا ہے اسکا

نام خراج ہے نہ دیجئے تو گھر بار نیلام اور چلیخانہ کی سیر کرنی پڑے۔ آپکے فلاسفہ کمیٹی

اور انجمن قائم کر کے چندہ میں ہزاروں روپیہ لیتے ہیں وہ چندہ بھی لگ کر دنیا جا

مبھری سے کمیٹی کے نام کٹ جائے حالانکہ بادشاہ کا لینا اور یہ چندہ کمیٹی کا سب سے غرض

وہی ہے کہ اصلاح قوم کے مصارف قوم کی اعانت سے کیے جائیں اور اصلاح قوم

سوائے مصلح اور ریفارمر کے اور کون کر سکتا ہے اور ریفارمر یا مصلح قوم ہم نے

بیان کر دیا کہ نبی سے زیادہ بلکہ انکے برابر کوئی نہیں ہے نہ بادشاہ اور نہ کوئی فلاسفہ

اب تو خراج اور چندہ وغیرہ جو کچھ قوم سے لیا جائے نبی اور نبی کے مقرر کردہ اشخاص یعنی

علما اور پادری وغیرہ کو دینا چاہیئے۔ ہاں صرف روپیہ لگایا اور یہی کرنا اسکا خیال

ضرور ہے اور مصرف کی تجویز اور ضروری غیر ضروری یہ امر اہم ہے اور بقدر
 مصالح نبی نوع پر مصلح قوم زیادہ واقف ہوگا اسی قدر تجویز مصارف عمدہ
 طور سے کریگا۔ اب معلوم ہوا کہ قوم کی اصلاح اور بقای نوع بدون امداد
 قومی کے اور بدون معاونت باہمی کے محال ہے دنیا تو ضرور ہے اب جسکو
 دین اوسمین دو صفتیں ضروری درکار میں آؤں گا تو اصلاح کی لیاقت پوری ہو
 دو قوم دیانت اور امانت کہ خیانت نہ کرے اور بقدر طریقہ اصلاح قوم کے ہونا
 بقدر ضرورت اور مناسب اونھیں میں خرچ کرے اور یہ سب امور نبی سے
 زیادہ کسی میں نہیں بھراؤں سے زیادہ کون مستحق اسکا ہے مثال اسکی آج ہمارے
 ہندوستان میں ہم سبکو ارٹ سکول جاری کر کے جدید صنائع یورپ کے
 سیکھنا دنیوی ترقیات کے واسطے سب سے زیادہ واجب ہے اور کوئی
 مصرف اس سے بہتر نہیں ہے کہ ہمارا روپیہ تعلیم صنائع میں خرچ ہو
 سید احمد خان صاحب نے کس قدر ہمارا روپیہ لیا اور تعلیم صنائع میں ایک
 کوڑی ندی اور ریفارمری کا دعویٰ اونکا تھا کہ نہ تھا۔ حالانکہ موٹی بات ہے
 کہ ہندو اور مسلمان سب کا افلاس بدون ایسی تعلیم کے ہرگز دفع نہوگا۔ اب دیکھیے
 کروڑ ہا روپیہ ہمارا چندہ کاریفارمر اور مصلح قوم نے لیا اور کسی کو ہمارے تعلیم پر

صنائع میں خرچ ہو

نظر نہوی کہ نوکری بدتر از غلامی کے بلا سے چھوٹ کر دستکار اور صنّاع بنتے
 اور مثل طلبہ یورپ کے ارٹ سکول سے پاس ہونے کے بعد اپنی روٹی کی
 فکر سے غافل ہو جاتے۔ ہمارے رفیق اور مدعی اصلاح قوم جتنے اس وقت
 میں دینی تعلیم درکنار دنیوی تعلیم میں جواہم اور ضروری تعلیم ہے اوپر بھی ذرا
 لحاظ نہیں کرتے دینی تعلیم کے خراب دلانے کے علاوہ دنیوی تعلیم بھی تو ہماری
 خراب کرار ہے میں انکی توجہ خراب سے دین تو درکنار ہماری دنیا بھی تو خراب
 ہو رہی ہے دنیا کی ترقی بھی ہم سے روک رکھی ہے۔ اے بے نصیب تجھے تو یہ بھی ہو سکا۔
 اسی واسطے ہم آٹھ آٹھ آنسو آپکے حال زار پر رو رہے ہیں کہ آپکا اگر یہ عقیدہ
 صحیح مان لیا جائے کہ بس جو کچھ ہے یہی دنیا ہے اور آخرت کوئی چیز نہیں ہے
 کاشاں سی دنیا ہی کے ترقی کی جو عمدہ تدبیر ہے اوسے کو آپ کیجیے۔ یہ آپکی تقریر
 انبیاء کے محض بیکار ہونے پر اور علما کی لوٹ مار خورد برد اور بھیکہ منگے فقیر مرنے
 پر ہم سب نعوذ باللہ تسلیم کر لیتے کاشاں اگر دنیا طلبی میں ہی آپکو ہم پورا دیکھتے۔

طاؤس را بہ نقش و نگار یکہست خلق	تحسین کنند او خجل از پای زشت خویش
---------------------------------	-----------------------------------

جب ہم کسی معزز تعلیم یافتہ ایم اے کو بعد کالج سے مثلاً (محمد ن کالج علیگڑھ)
 سے نکلا ہوا دیکھتے ہیں اور پاس پاس شدہ میں دو یا تین کو اگر گورنمنٹ نے

کسی غرض سے نوکری دینی منظور کی ہے اب ۲۸ کے حال زار پر ہلو خون کے
 آنسوؤں سے روناتا ہے اسلئے کہ دین تو نیچری خیالات نے رخصت کر ہی دیا
 اور دنیا ہائے دنیا ہائے دنیا۔ سوائے اون طلبہ کے جو گھر کے رئیس زادہ ہیں
 اور تو سند پانے کے بعد مصداق اسی شعر کے ہو جاتے ہیں ۵

شب قتادہ میگفت سرپای دیوار	خواب اگر نیا آید مرگ راجہ شد بارے
----------------------------	-----------------------------------

حکایت میری چشم پر ایک سائنہ بجلہ سیکڑوں سوانح کے گذرا بمقام سہارنپور
 ایک بنگالی ایم اے کو میں نے ایک اپنے دوست ڈپٹی کلکٹر نہروجن مشرقی کے فرزند
 پڑھانے پر دس سو روپیہ ماہوار کا نوکر دیکھا۔ ڈاکٹر نوز کی ڈکشنری علم صنائع یورپ کے جو
 ڈاکٹر و اسٹ صاحب کی ڈکشنری کے بعد لندن میں چار جلدوں میں چھپی ہے
 اور پچتر سو روپیہ کو خریدی بھی تھی اوسی میں سینکڑ ڈھالنے اور سینکڑ کے آلات
 اور ظروف بنانے کا مقام ایم اے صاحب سے میں نے پڑھوایا اوسکا
 ترجمہ کیا برہمتا اور عمدہ اونھوں نے کیا جیسے بہار دانش پڑھنے والا
 دستور القیادان کا ترجمہ کر دے جب اونکی لیاقت مجھ پر ثابت ہوئی اونسے
 میں پوچھا کیوں بابو صاحب اگر ہم سینکڑ کا کارخانہ جاری کریں کم سے کم
 کتنے سرمایہ سے جاری ہوگا (بابو صاحب) ول پچارو پی میں۔ میں نے پوچھا

ایک مہینہ میں کم سے کم پچاس روپہ سے کس قدر نفع ہو سکتا ہے (بابو سنا)
 سو روپہ کا بلکہ ڈیرھ سو کا۔ میں نے کہا تم کو بھاگیر تھی میں ڈوب کر مر جانا
 لازم ہے کیا پچیس روپہ بھی تم کو قرض وام یا بھیک مانگنے سے نہیں مل سکے
 جو تم نے دس روپہ ماہوار پر اپنے ایم اے (رجہ کی لیاقت کو ہمارے پور
 میں آکر ڈبویا) (بابو صاحب) میرے قدموں پر ہاتھ رکھ کر آپ ہمارے باپ سے
 زیادہ ہمارا محسن ہو گیا کہ پہلو آپ نے ایسی پوری نصیحت کی۔ اب ہم ہی
 کریگا اور رخصت۔ غرض اس حکایت سے یہ ہے اے میرے پیارے
 ہم وطنوں ایم اے اور بی اے پاس شدہ تلو یہ دھوکھا دیا جاتا ہے کہ
 صنایع کا اجرا بہت دشوار ہے بالکل غلط ہے ذرا کوئی ڈکشنری تو دیکھو
 مذہبی جھگڑا تو الگ رہا تم نے تو اپنی دنیا بھی ایسی خراب تعلیم پا کر خراب
 کر ڈالی ہے اب بھی ہمارا کہنا مانو

نصیحتیں کثرت بشنو و بہانہ ملیر کہ انجہ ناصح مشفق گویدت پندیر

پرائی مچھلی دیکھنا اور اپنا ٹیٹھرنہ دیکھنا اس سے بڑھکر اور بد نصیبی کیا ہوگی
 اسی نظر سے فطرت کا تقاضا ہے کہ جو رہنما مراد و مصلح قوم تمام علوم اور فنون
 میں کامل ہوا اور خطای تجریر سے معصوم بھی ہو اس کیو ہم نبی اور محبت خدا

اور سلطان عادل نائب خدا خیر خواہ خلائق کہتے ہیں ایسے محسن کو اگر دوپہی بھی
 دین تو کیا برائی ہوگی ہر چہ ہمارے اصلاح میں خیر ہوگا گہی کمان گیا کچڑی
 میں کچڑی کمان گئی پیاروں کے کلمہ میں فقط (۶) خاص کر اسلامی
 شریعت پر یہ شبہ ہے الی آخر ہم نے تین اصول مذہبی یعنی
 توحید اور نبوت اور قیامت کا اعتقاد کرنا ایسے لکھے ہیں کہ کوئی پروہی
 اور کوئی فلسفی موجد اسمیں اختلاف نہیں کرتا ہے۔ اب رہے جزئیات
 اور فروع اونکی دو قسمیں ہیں اعتقادی اور عملی باتیں جنکے اوپر محض اقرار قلبی
 یا لسانی درکار ہے۔ اور جنکے نہ ماننے سے انھیں تینوں اصول میں سے
 کسی اصل کا انکار لازم آتا ہے دوسری قسم عملی یعنی ہمارے ہاتھ پاؤں
 وغیرہ سے اونکو کرنا لازم ہے پھر عملی کی بھی دو قسمیں ایک تو متعلق امور دنیا
 اور حسن معاشرت معاملات میں دوسرے وہ اعمال جنکو دوسرے عالم کے
 فلاح کی غرض سے ہم کریں اونکو عبادات کہتے ہیں اب دوسری طرح سے
 شریعت کے امور کا خلاصہ یہ ہوا پہلی قسم عقائد کے اصول اور فروع یعنی
 خدا کی صفات اور نبی کے اور اونکے نائب کے اوصاف کو جاننا اور ماننا
 (۲) محسن حقیقی یعنی خدا اور اسکے نائب سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیے

اسی کا نام عبادت ہے (۳) تیسری قسم معاملات باہمی اسمین کل امور
 اختلافی اور تمدنی معاملات سب آگئے۔ پہلی قسم اصول عقائد اور فروع
 کے کسی نبی کی شریعت مختلف ہرگز نہیں ہوتی ہے البتہ تفصیل و اجمال کا
 فرق ضرور ہے۔ دوسری قسم عبادات کی اسکے اصول ہر شریعت میں
 متحد رہے فقط فروع میں بنظر اشخاص امت اور زمانہ کی ترمیم ہوتی رہی
 اور غرض اصلی پرستش معبود برحق کی اسمین فرق نہیں آیا۔ آپ لوگ اگر
 ایسی جُزی باتوں کی تبدیل پرچہ میگوئی کریں یہ کوئی بحث اور نزاع کی بات
 نہیں ہے اور نہ ہم اسمین طول دینگے اور مختصر جواب ایسے شہادت کا بھی
 ہے کہ جب ہر نبی کو ہم نے خطا سے بری مان لیا اب اسکے احکام میں
 چہر توجہ کیسے جو کہے آئنا صدقنا۔ یہ قسم دنیاوی فوائد سے تعلق نہیں
 رکھتی ہے جو ہم اپنے ضرر خواہ نفع دنیوی کی نظر سے رد و بدل کریں اب
 یہی تیسری قسم جو متعلق امور دنیوی سے ہے اور اسی میں ہم کو زیادہ قیل و
 قال کا موقع مل سکتا ہے پھر اگر ہم نبی کو حکیم کامل تسلیم کر چکے اب تو ضرور
 ہم کو ماننا پڑیگا کہ ہمارا مصلح اور ہمارا مدبر حکیم جیسا حکم ہم کو امور دنیوی میں دیگا
 وہی اصلح بہ نسبت ہمارے ہوگا گو سر دست ہماری عقل میں اوسکی خوبی

نہ آتی ہو چنانچہ ہم نے اس کتاب میں مسائل فقہ و ازدواج اور طلاق اور
 حرمت نکاح دختر اور خواہر وغیرہ سمجھا کر آپ پر ثابت کر دیا کہ جو حکم شریعت ہے
 وہی فطرت (نیچر) سے مطابق ہے تاہم ہماری شریعت نے جو قانون
 معاشرت کا نافذ فرمایا ہے ایسا پورا اور ایسا درست ہے کہ از روزِ نفاذ
 تا ابد ہم اور تاقیامِ عالم کبھی بدل نہیں سکتا۔ سلطنتِ شخصی اور سلطنتِ جمہوری
 کے قوانین آج دنیا میں ہزاروں بنتے ہیں اور پھر ترمیم اُن کی ہوتی ہے اسکی
 وجہ یہی ہے کہ خطا کار اور غیر معصوم اور کم علم بلکہ بہ نسبت نبی کے بے علم لوگ اُن کو
 بناتے ہیں اور جن اصول پر اُن کی بنا ہے وہ خود ہی بیہودہ اصول ہیں پھر
 اُن پر جو احکام فروعی کے بنا ہو گئے وہ کب درست ہونگے۔ اب دیکھیے ہمارا
 شریعت کا ایک قانون عدالت اور ثقہ ہونے کا ایسا زبردست قانون
 ہے کہ کل معاملات دنیوی میں اوسکا اثر کیسا عمدہ ہے قرض اور خرید و فروخت
 اور رمعی ہونا گواہی دینا قاضی اور منہج بنا کسی کا امین ہونا شریک ہونا وکیل
 ہونا الغرض کل معاملات میں اگر یہ شخص عادل ہے یعنی فاسق فاجر نہیں ہے
 کیسی راحت و آرام ہو کو ملنی یہ قانون اور پھر عالم روحانی کی درستی و انجام
 نیک ہونے کو کتنا مفید ہے قانون الہی اسی کو کہتے ہیں جو بندہ اور خدا دونوں کی

مراد پوری کرے۔ اسی طرح قانون شہادت جو ہماری شریعت کا ہے اسکو
 دیکھتے اور میسٹر مارٹین وغیرہ کا قانون پڑھتے ۵ چہ نسبت خاک را با عالم
 پاک + اسی طرح نکاح اور خرید و فروخت اور مہر اور سزا دی جراثم ان سب
 کے اصول الہامی جیسے ہماری شریعت میں ایک نبی اُتی نے بتائے تمام
 دنیا کے فلسفی مجتمع ہوں اور ہزاروں پارلیمنٹ اور لیجسلیٹ کوئل مقرر
 کریں تو بہ تو بہ کبھی ویسا قانون بنا سکتے ہیں تعصب کی اور بات ہے اور
 حق پسندی اور بات ہے اسوقت ہم نبی کو نبی سمجھ کر نہیں بحث کرتے ہیں
 بلکہ ہم بھی ایک نیچرل خیال کے آدمی امور تمدنی میں بن کر آپسے عرض
 معروض کر رہے ہیں۔ اور یہی عہدگی اور جامعیت محاسن ہماری شریعت کے
 ہموہدایت کرتی ہے کہ جب کل امور محتاج الیہ اُمت کو ہماری شریعت نے
 ہمیشہ کے واسطے مقرر فرما دیا اور کل کتب آسمانی جس قدر احکام اور لواہیں
 تھے انکو پوری طور سے جمع کر دیا اور جو جو امور تبدیل و تغیر اور نسخ کے
 لائق تھے سبکو ایسی جامعیت سے لحاظ فرما کر ایسے کلیات مسائل اور
 جزئیات احکام مقرر فرما دیے کہ اب ہمیشہ تابقاے دنیا کسی مردنی اور
 دنیوی میں اُمت محتاج کسی قانون جدید کی نہ رہے اور نہ کسی مقرر قانون الہی کی

اور اس دعوے کا بار ثبوت اور علماء محمدی پر ہے جنہوں نے نیابت
 اور خلافت نبی آخر الزمان کے مجال حکام کی تفصیل اور متشابہ آیات کی توضیح
 اور مشکلات قضایا کی تسہیل فرمادی اور پھر ایسے نوامیس اور اصول کلیہ مقرر
 فرمادیے کہ اب ہر کوئی مسئلہ میں دشواری باقی نہ رہی اگر ہم ان کے ارشاد اور
 ہدایت کی پیروی کریں پھر یہ بھی فرمادیا علینا بالقضاء الاصول و علیکم
 بالفروع۔ یعنی ہم اصول اور احکام کلیہ بیان کر دیتے ہیں اور تم پر ان کے
 فروع پیدا کرنے کو حوالہ کرتے ہیں۔ چنانچہ علمای محمدی بیروان خلفائی نبی نے
 اپنے نبی کے جانشینوں کی پیروی کر کے ذرا انصاف کر کے دیکھو کیسے کیسے
 فروع مسائل بنالیے اور کوئی مسئلہ تمدنی اور اخلاقی ایسا نہ چھوڑا جس کے واسطے
 خاص یا عام حکم اپنے قرآن اور حدیث نبوی کا درج کتب نہ کیا ہو یا اصول و
 کلیات قرآن اور حدیث سے اس کو ثابت نہ کر دیا ہو شکر اللہ مساعیہم۔ اس
 بات کا ثبوت اہل سلام کے علوم مدونہ سے ہے مثل نحو اور صرف اور بلاغت
 اور جرح و تعدیل و رواۃ علم رجال و درایت علم تفسیر قرآن علم تجوید قراءت علم کلام
 اور علم مناظرہ علم فقہ وغیرہ فقط اپنے قرآن اور حدیث کے سمجھنے اور کلیات
 قرآن اور حدیث نبوی سے جزئیات اور فروع پیدا کرنے کے واسطے مدون کیے

اور چونکہ اہل اسلام پر ثابت ہو گیا کہ علم مبدا اور معاد اور نیز علم اہل سور کا
 حسین اقلیت کو احتجاج زمانہ حیات دنیوی میں ہے سب اُنکے قرآن اور
 حدیث میں موجود ہے اور کون سا حکیم اور فلسفی اور کون سا فلسفہ انسانی
 فلسفہ الہی اور حکیم روحانی سے بڑھ کر ہو سکتا ہے لہذا اسی کے درپے ہو کر
 اپنے معلومات کو ہمیشہ اسی فلسفہ الہی کے تشبیہ اور استحکام میں خرچ کرتے
 رہے جس طرح فلاسفہ دنیوی اپنے اپنے اصول ناقص کی تحقیق میں سرگرم رہے
 یہ اپنی اپنی طبع ہے اور فلسفی مزاج تملوزمین پسند زمین آسمان پسند
 اور سب ہمارے اور تمہارے اختلاف کا یہی ہے کہ تم لذت چند روزہ
 جتے ہو سہ ہو کہ جو کچھ ہے ہی دنیا ہے اور تمہارا انجام کی فکر حیات چند روزہ
 سے زیادہ ہے ہمارا بھیج اور تمہارا بھیچا اور ہے تمہارا یہ عقیدہ ہے
 عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گزرتی ہے
 خاک پڑے ایسے آرام پر اور ہمارا عقیدہ یہ ہے
 کار دنیا کے تمام نکلے ہرچہ گیسرید مختصر گیسرید
 ہمارے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے ہزار برس کی زندگی درخت کے
 نیچے رہ کر کاٹی پھوس کا چھیرا نہ بنا یا جنکو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ تمام

دنیا کی ہوا کو پانی بنا دیا اور سوای اوں چند ذی روح کے جو سفینہ نوح پر سوار
 تھے کوئی ذی روح ڈوبنے سے نہ بچا۔ کچھ ڈھال کر آپکے فلاسفہ نے مکان
 بنائے تھے کہ طوفان کی سیر کرینگے مگر وہاں تو حکم ربانی ہو چکا تھا لا عاھم الیوم
 من الماء الا من رحمہ دینی آج پانی میں ڈوبنے سے کوئی بچانے والا نہیں
 بجز رحمت پروردگار کے جس پر شامل ہو جائے تب بعض نچرل جو تمام دنیا میں طوفان
 کے آنے سے انکار کرتے ہیں اور جیالوحی اور جغرافیاء کی عہدہ تحقیقات سے
 اسکو غلط کہتے ہیں اسکو جواب کو ہمارے باب (طوفان) میں ملاحظہ کیجیے کہ وہ
 خود غلطی پر ہیں آدم بر سر مطلب جب ہمارے نبیؐ نے مخلوقات کی ضرورت کو
 اسطرح شرح اور بسط سے بیان کر دیا اب پچھلی شریعتوں کی پیروی کی حاجت
 کیا رہی یہ آپ ہی کے قول کی تائید ہے کہ سیکڑوں مذہب سے ایک مذہب
 کیونکر چنا منتخب کریں اور تکلیف محال سے نجات تو اسی قول سے ہو گئی اب تو
 آپکو فقط نبی آخر الزمانؐ کا سچا نبی ہونا دلیل عقلی اور نقلی سے سمجھ لینا بس یہی کافی
 اور یہ بات جو لوگ آپکے زمانہ میں یا آپکے نائبان خاص جو (۲۶۰) ہجری تک
 ظاہر رہے باتفاق اکثر اہل اسلام بڑے بڑے فلاسفہ اور دہریہ اونسے
 مناظرہ کرتے رہے اور بحث زبانی اور وقت ضرورت پر اعجاز نمائی سے

سب پر حقیقت محمد مصلم اور دین محمد کو ثابت کرتے رہے اسکے صد واقعات
 تاریخی موجود ہیں۔ بہر حال تاریخ مذہبی کے علاوہ دین اسلام کے اصول اور
 فروع کی جامعیت جمیع امور محتاج الیہ انسانی پر نظر کرنے سے بھی پورا ثبوت
 ہمارے نبی کے حکیم کابل ہونے کا ہوتا ہے۔ آپ خیال کیجئے اس وقت کے
 قوانین اور ایکٹ ہائے گورنمنٹ انڈیا کو مثلاً ایکٹ (۸) صیفہ دیوانی اور ایکٹ
 ۴۵ صیفہ فوجداری جسکو تعزیرات ہند کہتے ہیں۔ ان قوانین کو ۵ سو اور ہزار
 ہزار ممبران پارلیمنٹ خواہ یحس لیٹ کو نسل بہاتے ہیں اور کیسے کیسے
 تجربہ کار اور فلاسفہ کے باہم رائی زنی سے نافذ ہوتے ہیں اور پھر دوسرے
 برس تیسرے برس ترمیم کی حاجت ہوتی ہے اور برابر نسخ اور تبدیل ہوتے
 رہتی ہے اور یہ تبدیل احکام دو حال سے خالی نہوگی یا تو ایک حکم قانونی
 میں سیکڑوں صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں اور قانون بنانے والے کمی علم اور عقل
 سے ہمیشہ جدید رائی لگایا کرتے ہیں یا اینکہ گورنمنٹ کو حقوق رعایا کی کمی پر
 نظر ہے اور اپنے حقوق کی زیادتی لہذا اسی کو سوچ سوچ کر ہمیشہ تبدیل قوانین
 کیا کرتے ہیں۔ کچھ ہو ہمارے نبی کے قوانین شریعت کو دیکھیے کہ (۱۳۱۷) برس
 گزر گئے اور جو بات ہزار برس بعد ہمارے ضرورت کے تھے وہ بھی اور جو

لاکھ برس پہلے آنے والی ہے وہ بھی سب ایک ہے قانون میں نافذ کر دے۔
 آج وہ نبی کریم زندہ نہیں ہیں مگر ان کے احکام تو موجود ہیں پورا ثبوت
 ہمارے دعویٰ کا یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان اپنے معاملات دنیوی میں
 اگر کوئی گورنمنٹ اور گورنمنٹ کے اپنے مذہبی قانون سے اخلاق اور معاملات
 میل جول وغیرہ میں کسی دوسرے مذہب کے محتاج نہیں ہیں اور ہر ایک مسئلہ
 جزئی اور کلی کو اپنی شریعت سے بشرط واقفیت لیکر اپنی کارروائی کر سکتے ہیں
 ان کے نبی صلعم نے سوائے اپنے قانون کے کسی اور قانون کا ان کو محتاج نہیں کہا
 آپ تو ابھی تازہ پاس شدہ ہیں بڑے بڑے مدبرا اور تجربہ کار اعلیٰ درجہ کے
 فلاسفہ کا قول ہمارے نبی کے حکیم کامل ہونے کا کتب تاریخ میں پڑھ لیجئے جب
 ایسا کامل قانون الہی بن چکا اور جس قدر پختگی اور درستی خدا کی مصلحت میں تبدیل
 شریعت ہائے سابقہ میں درکار تھی سب ہو چکی اور کسی طرح کی کمی ہدایت خلق میں
 بنظر تبدیل اوضاع باقی نہیں ہے اب نبوت کا خاتمہ اگر ہمارے نبی پر فرما دیا
 کون سی خرابی لازم آئی اور اگر ہمارے نبی نے اس کا دعویٰ فرمایا کہ میں اب
 قانون آسمانی اور حکیم روحانی آنے کی حاجت نہ رہی کونسی خرابی اس میں پیدا
 ہوئی بلکہ عقلی دلیل جس کو آپ خود صحیح مان رہے ہیں یہی ہے کہ قانون فطرت

نہ بدلے۔ رہا یہ شبہ کہ اوپر پیغمبر بھی تو یہی قانون فطرت لائے تھے وہ کیوں ناقص تھے
 اس کا جواب یہ ہے کہ ناقص نہ تھے اور نہ خلاف عقل تھے بلکہ تعلیم اور ہدایت کا
 طریقہ ہی ہے کہ تھوڑا بار عقل احکام کا ڈالا جاتا ہے اور یکبارگی اگر تمام احکام
 بار ڈالا جائے ہرگز عقل نہ ہو سکے۔ اپنے فلاسفہ کو دیکھیے اگر کسی سکول ور کالج
 میں کل علوم پڑھانے کا درجہ مقرر کیا جائے اور بدون کل علوم کے پڑھے ہوئے
 طالب علم پاس نہ ہو کوئی ایک لڑکا بھی ایسا آپ کے خیال میں ہے کہ ایسے
 کالج سے پاس ہو کر برآمد ہو۔ لہذا حکمت الہی بھی اسی قانون پر جاری رہے
 خدا کا علم انہی ہے وہ بھی کم و بیش نہ تھا پیغمبر بھی کل علوم الہی کو جانتے تھے
 اور تمام قوانین فطرت کے ماہر تھے مگر خلق خدا پر بار زیادہ ڈالنا خلاف
 مصلحت تھا لہذا آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی تعلیم کرتے کرتے جب
 آخری تعلیم کا وقت آگیا شریعت محمدی جاری ہوئی اسی واسطے ہر نبی اپنے
 مابعد نبی کے آنے کی خبر دیتا رہا اور یہی سلسلہ برابر جاری رہا اور یہی مقانون
 عقل کے مطابق ہے نہ ہمارے نبی نے جو ٹھاد دعویٰ فرمایا اور نہ اور گزشتہ
 انبیاء دروغگو تھے صلوات اللہ علیہم۔ حضرت موسیٰ سے پہلے تو خیر ذرا اسی
 جناب کے زمانہ کی باتیں امت کی سن لیجئے چالیس و ز کی غیر حاضری میں حضرت کی

باوجودیکہ وہی معجزنا حضرت ہارون موجود تھے گو سالہ پرست ہو گئے
 میں وسلوی کے عوض پیاز اور لہسن اور مسور کی خواہش کرنے لگے خدا
 کو مجسم سمجھ کر حضرت موسیٰ سے کہتے تھے کہ تم اور تمہارا خدا دونوں ملکر
 تلواروں سے لڑو اور ہم کھڑے ہوئے تماشہ لکھینگے۔ بہر حال یہ تو آپ ہی
 کا عین عقیدہ ہے کہ پورانی روشنی محض تاریکی ہے دنیا کی پختگی روز بروز
 ترقی کرتی جاتی ہے۔ انتخاب طبعی کا (نیچر) یہاں تک آپ کو بتلا رہا ہے
 کہ بندے سے بنتے بنتے آدمی بن گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اَدنیٰ درجہ سے
 اعلیٰ درجہ رفتہ رفتہ حاصل کرنا یہی قانون فطرت ہے لہذا قانون الہی
 کی تکمیل یعنی پورے قانون کا نفاذ ہمارے نبی کے زمانہ میں ہوا جو مجموعہ
 ضوابط جملہ انبیاءِ سلف کا ہے۔ اب کہ مجموعہ ہمو خدا نے اپنے
 سچے رسول سے فراہم کر کے دیدیا ہمو ضرورت نہ ہے کہ ہم سیکڑوں
 کتبِ آسمانی کو تلاش کرتے پھریں۔ ناسخ منسوخ سے ہمارے یہی مراد
 ہے یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ اور انبیاء کے دین باطل تھے اور فقط
 ہمارا دین حق ہے۔ دیکھو بلا تشبیہ کسی لیکٹ کو جو سب سے پیچھے جاری ہوا
 اب اگر کوئی آدمی اس سے پہلے ایکٹ پر عمل درآمد کرے گو رنمنٹ

اُسکو منظور کریگی ہرگز نکرے گی اب کیا تمام احکام اوس ایکٹ کے غلط اور باطل
 تھے یہ کون کہتا ہے بلکہ اخیر کا قانون واجب العمل ہے کہ حاوی اور جامع ہے
 فرق اتنا ہے کہ ایکٹ اخیر آدمی کا بنایا ہوا ہے اور کوئی آدمی اسکا دعویٰ
 نہیں کر سکتا کہ اب تکمیل قانون ہو چکی اور شریعت محمدی قانون الہی ہے اور
 علم الہی اور مصلحت خدا جب تک تبدیل قانون کے تھی بنظر تحمل بندوں کے
 اب وہ مصلحت نہ رہی لہذا قانون دوامی نازل فرما دیا اور معلن اس قانون اخیر کا
 پیغمبر کو بھیجا صلعم تاریخی و عقلی ثبوت ذرا انصاف سے دیکھو اور
 تعصب نکر و گیلی لے حکیم نے حرکت زمین کے مسئلہ پر ۱۶۶۵ء میں یوپ کی قید
 اوٹھائی اور دو مرتبہ جھوٹھی توبہ کی اور اپنے عقیدہ سے کما آفتاب مرکز عالم
 ہے نہ پھرا و سکے استقلال اور پامردی قابلِ شائبہ ہے کہ آج یورپ کے
 تمام آدمی اسی مسئلہ کے قائل ہو گئے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ زمین ہی کی حرکت
 صحیح ہے حال آنکہ زمین کی حرکت صحیح ماننے سے کوئی فائدہ دنیوی یا دینی ہمارا
 نہیں ہے اور نہ بطلمیوسی نظام سے کوئی ضرر پہلو تھا غور کی جگہ ہے کہ جب
 تم سب ایسے بیکار اور فضول مسائل میں استقلال کو پسند کرو گے درپے تحقیق
 اسکے ہوئے اب ذرا دیکھو صلعم کا دعویٰ کہ میں نبی ہوں اور تمام دنیا میری

پیروی کرے اور تمام انبیاء گزشتہ کی شرع پر میری شرع کو مقدم کرے
 اور تمام کتب آسمانی میں میری نبوت کا ثبوت موجود ہے یہ دعویٰ لاکھوں مسائل
 ضروری اور بکار آمد اور مضرا و بلا بنارسان امور کا ایک ایسے آدمی کا جو محض
 اُمّی تھا اور بین برس تک برابر پکار پکار کر کرتا رہا اور اپنے دعوے کے باطل
 کرنے کا زور و شور سے یہودی اور نصرانی اور مجوسی دہریہ بت پرست
 الغرض ہر قوم اور ملت کے آدمیوں سے اصل کر تارہا اور یہ دعویٰ کرنا کوئی بھی
 ہوئی بات نہیں ہے عام کتب تاریخ ہر ملت اور مذہب کے اس دعوے
 کرنے پر شہادت دے رہے ہیں کسی تاریخ سے آپ دکھلا دیجیے کہ سیکڑوں
 دعویٰ میں سے کسی ایک دعوے کی بھی تکذیب ان کے مخالفین سے ہو سکے اور
 وہی یہود اور نصاریٰ جن کے دین بدلنے کو آپ نے زور دیا تھا اپنا دین چھوڑ
 چھوڑ کر دین محمدی میں آئے گئے اگر ایک بات بھی اس جناب کی غلط ہوتی
 ممکن نہ تھا کہ آپ کو حج اور سالت نکرانے یہ دعویٰ تمام روئے زمین کی افسری کا
 اور تمام مذہبوں کے منسوخ کرنے کا ایک بڑا انقلاب پیدا کرنے والا تھا
 جس کا اثر جان اور مال اور آبرو کے انسان پر عموماً اور ایمان پر خصوصاً
 اہل مذہب کے پڑا تھا۔ پھر اس وقت تو ریت اور انجیل اور زبور کے

پڑھنے والے اوس جناب کے زمانہ حیات میں اور (۲۷۰) برس اپنی وفات کے
 بعد آپ کے دعوے کی تکذیب نہ کر سکے اور جس نے مقابلہ کیا ضرور پس پا ہوا۔
 اگر آپ کہیں کہ منکرین نبوت محمد صلعم آج تک برابر انکار کر رہے ہیں اور بشارات
 کتب آسمانی سے برابر انکو انکار ہے یہ کہنا آپ کا اوس وقت قابل جواب
 کے ہو گا جب انبیاء سابق کی نبوت کا اقرار کر لیجئے۔ پھر ہم کو آپ سے
 وہی گفتگو کرنی پڑے گی جو اور اہل مذہب سے ہم نقلی دلائل سے کرتے ہیں
 اور اسی طرز مناظرہ کو خط بحث کہتے ہیں کہ عقلی بحث کو نقلی دلیل پر لانا۔ ہم جو
 تاریخ کا ثبوت دیتے ہیں تاریخ مذہبی پر منحصر نہیں کرتے بلکہ دعوے نبوت محمد صلعم
 کو متواترات سے جان کر ثبوت لیتے ہیں تو اترا ایسی عقلی بات ہے کہ سچی اور
 جھوٹی بات دونو پر واقع ہوتا ہے۔ دیکھو بطلیموس کے زمانہ سے ہزار برس کے
 زیادہ نظام بطلیموس ہے متواتر رہا اور تمام دنیا کے لوگ اسی کو سچا کہتے رہے
 اور فیشاغورس کا نظام جو تمہارے عقیدہ میں سچا تھا تو اتر نہونے سے
 چھپا رہا اب چند صدیوں سے نظام فیشاغورس کا زور شور ہے اور یہی
 متواتر بھی ہے اور شاید کسی زمانہ میں دونو نظام باطل ہو کر تیسرا نظام نیا
 سمجھ میں آئے اور چن اصول پر یہاں نظام فیشاغورس کی ہے وہ اصول محض

توہمات سے قرار پائیں۔ نظامِ شریعتِ محمدی ایسا نظام نہیں ہے اس لیے کہ پُر
 کے موجودات اور معاملات کا نظام ہے اور ہر وقت اس کے مسائل سے
 ہمارا نفع اور ضرر متعلق ہے آسمان کے ستارے اگر ہزار ہا جدید معلوم ہوتے
 رہیں گے بجز اسکے کہ ہم ان کے وجود کو معلوم کرنے سے ایک نامعلوم چیز کا علم
 حاصل کریں اور قدرت کا غیر متناہی ہونا جس کا ہم کو پورا عقیدہ ہے اسی کی بخشی
 کر لیں ہماری بسر برد کا کوئی قاعدہ اس تحقیق جدید سے بدل جائیگا بخلاف
 شریعتِ محمدی کے جو کہ وقتِ ظہور سے لیکر تا قیامِ دنیا ہزاروں قواعد
 فلسفہ کو اور ہزاروں مسائل مذہبی اہل مذاہب دیگر میں ایک انقلابِ علیم کر نیوالا
 ہے لہذا اسکے مٹانے کی خواہ اسکے سچے ماننے کی ہر مذہب والے کو اور نیز
 لامذہب سب کو ضرورت ہے اسی نظر سے ہم نے تاریخِ یہود اور نصاریٰ اور
 محوسل و فلسفہ سب کو شاہد اپنے دعوے کا کر کے آپ کو دکھلایا ہے کہ آخر یہی لوگ
 جو دشمن ہمارے نبی کے تھے اور اب بھی ہیں اگر ذرا سی لغزش ہمارے نبی کے
 قول و فعل میں پاتے ضرور تھا کہ سواغِ نگار اور سکودرج تاریخ کرتے اور جب
 ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا غلبہ مناظرہ اور استدلال میں ہر قسم کی مخالفت پر لکھ
 رہے ہیں پھر اب ہم کو ان کے سچے نبی ہونے میں کیونکر شک باقی رہیگا۔ اور آپ کو اس تقریر کے

جواب میں یہ بات کہنی چاہیے کہ ہرگز کسی مورخ نے یہود اور نصاریٰ اور فلاسفہ کے
 محمد صلعم کا غالب آنا اپنے گروہ مقابل پر تقریر اور استدلال میں درج تاریخ نہیں کیا
 ہے اب رہی یہ بات کہ آج بھی یہود اور نصاریٰ آپ کی نبوت سے منکر ہیں اور
 بشارات سے انکار کرتے ہیں اسکی تحقیق اس شخص کو جو مطلق نبوت کا منکر ہو
 اس کے منصب کے خلاف ہے جب آپ مطلق نبوت کو مان لیجیگا اور کسی بھی خاص
 کی پیروی کی وجہ سے آپ کو رجحان اور میلان طبعی کسی اور مذہب پر نہ ہوگا اور وقت
 آپ کو ہم اس شبہ کا پورا جواب دینگے۔ اب ہم نے اس شبہ کا جواب پورا
 دیدیا کہ ہمارے نبی کا دعویٰ ختم نبوت کا اپنے اوپر کرنا اور جمیع شرائع پر اپنی
 شریعت کی ترجیح کو ظاہر کرنا ہرگز مخالف عقل نہ تھا اور نہ اور انبیاء کی تکذیب اس
 دعوے سے ہوتی ہے اور ہزاروں مذہب میں سے ایک مذہب کو منتخب کر کے
 پابند ہونا آپ کو محال نہیں ہے بلکہ آسان ہے پس یہی خلاصہ ہمارے جوابات کا
 ہوا خدا سے اُمید ہدایت کی ہے۔

باب تیرھواں چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یعنی معجزہ
 شق القمر جو اہل اسلام اپنے نبی کا بیان کرتے ہیں وہ
 کیونکر ہو سکتا ہے اگرچہ ہمارے نبی صلعم اور جملہ انبیاء کے معجزات

سب ایسے ہی عاجز کُنندہ عقول بشری میں جیسے یہ معجزہ ہے تاہم شق القمر یہ ایسا
 معجزہ ہے کہ جس کا تعلق اجرام علویہ سے ہے جیسے کہ رد شمس کا معجزہ حضرت
 سلیمانؑ کا اور نیز ہمارے نبی کا مگر اس معجزہ کے وقوع کو ہم اس وقت نہ لکھیں گے
 فقط شق قمر سے پہلے اس وقت ایک مُصفاۃ بحث کرنی منظور ہے گو وہ بھی
 طولانی ہے پھر ہوا اور گو کہ دقیق مسائل پر متنبہ ہے مگر مجبوری ہے شق القمر انکا
 اصول علم طبیعیات اور فلکیات اور فن سحر اور علم مناظر اور علم تاریخ عام اور
 تاریخ علمی ہر طرح سے ہمیشہ کیا گیا ہے اور محض استبعاد عقلی جو کام حُبّال کا ہے
 او سپر بھی عوام بلکہ دھروین کا انکار مبنی رہا ہے جو ہمیشہ ہر امر معجز میں ہوا کرتا تھا
 پہلا شبہ فلسفہ قدیمہ کی رو سے چونکہ اجرام فلکی میں خرق اور التیام محال
 ٹھہرا تھا اور اسکی دلیل یہ تھی کہ فلکی اجرام حرکت مستقیمہ کو قبول نہیں کرتے
 اور خرق اور التیام بدون حرکت مستقیمہ کے نہیں ہوتا ہے لہذا بحکم ضرب
 ۳ ش (۱) منطق کے خرق اور التیام محال ہے پس شق القمر جو بدون خرق
 والتیام کے نہیں ہوتا وہ بھی محال ہے۔ فلاسفہ اسلام نے چونکہ اثبات معراج
 جسمانی اور اثبات معجزہ شق القمر کا اہم امور تھا قدیم فلاسفہ کی اس دلیل کو باطل
 کر دیا کہ حرکت مستقیمہ فضا میں محال ہے وہ دلیل محض قیاسی اور عقلی تھی

مگر حال کے فلسفہ نے ہماری پوری تصدیق کر دی اور دور بین کی تیاری سے
 جب مشاہدہ روزانہ سے ہم کو چاند پرندی اور نالہ جبار جھٹکا نظر آنے لگی
 جیسے کہ زمین پر ہیں اور یہ سب چیزیں بدون خرق اور التیام یعنی قبول حرکت
 مستقیمہ کے نہیں ہو سکتی ہیں لہذا ہمارے اس دعوے کے فلسفہ جدید نے
 پوری تصدیق کر دی کہ خرق اور التیام فلکیات میں بھی مثل زمین کے جائز ہے
 بلکہ واقع ہے اب شق القمر کا معجزہ خواہ جسمانی معراج کو کوئی فلسفی اس دلیل سے
 نہیں روک سکتا ہے کہ خرق اور التیام محال ہے اور قمر کے شق ہونے سے
 کل افلاک میں شق ہو گا ہاں نیٹروجن ہوا اور میٹھروجن اور اکیسجن وغیرہ
 غازات کی غیر موجودگی چالیس یا اکاون میل اوپر ہونے سے کوئی ذی روح
 اوپر زمین چڑھ سکتا ہے یہ شبہ نہایت معراج جسمانی کی نسبت پیدا ہوا ہے
 اور شق القمر کے معجزہ پر تو یہ بھی شبہ وارد نہیں ہوتا ہے اور اس کا جواب
 ہم معراج کی بحث میں دینگے۔ میں چالیس برس سے اس کا منتظر ہوں کہ جدید
 اصول کیمیا سے شمسی اور کیمیائے اختری کی جو روزانہ ترقی ہو رہی ہے اور
 خصوصاً جب سے طریقہ حل اور تفریق عکسی بنسب صاحب اور کرچف
 صاحب نے ایجاد کیا ہے اور مرآت العکس کی ایجاد سے اب توافقت

میں بقول کیمسٹ جدید ۱۸ دہات یا زیادہ آج تک دریافت ہو چکی ہو یا اور
 پریمہ اور مقناطیس اور نیکل تانبہ جستہ وغیرہ ان سب فلزات کی موجودگی آفتاب
 میں ایسی یقینی ہو چکی جیسے کہ مادیات کا کوئی بدیہی مسئلہ۔ اسطرح ثوابت ستاروں کے
 کیمیاے ترکیب و زبرد زستکشف ہوتی جاتی ہے شاید کہ ہم بھی کو اکس کو
 بنالینگے (نفوذ باشد) اگر میں اس وقت ماہ نخب کا ذکر کروں جو کسی حکیم نے شہر
 نخب کے کنوئین میں بنایا تھا اور رات کو بلند ہو کر اوسکی چاندنی پھیلتی تھی
 اب تو یقین ہے کہ جدید فلاسفہ اور کیمسٹ اسکا انکار کریں اور وہ قہقہہ زنی جو
 محض جہالت سے کیا کرتے تھے اب تو اس قصہ کو بھی سچا مان لینگے اور اپنی
 نادانی پر شرمائینگے اور پورانی روشنی کو تاریکی جہالت نہ کھینگے۔ اسلئے کہ کیمیاے
 اختری کا علم گواہ کو اب ہوا ہے مگر دنیا میں ہم سے پہلے سب کچھ ہو چکا ہے
 چنانچہ ریل کے پرزے بھی صد ہا برس کے ڈھلے ہوئے اب ہندوستان میں
 دستیاب ہوئے ہیں آمد م برسر مطلب معزز تعلیم یافتہ جب نو کرو
 میل کی دوری پر آفتاب کے اجزائے کیمیاوی ہمو دریافت ہو رہے ہیں
 بلکہ ان ثوابت کے اجزا جنگی دوری ہم سے خدا جانے کتنی ہے پھر ماہتاب
 جو ہم سے ۲ لاکھ چالیس ہزار میل پر ہے اوسکے اجزا کا دریافت کرنا ہمو کیوں

ماہتاب

دشوار ہوگا بلکہ آسانی ہو رہا ہے قوی دور بینوں سے چاند میں پہاڑ اور
 جنگل اور سبزہ خوشنما اور ذی روح خلاق نظر آتی ہے جسکو قدیم فلاسفہ عکس
 زمین تصور کرتے تھے اور یہ غلطی اونکو دور بین ہونے سے پڑی تھی سعدی کہتا ہے
 ہفت اسلم ارگیر بادشاہ ہچنان در بند اسلمے دگر
 اور اسی سال جو دور بین کلان بن رہی ہے جسکا طول (۱۹۰) فیٹ کا ہے
 اس سے چاند فقط دو میل کے فاصلہ پر دیکھا جائیگا۔ اور فرانس اور امریکہ
 کے فلاسفہ مدعی ہیں کہ ہم اونسے بات چیت بھی کرنے کی کوئی تجویز کریں گے
 چنانچہ ۲۷ برس سے اسکا چرچہ اخبارات میں ہو رہا ہے اب قدیم فلاسفہ
 جو خرق اور التیام کے اجرام فلکی میں منکر تھے اونسے اس خیال کی غلطی جدید
 نے بھی بخوبی کر دی اور تکلمین اسلام نے قدیم فلسفہ سے بھی اونسے اس غلط
 خیال کو باطل کر دیا تھا کیمیائے اختر سے ہلوا سکی بھی تصدیق ہو گئی جو خدا
 قرآن میں فرمایا ہے اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ یعنی بروز قیامت آسمانی چیزیں پھٹ
 جائیں گی اسلئے کہ جب یہی مادہ اجرام فلکی کا بھی ہے جو زمین کی اشیا کا ہے پھر
 اونسکا پھٹ جانا اور جوڑ جانا کیوں محال ہوگا۔ ہلکویہ بھی عقیدہ ہے کہ شوق فرکا
 معجزہ بھی خدا نے علاوہ تصدیق اپنے نبی کے اس پیشین گوئی کی سچائی کی نظر

بھی ظاہر فرمایا تھا تاکہ فلاسفہ خیالات کے لوگ جو خرق اور التیام کے محال
 ہونے کے غلطی میں پڑے ہیں جب صد ہا آدمیوں کے مشاہدہ میں چاند کے
 دو ٹکڑے آجائیں پھر انکو اس خیال باطل کے پیچ کرنے کا موقع نہ رہے یہاں تک
 اتنا ثابت ہوا کہ چاند اور سورج اور کل ستارے اور افلاک پھٹ سکتے ہیں
 جیسے زمین پھٹ جاتی ہے تجویز عقلی جب چاند کے پھٹنے کی ہو چکی اس واسطے واقعہ کا
 ثبوت کہ چاند پھٹ گیا تھا بجز تاریخ کے عقلی دلیل سے نہیں ہو سکتا تاریخ اہل اسلام
 کی بلکہ متواتر کلام الہی اسکی خبر دیتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور واقع ہوا بلکہ اسکے
 واقع ہونے کے بعد بھی جو کفار نے کہا کہ محض جادو ہے ڈھیٹہ بندی ہے
 وہ بھی قرآن میں مذکور ہے۔ اب ثابت ہو گیا کہ چاند کا شق ہونا ممکن بھی ہے
 اور ہو بھی گیا۔ پھر ہم آیات قرآنی کی تاویل کر کے اسکے یہ معنی بتائیں کہ بروز
 قیامت چاند شق ہوگا اسکی ضرورت کیا ہے اسلئے کہ اگر چاند کا پھٹ جانا عقلاً
 محال ہے تو بروز قیامت بھی محال ہوگا اور اگر ممکن ہے تو آج بھی ممکن ہے اور
 آج بھی خدا کر سکتا ہے اور تاویل کسی کلام کے خلاف معنی ظاہر کے اسی وقت
 کرنی لازم ہے جب معنی ظاہری کے مراد لینے سے کوئی عقلی برہانی تاریخی
 محال اور مخالفت ثابت ہوا اور اس واقعہ کا واقع ہونا اور مشاہدہ حضار میں آنا

ہماری عقل بھی اسکو جائز سمجھتی ہے اور تاریخ پیچی قرآن مجید بھی اسکو واقع بتلاتی
 ہے یہ بڑی غلطی سید احمد خاں صاحب کی ہے کہ جائز الوقوع امور کو محال سمجھ کر
 انکار معجزات انبیاء کر دیتے ہیں اور آیات اور نصوص ظاہری قرآن مجید کی
 تاویل خلافت ظاہر کر کے دین اسلام بلکہ جملہ مذاہب آسمانی میں رخنہ ڈالتے
 ہیں۔ فلسفہ قدیم ہو یا جدیدہ کوئی سچا مسئلہ فلسفہ کا ہرگز خبر دہی خدا اور
 پیشین گوئی انبیاء کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ اب میں بقیہ شبہات جو
 شق القمر پر وارد ہوتے ہیں انکو لکھ کر رد کروں دوسری دلیل قدماء
 فلاسفہ کی شق القمر کے محال ہونے پر یہ تھی کہ جرم قمر کے
 شق ہونے سے فلک قمر تا فلک الافلاک سب شق ہو جائیں گے۔ پھر اگر شق
 اس طرح پر فرض کریں کہ نیچے اوپر دو ٹکڑے ہو گئے تھے اوپر کی طرف
 فلک الافلاک کی جگہ نہیں ہے پھر کیونکر ہو سکتا ہے جواب اسکا
 یہ ہے کہ حال کی تحقیقات سے تو آسمان کا وجود ہی نہیں ہے فضائی
 آسمانی میں مادہ اشیر یہ خواہ سدیم یہ بھرا ہے اس فرض پر تو ہمکو کچھ ضرورت
 نہیں ہے کسی اور جواب دینے کی اور ہمارے زمانہ کی فلسفی مزاج اس
 دلیل کو خود ہی باطل سمجھ رہے ہیں۔ مگر چونکہ انکار وجود آسمان کا مسئلہ

ہمارے مذہبی اصول سے غلط ہے اور ایک باب جدا گانہ میں اسکو ہم لکھینگے
 لہذا آسمانوں کا وجود مسلم مان کر اور ان کے طبقات باہم پیوستہ مثل پیاز
 کے چھلکوں کے تہ بہ تہ خیال کر کے ہم کہتے ہیں کہ بیشک ہمارے قرآن مجید
 میں خدائے سیارات کو اکب کی نسبت ارشاد فرمایا کُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ
 ہر ایک ستارہ ایک آسمان میں تیر رہا ہے یعنی حرکت کر رہا ہے۔
 اگر اس آیت سے کہے کہ رو سے یہی مانا جائے کہ فلک قمر میں جرم قمر جڑا ہوا ہے
 جیسا فلاسفہ قدیم کہتے ہیں۔ اب دیکھو کہ جرم قمر اگر فلک قمر میں جڑا ہوا ہے
 اسکی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو فلک قمر کو بچاڑ کر جرم قمر اس میں خالق عالم نے
 جڑ دیا اب تو خرق اور التیام خود ہی مسلم ہو جائیگا اور جو استبعاد کل فلک کے شق
 ہونیکا کیا ہے وہ سب مسلم ماننا پڑیگا۔ دوسری صورت قمر کی فلک قمر میں
 ہونے کی یہ ہے کہ جرم قمر جتنا بڑا ہے اتنا حصہ فلک قمر کا خالق عالم نے ایسا
 پیدا کیا جو آفتاب سے قبول نور کرتا ہے اور اسکا مطلب یہہ ہوا کہ قمر
 کوئی جسم جدا گانہ نہیں ہے بلکہ فلک قمر کا ایک حصہ ہے جو آفتاب سے
 کسب ضیا کرتا ہے۔ یہ صورت اگرچہ شق نہونے اور محالات سے بچنے
 کی ہے مگر مشاہدہ اور حرکت قمر اور خسوف اور محاق اور ہلال بن جانا اور پھر

پورا چاند ہونا ان سب کے منافی ہے بلکہ صحیح تو یہی ہے کہ چاند ایک جسم جداگانہ ہے
 جو فلک قمر میں جڑا ہوا ہے اور فلک قمر کو شق کر کے اُس میں لگا دیا ہے۔ اب رہی
 یہ بات کہ فلک قمر کے شق ہونے سے ابتداء نے خلقت قمر کے وقت خواہ
 شق القمر ہونے سے بروقت ظہور معجزہ شق القمر سب آسمانوں کا پھٹ جانا
 ضرور ہے یہ خیال بالکل غلط ہے اس لئے جتنے اجسام خدا نے بنائے ہیں سب
 میں کچھ خواص اور عام صفات رکھے ہیں از انجملہ انضغاط یعنی دبنا اور سمٹنا
 اور مرونت یعنی سمٹ کر پھر اپنی اصلی مقدار پر آ جانا۔ جب دبے اور سمٹنے
 کی صفت عام ہر جسم میں ہے اور مرونت یعنی سمٹ کر اپنی اصلی حالت پر آ جانا
 یہ بھی صفت عام اجسام کی ہے۔ اب خیال کرو کہ قمر کے شق ہونے کے
 وقت اگر جرم قمر کے دونوں ٹکڑے دب کر سمٹے ہوں اور بعد سمٹنے کے پھر مرونت
 کے خاصہ سے اپنی حالت پر ہو کر مل گئے ہوں تو کونسی دلیل اسکو منع کر سکتی ہے
 اور اس فرض پر فلک کا پھٹنا اور فلک الافلاک تک سب کا پھٹ جانا ہرگز لازم
 نہ آئیگا اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ فلک قمر بھی شق ہوا چونکہ اُس میں بھی براہ جسم
 ہونے کی دو خصوصیات یعنی سمٹنا اور پھر اپنی اصلی مقدار پر آ جانا ضروری ہے
 جب بھی اُسی فلک قمر تک دبے اور سمٹنے اور پھر حالت اصلی پر پلٹ آنے کی

کیفیت پیدا ہوئی تھی اور فلک الافلاک اسکا اثر ہرگز نہیں پہنچ سکتا ہے
 اب رہی یہ بات کہ قرین خواہ فلک قرین دہنے اور سمٹنے اور پھر حالت اصلی
 پر عود کرنے کی صفت نہیں ہے اسکا ثبوت معترض کے ذمہ ہے فلاسفہ تو
 یہی کہتے ہیں کہ عام صفات سے کوئی جسم خالی نہیں ہو سکتا ہے ورنہ جسم کا
 نیچر بگڑ جائے اب ذرا یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ فلک الافلاک سے اوپر نہ خلا
 ہے اور نہ ملا ہے اسکے معنی سوائے ایسے ہی دانا اور حکیم لوگوں کے اور کون
 سمجھ سکتا ہے اور اس سے زیادہ اور کیا دانشمندی ہوگی کہ ارتفاع نقیضین کو
 تسلیم کر لیا ہے اور خدا کی قدرت اسی پنچڑے میں بند ہے جو بطلمیوس نے
 فلک الافلاک تک خیال کیا ہے۔ ہمارا خدا ایسا ہے کہ اس عالم کے علاوہ
 ہزاروں آسمان اور لاکھوں زمین پیدا کر سکتا ہے اور یہ فضا یعنی خالی
 جگہ اتنی نہیں ہے جتنی بطلمیوس کی وہی پیمائش میں آتی تھی۔ آج بھی دور بینوں
 کے ذریعہ سے اسقدر فضا کے غیر محدود نظر آرہی ہے جسکے سوچنے سے عقل کو
 حیرت ہوتی ہے۔ ایسی جہالت اور نادانی جس امر میں ہوا اور ایسی خرافات اور
 مہلات باتوں سے شوق القمرا تنی بڑی قدرت نہائی خدا کو روکنا یکایک ایسے ہی
 بے عقلوں کا ہی جنکو فلاسفہ کہتے ہیں معمولی عقل کا آدمی بھی تو اسکو غلط فہم کے سوا

اور کچھ نہ کہیں گے یہ بھی جانتا ضرور ہے کہ قدیم فلاسفہ چاند اور سورج
 بلکہ جمیع سیارات اور اجرام فلکی کے مادہ کو اُن اجسام کے مادہ سے جدا
 خیال کرتے تھے جنکو عنصریات کہتے ہیں یعنی جو اجسام فلک قرعے نیچے زمین
 تک ہیں اور جن کی ترکیب آب آتش خاک اور باد سے ہے اور عناصر کو منحصر
 انھیں چار میں خیال کرتے تھے جو حال کی تحقیق سے (۴) تک دریافت ہو چکی اور
 شاید اور بھی دریافت ہوں۔ اور جسمانی خواص عامہ انھیں عنصریات میں
 ضروری جانتے تھے اور اب جدید فلاسفہ آسمانی چیزوں کو انھیں عناصر اور
 بساط سے مرکب ثابت کر چکے اور قدیم فلاسفہ کے اس خیال کو بالکل غلط
 اور لغو ثابت کر چکے۔ اگرچہ مجھے اس مسئلہ کی تحقیق سے شق القمر کے اثبات
 میں بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ دونو مذہب
 قدیم اور جدید فلاسفہ کے اُنکی صحت اور غلطی یقینی کا کوئی شخص مدعی نہیں
 ہو سکتا ہے اور مشکوک امر پر بنا کر کے کسی معجزہ کا انکار کر دینا یہ طریقہ ہرگز
 براہ عقل پسندیدہ نہیں ہے لہذا جس قدر معجزات انبیاء علیہم السلام کے ایسے
 ہیں جنکے انکار پر اصول موبہومہ فلسفہ قدیمہ یا فلسفہ جدیدہ پر بنا کر کے
 منکرین نبوت قیل اور قال کرتے ہیں عام طور پر جواب لکنا ہی دینا لازم ہے

کہ پہلے اُس مسئلہ کو تو یقینی ثابت کرو جس پر بنا کر کے انکار اس معجزہ کا کرتے ہو۔
 اس کتاب میں اگرچہ تفصیلی جواب ہر ایک شبہہ کا بھی درج ہوتا جاتا ہے
 مگر اجمالی جواب یہ بھی قابل یاد کے ہر ایک شبہہ و ہر یہ اور متکثرین معجزات کا ہی فقط
 دوسرا شبہہ علم مناظر وغیرہ سے چاند کے دو ٹکڑے الگ الگ
 نظر آنے اسکو ضرور ہے کہ دو نو ٹکڑوں میں کچھ فاصلہ پیدا ہوا ہو گا علم
 مناظر بمکو یقین دلا رہا ہے جبکہ قمر ہم سے ۲ لاکھ ۴۰ ہزار میل دور ہے۔
 اب ہم کو قطر قمر کسی آئینہ یا پانی میں اگر زیادہ سے زیادہ ۱۸-۱۹ انچہ کا نظر آتا
 ہے اس حساب سے اگر قطر قمر دراصل ۶۴ میل کا ہوتا تو ہم کو زمین سے
 برابر ایک انچہ کے معلوم ہوتا۔ لہذا اگر دو نو ٹکڑوں میں قمر کے چونسٹھ
 میل کی دوری بروقت شق قمر کے ہوتی تو ہم کو ایک انچہ کا فاصلہ دو نو ٹکڑوں
 میں نظر آتا۔ پھر چونکہ دیکھنے والوں نے جدا جدا دو نو ٹکڑے کم سے کم
 انچہ کے سولہویں حصہ پر خواہ آٹھویں حصہ پر دیکھے ہونگے پس ضرور ہے
 کہ ۴ میل خواہ آٹھ میل کا فاصلہ دو نو ٹکڑوں میں ہوا ہو گا مگر اہل اسلام کا بیان
 دو نو ٹکڑوں کے الگ الگ نظر آنیکا ایک انچہ سے کم نہیں ہے لہذا بقاعدہ
 علم مناظر ۶۴ میل دو نو ٹکڑے الگ ہو گئے تھے جو ہم کو ایک انچہ کی دوری پر

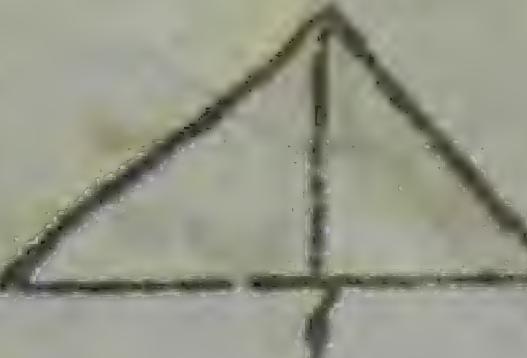
اس شبہہ کا اور ایک
 جواب کا مختصر
 اہل علم سے

نظر آئی اور اگر اُس روایت کو صحیح مانا جائے جس میں راوی بیان کرتا ہے کہ دونوں نکتے
 مابتلاب کے حرّ اپہاڑ کے دونوں طرف نظر آئے تھے اب تو دوری درمیان دونوں
 ٹکڑوں قمر کے ضرور کئی ہزار میل کی ہوئی ہوگی جسکی تحقیق پیمائش حرّ اپہاڑ کے
 طول اور عرض کی مسافت پر موقوف ہے۔ اب دیکھو کہ شمس قمر یا تو جنوباً اور
 شمالاً ہوا کہ دونوں ٹکڑے ہمکو ایک انچہ خواہ ۱۰ خواہ ۱۱ انچہ کے فاصلہ سے نظر
 آئے اس سے لازم آتا ہے کہ دونوں ٹکڑوں میں حرکت مستقیمہ قسراً جنوبی اور
 شمالی پیدا ہوئی اب اس درمیانی جگہ کی روشنی مثل جرم قمر کے تو ہو نہیں سکتی
 بلکہ یا تو بسطی تمام فضا کے آسمانی شب کو تاریک نظر آتی ہے یہ مسافت
 ۶۴ میل خواہ آٹھ میل یا چار میل کی بھی سیاہ نظر آتی ہوگی اسکا ثبوت اسلامی
 تاریخ سے کچھ نہیں دیا گیا ہے حالانکہ ضروری الثبوت امر ہے۔ عوام مسلمان
 درکنار علمای محمدی جنکو بڑے بڑے دعویٰ اپنے علم اور تحقیق کے ہیں
 ایسی موٹی بات کو چھوڑ گئے۔ اور یہ بات اُس فرض پر ہے کہ سطح اندرونی
 دونوں ٹکڑوں کے مثل سطح ظاہری کرہ قمر کے کسب ضیا آفتاب سے نکرے
 اور اگر سطح اندرونی نے بھی کسب ضیا کیا تھا اب تو اس فاصلہ ۴ میل خواہ
 آٹھ میل کی روشنی دو چند روشنی ماہ سے ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر شمس القمر

بھی نہیں ہوا اور اگر چاند کے دو ٹکڑے اس طرح پر ہوئے کہ ایک ٹکڑا پورب
 اور ایک پچھم اُس وقت دو میل خواہ چار میل خواہ ۶۴ میل ہر ایک ٹکڑا اپنی جگہ
 خاص سے پورب اور پچھم ہٹا ہوا تھا اس فرض پر پورب والا ٹکڑا ۱۱ اور نیز
 فاصلہ درمیانی دو نو ٹکڑوں کا ہموں نظر نہیں آسکتا ہے اگرچہ پورب والا ٹکڑا
 بروقت اتصال اور قبل انشقاق کے کسی قدر روشن تھا اس لئے کہ اقلیدس نے
 کتاب المناظر میں ثابت کر دیا ہے چھوٹے کرہ کا جسم جو کسی بڑے کرہ سے
 کسب ضیا کرتا ہے جیسے قمر آفتاب سے پس وہ مقام روشن نصف کرہ سے
 زیادہ ہوتا ہے پس ایسا شق قمر اگر ہوتا تو اُس سے کیا فائدہ تھا تیسری صورت
 یہ ہے کہ دو نو ٹکڑے زیر و بالا ہو گئے تھے اور فاصلہ درمیانی وہی چار میل
 خواہ آٹھ میل دو نو میں یا چونسٹھ میل کا اور اوپر والا ٹکڑا حرکت مستقیمہ فوقانی
 سے اور نیچے والا حرکت مستقیمہ تحتانی سے متحرک ہو کر فاصلہ معین پر گیا تھا
 جیسا کہ نظام ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ شق قمر کے ماننے سے محالات مندرجہ
 ذیل خلاف قانون قدرت (لا آف نیچر) جس پر نظام آسمانی خدا نے منتظم کیا ہے
 پیدا ہوتے ہیں اگر دو نو ٹکڑے جنوبی اور شمالی ہوئے تھے خواہ تحتانی اور
 فوقانی تھے (۱) جذب مرکزی جو شمس کو قمر پر ہے اُس کا باطل ہونا (۲) قمری

دو حرکت مستقیمہ جنوبی اور شمالی خواہ تحتانی اور فوقانی دونوں ٹکڑوں میں پیدا
 ہوئے جو منافی حرکت ذاتی قمر کی ہے لہذا وہ حرکت ذاتی اتنی دیر باطل ہوتی ہوگی
 اور سکون پیدا ہوا تھا (۳) فاصلہ درمیانی دونوں ٹکڑوں کا چونکہ بحالت اتصال
 اُس میں جرم قمر موجود تھا بعد الشقاق یا تو خلا محض اُس میں پیدا ہوا اور یہ محال ہے یا
 کوئی اور مادہ مثل مادہ جرم قمر کے خدا نے اس خالی جگہ میں پیدا کر کے بھر دیا تھا اسلئے
 کہ یہ شکل مستطیل (جبکہ عرض برابر ۶۴ میل خواہ آٹھ میل یا چار میل کے تھا اور طول
 اور سمک برابر قطر قمر کے یعنی دو ہزار ایک سو اسی میل کے) اپنے مملو ہونے کو ضرور
 کوئی مادہ جسمانی چاہتی ہے (۴) تمام اجرام فلکی اور جرم ارض سے نسبت اوضاع
 قمر کے بدل جانے سے پورا انقلاب اجرام فلکی میں پیدا ہونا چکے آثار کو ہم نہیں
 کہہ سکتے بلکہ قرآن کہتا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَصَصَ (۵) نور قمر یعنی
 چاندنی جس قدر حالت موجودہ میں ہے دو ٹکڑے ہونے کے بعد ضرور اوس میں
 پھیکا پن کا ہونا جس کو تاریخ اہل اسلام بھی نہیں بتلاتی ہے اور یہ مسئلہ علم نور کا ہے
 (۶) جس قدر دریا وغیرہ چاند پر اب بخوبی دیکھے گئے ہیں اُنکے پانی بروقت شق
 ہونے کے ضرور کسی قدر ریزش کر کے زمین تک آئے اور اگر نہیں آئے تو اُنکا
 انجماد اور بستہ ہونا یہ بھی خلاف قانون قدرت ہے (۷) جاندارا شیاء جو کرۃ قمر پر ہیں

او نیز بلا سبب بلکہ بجرم قیامت کا صدمہ پیدا کرنا جسکو عدل خداوندی کبھی گوارا
 نہ کریگا سرتابی بنی کی تو اہل زمین کرین اور عذاب ہو آسمان والوں پر
 آخر ان بیچاروں کا کونسا گناہ تھا اور کونسی خطا ہوئی تھی جو اب اجمالی
 ان شبہات کا جنکی بنا علم مناظر اور علم نور اور قواعد حرکت اور ناموس جذب
 اور نفور پر ہے ہم پہلے تو یہی دیتے ہیں کہ جو قانون قدرت آنکھ کے دیکھنے
 میں اشیاء کے ہمکو تجربہ سے دریافت ہوا وہ قانون ضروری اور عقلی نہیں ہے
 جسکا بدلنا محال ہو چنانچہ ہم نے ص میں لکھ دیا کہ روشنی میں آنکھ کھول کر
 دیکھنے کا نیچر خدا اسکے بدلنے پر بھی قادر ہے اور امریکہ کے ایک مریضہ کی
 نظیر بھی پیش کر دی کہ اندھیری رات میں آنکھ بند کر کے باریک حروف
 پڑھتی تھی اسی طرح نوامیس حرکت اور جذب اور نفور یہ سب قانون عادی ہیں
 انکا بدلنا معجزہ سے ممکن ہے تفصیلی جواب کی تمہید یہ جواب اگرچہ دقیق
 مسائل پر متبنی ہے مگر سلیس عبارت سے ہم اسکو بھی لکھیں تاکہ ناظرین کو
 فوائد عظیمہ حاصل ہوں۔ یہ مسئلہ علم مناظر کا کہ ہر شے اپنی پوری مقدرہ پر
 اسی جگہ سے نظر آتی ہے جہان سے زاویہ رویت کا قائمہ بنی خروج شعاع
 پر موقوف ہے مثلاً اگر... گز کا کوئی مکعب جسم ہے یعنی ۲۰ گز اسکا ہر قطر ہے

اُسکو ایسی جگہ سے دیکھیں کہ ٹھیک بیچ اُسکا ہمارے سامنے ہو تو ہمو۔ اگر کے
 فاصلہ سے وہ پورا نظر آئیگا اور اس سے زیادہ دوری سے چھوٹا اور کم دوری سے
 بڑا۔ اب اسکا لحاظ رہے کہ ہر شے کے پورا دیکھنے میں مثلث کا مساوی الساقین
 اور قائم الزاویہ ہونا ضرور ہے جس سے مخروط شعاعی پیدا ہوگا۔ پھر چونکہ
 مثلث متساوی الساقین قائم الزاویہ میں جو خط منصف زاویہ قائمہ ہے
 وہ قاعدہ کی بھی تنصیف ضرور کرتا ہے اور وہی خط یعنی عمود برابر نصف قاعدہ
 کے بھی ہوتا ہے مثلاً اگر اب ج ج  ب مثلث قائم الزاویہ متساوی
 الساقین ہے جسکا قاعدہ ب ج برابر (۸) کے ہے تو اس خط سے اگر تنصیف
 زاویہ قائمہ ب ج کے ہوگی ضرور وہی عمود اور قاعدہ ب ج کی تنصیف بھی کریگا
 اور دو زاویہ قائمہ قاعدہ پر بنائے گا یعنی زاویہ ا ب ج اور خود برابر نصف
 ب ج یعنی برابر ۴ کے ہوگا۔ بحکم ش (۴) اور (۵) اور (۴) م (۱) اصول اقلیدس
 کے۔ اور عمود کا برابر نصف قاعدہ ب ج کے ہونا اُسکا ثبوت یہ ہے کہ مثلث
 ج اب قائم الزاویہ متساوی الساقین کے قاعدہ ب ج پر کی زاویہ برابر ہیں
 اور ہر ایک زاویہ برابر نصف قائمہ کے ہے بحکم ش ۳۲ پھر چونکہ اور عمود نے
 زاویہ قائمہ ب ج کو نصف کر دیا لہذا مثلث ج اب قائم الزاویہ کے قاعدہ

اب پر کے دو نو زاویہ دب اور اب بھی برابر نصف قائمہ کے ہوئے اور
 جس مثلث کے قاعدہ پر کے زاویہ برابر ہوں وہ مثلث متساوی الساقین بھی ہے
 لہذا اضلاع برابر ہے ضلع دب کے جو برابر ہے نصف قاعدہ ب ح یعنی برابر
 ہے م کے اور یہی ثابت کرنا تھا اب ہم ش م ۳ سے یہ بھی ثابت
 کر دیں گے کہ جو مربع بیرون کرۃ قمر بنایا جائے اُس کا ہر ایک قطر برابر قطر قمر
 یعنی ۲ ہزار ایک سو ۸۰ میل کے ہوگا اور یہی قطر قاعدہ ہر ایک مثلث کا ہوگا
 جو نصف مربع مذکور ہے اور یہی قطر قاعدہ مخروط شعاعی کا ہوگا جو ہماری آنکھ سے
 نکلتا ہے اور ذریعہ ہماری رویت کا جرم قمر کو ہے لہذا نصف اس کا یعنی
 ایک ہزار ۹۰ میل کی دوری سے ہم کرۃ قمر کو پوری مقدار پر دیکھ سکتے ہیں اور اسی
 حساب سے ہم دولاکھ چالیس ہزار میل کی دوری سے قمر کو کس قدر چھوٹا دیکھیں گے
 جسکو حساب کر لیجئے اب دیکھو کہ زاویہ کی تقسیم عموماً اقلیدس سے فقط تنصیف
 اور تخیس میں ہو سکتی ہے اور قائمہ کی تثلیث بھی ثابت ہو گئی کہ مثلث متساوی
 الاضلاع کا ہر ایک زاویہ برابر دو مثلث قائمہ کے ثابت ہوا ہے اب سوائے
 اُس مقدار کے جو ۱۲ اور پانچ اور ۳ پر تقسیم ہو سکے بلکہ $2 \times 3 \times 5 = 30$ پر
 جو تقسیم ہو سکے اسی پر تقسیم زاویہ رویت کی ہوگی اور کسی حصہ پر ہمو اشیا کا

دیکھنا اگرچہ ممکن ہے مگر ہم برہان ہند سے اسکا ثبوت نہیں دے سکتے
 جیسے عام تثلیث زاویہ کی ہم برہان ہند سے نہیں کر سکتے مثلاً اگر کسی شے
 کو اسکے گیارہوین اور تیرہوین اونیسوین سیتیسوین وغیرہ کی مقدار پر اگر ہم دیکھیں
 علم مناظر سے اسکا ثبوت ہم سے نہوگا الجبر خواہ اور قواعد حسابی تخمینی سے
 اگر ثابت کریں تو وہ برہانی پیمائش نہوگی لیجیے حضور آپ کے وہی علم مناظر کا
 تو حال یہ ہے جسپر آپ زمین اور آسمان کے قلابے طارے ہیں اور تاج گنج اگرہ
 کے اندرون حصار کا طغرا چل کر دیکھئے کہ دیوار کی جڑ سے اوپر تک جسقدر
 حروف کندہ کئے ہیں سب برابر نظر آتے ہیں بڑے بڑے سیاح مہندس
 اور کامل علم مناظر کے آج تک حساب کرتے کرتے حیران ہو رہے ہیں وہ
 کون سا کامل ریاضی دان معمار خوشنویس تھا جس نے زاویہ رویت کے
 ہر حصہ کی تقسیم کر کے اُسی کے حساب سے چوب قلمی کی ہے جسکے ہاتھ چوم لینے
 چاہئے شائع کے قریب جب پرست سر علاقہ جو دھپور ماڑواڑ کا مہاراجہ
 بخت سنگ متوفی فی طروت سے مین حاکم (نافٹم) مقرر ہوا تھا مگر انہ ایک
 قصبہ ہے جہاں سے یہ سپید پتھر سنگ مر مر آتا ہے وہاں بغرض فیصلہ ایک
 تنازع کی بطور دورہ کے کیا تھا وہی لوگ جنکے آباؤ اور اجداد نے تاج گنج کا

روضہ بنایا ہے مجھ سے ملے اور اُنکے پاس نقشہ جات روضہ کے موجود ہیں
 اُن سے پوری کیفیت اس عمارت کی معلوم ہوئی تھی اور اب بھی وہ لوگ یہ کام
 کر سکتے ہیں تمہید کے بعد جواب دیتا ہوں آنکھوں کے بارہ میں
 چار پانچ مذاہب فلاسفہ طبعیین اور ریاضیین کے ہیں اور سب غیر معتد آج تک
 ہرگز ثابت نہوا کہ قدرت اور فطرت نے کس طریقہ سے آنکھ کو دیکھنے پر قادر
 کیا ہے۔ اور یہ مذہب خروج شعاع کا جسکا مخروط بنتا ہے یہ تو حال کے
 فلسفہ سے بالکل باطل سمجھا گیا۔ اور الحزن ایک حکیم اہل اسلام نے
 جسکی کتاب علم المناظر والامرات کا ترجمہ سرسٹر صاحب نے انگریزی میں کیا
 ہے اس مذہب کو بالکل باطل کر دیا ہے اور کیپلر اور برکلی اور ڈی کارٹس کے
 باہم اختلافات کو پہلے طے کر لیجئے تب اس مسئلہ میں گفتگو کیجئے۔ پھر جواب امرابھی
 فلاسفہ کے نزدیک خود ہی غیر محقق ہے اسپر تفریح کرنی کیونکر درست ہوگی
 (۲) قوت جاذبہ شمس کو جو قمر کی طرف ہے خواہ زمین کی قوت جاذبہ باطل ہوئی
 تھوڑی سی دیر کیواسطے اس میں کونسی خرابی اور کونسا محال پیدا ہوتا ہے
 (۳) حرکت قمری جنوباً اور شمالاً خواہ نیچے اوپر کے جو دونوں ٹکڑوں میں
 فر کے پیدا ہوئی اُسکے منافات حرکت ذاتی سے کچھ ضروری نہیں بلکہ

دونو جمع ہو سکتے ہیں البتہ دونو کا اوسط ایک مرکب حرکت سے بنے گا جیسے
 حرکت ذاتی اور عرضی آفتاب کے قدمائے علم ہیئت کی رائے میں یا ناؤ کی قنات
 کسی دریا میں جو پورب کو بہتا ہوا اور ہم دھن طرف کے گھاٹ سے اوتر کو
 لیجائیں اگر دونو زور برابر ہوں گے دونو حرکتیں ضایع ہو کر سکون پیدا ہوگا اور
 بحالت کمی بیشی ہر دو قوت محرکہ حرکت ضرور ہوگی اور اسکو ملا ح روزانہ تجربہ
 کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ابطال حرکت طبعی کا ہونا ضرور نہیں ہے کمی
 حرکت یعنی بطور پیدا ہوگا دیکھو ٹیٹ صاحب کے اصول جبر ثقیل کو
 (۴) فاصلہ درمیانی دونو ٹکڑوں کے جسقدر ہوا تھا وہ مثل فضائی آسمانی کے
 تاریک نظر آنا کچھ اس میں خرابی نہیں ہے اور دونو ٹکڑے مثل جرم ظاہری قمر کے
 روشن دکھادے تھے یہ بھی کچھ دشوار نہیں ہے۔ ہاں قدیم فلاسفہ ریاضیین
 چونکہ جرم قمر کو فلک قمر میں جڑا ہوا کہتے تھے انکی رائے میں جب تک فلک قمر
 میں شق نہ ہو قمر کا پھٹنا محال تھا اور چونکہ فلک کا اتصال فلک الافلاک تک
 خیال کرتے تھے لہذا قمر کے شق ہونے سے کل افلاک کا پھٹ جانا انکی رائے
 میں ضرور تھا لہذا اسکو محال سمجھتے تھے مگر حال کے علمائے ہیئت قمر کو مثل زمین
 ایک جسم جداگانہ خیال کرتے ہیں اس فرض پر وہ دشواری بھی نہ رہی جو قدیم علمائے

ہیئت خیال کرتے تھے اسلئے کہ آسمان خود ہی موجود نہیں ہے فقط ایٹم بکھرا
 ہوا ہے اب خالی جگہ درمیان دو نوٹکڑوں کے اُسی مادہ سے بھرے ہوئے
 تھے جس سے تمام فضا آسمانی بھری ہے اور کوئی جدید مادہ پیدا کرنے کی
 حاجت نہیں سدیم خواہ ۱۵ ایٹم سے یہ جگہ بھری ہوئی تھی جیسے حرکت قمر سے
 جو جگہ خالی ہوتی ہے اُس میں وہی مادہ بھر جاتا ہے جو تمام فضا عالم بالاسین
 بھرا ہوا ہے (۵) تمام اجرام فلکی اور زمین سے نسبت قرب اور بعد اور محاذات
 اور مسامتت وغیرہ کا بدلنا اس سے کوئی انقلابِ صغیر بھی آپ ثابت نہیں
 کر سکتے اور قرآن مجید کی آیت کا یہ مطلب ہے کہ آفتاب کو بالذات یہ
 قوت نہیں ہے کہ چاند کو اپنی طرف کشش کر کے خواہ آفتاب خود چاند کی طرف
 حرکت کر کے چاند سے مل جائے بلکہ یہ بات اگر ہوگی تو حکمِ خدا سے اور شقِ قمر بحکم
 خدا ہوا تھا پھر اُس میں تبدیل اوضاعِ مشیتِ الہی سے اگر ہوئے تو جو فساد
 اس تبدیلِ وضع سے موبہوم ہے اُسکو خدا نے خود روک دیا (۶) چاندنی کا
 پھیکا ہو جانا اگر تاریخِ اہل اسلام نہیں بتلاتی ہے تو یہ بھی نہیں بتلاتی ہے کہ پوری
 چاندنی رہی تھی پس یہ امر ایسا ہے کہ جسکی نسبت ہماری تاریخ کو سکوت ہے
 اور ایسا ہی ہونا ضرور ہے اسلئے کہ اولاً تو جن لوگوں کی درخواست سے یہ معجزہ

واقع ہوا وہ محض عوام لوگ تھے ایسے نازک خیالی اور تمیز فلسفی اونکو نہ تھی
 اور بالفرض اگر ان میں کوئی بڑا فلسفی بھی ہوتا تو یہ واقعہ ہوش ربا ایسا نہ تھا کہ
 اس وقت کسی کو اسکا ہوش رہتا کہ چاندنی پھیلکی ہے یا پوری ہے یہ باتیں
 پیٹا بھرے اور مطمئن لوگوں کی ہیں دیکھیے سورج گرہن ایک معمولی بات ہے
 جس سے ڈرنا اور خوف کرنا بقول فلاسفہ براہ عادت بھی نچا ہے مگر ۱۸۴۲ء کا
 کسوف جو شہر وینا میں پورا نظر آیا جسکا تماشا دیکھنے علمی آنکھ سے مشہور عالم
 ہیئت شمسی بھی کیا تھا اسکی تاریخ پڑھیے جسکا اثر جانوروں پر قابل لحاظ تھا
 چھوٹے چھوٹے طیور تو اکثر مر گئے یا بیہوش ہو کر خاک پر گر پڑے بیل حلقہ حلقہ
 ہو کر سر کو آفتاب کی طرف اوٹھائے ہوئے تھے اور سینکھ کو اس طرح آسمان
 کی طرف اوٹھائے ہوئے تھے جیسے حملہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ بھیڑ بکری گردن
 ڈال کر سوتی ہوئی صورت بنائے ہوئے تھیں۔ گھوڑے خوف سے تھراتے
 پھرتے تھے بوم اور شپک رات سمجھ کر ہر طرف اوڑتے پھرتے تھے شہر بریگیٹن
 میں صرف دس کوکب اور شہر میلان میں بکثرت ظہور کوکب ہوا تھا سردی ایسی
 بڑھ گئی تھی کہ تھرمامیٹر فوراً ۱۱ درجے گھٹ گیا تھا آفتاب سیاہ دائرہ ہو گیا تھا
 افق پر جب قدرابر سیاہ تھے سرخ رنگ ہو گئے تھے اور آسمان پر آتش زدگی

کی سے کیفیت معلوم ہوتی تھی بہر حال شق قمر جو محض خرقِ عادت سے تھا
 اُسکا خوف کیا ایک معمولی کسوف سے بھی برابر نہوگا (۷) چاند پر کے دریاؤں کے
 پانی کا زمین پر گرنا یہ بھی محض خیالی پلاؤ ہے۔ پہلے تو ہم چاند پر دریاؤں کا ہونا
 تسلیم نہیں کرتے اور بالفرض اگر تسلیم کریں تو اسکا ثبوت کہ جس جگہ شق قمر ہوا
 وہاں بھی دریا ضرور تھا کون دیکھتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں (۸) چاند پر
 جاندار حیوانات کو ایذا اور گزند پہونچنا فقط اسوجہ سے کہ تھوڑی دیر دو ٹکڑے
 قمر کے الگ ہوئے تھے یہ کیونکر مانا جائے اسلئے کہ پہلے تو جاندار اشیاء کی موجودگی
 ہم پر ثابت کیجئے اُسکے بعد پھر دو ٹکڑے ایسے ہوئے جس سے اُنکو ایذا پہونچی
 تھی۔ اور رہا فقط حرکت جنوبی اور شمالی یا تحتانی اور فوقانی اس سے کسی قسم کی
 ایذا سمجھ میں نہیں آتی ہے تیسرا شبہہ جاہلانہ اور نیز عالمانہ جو ہر ایک
 معجزہ کی نسبت کفار اور منکرین نبوت ہمیشہ کیا کرتے ہیں جسکو قرآن مجید میں خدا
 نے اسی شق قمر کے قصہ میں یوں بیان فرمایا ہے **وَإِنْ يَدْعُوا إِلَىٰ نَعْتِهِمْ ضُوءًا**
عَلَهُمْ يَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَعْمَرٌ اگر دیکھتے ہیں کسی آیت اور معجزہ کو منہ پھیر لیتے
 ہیں اور کہتے ہیں وہی جادو ہے جو ہمیشہ ایسے لوگ مدعی نبوت کرتے چلے آئے
 ہیں سید احمد خان صاحب کو بھی جب کسی طرح سے چارہ انکار نہیں رہتا

ص میں اپنے نبی صلعم سے نقل کی ہے کہ ایسے لوگوں پر آسمان سے آگ بر سے
 یاد وستان خدا کی تلواروں سے ان کی گردنیں اوڑا دی جائیں۔ دوسرا
 گروہ جو کہتا ہے کہ علم انسانی میں وہ سبب نہیں آیا ہے اسی کو ہم معجزہ کہتے
 ہیں کہ طاقت انسانی سے اس وقت باہر ہو۔ پھر ایسے لوگوں سے ہم یہ بھی
 کہہ سکتے ہیں کہ جب تمہارے علم سے اس سبب کا ادراک باہر ہے اگر معجز نما
 دعوے کرے کہ میری تصدیق نبوت کی غرض سے خدا نے وہ سبب پیدا کر دیا
 پھر تمکو کیا منصب ہے جو اسکا انکار کرتے ہو اپنے عاجز ہونے کا تو اقرار
 تم خود ہی کرتے ہو رہا تیسرا اگر وہ اسکا جواب اگرچہ ہم نے باب نہم
 میں ص سے لغایت ص اچھی طرح دیدیا ہے مگر یہاں پر اتنا اور ہم
 کہتے ہیں کہ آدمی کو لازم ہے جس علم پر بنا کر کے کسی واقعہ میں شبہہ کرے
 اس علم کے دائرہ سے خارج ہو۔ علم نفس کے جاننے والے سبکا اتفاق اس پر ہے
 کہ هُمْ النَّفُوسُ اَعْلٰی یعنی جس قدر قواعد اور ترکیبات خارق عادت ظاہر
 کرنے کے ہیں سب میں نفسانی ارادہ اور نفس ناطقہ انسانی کا تصرف بڑھا ہوا
 ہے اور باوجود اس دعوے کے کوئی عامل نفسانی کسی مذہب کا فرض کرو
 اسکا مدعی نہیں ہے کہ آسمانی چیزوں پر نفس انسانی کا اثر بدون امداد الہی کے

محض بذریعہ قواعد نفسانی ہوتا ہے جسکو ہم معجزہ کہتے ہیں علم حروف کے
 عالم اور علم تسخیر کواکب کے جو مدعی ہیں اگرچہ اس علم کو وہ لوگ انسانی ایجاد سے
 نہیں کہتے بلکہ بذریعہ وحی کے انبیاء کو معلوم ہوا اور انبیاء نے خواص امت کو
 تعلیم فرمایا پھر بھی وہ تسخیر زہرہ اور شمس اور قمر و غیرہ ایسی تسخیر نہیں ہے کہ
 چاند کے دو ٹکڑے کر دیں یا آفتاب کو غروب کے بعد پھر سے طالع کر دیں یہ
 بات سوائے خدا کے اور کسی سے ہو نہیں سکتی ہے پس نفسانی اثر سے شق القمر
 کا بدو ن اعجاز کے واقع ہونا اسکو علمائے نفس کبھی نہ مانینگے۔ عوام
 جہاں کے سامنے ایسی ایسی لغو باتیں کر کے اُنکو بہکانا یہ کام اہل علم اور راست
 بازوں کا نہیں ہے چوتھا شبہ علم تاریخ سے یوں کیا جاتا ہے کہ اتنا
 بڑا سانحہ دنیا میں ہوا اور تاریخ عام یا تاریخ علمی کے مورخ اسکو درج نہ کریں
 خصوصاً علم ہیئت کے جاننے والے جنھوں نے اصول اس علم کے انھین تجربات
 اور مشاہدات کے ذریعہ سے یکجا کر کے ایک علم بنایا ہے اور جنکو شبانہ روز
 اسی کی تلاش رہتی ہے کوئی امر جدید آسمانی موجودات میں پیدا ہوا اور اُسکے
 ذریعہ سے کوئی نیا مسئلہ مسائل علم ہیئت کا معلوم کریں۔ اگر کسی کو یہ شبہ
 ہو کہ علمائے ہیئت امور کلیہ پر اپنے احکام نافذ کرتے ہیں واقعہ جزئیہ اور

خاص خاص واقعات کی طرف انکو التفات نہیں ہے تو یہ شبہ غلط ہے اسلئے
 کہ جسقدر احکام کلیہ علوم استقرائی میں ضبط ہوئے ہیں انھیں جزئیات کو تلاش
 کرتے کرتے پیدا ہوئے ہیں۔ لہذا علمی تاریخ میں اس واقعہ کا درجہ نہونا ضرور
 خبر دیتا ہے کہ ایسا امر نہیں واقع ہوا جو اب اسکا یہ ہے کہ اس معترض کو
 تین قسم کی غلطیاں اس اعتراض میں واقع ہوئی ہیں۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ امر
 نادر الوقوع کو کثیر الوقوع یا دائمی پر قیاس کرنا دوسری غلطی یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت
 علوم کو زمانہ شیوع اور فروع تحقیقات علمیہ پر قیاس کرنا۔ اسلئے کہ شق القمر جس
 زمانہ میں ہوا ہے اور جن لوگوں کے سامنے ہوا ہے اس زمانہ کی تاریخ
 عرب کو پڑھئے اور کسی کو متوجہ تحقیقات علمیہ بتاؤ دیجئے۔ خوزنری اور
 اونٹ چراتا اور جنگ وجدل خواہ شعر شاعری کے سوا اور بھی کچھ وہاں چرچہ
 تھا مکہ معظمہ سے جن جن شہروں کے افق مساوی ہیں تمام ربع مسکون میں کسی
 ایک جگہ بھی آپ مجمع فلاسفہ ریاضی دان اور درپے تحقیق مسائل ہیئت
 از روئے تاریخ کے بتلا سکتے ہیں۔ ہاں اُسکے دوستوں برس کے بعد جب اہل اسلام
 نے ترقی علوم کی تھی خواہ آج کل کا زمانہ اہل یورپ اور امریکہ میں علمی ترقی کا اگر
 ایسا ہوتا ضرور یہہ سانچہ درج تاریخ علمی ہوتا۔ اسکے علاوہ چونکہ وہ زمانہ فلسفہ

قدیم کے خیالات کا تھا اور خرق و التیام کا محال ہونا تمام فلاسفہ کو یقینی تھا
 جیسے نظام بطلیموسی کا مسئلہ اگر کوئی مقام ایسے فلاسفہ ارباب تحقیق کی
 موجودگی کا ثابت بھی ہوا انکا خیال اس طرف کیون ہوا ہوگا کہ چاند بھی شق ہو سکتا
 ہے تیسری غلطی حادثہ فوری اور سریع الزوال کو حوادث دیرپا پر قیاس کرنا
 اسلئے کہ شق القمر ایک حادثہ فوری تھا گھنٹہ دو گھنٹہ پھر دوپہر تک باقی نہیں رہتا
 کہ وہی لوگ جو حاضر خدمت اقدس تھے انکو دکھایا گیا خواہ اتفاقاً کچھ لوگ
 دور دست کے انھوں نے بلا قصد کسی دور مقام پر اُسی وقت اُن کی نظر آسمان
 کی طرف اُٹھ گئی اور دیکھ لیا اور یہ مشیت الہی اُنکے حق میں اس غرض سے
 جاری ہوئی تھی کہ نظر بندی کا شبہ جو کفار حاضرین کرینگے چونکہ دور دست
 اثر نظر بندی کا نہیں ہوتا لہذا اُنکے دکھانے پر قدرت الہی نے انکو گویا مجبور
 کر دیا۔ آپ دیکھئے کہ چاند گرہن جسکا سچا وقت علم ہیئت سے برسوں کا بتلایا
 جاتا ہے جب تھوڑا گرہن لگتا ہے باوجود تعین وقت کے اکثر لوگوں کو نظر
 نہیں آتا۔ اور اگر ہم یہ بھی فرض کریں کہ جس زمانہ میں شق القمر کا معجزہ ہوا
 وہ زمانہ فلاسفہ اور محققین علم ہیئت سے بھرا ہوا تھا اور باوجود اسکے
 اس حادثہ کو درج تاریخ علمی نہیں کیا اسکی وجہ قوی یہی ہے کہ ہمیشہ ہر عجیب

اور واقعہ غریب کی نسبت اشخاص انسانی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلے تو
 منکرین اور متعصب لوگ خصوصاً ابنیاء کے معجزات کے یہ گروہ تو ہمیشہ
 اخفاء معجزات ہی کرتا رہا ہے دوسرے خالی الذہن نہ منکر اور نہ مقرا ایسے
 لوگوں کو دنیا بھی اگر الٹ پلٹ جائے اپنی آزاد خیالی اور بے پروائی
 سے کب فرصت اسکی ہے جو درپے اقرار خواہ انکار ایسے امور کے ہوں
 بہر حال یہ دو گروہ تو ایسے ہیں جنکا درج تاریخ نہ کرنا اس معجزہ کا ہرگز
 بعید از قیاس نہیں ہے بلکہ درج کرنا ہی خلاف عقل ہے اب رہا تفسیر اگر وہ
 جو منصف مزاج لوگوں کا ہے عام اس سے کہ وہ قبل از صدور معجزہ ہذا
 مشرف باسلام ہو چکے تھے یا بعد ملاحظہ معجزہ ہذا داخل اسلام ہوئے جیسے
 وہ راجہ جسکے مسلمان ہونے کی تاریخ فرشتہ شہادت دیتی ہے او نھوں نے
 اس معجزہ کو ضرور درج تاریخ بھی کیا ہے اور اسکے واقع ہونے پر شہادت
 بھی دی ہے۔ اب اگر مراد معترض کی یہ ہے کہ کسی نے اسکو درج تاریخ نہیں
 کیا ہے یہ تو غلط محض ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ فرقہ اول اور دوم نے درج تاریخ
 نہیں کیا ہے اس سے کوئی اعتراض لازم نہیں آتا ہے اب اس باب کو ختم کر کے
 نتیجہ باب یازدہم جو نہایت ضروری ہے بطور فلسفہ اتہی لکھوں

تمہ باب یا زد ہم جس سے زمین کی حرکت یا سکون کا فیصلہ
بھی ہو سکتا ہے اور نقطہ مغرب حقیقی کی توضیح ہو جائیگی۔

پہلے اس بات کو ضرور سمجھنا چاہئے کہ پورب اور پچھم اور تر دکھن نیچے اوپر یہ چھ
سمتیں یعنی شش جہت ایسے ہیں کہ عام اور خاص لوگ ہر زبان کے اپنی زبان
خاص میں انکو مختلف الفاظ سے بولتے ہیں اور انکو موجود بھی خیال کرتے ہیں
عوام کو اتنا مادہ نہیں ہے کہ انکی حقیقت کو معلوم کریں اور نہ انکو اس کی ضرورت
ہے اسلئے کہ شش جہت کا ہونا امر بدیہی انکے نزدیک ہے۔ فلاسفہ جو
ہر ایک چیز کی ماہیت بذریعہ حدود اور رسوم کے دریافت کرنے کے
درپے ہیں انھوں نے سمت خواہ جہت کی یہ تعریف کی ہے کہ جہت منہا اشارہ
حسیہ کا نام ہے فرض کرو کہ ہم نے ایک خط محدود (اسی فضا یعنی خالی جگہ
جسمین آفتاب ماہتاب گردش کر رہے ہیں) آفتاب ————— بچھم
(۱) کو ہم پورب اور (ب) کو ہم پچھم فرض کرتے ہیں یعنی جدھر سے آفتاب
طلوع کرے اُسکو ہم پورب کہتے ہیں اور جدھر غروب کرے اُسکو پچھم کہینگے۔
اسی خط محدود کے درمیانی نقطہ جسقدر فرض کرو مثلاً دَج ۵ یہ ہر ایک
نقطہ بہ نسبت (۱) کے پچھم طرف ہے اور بہ نسبت (ب) کے پورب طرف ہے

فہم
یہ تمہ قدیم علمای ہندی
کسراں پر ہے

اور دراصل نہ کوئی پورب ہے اور نہ پچم ہے بلکہ مشرق حقیقی اگر ہے تو وہی نقطہ
 (۱) ہے جو کسی طرح مغرب نہ کہلائے گا اور مغرب حقیقی وہی (ب) ہے۔
 اسی وجہ سے دہلی کے رہنے والے پٹنہ کے باشندوں کو پورب والے
 کہتے ہیں اور کلکتہ کے رہنے والے پٹنہ والوں کو پچھاہن بولتے ہیں۔ پس جو
 مقام کسی کی نسبت پچم اور کسی کی نسبت پورب کہلائے وہ سچ سچ نہ پچم ہے
 اور نہ پورب بلکہ سچ سچ پورب وہی ہے جو ہر ایک جگہ کی پورب ہو اور سچ
 پچم وہی ہے جو ہر جگہ سے پچم ہو۔ پھر چونکہ ہم نے آفتاب کے طلوع اور
 غروب سے دو سمتیں قائم کر لیں اور عامیانہ خیال سے ہم کو پورب اور پچم کی
 دونوں جہتوں کا وجود سمجھ میں آگیا۔ اب عقل فلسفی سے ہم کہتے ہیں کہ یہ فضا
 موسوم جسمین دنیا بھری ہوئی ہے اور جس کو ہم جگہ اور مکان کہتے ہیں اور بعض
 فلاسفہ اس کو واجب الوجود اور قدیم بالذات خیال کرتے ہیں۔ یا تو یہ جگہ
 اور فضا محدود اور متناہی ہے یا غیر محدود اور غیر متناہی ہوگی اور کچھ ہوا ایک
 خط متناہی ہم ایسا فرض کر سکتے ہیں جو اسی خط پر منطبق ہو جس کو ہم نے خط مغرب
 اور مشرق نام رکھا ہے اور یہ وہی خط (اب) ہے پھر چونکہ طلوع آفتاب
 سال بھر میں مختلف جگہ سے ہوتا ہے اور اسی طرح غروب بھی جو حساب سے

ایسے صد ہا نقطہ ہو سکتے ہیں جو شمال اور جنوب حقیقی ہوں۔ پھر یہ جو علمائے
علم ہیئت جدید کہتے ہیں کہ قطب سما کی سوئی شمال سے مغرب کی طرف ہٹتی
جاتی ہے اسکے کیا معنی ہیں اب ضرور ہوا کہ انکے نزدیک بھی کوئی نقطہ ضرور
ایسا ہے جو مغرب حقیقی ہے اور اُسی کے مقابل کوئی نقطہ ایسا ہے جو
مشرق حقیقی ہے اور یہ بات سوائے خط استوا کے جسکے اوپر دائرہ مُعَدِّل
النہار مفروض ہے دوسرا خط نہوگا اور اسی خط پر متقاطع جنوباً و شمالاً
جو خط فرض کرین اُسکے دو نو نقطہ شمال اور جنوب حقیقی ہونگے یہ وہی خط ہے
جو قطب شمالی اور جنوبی کے قریب ہے جسکو ہم نے خط شط متقاطع خط
آب پر فرض کیا ہے اسکی ضرورت ہمکو جہت مشرق اور مغرب اور شمال
اور جنوب کی تعیین میں نہیں ہے کہ فضا کے موجودہ عالم متناہی ہے
یا غیر متناہی۔ اسلئے کہ جب ہم نے طلوع اور غروب آفتاب پر بنا کر کے جہت
مشرق اور مغرب فرض کی ہے اور یہ حرکت آفتاب کی یا زمین کی دوری ہے
جو ۲۴ ہزار میل کی ہے اور جو ہمیشہ ۲۴ گھنٹہ کسرے زائد شبانہ روزے
میں پوری ہوتی ہے اور جس دائرہ کا قطر $24 \div \frac{22}{7} = \frac{4636}{11}$
ہے یعنی سات ہزار ۶ سو ۳۶ میل اور کسرے زائد ہوتا ہے۔ ہلوگ

جو سیارہ ارض کے رہنے والے ہیں ہمارے دن ۲۴ گھنٹہ کسے زائد کا اور سال
 شمسی ۳ سو پینسٹھ دن اور کسے زائد کا ہے اور زحل اور مریخ مشتری وغیرہ
 پر اگر آبادی ہے اُنکا دن ۱۰ اور مہینہ ۱۰ اور سال جدا ہے دیکھو کتب علم ہیئت
 کو۔ لہذا ہم سے جو خطاب خداے برتر کا ہے اُس میں مشرق اور مغرب وہی
 مراد ہوگا جو ہمارے سیارہ ارض اور ہمارے مسکن کے مناسب ہے اور
 فضای عالم اگر غیر متناہی بھی ہے اُس سے ہم کو کوئی بحث نہیں اور نہ ہم کو
 اُس کے وجود کے اقرار یا انکار سے ہمارے اصول مذہبی مجبور کرتے ہیں اور
 نہ اصول فلسفہ۔ پھر جب ہم فضا یعنی خالی جگہ کو عالم میں موجود مانتے ہیں اور
 اسی کو ہم مکان کہتے ہیں مخلوق اور حادث ہو جیسا ہمارا عقیدہ ہے اور غیر
 مخلوق واجب الوجود اور قدیم بالذات ہو جیسا بعض دہریوں کا عقیدہ ہے
 بہر حال یہ فضا اور خالی جگہ ایسی ہے کہ اس میں ابعادِ ثلثہ یعنی طول اور عرض اور
 عمق پائے جاتے ہیں اور اگر ساری فضا اجسام سے بھی بھری ہوئی ہے تو
 اجسام کے طول عرض عمق سے منطبق ہے اور اگر کچھ بھری ہے اور کچھ خالی ہے
 یعنی خلا ہے جب بھی اُس میں اجسام کے سمائے کی قابلیت ضرور ہے انہیں
 ابعادِ ثلثہ کی وجہ سے۔ یہ فضا اور ابعادِ شاسع یعنی پھیلا ہوا جسکے سوچنے سے

ہماری عقل کو حیرت ہوتی ہے اور جبکی وسعت کو اکب ثوابت کی دوری معلوم
 کرنے سے ہم کو اچھی طرح سے دریافت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ غیر متحرک ہے
 اسلئے کہ حرکت کے واسطے مکان ضرور ہے پھر اگر فضا یعنی مکان بھی متحرک ہو
 اُسکے واسطے بھی مکان ضرور ہے اور تسلسل محال لازم آئے۔ اب ناچار ہم کو
 ماننا پڑا کہ یہ فضا ساکن ہے اور جب یہ ساری فضا اور کل بعد موجود ساکن
 ہے پس زمین اگر متحرک ہے خواہ ساکن اور اسی طرح آسمان اگر موجود ہے
 اور جملہ سیارات جو حرکت کر رہے ہیں اسی فضائے ساکن میں حرکت کر رہے
 ہیں واضح ہو کہ بعد موموم جو دراصل موجود ہے اُسکے محال یا ممکن ہونے پر
 خواہ اُسکی اصلی ماہیت اور حقیقت سمجھانے پر ہم اس وقت بحث نہیں
 کریں گے اسلئے کہ ہماری غرض وجود مشرق اور مغرب شمال اور جنوب کی ثابت
 کرنے کی اسکی بحث واقعی سمجھنے سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ہے موموم ہو تو کیا
 اور دراصل موجود ہو تو کیا اب دیکھو جب اس فضا اور بعد موجود میں
 طول بھی اور عرض بھی اور عمق بھی اور اسکو ہم نے ساکن بھی ثابت کر دیا اور
 اُسی فضا اور خالی جگہ کو اقطار ثلثہ (جسمین زمین یا آفتاب گردش کر رہے ہیں
 اور وہ متناہی بھی ہے) بموجب اصطلاح مجسمات کے ہم پہلے ایک قطر

یعنی خط ایسا فرض کرتے ہیں جسکی ابتدا اُس نقطہ سے ہو جہاں سے طلوع آفتاب
 بروز اول خلقت آفتاب ہوا تھا کوئی مقام کیون نہوا اور یہی خط قطر اوس
 دائرہ کا ہے جو مدار گردش زمین کا بولا جاتا ہے اور اسی کو ہم خط استوا کہتے
 ہیں جو قطر دائرہ معدل النہار کا ہے اسی خط کا ایک نقطہ جو مماس دائرہ صفا
 ہے اور جس سے طلوع آفتاب بروز اول ہوا تھا مشرق ہے اور دوسرا
 نقطہ جو دوسرے طرف مماس دائرہ صفا ہے مغرب ہے پھر چونکہ یہ خط محدود ہے
 اسلئے کہ جس دائرہ کا یہ قطر ہے وہ بھی محدود ہے اسی کے نصف پر جو عمود
 قاطع ہم فرض کریں گے اور چار قائمہ بنایگا اور دائرہ نصف النہار کا قطر بھی
 ہوگا اور قطب شمالی یعنی ستارہ جدی کے قریب گزرے گا اسی قطر کے دونوں
 سرے جنوب اور شمال حقیقی ہوں گے اب یہ چاروں سمتیں جو قائم ہوئیں مغرب
 اور شمال حقیقی ہیں نہ اضافی اور چونکہ یہ دونوں خط اُس بعد میں فرض کئے ہیں
 جو ساکن ہے لہذا یہ چاروں سمتیں بدل بھی نہیں سکتی ہیں۔ اسی مغرب اور
 شمال حقیقی کو خیال کر کے حال کے فلاسفر رصد خانہ میں ملاحظہ کر کے قطب نما
 کی سوئی کو مغرب کی طرف مٹتے ہوئے خیال کر رہے ہیں اسلئے کہ اگر مغرب
 حقیقی اور شمال حقیقی کوئی نقطہ نہ ہو پھر قطب نما کی سوئی کا ہٹنا بطرف مغرب کے

اسکے کیا معنی اور محض مہمل یہ قول ہو جائے قرآن اور حدیث سے بھی
 مغرب حقیقی کا ثبوت جب ہم نے فلاسفہ کی تحقیق سے مغرب اور
 شمال حقیقی کا ثبوت بخوبی کر دیا اب ہم کو اپنے فلاسفہ آسمانی اور علماء الہی کے
 اقوال کا بھی ذکر کرنا ضرور ہے اسلئے کہ اصلی غرض تو ہماری یہی تھی کہ ہمارے
 کتب آسمانی کا فلسفہ وہی سچا ہے اور کبھی کوئی سچا فلسفہ اُسکو غلط نہیں
 کر سکتا ہے ابن کواجوڑ امو نہ بھٹ زبان دراز آدمی تھا ایک روز ہمارے
 امام ہمام عالم علم لدنی شہسوار کو کشف + امیر المومنین علی بن ابیطالب
 سے کہنے لگا قرآن میں خدا نے اکثر متناقض اقوال فرمائے ہیں منجملہ اُنکے ایک جگہ
 تو کہتا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا یعنی مشرق اور مغرب ایک ہے
 دوسری آیت میں رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ یعنی دو مشرق ہیں اور دو مغرب
 ہیں تیسری جگہ فرمایا ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ بہت سے مشرق اور بہت سے
 مغرب ہیں یہ تینوں قول کیونکر صحیح ہو سکتے ہیں جو باہم متناقض ہیں حضرت نے
 ارشاد فرمایا اے ابن کوا۔ دیکھ کہ یہ مشرق ہے یعنی پورب ہے اور یہ مغرب ہے
 یعنی پچم ہے اور مراد حضرت کی یہ ہے کہ عوام اور خواص بھی پچم اور پورب کو
 ایک ہی سمجھتے ہیں اور کبھی دو یا چار مشرق اور مغرب نہیں کہتے ہیں یعنی یہ مغرب

اور مشرق حقیقی نہیں بدلتا ہے۔ یہ تو ایک ہی مشرق ہے اور ایک ہی مغرب
 ہے۔ اب دو مشرق اور دو مغرب جو خدا نے فرمایا ہے پس جاڑ و بھاد
 اور ہے اور گرمیوں کا مشرق اور ہے مراد حضرت کی وہ دونوں نقطہ ہیں
 جو انقلاب شنوی اور انقلاب صیفی سے نام زد ہیں اور سال بہرین و روز
 ایسے ہوتے ہیں جسے پوری قدرت نمائی خدا کی ہوتی ہے۔ اور یہ جو خدا
 نے فرمایا کہ بہت سے مشرق اور بہت سے مغرب ہیں پس مغرب اور
 مشرق تین سو ساٹھ دن سال قمری کے ایسے ہیں کہ جس روز آفتاب کسی
 برج یعنی نقطہ سے طلوع کرتا ہے پھر دوسرے سال کے اسی روز اوس
 نقطہ پر آتا ہے لہذا بہت سے مغرب اور مشرق ہر روز نئے پیدا
 ہوتے ہیں کتنا ہوں جب ہمارا قرآن کتاب آسمانی اور حدیث اور
 اقوال فلسفی لوگوں کے سب ایک مغرب اور ایک مشرق کو ثابت کر رہے
 ہیں اور فلاسفہ قطب نما کی سوئی کو بطرف مغرب مٹتے جانا دیکھ رہے ہیں
 پھر اگر وہ مغرب حقیقی غیر اضافی اور غیر فرضی نہیں ہے تو
 کیونکر یہ اونکا قول درست ہو گا اب ہم سوال مندرجہ ص ۳۱۱ و ص ۳۱۲
 کتاب ہذا کے جواب میں کہتے ہیں کہ ان جناب مغرب کسی شہر کا نام تو نہیں ہے

اگر ایک مقام خاص کا نام ہے جس طرح قطب نما کی سوئی ہوتے ہوئے آپ کے
 فلاسفہ دیکھ رہے ہیں رہا یا جوج اور ماجوج کا قصہ اور اسکے نسبت جو تشنیع اپنے
 کی ہے اس کا جواب باب خاص میں دیا جائیگا ابھی ذرا اور سہرا جائے تک
 یہ حدیث احتجاج طبری رحمہ کی جو ہم نے جناب امیر سے لکھی تفسیر میں ہر سہ آیات
 قرآنی کے اسکے لطائف اور رموز مع اسرار آیات سہ گانہ قرآن کے عام
 اہل اسلام کی تقویت ایمان کے نظر سے بھی ہموں لکھنا ضرور ہے اور پہلے اسکے
 میں اپنی کم علمی کا اقرار کر لوں اس لیے کہ دونوں کلام میں اول تو کلام خدا ہے
 اور دوسرا کلام اوس عالم ربانی کا ہے جس کی نسبت یہ امر مسلم ہے کہ تخت
 کلام الخالق اور فوق کلام المخلوق ہے پہرین در ماندہ کوئی نادانی کیا اون
 دونوں کے اسرار بیان کر سکتا ہوں سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْتَنَا
 پہلی آیت میں جو خدا نے فرمایا کہ خدایا شرق اور مغرب کا اور رب اوں
 موجودات کا ہے جو درمیان مشرق اور مغرب کے ہیں اب ظاہر ہے
 کہ درمیانی چیزیں مشرق اور مغرب کی ضرور مفاثر مشرق اور مغرب کے
 ہونگی پہر اگر مشرق اور مغرب دونوں نقطہ ایسے فرض نکرین جو مشرق اور مغرب
 حقیقی ہوں درمیانی چیزیں ایسی جن پر مشرق اور مغرب نہ صادق آئے کیونکہ

درست ہوگا اس لیے کہ مشرق اور مغرب اضافی جو بہ نسبت طول بلد کے ہوتے
باب (۱۱) میں لکھا ہے کہ بارہ ہزار میل کے فاصلہ پر ہر جگہ کا نقطہ مشرق
یعینہ نقطہ مغرب ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ مشارق اور مغارب اضافی اس
آیت سے ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔ اس طرح رب المشرقین و رب المغربین
میں بھی چونکہ نقطہ انقلاب شتوی اور صیفی اکثر بلاد معمورہ میں تبدیل
فصلین کا سبب ہے یہ بھی و نحین دونوں مشرق اور مغرب پر دلالت
کرتا ہے جو بنظر عرض بلد اور میل کئی کے پیدا ہوتے ہیں اور مغرب اور مشرق
اضافی نہیں ہے اور نہ طول بلد کو ان میں دخل ہے بلکہ ہر درجہ طولی کا انقلاب
سرما اور گرما انھیں دونوں انقلاب میں سے قریب قریب ہو جاتا ہے۔
پھر جب ان دونوں آیتوں میں خدا نے مشرق اور مغرب اضافی بہ نسبت
طول بلد کے نفرمایا اسی وجہ سے آیت سو عمر رب المشارق و رب المشارق
کی تفسیر امام برحق نے جو فرمائی کہ عرض بلد کے اختلاف کے تین سو ساٹھ مشرق
اور مغرب ارشاد فرمائے کیسی مطابقت اس تفسیر کو ہر دو آیات سابقہ سے
ہو گئی اب خلاصہ تینوں آیات کا یہ ہے کہ ایک مشرق اور مغرب حقیقی تو
وہ ہے جہاں سے عرض بلد کی ابتدا ہے وہی دو نقطہ خط استوا کے دونوں

سر پر کہیں۔ دوسرے دو مشرق اور دو مغرب جو مہتابے عرض بلد
 شمالی اور جنوبی ہیں وہ بھی اصنافی نہیں ہیں انہیں دونوں کے درمیان میں
 جس قدر مدارات یومی ہیں وہ بھی مشرق اور مغرب اصنافی مثل مشارق طول
 بلد کے نہیں ہیں۔ پھر چونکہ مشرقین اور مغربین کے درمیان میں (۱۷۸) مشرق
 اور مغرب روزانہ بدلتے ہیں اور یہ سب بنام مغرب اور مشرق کے نام زد
 ہیں لہذا رب المشرقین کے بعد و ما بینہما ارشاد فرمایا اور رب المشارق
 کے ہمراہ ما بینہما کہنا تو کسی طرح مناسب ہی نہ تھا دوسرا نکتہ قرآن مجید
 میں دو مشرق اور دو مغرب اسی طرح بہت سے مشرق اور مغرب جو ارشاد
 فرمائے کوئی ایسا مشرق انہیں نہیں ہے جو کسی کی نسبت مشرق ہو اور کسی کی
 نسبت مغرب ہو بلکہ سب کے نزدیک جو مغرب ہے وہ مغرب ہے اور
 جو مشرق ہے وہ مشرق ہے لہذا پہلی آیت میں جو لفظ مشرق اور مغرب
 کی وارد ہے اوسکا بھی اسی طرح پر ہونا ضرور ہے کہ جسکے نزدیک مغرب
 جو ہے وہ مغرب رہے اور مشرق جو ہے وہ مشرق رہے اور یہ بات
 جب ہی ہو سکتی ہے کہ نقطہ مغرب اور مشرق دونوں غیر متحرک ہوں اور وہ
 مغرب غیر متحرک وہی نقطہ فضا کے آسمانی کا ہے جس جگہ پہلے روز آفتاب نے

غروب کیا ہے مغرب سے طلوع آفتاب کا ثبوت اور طریقہ سے
 جسکی تطبیق آیات قرانیہ سے ہوتی ہے جسقدر ثبوت ہمنے کیا حویں
 باب میں دیا ہے اور اسکی توضیح تتمہ میں کردی اوسکے علاوہ اب ہم یہ کہتے ہیں
 کہ سائل کا یہ اعتراض مندرجہ ص ۳۱۲ (اگر مراد فقط مدینہ کے مغرب
 سے شاید قیامت فقط انھیں لوگوں کے واسطے آئے گی) محض غلط ہے
 اسلیے کہ اگر فرض کریں کہ اوس روز طلوع آفتاب مدینہ ہی کے مغرب سے ہوگا
 جب بھی تو ایک ہی روز میں یعنی ۲۴ گھنٹہ میں تمام دنیا کے مغرب سے طلوع
 آفتاب کا ہو جائے گا (۱۸۰) روز کی کیا ضرورت ہے۔ اسلیے کہ جب مدینہ
 کے مغرب سے آفتاب نے طلوع کیا اسکی چند صورتیں قیاسی ہو سکتی ہیں اور
 جو صورت ہمارے قرآن اور حدیث میں بصراحت یا بالالتزام مذکور ہے
 اوسکو بھی ہم بیان کریں گے پہلی صورت مغرب مدینہ سے طلوع آفتاب کی یہ ہے
 کہ اوس دن مدینہ میں ادھر شام ہو کر آفتاب چھپا اور پھر فوراً اسی جگہ سے
 طلوع کر گیا اور اس صورت میں (جسکی نظیر اب بھی بعض مقامات زمین پر
 موجود ہے کہ وہاں رات بقدر ۴ منٹ خواہ دس منٹ کے ہوتی ہے دیکھو
 جغرافیاء کے کتب کو) آفتاب کی حرکت جو پورب سے پچھم کی طرف کی ہو نظر

آتی ہے ذاتی ہو خواہ زمین کی گردش سے ہو وہ حرکت بدل جائیگی اور اسکا
 ثبوت قرا مجید سے یہ ہے **وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ** یعنی جس دن آفتاب
 بازگردان کیا جائیگا ابن عباس کی تفسیر میں **تکویر** سے مراد **تغویر** ہے جسکے
 ایک معنی بازگردانیدن کے بھی ہیں اور جب آفتاب مدینہ کے مغرب
 سے پلٹا تمام دنیا میں ۲۴ گھنٹہ میں پلٹ جائیگا دوسری صورت یہ ہے
 کہ مدینہ میں رات گزرنے کے بعد جب صبح نمایاں ہو آفتاب مغرب سے
 نکلے اور اسکا واقع ہونا یوں ہو سکتا ہے کہ خدا چاند اور سورج دونوں کو یکجا
 کر دیگا اور باوجودیکہ چاند اور سورج یکجا ہونگے پھر بھی چاند میں گہن لگا ہوگا
 چنانچہ فرماتا ہے **وُخِيفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ** یعنی
 چاند کا خوف ہوگا اور سورج اور چاند یکجا کر دیے جائینگے۔ چاند گہن
 باوجود اجتماع شمس و قمر کے اس سبب سے ہوگا کہ آفتاب کی ضو بھی جاتی
 رہے گی جیسا کہ قتادہ کی تفسیر **إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ** کی ہی ہے اور ابو عبیدہ
 نکویر شمس کی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ آفتاب مثل عامہ کے لیٹا جائیگا لہذا
 اسکی روشنی جاتی رہیگی دیکھو صحاح جوہری یا صراح اللغت کو میں کہتا
 ہوں کہ تنیون معنی نکویر شمس کے اگر واقع ہوں تو کچھ بعید نہیں اسطرح کہ پہلے

یہ وقت غروب کے آفتاب اسی مغرب سے طلوع کریگا اور باز گردان ہوگا
 اور طلوع کے بعد پھر اتنا پھیلا جائے کہ مثل عامہ کے لیٹا جائے اور اسی حالت
 میں اس کا نور زائل ہو جائیگا تیسری صورت یہ ہے کہ جذب کو اکب
 سیارہ جس نسبت سے اب ہے اس کو خدا معدوم کر دے اس لیے کہ یہ
 نسبت جذب کو اکب کے باہم دیگر کسی برہان عقلی سے ضروری ثابت نہیں
 ہوئی ہے جس کا خلاف واقع ہونا محال ہو اور جب ہم نے آفتاب اور
 ماہتاب اور زمین سب کو مخلوق خدا مان لیا اور جمیع خواص مخلوقات اجسام
 اور اجرام کو جو خواص لازمہ سے نہیں ہے ممکن اعتقاد کر لیا پھر اس کے
 بدلنے پر خالق تعالیٰ کو عاجز نہیں کہہ سکتے ہیں خصوصاً قریب زمانہ قیامت
 کے جو زمانہ انتظام جدید کا ہے اور جس زمانہ میں یہ سارے انتظام کیا بلکہ
 سایر موجودات ارضی اور سماوی فنا ہوں گے ایسے زمانہ کا قیاس زمانہ
 موجودہ حال پر کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہمارے نبی برحق نے جو جو آثار اور
 علامات قیامت کے آنے کے ارشاد فرمائے ہیں اور ضرور ان کی پیشین
 گوئی سچی ہے انرا بخلہ ایک نشانی تقارب ایام اور چھوٹے ہونے زمانہ
 کے بھی ہے صحیح ترمذی میں ان سے اور صحیح مسلم میں روایت ابو ہریرہ سے

کہ قیامت قائم نہو گی جب تک زمانہ قریب قریب نہو جائے اور وقت کا سال
 برابر ایک مہینہ کے ہوگا اور مہینہ مثل جمعہ کے یعنی برابر ایک ہفتہ کے ہوگا
 اور ہفتہ برابر ایک دن کے ہوگا اور ایک دن برابر ایک گھنٹہ کے ہوگا اور
 گھنٹہ برابر اوس مقدار زمانہ کے ہوگا جس میں آگ کا شعلہ اٹھتا ہے اور فرو
 ہو جاتا ہے میں کہتا ہوں یہ حدیث پوری دلالت کرتی ہے کہ نسبت
 حسابی جو سال اور ماہ اور یوم کی ہے محفوظ نہ رہیگی اس لیے کہ جو سال برابر ایک
 ماہ کے ہو پس بارہواں حصہ کے برابر ہوگا اگر یہی نسبت محفوظ رہے پس مہینہ
 برابر اڑھائی روز کے ہوتا مگر حدیث میں مہینہ برابر سات روز کے ہے جو
 قریب چارم کے ہوتا ہے اور ہفتہ برابر ایک دن کے ہونا ساتویں حصہ کے
 نسبت ہے۔ اب یہ تشویش نسبت ضرور ہو کہ ہدایت کرتی ہے کہ نظام
 نسبت کا محفوظ رہنا خدا کو اپنی قدرت نمائی میں مجبور نہیں کرتا ہے پس
 کسی دہریہ کو اضطراب نسبت مذکورہ حدیث پر اعتراض کرنا بچا ہے اس لیے کہ
 حفظ نسبت کوئی امر ضروری نہیں ہے یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ
 سال کا برابر ایک ماہ کے ہونا یا تو مراد اوس سے ہی ہے کہ سچ مچ یہی
 مقدار سال کی ہوگی چنانچہ آج بھی کواکب سیارات کے دن اور ماہ سال

تاویل حدیث کو ضرور دیکھو

علماء ہیئت کے نزدیک مختلف زیادتی اور کمی بین بین رطل کا ایک دن
 برابر ۱۵ سال کے ہے پھر اوسکا ہفتہ برابر ایک سو پانچ برس کے اور اوسکا
 مہینہ برابر ۳۰ ہزار ایک سو چاس برس کے اور اوسکا سال برابر چھ لاکھ
 ۳۹ ہزار چار سو برس کے ہوا۔ قرینخ کا سال ایک برس اور دس مہینہ کا
 ہے دیکھو تاریخ الحکما ص ۴۴۲ اور ص ۴۴۳ کو عطار د کا سال ۸۸ دن کا۔
 اور دور کیوں جاو اسی زمین پر بعض مقامات جیسے ارض تسعین (یعنی جو مقام)
 خط استوا سے ۹۰ درجہ شمال یا جنوب پر واقع ہے) وہاں کا ایک دن
 برابر چھ مہینہ کے ہے پس ایک مہینہ وہاں کا برابر ایک سو اتنی مہینہ کے
 ہوا یعنی ایک ماہ برابر ۱۵ برس کے اور ایک سال برابر ایک سو اتنی برس
 کے ہوگا اسی طرح اور مقامات پر زمین کے وہاں کے دن اور مہینہ اور سال
 مختلف تعداد کے ہیں پھر کیا تعجب ہے اگر قرآن مجید میں قیامت کے
 دن کی تعداد کسی جگہ ہزار برس کی اور کسی جگہ پچاس ہزار برس کی وارد ہوئی
 اسلیے کہ جب دن سے مراد یہی ہے کہ آفتاب جیتک نظر آئے اور یہ
 حالت آج بھی سیارات کی آبادی مخلوقات کے نسبت مختلف ہے بلکہ
 خاص زمین کے رہنے والوں کے نسبت بھی طرح طرح پر ہے پس برزق قیامت

دفع ثانی مقدار روز
 قیامت کا قرآن مجید

بعد حساب و کتاب جن لوگوں کا داخلہ بہشت یا دوزخ میں حسب قدر آگے پیچھے
 ہوگا اسی قدر اونکو آفتاب کے سامنے کی کمی بیشی ہوگی اسلیئے کہ بعد دخول
 بہشت کے (لَا يَنْوَنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا) نہ وہ لوگ
 بہشت میں آفتاب کو دیکھیں گے اور نہ چاند اونکو دکھائی دیگا۔ زمہریر کے
 معنی قر کے بھی صاحب قاموس نے لکھے ہیں دوسرے معنی جھوٹے
 زمانہ کے یہ ہیں کہ دنیا کے اکثر نرن و مرد ایسے خواب غفلت میں پڑیں گے
 اور ایسی جہالت اور نااہلی اونکو ہوگی اور ایسے بھول اپنے ایام زندگی کے
 اوقات بیہودہ گزارنے میں اونکو ہوگی کہ سال بہر کا زمانہ اونکو اتنا کم معلوم
 ہوگا جیسے ایک ماہ کا زمانہ اور مہینہ بھر کو بجائے ایک ہفتہ کے سمجھیں گے
 وہ کذا و صدق رسول اللہ صلیعہم اہم اپنی ذات خاص کی غفلت اور جہالت
 اور انہماک امور لا طائلہ میں آج کل ایسی ہی پاتے ہیں کہ مثلاً ہمارے
 مذہبی ایام جیسے ماہ رمضان اور عشرہ محرم خواہ عید الفطر اور عید الفصح
 اونکے نسبت ہمکو ہمیشہ یہی خیال رہتا ہے کہ کیسے جلدی جلدی ان ایام کا
 دورہ ہوتا ہے اور اپنے اکثر اسلامی بھائیوں سے بھی ہم نے یہی سنا
 ہے کہ روزے ماہ رمضان کے کیسے جلد جلد اب آتے ہیں خواہ دس دن

مذہبی خیالات

مذہبی خیالات

محرم کے کیسے جلد گزر جاتے ہیں۔ بلکہ ماہ رمضان کا ایسا متبرک مہینہ ہے کہ
 روزہ دار مہمان خدا ہوتا ہے اور سکے جلد گزر جانے کی نسبت ہم نے یہ مثل
 بنائی ہے کہ دہ روان دہ روان دہ پڑان اور یہ تو پورا عقیدہ ہم سب کا ہے
 کہ ادھر اونیسویں شب ضربت جو پہلی شب قدر ہے آئی اور ماہ رمضان گویا
 ختم ہو گیا سچرل صاحب مجھے معذور رکھیگا یہ چند سطور میں نے اپنے
 اور اپنے اسلامی بھائیوں کے حال زار پر رونے میں لکھیں ہیں آپ سے
 انکو کچھ تعلق نہیں ہے آپ کے نزدیک تو ماہ رمضان کوئی چیز ہی نہیں آپ تو
 بقول مشہور جیسے سوکھے ساون ویسے ہرے بھادون۔ کسی عالم محمدی کے
 ایک شخص نے مسئلہ پوچھا یا حضرت ماہ رمضان میں شراب پینی کیسی عالم نے
 جواب دیا کہ جیسے شوال میں۔ مطلب اس عالم کا یہ ہے کہ جب آدمی گناہ
 کبیرہ شرابخواری پر آمادہ ہوا اور خدا کا خوف یا اور عقلی خرابیاں جو شرابخواری
 سے ہوتی ہیں (اور ہم بھی لکھینگے) اونکی پروا نہ کی پھر اسکو حرمت ماہ رمضان کا
 کیا خوف ہو سکتا ہے اور خصوصاً بقول شاعرے

گر یار محرابائے تو پھر کیوں نہ پیجئے ۱۰۰ نماز نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں
 اسی پر تو جل رہیں کر شیخ ناسخ نے قطعہ بند چندا شعار لکھے ہیں جسکا آخری شعر یہ ہے

پر امتحان بغیر توبہ آپکا غلام ۛ قائل نہیں حضور کسی شیخ و شاب کا
 توبہ توبہ میں کہاں سے کہاں ہو چاہا ہاں جناب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو
 اقتراب زمانہ کے قریب قیامت خبر دی ہے وہ پیشین گوئی ہمارے
 نسبت نہایت سچی ہے خداوند اپنے نبی کی امت مرحومہ کو اس غفلت
 اور خود رفتگی سے نکال دے بحق محمد و آلہ المعصومین۔ مارا بگزار
 نیچریان را بکیر چو تخی صورت آفتاب کے مغرب سے نکلنے
 کی یہ ہے اور یہی صورت غالباً واقع ہوگی والعلم عند اللہ کہ مراد مغرب
 سے مکہ معظمہ کا مغرب ہوا اور مکہ معظمہ کے مغرب کو مغرب حقیقی اس نظر
 سے ہم کہتے ہیں کہ ہم کو اپنی الہامی کتابوں سے بخوبی ثابت ہے کہ مکہ معظمہ
 ناف زمین اور قبة الارض ہے اگرچہ بسبب کروی شکل ہونے زمین
 کے ہر ایک شہر اور قصبہ قبة الارض ہو سکتا ہے مگر چونکہ مکہ معظمہ دین
 اسلام کے ہادی اور ماہنامے برحق کی واسطے قبلہ مقرر ہوا ہے اور پہلی
 جگہ جو زمین پر تبرک خدا نے قرار دی ہے یہی مقدس جگہ ہے لہذا اہم
 لوگ اہل اسلام بلکہ تمامی خلایق اگر مسلمان ہو جائے چنانچہ بعد ظہور ہمارے
 امام برحق کے ایسا ہی ہوگا کہ سوائے مسلمان کے کوئی مذہب الازمین پر نہ ہوگا۔

پس یہاں مغرب تک معطلہ کا بچلہ ہزاروں منار ب باقبار طول بلد کے اپنا
 مغرب سمجھنا کچھ دور از قیاس نہیں ہے یہ امور فرضی اور بیانیہ ہیں کچھ ہمیشہ
 ہر قوم اور قبیلہ اور ملت اور مذہب کے لوگ اپنے اپنے اغراض خاصہ
 کی نظر سے انکو فرض کیا کرتے ہیں خیال کیجئے کہ بطليموس کی جغرافیاء و
 حساب سے طول بلد کی ابتدا جزائر خالدات سے شمار کیجاتی تھی بپورپ
 کی جغرافیاء و کتابوں میں طول بلد اور یہی حکمہ سے شمار کیا جاتا ہے حالانکہ
 دونوں حساب محض فرضی ہیں بشرطیکہ زمین کروئی شکل ہو اور حرکت بھی کرتی ہو
باب چودھواں شوق القمر کے معجزہ پر دوسرے طرح کا ثبوت
 ہم نے باب تیرھویں میں جو کچھ شوق القمر کے معجزہ پر لکھا ہے وہ متعلق اس
 معجزہ شوق القمر کے تھا جو شب چہارہ دم میں پورا چاند ہمارے نبی صلم نے
 حسب درخواست ابوہل اور ایک یہودی کے دکھلایا تھا اور یہی روایت
 زیادہ مشہور بلکہ متواتر ہے۔ مگر ہم نے شوق القمر کے اس معجزہ پر (جو دنکو
 بموجب درخواست حبیب بن مالک حضرت نے دکھلایا ہے) ابھی بحث
 نہیں کی ہے اور جو جو شبہات اس روایت پر عقلی وارد ہوتے ہیں انکے
 جوابات اب ہم اس باب میں لکھ کر پھر ایک باب میں تصحیح روایات اور نقلی

بحث اسی معجزہ پر ہم باب آئندہ میں کرینگے انشاء اللہ جس سے پورا ثبوت
ہوتا کہ شق القمر کا معجزہ دو مرتبہ ہوا ہے ایک مرتبہ دن کو اور ایک مرتبہ رات کو
دن کے شق القمر کی روایت میں امور مندرجہ ذیل بطور معجزہ کے حضور سنے
دکھلائے (۱) دن دوپہر کو مثل شب تار کے سیاہ کر دینا (۲) چاند کا خانہ
کعبہ کی چھت پر اوتر کر ٹھہرنا (۳) باوجودیکہ آفتاب کا سامنا چاند سے نہ رہا
پھر چاند کا روشن رہنا (۴) چاند کا خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف
کرنا (۵) پھر حضور کے روبرو حاضر ہو کر آپ کی رسالت پر گواہی دینی (۶) پھر
حضور کی آستین دست راست میں داخل ہو کر بائیں آستین سے نکل جانا (۷)
پھر ہوا میں بلند ہو کر دو ٹکڑے ہو کر ایک پورب اور ایک کچھم کو سپلے جانا
(۸) پھر یکم حضور دو ٹکڑوں کا ملکر اپنی جگہ آسمانی پر پہنچ جانا اس روایت پر
آٹھ شبہ وارد ہوتے ہیں جنکو ہم جدا جدا لکھ کر دہاتے ہیں۔ پہلے تو ہم کو
یہ بات لکھنی ضرور ہے کہ شق القمر کا واقع ہونا سیر محمدی و اسٹنگر صاحب
کی ص ۵۹ اور کتاب مسمیٰ انریل ورلڈ (عالم ہوا) سے بھی ثابت ہوتا
ہے اگرچہ کتاب عالم ہوا میں اسکو (ماک مون) یعنی ماہ کا ذب لکھا ہے
مگر اصل واقعہ سے انکار نہیں کیا ہے پھر جب تاریخ علمی اور تاریخ مذہبی دونوں

اثبات واقعہ کا ہو چکا اب شبہات کا دفع کرنا باقی رہا پہلا شبہ
 دن دوپہر کو شب تار کر دینا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جو قابل اعتراض ہو
 اس لیے کہ سیاہ آندھل اور سیاہ ابر وغیرہ ایسے ہمیشہ ہوا کرتے ہیں جس سے
 تاریکی دیکھو ہو جاتی ہے دوسرا شبہ چاند کا کعبہ کی چھت پر اوتر کر
 ٹھہرنا چونکہ قطر چاند کا (۲۱۸۰) میل کا ہے لہذا اس کی مقدار اتنی بڑی ہے
 کہ مکہ معظمہ کی چھت کا تو کیا ذکر ہے اگر زمین پر اوتر آئے تہائی زمین سے
 زیادہ چھپ جائے اور (۱۰۹۰) میل آبادی ہر طرف مکہ معظمہ کے دیکر
 مسما رہو جائے اس لیے کہ مادہ قمر بھی وہی مادہ زمین کا ہے پھر قمر کا بوجھ
 زمین کے ثلث وزن سے کم ہو گا جس کو خانہ کعبہ کی چھت کسی قاعدہ جبر ثقیل سے
 سنبھال نہیں سکتی ہے بلکہ زمین بھی قمر کے بوجھ سے اپنی جگہ سے ہٹ جاتی
 جس کے ہٹنے سے مرکز عالم ہٹ کر تمام اجرام علوی اور سفلی سب درہم برہم
 ہو جاتے بموجب رائے فلاسفہ قدیم کے اور فلاسفہ جدید سے بھی نزول
 عظیم تمام کرہ زمین پر ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر چاند بھی زمین پر نہیں اوترا
 جو اب اس شبہ کی بنیاد و اصول فلسفی پر ہے اولاً چاند کا مادہ بھاری
 مثل مادہ زمین کے ہونا دوسرے چاند کا جسم مجوف یعنی اندر سے خالی ہونا

بلکہ ٹھوس ہونا اور یہ دونوں باتیں کوئی فلسفی کسی دلیل سے آجتک ثابت
 نہ کر سکا اور نہ کر سکیگا۔ عام خیال میں چونکہ یہ بات جی ہوئی ہے کہ چاند
 بھاری جسم ہے اسکا بوجھ خانہ کعبہ کی چیت کیونکر سنبھال سکتی ہے۔
 اب ہم پہلے تو یہی کہتے ہیں کہ چاندین قرین مثل زمین کے نہیں ہے اور اگر ہی
 تو اسکا جسم اندر سے خالی ہے اب جب تک اسکا ٹھوس ہونا ثابت
 نہ ہو ہم چاند کو اندر سے خالی فرض کریں گے پھر علم تقسیم کے ذریعہ سے طاقت
 بشری حسب قدر کامیابی باریک اجسام کے بنانے میں حاصل کر چکی ہے اور جسے
 صناعتی آدمی کر چکا اسکو دکھلا کر ہم صانع حقیقی تعالیٰ شانہ کی صنع بچوں پر
 ایکو متنبہ کریں گے ہر مثل صاحب کی دو بین میں چالیس میل کا لانا تار ساڑھے
 تین ماشہ چاندی کا لگایا گیا تھا (دیکھو تاریخ علمی) اور اگرہ کالج کالیکچر طبیعیات
 اب ہم فرض کرتے ہیں کہ چاند کا مادہ بھی چاندی کا ہے تو وہی کار گیر جس نے
 ۴۰ میل کا لانا تار ۳۰ ماشہ کا بنایا ہے اگر قطر قمر یعنی (۲۱۸۰) میل کا
 لانا بناتا تو پندرہ تولہ پونے گیارہ ماشہ چاندی کا تار (۲۱۸۰) میل کا
 لانا بناتا تھا اور ۴۹ تولہ ساڑھے گیارہ ماشہ چاندی کا تار یعنی قریب
 اڑھائی پانچ چاندی کا تار برابر محیط قمر کے بناتا تھا پھر اسی دبازت کا اگر قطر

بنایا جائے اور اسکی سطحی پیمائش چونکہ مساوی قطر کردہ مضروب محیط کردہ کے ہوتی
 اور قطر کا وزن مضروب وزن محیط اسوقت برابر ۴ سیر اور اڑھائی پاؤ کے
 ہوتا ہے جیسا کہ محاسب پر مخفی نہوگا اور جسکا جی چاہے جانچ لے لیجیے حضور
 چاند کے برابر مجوف کرہ آدمی بنا سکتا ہے اتنا ہلکا جسکا بوجھ پونے سات سیر
 بھی نہوگا اگر خداے برحق نے اسی کاریگر کے برابر چاند کو مجوف بنایا ہو تو اسقدر
 بوجھ اور وزن چاند کا ہوگا اب کعبہ کی چھت کا پونے سات سیر کے بوجھ سے
 ٹوٹنا یا زمین کا اپنی جگہ سے دب کر ہٹ جانا کیونکر لازم آگیا بلکہ چاند اور تر بھی
 آیا اور نہ کعبہ کی چھت ٹوٹی اور نہ زمین سر کی نہ قیامت آئی اور سب کچھ ہو گیا۔
 یہ تو پونے سات سیر ہے اگر پونے سات من بلکہ سو من کا وزنی کرہ قمر مجوف
 ہوتا جب بھی کعبہ کی چھت نہ ٹوٹی زمین کا سرک جانا کیسا لیجیے حضور اب فرمائیے
 سنسنے کی بات نہیں ہے جیسا سوال و لیا ہی جواب ہے پھر ذرا جبر ثقیل کے
 اصول پر بھی ہم نظر کریں اور جسکی پوری دھمکی آپ ہلکودے رہے ہیں اور سکو بھی
 ہم دکھلائیں وزن کی کمی بیشی نقطہ تماس اور رگڑ کے چھوٹے بڑے ہونے سے
 ہوتی ہے یعنی دو جسم کے ملنے کی جگہ جسقدر کم ہوتی ہے اسی قدر جذب
 ایک جسم کا دوسرے جسم کو کم ہوتا ہے۔ پھر چونکہ حکیم ثاوذو ثیوس نے

نامکرم سلف
 زکریا مبین

کتاب الاکرین ثابت کر دیا ہے کہ دو کرہ آپس میں ایک نقطہ پر ملاقات کرتے
 ہیں یہی نقطہ تماس کہلاتا ہے۔ اسی قاعدہ برہانی اور ہندسے پر بنا کر کے
 ہم نے تجربہ کیا تو کچی شرک پر جو گاڑی خواہ ٹمٹم چلائے اور ۷۸ من اوسکا
 وزن تھا ایک من کی طاقت سے گھوڑا یا بیل یاوظانی انجن نے اوسکو کیسٹنج
 لیا اور ریلوی شرک آہنی پر چونکہ پیچہ اور شرک آہنی کے سختے برابر سے (۳۸۰)
 من کا بوجھ ایک من کا رہ جاتا ہے۔ یہ تو (لیور) یعنی گول احسام کے فوائد
 اصول جبر ثقیل سے ثابت ہیں اور ڈنڈا خواہ ٹیکن کا فائدہ یہ ہے ارشمیدس نے
 دعوی کیا ہے کہ وہ اپنی طاقت سے تنہا زمین کو اوٹھا کر دوسری جگہ کھیتا
 اور اس دعوی کو برہانی دلائل سے اوسنے بھی ثابت کر دیا ہے دیکھو تاریخ
 علمی کے کتب کو پھر چونکہ جرم قمر بھی کرومی شکل کا ہے اوسکی ملاقات اور محاسن
 یعنی ملنا خانہ کعبہ کی چھت سے اتنا زیادہ نہ تھا جیسا کوئی جسم مکعب کسی
 سطح مستوی سے ملتا ہے لہذا اگر سو من کا بوجھ بھی کرہ مجوفہ قمر کا فرض کریں تو
 بقاعدہ اربعہ متناسبہ یہ وزن ہوتا ہے ۷۸ : ۱ : ۱۰۰ = ۷۸ : ۱ : ۷۸
 یعنی ایک من گیارہ سیر اور ۶ چٹانگ اور اگر وہی چھ سیر اڑھائی پاؤں جو ہم نے
 ثابت کیا ہے فرض رہے پھر تو ۱۴۷ تولہ آٹھ ماشہ کسرے زائد کا بوجھ

خانہ کعبہ کی چیت پر پڑا تھا اب آپکا جاہلانہ شور اور غل جبر تقیل کے اصول پر
 وہ بھی سب باطل ہو گیا نہ کعبہ کی چیت ٹوٹی نہ زمین اپنی جگہ سے ہٹی نہ قیامت
 آئی اور چاند اوتر آیا **اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا شَاحِدِينَ**
 اب رہی یہ بات کہ مکہ معظمہ سے چاروں مکہ معظمہ سے ہر طرف ایک ہزار
 (۹۰) میل آبادی مسمار ہو جاتی یہ دشواری اس وقت ہوتی کہ چاند اپنی پوری
 جسامت سے اوترتا ایسا نہیں ہوا بلکہ ہمارے خدا نے چاند کے کرہ مجوفہ کو
 سمیٹ کر چھوٹا کر دیا تھا اور کس قدر چھوٹا کر دیا تھا جسکو ہم چھٹھے شہد کے
 جواب میں لکھینگے انشاء اللہ اب فرض کرو کہ چاند کا جسم اندر سے خالی
 نہیں ہے بلکہ ٹھوس اور بھر تو ہے جیسے زمین اور اسی خیال خام سے بڑا
 غل اور شور مچایا جاتا ہے اور قیامت برپا کر نیک عقیدہ کیا جاتا ہے
 یہ خیال بھی محض عامیاناہ اور جاہلانہ ہے اسلیے کہ طبیعیات جدیدہ اور قدیمہ
 دونوں کے اصول سے ہر جسم کے خواص میں سے انضغاط یعنی سمٹنا بھی
 ہے سیال اجسام میں کم اور غیر سیال متخلخل اور پیلے اجسام میں زیادہ اور
 سخت اجسام میں کمتر مگر آجتک کوئی حد اسکی مقرر نہیں ہے کہ انتہا سے
 انضغاط ہر جسم کی کس قدر ہے بلکہ جیسا زور دار پریس (دبانے کی کل) ہو

مطالعہ

جبرانی کتب خانہ
 لاہور

اوس قدر جسم زیادہ سمٹ کر چھوٹا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ روئی کا گٹھ ساڑھے
 تین من کا اوسکو ہم ایک فیٹ مکعب بنا سکتے ہیں بلکہ اوس سے بھی چھوٹا
 ایک انچ مکعب کا چاند کا جسم اگر ٹھوس بھی فرض کیا جائے تو ہم کو اسکا ثبوت
 ملنا چاہیے کہ آیا نرم اور پلا مثل روئی کے ہے یا مثل ہوا کے یا مثل نور
 کے جسمین ہم چند خواص جسمانی پاتے ہیں گو فلاسفہ کو ابھی کوئی ترازو نور کے
 وزن کرنیکی نہیں ملی مگر بطرح پچھلے فلاسفہ ہوا میں وزن کو نہیں مانتے تھے
 اور اب ہوا کا وزن بخوبی معلوم ہو گیا اور مبتدی لڑکا بھی ہر ایک اسکوتر
 انچھ (مربع انچھ) پر ۱۵ پونڈ ہوا کا وزن جانتا ہے پس کیا عجب ہے کہ
 آئندہ ہم کو نور اور سیال کرباے اور برقی اور مقناطیسی کا بھی وزن معلوم
 ہو جائے یہ بھی معلوم رہے کہ مادہ کے خواص عامہ سے اور نہ جسم کے
 خواص عامہ سے وزن کو شمار کیا ہے فلسفہ جدیدہ میں اور قدیم فلاسفہ افلاک
 اور موجودات آسمانی کو اجرام کہتے تھے۔ پھر جب بعض مواد مثل نور اور
 سیال کربائی وغیرہ کے ایسے ہیں کہ بعض فلاسفہ اونکو ناقابل الوزن مانتے
 ہیں اور محققین کہتے ہیں کہ ابھی ہم کو انکے وزن کرنیکا کوئی ذریعہ نہیں ہم چھوٹا
 ہے پھر جو مقرر کا وزنی اور بھاری ہونا سوائے تو ہم فاسد کے اور کیا ہے

لہذا یہ شبہ محض جہالت کی راہ سے تیسرا شبہ باوجود کیا آفتاب
 کا سامنا نہ تھا اور پھر چاند ویسا ہی روشن رہا حالانکہ چاند کی روشنی آفتاب
 کے نور سے بقدر محاذات کے ہوتی ہے جو اب اگر میں اس وقت انکار
 کروں کہ نہیں چاند کی روشنی آفتاب سے ماخوذ نہیں ہے اس لیے کہ کوئی دلیل
 عقلی اس پر قائم نہیں ہے کہ چاند کی روشنی آفتاب سے ماخوذ ہے بلکہ بطرح
 اور مسائل علم ہیئت موموہ اور متخیلہ ہیں یہ مسئلہ بھی ویسا ہی ہے ہاں خالق
 عالم نے چاند کی روشنی اسی حساب سے رکھی ہے کہ جب قدر چاند کو آفتاب
 سے محاذات رہتی ہے اسی قدر چاند روشن ہوتا ہے مگر یہ روشنی خدا داد ہے
 مثل اور ستاروں کی روشنی کے تو ضرور کل ناظرین کتاب ہذا مجھے منہس پڑے
 اور مجھے منکر بدیہی اور سوفسطائے کہینگے مگر میں امید کرتا ہوں کہ بطرح جدید
 تحقیقات سے اب ثابت ہو گیا کہ آفتاب کے گرد نور کا تعلق پہلا ہوا ہے
 اور خود آفتاب بھی جسم نورانی نہیں ہے اور سبطرح شاید میرے اس خیال کے بھی
 آئندہ زمانہ میں کچھ اصلیت ظاہر ہوگی آج میں اسی قدر کہتا ہوں کہ نور اور
 حرارت دو چیزیں ہوں یا ایک ہی چیز ہے اس مسئلہ میں ابھی کوئی امر محقق نہیں
 ہوا۔ ہاں آفتاب کا نور ضرور گرمی اور حرارت رکھتا ہے تاہم انکے آتش شیشے

آگ لگانی جاتی ہے اور وہی نور جب ماہتاب کو روشن کرتا ہے اور اسکی حرارت
 جاتی رہتی ہے اور چاندنی سرد پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ گہرا شیشہ جو دھوپ
 کے سامنے کرنے سے دھات پگھلانے میں کارآمد ہے اور وہی زاویہ
 حادثہ شیشہ کا جسکی دال میں نور آفتاب سمٹ کر تغیر آج پیدا ہوتی ہے
 چاند کے سامنے بار بار کھا گیا اور ایک درجہ حرارت کا منجملہ درجات تھرا
 کے پیدا ہوا اس تجربہ یقینی کا تو کھلا ہوا نتیجہ ہی ہے کہ آفتاب کا نور چاند کا
 روشنی دینے والا نہیں ہے اسلئے کہ آفتاب کا نور جس چیز پر پڑتا ہے اور
 اسکا عکس پھر دوسری چیز پر پڑتا ہے اور زمین بھی حرارت ضرور ہوتی ہے
 اور یہی اسکا نیچر ہے۔ اب فلاسفہ کی عقل حکیمانی اور نیچر بلکہ گیارہ سال
 حسابات کسوت اور خسوف اور محاق اور ہلال اور بدھ پٹی قمر کی جو منہی اسی
 مسئلہ پر تھے کہ نور قمر مستفاد نور آفتاب سے ہے برہم ہونے لگے اور باوجود
 انکو اپنے علوم یقینی ہونیکا دعویٰ اور غرور ہے مگر ایسے ہی مقامات پر پوری
 عاجزی انکو بھی کرنی پڑتی ہے چنانچہ کہتے ہیں ولعل فی القمص الذی
 مصدره الاصلی الشمس قد انفصل عن المحل الاصلی قوع
 الشمس على مادة الاش مية تحيط بالقمر وعد من نفوذ

قمر کی بدھ پٹی
 قمر کی بدھ پٹی

حواس نقصانیہ تشریحہ شاید چاند کا نور جبکہ مصلیٰ قنابہر اول
 گرمی جدا ہونیکا سبب یہ ہو (واحد اعلم) کہ چاند کے گرد ایک مادہ اثریہ
 بھرا ہوا ہے اس مادہ میں ہو کر آفتاب کا نور چاند میں پہنچتا ہے اور مادہ
 اثریہ کا خاصہ ہے کہ حرارت کو نفوذ کرنے سے منع کرتا ہے لہذا چاندنی
 میں حرارت نہیں رہتی ہے میں کہتا ہوں جتنے اجسام شفاف ایسے
 ہیں کہ زمین ہر قسم کی حرارت نفوذ کر کے وار پار ہو جاتی ہے اور نکو و اثریہ
 کہتے ہیں اور جو اجسام شفاف ایسے ہیں کہ انہیں نفوذ حرارت نہیں ہوتا اور
 انکو اثریہ کہتے ہیں۔ پانی اور زجاج یعنی کنج یہ چونکہ مانع نفوذ حرارت ہیں
 لہذا انکو اثریہ کہتے ہیں۔ اب مطلب اس تاویل کا یہ ہوا کہ شاید چاند کے گرد
 کوئی دریا بھرا ہوا ہے یا کنج کا پہاڑ ڈھلا ہوا چاند کو اشیاء میں لیے ہوئے آفتاب
 آفتاب کی گرمی سے بچاتا ہے واہ واہ برین عقل و دانش باید گریست
 یا تو یہ دعویٰ تھا کہ چاند پرندی نالہ پہاڑ اور جنگل سب ہم نے دیکھ لیے اور
 یا ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ چاند کے گرد کونسا مادہ ہے جو دھوپ
 کی گرمی کو روکے ہوئے ہے۔ ہمارے نبی صلعم نے جب چاند سے ہلال
 بنجانے کا سبب اصلی نہ بیان فرمایا بلکہ جو ہمارے اغراض دینی و دنیوی کی

مفید بات چاند سے ہلال بننے میں تھی یعنی اوقات ماہوار اور روزانہ معلوم
 کرنے کی واسطے چاند سے ہلال خدا بناتا ہے اسی کو بیان فرمایا اوس پر توان
 نیچر یون کی تہنہ زنی کس قدر ہوئی تھی ورا ب دیکھیے کہ آفتاب سے چاند کا
 نورانی ہونا اسی کا بھی پورا ثبوت نہیں ہوا ہے پھر ہلال و ربدر ہو جائیگی
 اصلیت کو کون جان سکتا ہے تمہید کے بعد اب جواب اصل شبہ کا
 یہ ہوا کہ پہلے تو یہی ثابت کرنا تعلق لازم ہے کہ نور قمر آفتاب سے پیدا ہوتا ہے
 اس لیے کہ آفتاب کا نور گرم ہے اور چاند کا نور ٹھنڈا ہے اور اوس کے بعد
 اس کا ثبوت آپ کو دینا لازم ہے کہ خدا کو یہ قدرت نہیں ہے کہ چاند کو علاوہ نور
 آفتاب کے اپنے قدرتی نور سے تھوڑی دیر کی واسطے روشن کر دے جس نور
 سے تمام ستارے جگمگا رہے ہیں اور بدون اثبات ان دونوں مور کے آپکا
 شبہ محض لغو ہے دوسرا جواب اگر یہ بھی ہم مان لیں اور بدون دلیل عقلی کے
 تسلیم کر لیں کہ نور قمر آفتاب کے نور سے حاصل ہوتا ہے اور برخلاف اور
 کو اکب سیارہ اور ثوابت کے چاند ہی کو جسم کشف اور مظلم خیال کریں اور جو
 آیات کتب آسمانی میں چاند کے جسم بزرگ نورانی کے وارد ہیں اوس کو نفوذ
 باشد غلط ہی تصور کریں تو یہ بات اوس وقت تک ضرور مسلم ہو سکتی ہے کہ

جیتک چاند کا جسم اتنا بڑا رہے جس کا قطر (۲۱۸۰) میل کا ہے اور جب وہی چاند اتنا چھوٹا کر دیا جائے کہ خانہ کعبہ کی چھت پر اوتر آئے بلکہ آستین میں حضرت کی سما جائے اور وقت چاند کے جہان اور سب خواص میں ملے تھے اس کا سبب ضیا آفتاب سے ہونا کیون باقی رہے گا یا دوسرے ضروری معزز ناظرین کو پھر یاد دلاتا ہوں کہ ہم لوگ خدا پرست اور دہریہ نچر یون میں ہی بڑا فرق ہے کہ جو چیز کسی چیز کے بعد حادث ہوتی ہے مثلاً حرارت سے جسم کا بڑھنا اور برودت سے گھٹنا خواہ آفتاب کے سامنے جس قدر جسم فہر ہو اس کا روشن ہونا اس کو دہریہ اور نچر یہ سب اصلی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حرارت نہ ہو تو جسم ہرگز نہ بڑھ سکا خواہ آفتاب کا سامنا نہ ہو چاند کبھی روشن نہ ہو گا اور ہم لوگ خدا پرست یون کہتے ہیں کہ سبب اصلی حرارت جسم کے ٹھننے کی نہیں ہے بلکہ سبب عادی ہے چنانچہ پانی کا جوش برودت سے ہم نے ص ۲۲۵ کتاب ہذا میں ثابت کر دیا پس جس قدر شبہات ان لوگوں کو ہوتے ہیں ان کو سبب بھی غلط فہمی ہے کہ سبب عادی کو سبب اصلی قرار دیتے ہیں جس کے خلاف ہونا محال ہے چوتھا شبہ چاند کا خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا چاند کوئی

جاندار چیز نہیں ہے جو بخود حرکت کرے اور جو حرکت چاند میں ہے وہ جذب
 شمسی یا ارضی کی وجہ سے ہے جواب اسکا ص ۲۱۸ سے ص ۲۲۰
 کتاب ہذا میں دیکھو کہ بیجان گیارہ میں خود بخود حرکت خدا نے پیدا کی ہے
 پانچواں شبہ حضور کی رسالت پر گواہی دینی یہ تو شجر اور حجر اور سنگریزہ
 اور حجر اسود وغیرہ کا گواہی دینا یہ سب ہمارے متواترات سے ہے اور
 ہکو یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے واسطے خدا نے درخت کو گویا
 کر دیا ہے اور مکمل یعنی کلام کا پیدا کرنے والا اسکی خاص قدرت غنائی ہے
 جس چیز کو چاہے اس سے آواز پیدا ہونا قوس اور شحنائی اور قانون اور
 بین طنبورہ یہ سب آلات غنائین تولد صوت + بیجان مردہ اجسام سے
 ہوتا ہے رہا ہتزاز جسم مصوت یعنی ملنا تار کا طنبورہ اور ستار میں خواہ
 ناشہ اور دھول کے کھال میں یہ سب عادی آواز پیدا ہونے کا ہے
 جس طرح روشنی میں آنکھ کھول کر دیکھنا سبب عادی نظر آتی کا ہے اور
 ہم نے ص ۹۸ کتاب ہذا میں دکھلا دیا کہ امریکہ کی نوجوان عورت اندھیری
 رات میں آنکھ بند کر کے باریک حروف پڑھتی ہے پس کلام کرنے کی اور
 آواز پیدا ہونے کی جو شرطیں علم طبعی میں بیان ہوئی ہیں وہ سب اسباب

عادی ہیں خدا ہر شے کو گویا کر سکتا ہے چھٹھا شبہ آستین میں سمانا اور کے
 چھوٹے ہونے پر موقوف ہے اور سمٹنا اور پھیلنا اجسام کا اسکی کوئی حد
 نہیں ہے چنانچہ شبہ دوم کے جواب میں اسکا بیان ہو چکا اوسی جواب کو
 دیکھا کریہ شبہ ساقط ہو سکتا ہے ایک نیچرل دہریہ کا سوال
 علی بن ابیطالبؑ سے حضور و عظیمین خدا کی قدرت اور صنع عظیم
 کا ذکر فرما رہے تھے ایک دہریہ نے پوچھا یا علی تمہارا خدا اس پر بھی قادر ہے
 کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کر دے جواب فلسفی چونکہ یہ دہریہ فلسفی
 تھا اور محال عقلی اور محال عادی کا فرق سمجھتا تھا لہذا حضور نے جواب
 دیا یہ کیا بکتا ہے سوئی کے ناکہ میں بھی اتنی گنجائش ہے کہ اونٹ اس میں
 سما جائے۔ مطلب حضور کا یہ ہے کہ مکان کا مساوی ممکن کے ہونا عقلاً
 ضروری ہے اور بدیہی یہ امر ہے کہ بڑا جسم چھوٹی جگہ میں سرگزر نہیں سہا سکتا ہے
 پس قدرت خدا محال عقلی سے متعلق نہیں ہوتی ہاں یہ قدرت خدا کو ضرور
 ہے کہ سوئی کے ناکہ کو اتنا بڑا کر دے کہ اونٹ اس میں سما جائے جیسا
 ساڑھے تین ماشہ کا تار چاندی کا آدمی نے چالیس میل کا لانا بنا لیا خواہ اونٹ
 کو خدا اتنا چھوٹا کر دے بذریعہ انضغاط کہ سوئی کے ناکہ میں آجائے

پس چاند کا جسم چھوٹا کر دینا بھی محال عقلی نہیں ہے اور چھوٹا ہو کر آستین میں
 در آنا یہ بھی ہو سکتا ہے اسی سوال کو ایک مومن کم علم نے جناب صبا و ق
 سے پوچھا کہ یا حضرت خدا کو قدرت ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کر دے
 چونکہ یہ سائل خدا کا منکر نہ تھا اور صاف دلی سے پوچھ رہا تھا اور وقائے فلسفہ
 کو جانتا تھا لہذا امام حق اور حجتہ خدا نے جواب اوی کے فہم اور لیانت
 کے مطابق ارشاد فرمایا۔ جواب ہاں خدا کو قدرت ہے کہ اونٹ
 کو سوئی کے ناکہ میں کر دے سائل نے پوچھا کیونکر۔ امام نے فرمایا دیکھ تو
 آنکھ اٹھا کر کیا نظر آتا ہے سائل نے کہا آسمان اور زمین اور درخت
 جو کچھ سامنے ہے سب دیکھ رہا ہوں۔ امام نے فرمایا جس خدا نے اتنے
 بڑے آسمان کو تیرے آنکھ کی پتلی میں جو سوئی کے ناکہ سے چھوٹی ہے
 کر دیا کیا اوسکو اتنی قدرت نہیں ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کر دے
 اب یہ جواب جس قدر وقائق علیہ پر شامل ہے اوسکو تو میں اس مقام پر
 بیان نہ کرونگا میرا مطلب فقط یہی ہے کہ جسم کا چھوٹا کر دینا اور بڑا کر دینا
 اس پر خدا کی قدرت پوری ہے اور کوئی خدا سکی نہیں ہے سا تو ان اور
 اٹھوان شبہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور پھر حکم حضور مکرانی جگہ پر

چلے جانا یہ کوئی شبہ نہیں ہے اور اس کا جواب معجزہ شبہ کے باب میں گدڑ کا
 ہے الحمد للہ باقی رہا نقلی ثبوت اس معجزہ کا اور صحیح روایات اور تحقیق
 اس قصہ کی یہ بحث عقلیات سے جدا ہے اور نقلیات سے اس کو تعلق ہی
 دہریہ اور نیچرل خیالات کے لوگ اور کو اس بحث سے کیا واسطہ لہذا ہم
 اس بحث کو اس کتاب میں درج کرنا موضوع بحث سے خارج سمجھتے ہیں۔
 پس ایک رسالہ جدا گانہ اوسمیں لکھیں گے انشاء اللہ المستعان
 باب چودھواں مان اور باپ کا احسان اولاد پر کچھ نہیں ہے
 بلکہ اولاد کا احسان اوپر ہے اور شریعت محمدی صلعم نے
 اولٹا حکم پابندی طاعت والدین کا خلاف عقل دیا ہے۔
 اور جواب اس شبہ کا کہ ہمارے آزادی کو روکا ہے قانون
 فطرت (نیچر) نے ہم کو یہ بھی بتلایا ہے کہ مرد عورت سے اگر ہم بستر نہو
 دونوں کی صحت بدنی میں خلل پڑتا ہے اور بہت سے امراض جسمانی اور
 خراب اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ پھر چونکہ ہم بستر ذریعہ ہماری صحت کا ہی
 جس طرح سنڈاس یا بکسٹین میں رفع حاجت ہماری صحت کا ذریعہ ہے مگر
 فطرت نے جماع میں ایک لذت بھی رکھ دی ہے تاکہ جو لوگ حکمت حفظ صحت کو

نہیں سمجھ سکتے وہ بھی اس لذت کی آرزو میں ہم بستری کو اختیار کریں جیسے
 ڈاکٹر دوائے خوش ذائقہ مریض کو دینے سے اسکو علاج کرا نے پر آمادہ
 کرتا ہے اور رغبت دلاتا ہے۔ جب ہم نے اپنے حفظِ صحت اور حصول
 لذت کے خیال سے ہم بستری کی اور حسبِ شرائطِ نطفہ ٹہرنے کے ہیں اور
 ہزاروں میں سے دس بھی معلوم نہ تھیں مگر اتفاقاً سب جمع ہو گئیں اور محض
 براہِ صدفہ یعنی بلا ارادہ اور بلا قصد و اختیار ہماری لاعلمی میں نطفہ ٹہر گیا
 ہمارا فعلِ اختیاری نہ اسکے ٹہرانے میں تھا اور نہ اسکا پیدا ہونا ہمارے
 بس کی بات تھی اور نہ ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کب ٹہرا اور دخترِ نطفہ ہے
 یا پسری۔ ایسے فعل نامعلوم اور محض بے اختیار ہی میں بھلا بچہ پر ہمارا کونسا
 احسان ہے جسکی وجہ سے ہماری اطاعتِ شریعتِ محمدی و لاویہ واجب
 کرتی ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ وہ بچہ ہمارا محسن ہے کہ ہمارے لینے
 باپ کی صحت اور بقائے حیات اور حصولِ لذت کا سبب اخراجِ منی ہے
 جو مادہ بچہ کی خلقت کا ہے اب رہی مان اس کے حالات پر اگر براہِ قوائد
 علمِ طب غور کریں دنی سا فائدہ یہ ہے کہ زمانہ حمل میں فضولِ طمشی (بدبو خونِ حیض)
 کا استعمال دودھ کی طرح ہونے سے کس قدر فوائدِ حفظِ صحت مان کو حاصل

ہوتی ہیں پھر اوسکے بعد بچہ ہوتے وقت خون نفاس کے خارج ہونے سے
 کیسی صفائی مان کے احشا یعنی اندرونی اعضا کے علاوہ خروج متعفن
 اور بد بو رطوبات کی ہوتی ہے یہ رطوبات کوئی ڈاکٹر اور طبیب کسی دوائی
 خوردنی یا حمول اور پچکاری سے خارج نہیں کر سکتا ہے اور ایسی پاک اور
 صاف عورت بعد وضع حمل کے ہو جاتی ہے جیسے آج شکم مادر سے پیدا ہوئی
 ہے۔ یہ احسانات بچہ کی مان پر اگرچہ غیر اختیاری ہیں مگر انھیں غیر اختیاری
 احسانات والد کے مقابلہ میں مان حسان دونوں پر نظر کریں ہر شخص کہہ سکتا
 ہے کہ پرورش بچہ کی ایام رضاع یعنی زمانہ شیر خواری میں معاوضہ سی احسان کا
 ہے۔ علاوہ بران دودھ پلانا بھی سیکڑوں ضرر کو مان سے دفع کرتا ہے اور
 اگر پیشہ دودھ پلانے کا کرے مان اور باپ کا رزق دودھ سے پیدا ہوتا ہے
 یہ بھی احسان دونوں طرف برابر رہا۔ پھر جب دودھ چھٹ گیا اب پرورش
 اولاد کی اگر مان باپ نکریں اور کوئی غیر شخص پالے جو غرض اس غیر کی ہوتی ہے
 وہی مان باپ کی بھی ہوگی یعنی بچہ سے بعد بلوغ کے کار خد ملے گا رام اور
 راحت اٹھانا اور یہ پرورش مخصوص مان باپ سے نہیں ہے جس کا غرض
 معاوضہ حق پیری اور مادری کا لزوم ہوا ورنہ اسکی وجہ سے کوئی حق میراث

طرفین میں شریعت محمدی تجویز کرتی ہے ورنہ عام متبہنی اور پرورش یافتہ کو
 بھی وارث قرار دینا پڑیگا۔ اس پرورش کے حقوق پر یقین ہے کہ محمدی
 لوگ بھی حقوق والدین کو محمول نہ کریں گے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جو فرزند مان باپ کے
 اختیار سے پیدا ہوا اور جس نطفہ کو او و نخون نے اپنے حفظ صحت اور حصول
 لذت کی واسطے خارج کیا ہوا اور جو پرورش پر و اخت معاوضہ میں احسانات
 اولاد مذکورہ بالا کے واقع ہوئے ہوا و سمین اولاد پر احسان والدین کیسا
 امت محمدی کا عقیدہ ہے کہ بچہ کا آفرید کا رخدا ہے اور ہماری رائے میں
 قانون فطرت اور قانون بقا کے نسل اسکو کرتا ہے دونوں کے عقیدہ سے
 مان باپ کا احسان اولاد پر کچھ بھی نہیں ہے پھر او کو خدا کے مجازی بنانا اور
 اونکے مرنے کے بعد بھی حکم او نکلے غلامی کا طوق پہنانا صریح عقل و انصاف
 کے خلاف ہے کیسی شریعت ہے۔ یہی تقریر ایک بڑے خٹلیہ نے اپنے
 باپ سے کر کے او کو اپنے اجلاس سے نکلا دیا اور یہی خیالات اکثر تعلیم یافتہ
 لوگوں کے دیکھ لیجئے جیسا کہ شاعر کہہ گیا ہے ۵

دخترانِ راہمہ جنگ است بدلِ بابادرِ مہمہ پسرانِ راہمہ بدخواہ پدرِ مہمہ
 (جواب اس شبہ کا) جو نتیجہ آزادی کا ہے چند علوم اصول پر موقوف ہے

اور چونکہ ہمارے ہاویان برحق محمد مصطفیٰ صلعم اور اُنکے جانشین
 جملہ علوم کے عالم تھے اور وہ اسرار جنکو فلاسفہ ظاہرین اپنی کم علمی سے
 ابھی نہیں بلکہ کبھی نہیں سمجھتے ہیں وہ بھی اُن حضرات پر روشن تھی لہذا
 اُن سب پر عمل وراآمد کرنا ہمارے حکم دیا ہی اور انعقاد لطفہ اور پرورش
 اولاد وغیرہ وغیرہ کے سچی اصول پر ہمارے پابند فرمایا ہی تاکہ فلسفہ ظاہری
 اور حکمت الہی دونوں کی راہ سے نظام عالم کا سلسلہ باقی رہے
 پہلی بین اُن نوامیس اور اصول ظاہری کو لکھوں جن پر بنا نچرل
 صاحبونکی ہو اسکے بعد اسرار اور دقائق فلسفہ الہیہ کو بیان کرونگا
 اس بات کو تو میں اکثر ابواب میں کتاب ہذا کی ثابت کر رہا ہوں
 کہ انسان اپنے مصنوعات میں فقط اسی قدر اختیار رکھتا ہے کہ چند
 نوامیس (قوانین فطرت) جنکو کسی چیز کے بنانی خواہ بگاڑنے میں
 تجربہ سے معلوم کر چکا ہو اُنکو صحت سے پورا کر دیا کرے ہونا ہونا اسکی
 قبضہ قدرت سے باہر ہے۔ اور تعدد وجوب ازواج کے باب میں
 یہ بھی ثابت کرونگا جو بی کہ لطفہ و پی کے قوت انسان میں زیادہ سے
 زیادہ بچاؤ بی برس تک ہی دیکھو ڈاکٹر ٹیلر کے میڈیکل جو رپورٹیں

جلد دوم ص ۲۹۲ طبع چہارم کو۔ اب نیچرل صاحبون کا یہ خیال کہ
نطفہ قرار پانا ہمارے اختیار سے باہر ہی درست اور بجای ہی مگر جو
اصول ہماری اختیار سی نطفہ دینیکی براہ فطرت میں آنکو پورا کرنا
ہمکو اسی طرح ضروری جسطرح دیگر اصول کو ہم اپنی اور مصنوعات میں
پورا کرتے ہیں۔ اب اگر باوجود پورا کرنے اصول معلومہ کے وہ مصنوعی
شے حسب خواہش ہماری تیار ہو ہمارا کوئی ناقص صورت ثابت ہوگا۔
فرض کرو ایک انجن ڈراپور نے ریل گاڑی کے انجن میں پورے
اسٹیم بھروسے اور ہوا سے ہیر و نیکی مصداق مست یعنی تھپڑ کا حصہ
بھی خوب جانچ لیا۔ وزن گاڑیوں کا صحیح محمولات یعنی مسافر اور سامان
کا بھی تخمینہ کر لیا۔ انجن جوڑنے کے بعد تحریک امتحانی سے پورا یقین
کر لیا کہ ۶ گھنٹہ خواہ ۳ گھنٹہ ہی اسٹیم برابر کام دیا کریگی (گاڑی)
نے بھی اپنے خدمات ضروری کا پورا انجام دیا الغرض جس قدر کام
ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک ریلوے پر مقرر ہیں ہوں
نے اپنا اپنا کام پورا انجام دیا۔ مگر پھر کوئی غیر متعقب ہرج ایسا واقع
ہوا جو ان سب کے وہم اور گمان میں نہ تھا اور گاڑی لیٹ ہو گئی

یعنی رفتار اسکی سست ہو گئی خواہ یہیہ شرک سے اتر گیا خواہ
اور کوئی آفت ناکہانی پیدا ہوئی اب انصاف کی راہ سے ریلوے
عمال کا کوئی نسا قصور ہے اور کون سی سزا کو یہ لوگ چیفت انجینر ریلوی
کی اجلاس سے سزاوار ہونگے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

اسی طرح ہر کو خدا نے امین اور خزانچی اس لطفہ کا قرار دیا اور قانون
فطرت نے ہر کو لطفہ کو خرابی سے بچانے کی قواعد بھی سکھائی مثلاً جن
چیزوں کی کہانی ہے پیٹ سے حدت منی میں آتی ہے اور قوام اسکا خراب
ہوتا ہے اُسے پرہیز کرنا جن حرکات بدنی سے تعب پیدا ہوتا ہے اُسے
آپکو بچانا جن اوقات میں ہم بستی کرنے سے ضرر اور نقصان نفع
لطفہ میں ہوتا ہے جیسے شدت گر سخی خواہ پیاس خواہ کسی مرض کی
حالت میں عام اس سے کہ مرد کو ہو یا عورت کو اُسے بچنا جن اسباب
سے آدمی خشک لطفہ ہو جاتا ہے جیسے جوگی اور فقر البعض او وہ بناتے
خواہ معدنی اسی عرض سے کہاتے ہیں کہ منی میں قوت لطفہ دینی کی
نہی اُسے پرہیز کرنا جن او وہ سے عورت بائج اور مرد نامرد ہو جائے
اُسے دور رہنا۔ جذامے عورت اور حالفض اور مستحاضہ اور نفاس والی

عورت سے ہم بستری نہ کرنا۔ انتخاب جفت کی جو قواعد اور نوا میں
 ہیں مزاج اور طبیعت قوم اور قبیلہ شہر اور گاؤں آب و ہوا کی ہوی
 اپنے جفت کو ویسا ہی پسند کرنا سوائے حقیقی بہن اور بیٹی وغیرہ کے
 جس نے نکاح ہماری شریعت نے حرام کر دیا ہے اور نیچری اصول کی راہ
 اُن سے بہتر کوئی جفت نہیں ہے چنانچہ ایک جداگانہ باب میں ہم سب کو لکھینگے
 خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے اولاد کی آرزو میں ہزاروں طرح کی پابندی کی سیکڑوں
 روپیہ خرچ کیا محنت اور مشقت اور دوا اور علاج پر ہر سب کچھ کر کے
 ہم بستری کی اور جب ہم بستر ہوئی اُسی خدمت کی بجا آوری اور اُسی انت
 سی سبکدوشی مد نظر تھی جو خالق تعالیٰ نے ہم کو سپرد فرمائی تھی۔ اب
 رہی کامیابی اور ناکامی وہ دوسری بات ہے ہمارا اختیار جس قدر ہے اُسکو
 ہم کر گزرے۔ پھر باوجود اس بے اختیار می اور لاعلمی کی جب اولاد
 ہوئی ہمارے ہی کردار یعنی ہم بستری سے ہوئی۔ اور یہ آپ کو کیونکر معلوم
 ہے کہ نطفہ قرار پانے سے ہم بالکل بے خبر ہیں۔ فطرت نے ہم کو ایسے اصول
 بھی تعلیم فرمائے ہیں کہ جس روز نطفہ قرار پائی اُسی روز سے ہم کو
 استقرار نطفہ کے اور نرا اور مادہ حمل کی طبعی شناخت بھی ہو جاتی ہے

بہن اور بیٹی کی ہم بستری
 حرام ہے اور نطفہ قرار پانے سے

دیکھو ہمارے ترجمہ قانون جلد سیوم حصہ دوم ص ۳۰۵ سے لغاتہ
 ص ۳۱ اور اسی وقت سی ہم حفظ کی غرض سے وہ خدمات بیان کرتے
 ہیں اور حاملہ عورت کی غذا اور دوا سی وہ تدبیر کرتے ہیں جو براہ
 فطرت ہمو سپرد ہوئی ہو انرا نجلہ ترک جماع حوامل سی خصوصاً چار
 ماہ کے بعد بغرض حفظ جنین یہ بھی ضرور ہی گو کیسی ہی انڈا ہمو تجربہ
 سے پہونچی۔ بچہ کی بالیدگی کی تدبیر حسب قدر فطرت فی ہمو تبلانی ہو وہ
 بھی ضرور کرتے ہیں۔ حاملہ کا کھانا کپڑا مناسب ایام حمل کے ہم
 خود بھوکھ رہیں مگر اسکا بندوبست ضرور کرتے ہیں۔ ادھر کوئی اثر
 ایسا پیدا ہوا کہ بچہ کے گرجانیکا خوف ہو فوراً اوڑھو پ کر کے طبیب
 ڈاکٹر دایہ اور سول مسرجن بلا کر اسکا سدباب کر دیتے ہیں۔ حاملہ کی
 مرضی کا ہر دم خیال رہتا ہی اور اگر نرمی میچل نہیں ہیں اور عالم غیر مادی
 کا بھی کچھ عقیدہ یا اندیشہ ہو دعا اور تعویذ بھی کراتے ہیں۔ اور یہ ب
 کام کیسی کشادہ روائی سی ہم کر رہے ہیں۔ پھر جب انگنا مہینہ یعنی
 آٹھواں مہینہ شروع ہوا اور زچہ کو زرد کپڑے پہناے گئی اب ذرا
 دھوم دھڑک پر لحاظ کیجی۔ ہمنے مانا کہ یہ فضول رسمیات آئی راہ میں

کفایت تمدنی کے برخلاف ہیں۔ مگر ہر ایک بعض اصول پر نظر کر کے
 عین حکت اور مصلحت یہی ہے چنانچہ رسوم ولادت کی باب میں ہم اسکو
 مطابق اصول فطرت کی ثابت کر دینگے۔ اب ذرا مصارف ولادت
 اور زچہ خانہ کی بھی یاد کیجئے یہ سب کچھ ہم فقط بچہ کے لحاظ سے کر رہے ہیں
 اور کوئی لذت ہر کو ان سب خرچ اخراجات اور ایذا اور تعب اٹھانی
 میں ملتی ہے جسکو پچرل صاحب بار بار کہہ رہے ہیں۔ باپ کی اختیار میں
 استقرار لطفہ نہونا اسکی دلیل براہ غلط پچرل صاحب نے یہ سمجھی
 کہ علمای فیسولوجی کہتی ہیں کہ لطفہ کا معدن عورت کی منی ہے
 مرد کی منی فقط محرک ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں پچرل فلاسفہ کی عقل بھی
 دنگ رہی اور ارسطاطالیس اور جالینوس کی نزاع مشہور ہے
 آج کل جدید تحقیقات فیسولوجی سے یہ امر ثابت ہوا ہے کہ من
 ثابت ہو جائے کہ وہ کیڑے جو حیوانات کی منی میں اور انسان کی
 منی میں ہیں اور بدون میکروسکوپ کی نظر نہیں آتی انکی جسامت
 ۱/۱۰۰ سے لیکر ۱/۱۰۰۰۰۰۰ تک ہے اور انکا سُر (۵۰۰۰) سے لیکر ۱۰۰۰۰۰
 انچ کا ہوتا ہے اور ۱۳ سنٹ (واقعہ) میں ایک انچ مسافت کو دو

کو ذریعہ سے طے کرتے ہیں سات یا آٹھ روز عورت کی جسم میں حرکت کرتے
 ہیں اور خارج جسم ۲ گھنٹہ میں۔ انہیں کیڑوں کی ملامت یعنی چھوٹا
 بیضیہ مادہ خواہ عورت سے استقرار نطفہ میں ضروری ہی جو ہم بستر سے
 ہوتا ہے۔ نیچرل صاحب کی رائے میں یہی کثیرے سبب خلقت اولاد میں
 اور باپ یا مان کو داخل اس میں نہیں ہے۔ ۳ برس کنڈے بھی ایک انگریزی
 اخبار کے پڑھنے والے نے خبر دی تھی کسی یورپین سیاح نے ایک جزیرہ
 میں کثیرے اڑتے ہوئے دیکھے وہی کثیرے مادہ اس کی پیشاب گاہ میں
 اڑھر داخل ہوئی اور گھوڑی کا نطفہ قرار پا جاتا ہے وہی سیاح چند کثیرے
 لایا تھا اور ایک بلج عورت پیرزن کے رحم میں داخل کرنے سے نومید
 کے بعد فرزند زید پیدا ہوا تھا۔ مجھ اس خبر کی صحت پر چند ان وثوق نہیں
 تاہم اگر بھی بات ہی تو خدای قادر کے پوری قدرت اور اختیار کا ثبوت ہے
 اس سے بھی ہوگا۔ اور انسان کی پیدائش کا نیچر جسکے فلاسفہ معتقد ہیں بگاڑ گیا
 بہر حال باپ کو احسانات اولاد پر قبل از ولادت اور قبل از قرار پانے نطفہ کو
 پہنچنے کسی قدر بیان کئے۔ اگر نیچرل صاحب اسکو نہ مانیں اور ان مصارف
 کو بچا اور محض حماقت پر حمل کریں اور حرام گہروں کو بچہ جو مزبلہ پر پڑے

ویکو ہمارے ترجمہ قانون جلد سیوم حصہ دوم ص ۳۰۵ سے لغاتیہ
 ص ۳۱۰ اور اسی وقت سی ہم حفظ کی غرض سے وہ خدمات بجا کرتے
 ہیں اور حاملہ عورت کی غذا اور دوا سی وہ تدبیر کرتے ہیں جو براہ
 فطرت ہمو سپرد ہوئی ہو انرا نجلہ ترک جماع حوامل سی خصوصاً چار
 ماہ کے بعد بغرض حفظ جنین یہ بھی ضرور ہی گو کیسی ہی انڈا ہمو تجربہ
 سے پہونچی۔ بچہ کی بالیدگی کی تدبیر حسب قدر فطرت فی ہمو بتلائی ہو وہ
 بھی ضرور کرتے ہیں۔ حاملہ کا کھانا کثیرا مناسب ایام حمل کے ہم
 خود بھوکھی رہیں مگر اسکا بندوبست ضرور کرتے ہیں۔ اوھر کوئی اثر
 ایسا پیدا ہوا کہ بچہ کے گرجانیکا خوف ہو فوراً اوڑو وھوپ کر کے طبیب
 ڈاکٹر دایہ اور سول مسرجن بلا کر اسکا سد باب کرویتے ہیں۔ حاملہ کی
 مرضی کا ہر دم خیال رہتا ہو اور اگر نرمی میچل نہیں ہیں اور عالم غیر ماک
 کا بھی کچھ عقیدہ یا اندیشہ ہو دعا اور تعویذ بھی کراتے ہیں۔ اور یہ ب
 کام کیسی کشادہ روئی سی ہم کر رہے ہیں۔ پھر جب انگنا مہینہ لھنے
 آٹھوان مہینہ شروع ہوا اور زچہ کو زرد کپڑے پہنا کے گئی اب ذرا
 دھوم دھڑک پر لحاظ کیجی۔ ہمنے مانا کہ یہ فضول رسمیات آئی راہن

روز افزون ہوتے رہی۔ علاوہ بران ہزارین دن ایسے مرو ہونگی
 جو حفظِ صحت کی نظر سے ہم بستر ہوتی ہونگی عموماً باپ کو تو اس کا خیال
 بھی نہیں ہوتا ہی۔ اب رہی لذت یہ تو بازاری عورتیں جن کا پیشہ ہی
 اولیٰ البتہ ہم بسترے فقط بنظر لذت کی جاتی ہی اور گھر گریست عورات
 پچارے اب میں کیا کمون شرم آتی ہی کہ ان کا نام ایسے بازاری عورات
 کی ساتھ لیا جاسی خواہ حیا پرست شرفا مرد کا ذکر ایسے موقع پر کیا جاسی
 خدا انکے شرم اور حیا کا حافظ ہی ورنہ زمانہ کے رفتار از بس خراب ہی
 بہر حال یہ ظلمین جب ہم بستر می کرتے ہونگی فقط لذت پرستی ہی پرانگی
 نظر ہوتی ہوگی اور وہی طوائف مالزادیان جنکے رحم ہمیشہ انہیں دعاؤں
 چکنے رہتی ہیں کہ نطفہ ٹھرنے نہ پائے اور جنکی تعلیم انھیں اصول سے ہوتی ہی
 کہ حاملہ ہونیکا بار نہ اٹھائیں۔ (منڈی گاؤں سد اکلورج اور اگر احیاناً کسی
 وقت شہلہ ستھرا نطفہ کا ہو فوراً دوا می سقط حمل جیسے شہر کلنج خواہ کھول
 وغیرہ انکو کھلا دیجای بلکہ وہ مالزادیان خود ایسی ہی چیزیں مہیا کرتی ہیں
 انہیں پر قیاس کر کے میچرل صاحب سکو ایک ہی لٹاٹھی سی نکار ہی
 ہیں یہ بین تفاوت رواج کجاست تاب کجا ہمار ہی شریعت

ایسی فواحش سے نکاح دائمی خواہ سیعادوی و دونوں بدون استبراء
یعنی استحان عدہ وغیرہ کو حرام فرمایا ہے اور عمدہ شروط منکوحہ میں سے
یہی شرط فرمائی ہے کہ عورت دُتود ہو یعنی بچہ کی استعداد اسمین نظر
خلقت شخصہ یا خاندانی کی زیادہ ہو اور عقر یعنی بلج ہو نیکاعیب
مبطل نکاح قرار دیا ہے لہذا پیروان محمد صلعم پر یہ نوک جھونک
کسی طرح چل نہیں سکتی ہے۔ اسی طعن کی لحاظ سے ہماری نبی صلعم نے
پیش بندی فرمائی اور صاف کہہ دیا کہ جو شخص حسن و جمال پر عورت
فریفتہ ہو کر خواہ دولت اور مال پر نظر کر کے نکاح کرے گا و دونوں سے
محروم رہے گا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امان کے احسانات

اب ذرا امان و کمپاری جسکی نسبت بہودہ کلمات نیچرل صاحب
فرما رہے ہیں اُسکے ریاض اور محنت کا حال بھی سن لیجئے اور محسن کشتی
مینچرل صاحب کی بغور ملاحظہ کیجئے۔ یہ مان بقول بعض فلاسفہ قدیم
اور جدید وہی ہے جسکی منی سے خلقت بچہ کی ہوتی ہے (پڑھئے عالم فیوض
کی جدید تحقیقات کو) اور یہ مان وہی سر ایا حسرت امدار مان ہے

بچہ کی ہونیکلی امید میں اپنا جو بن خاک میں ملا دیا اور اپنی تمام اعضاء
 بدنی کو حرکات متعجبہ اور لذات مذکورہ بالاسی محروم کیا ہی تب جبار
 آج ایسی فرزند ارجمند نچرل کی پیدا ہوئی اور تعلیم جدید پانے سے ہوقوت
 خود غرض اور پاگل نبی ہوئے مانا کہ خلقت جنین اور استقرار نطفہ
 اسکی اختیار میں نہ تھا۔ مگر اتنا اختیار اسکو ضرورت تھا کہ اپنی رحم کو جو
 نچرل صاحب کی نزدیک ہم پس کاقد مچہ خواہ سند اس کی برابر
 ہی ایسا مزلق یعنی پھسلنے والا بنا لیتی کہ نطفہ ہمیشہ پھساکر گر جاتا خواہ اور
 قسم کی تدبیر بانج ہو نیکی ایسی کرتی جن سے لذت بڑھتی اور حمل قرار پاتا
 یہ فعل تو اسکا اختیاری ضرورت تھا اور اس احسان کی کسی طرح نفی نہیں
 ہو سکتی ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ تدبیریں کبھی کارگر نہیں ہی ہوتے ہیں
 اور نطفہ قرار پا جاتا ہے۔ میں کہوں گا درست ہی مگر نطفہ ٹرنے کی بجائے اسکا
 گراؤ نیامان کا اختیاری فعل ہی اور جو بدکار لذت پرست عورات
 ہیں وہ ایسا ہی کرتے ہیں گورنمنٹ سے اسکی روک محال ہو اور وہی
 لذت ان بانزار می عورات کو اس فعل شنیع پر گرویدہ کرتی ہے جسکو
 آپ یاد کرو ہی ہیں اسلئے کہ حمل کے مدت میں قابل ہم بستری نہیں

رہتی ہیں۔ برعکس اُنکے اس بیچاری نے وہ تدبیر میں کی ہیں جسے نطفہ
 ٹھہرا رہی تا اُنکے قیرو کوئی کی غرض سے ٹھیکریاں سوندھی خوشبو چلاتی
 رہی باین نظر کہ نطفہ ٹھہرا رہی۔ کم سن الٹریزی میں بھی جس روزی حمل کی
 امید ہوئی اونچی نیچے پاؤں رکھنا کو دیکھنا پیٹ پر بوجھ رکھنا بھاری
 چیز اٹھانی (اگرچہ پیشہ بار برداری کا بھی ہوا اور اسی پر اوقات گزاری
 ہو) سب چھوڑ دیتی ہے فقط اسی امید میں کہ نچرل صاحب زندہ
 صحیح اور سلامت پیدا ہوں۔ اب خدا خدا کر کے اور ہزاروں منتیں
 مرادین مان کہ نو مہینہ گزری اور وہ دن آیا کہ دروزہ شروع ہوا اللہ کہ
 یہ ایذا دروزہ کی جسکی برداشت عورتوں کو اگر محبت اولاد و فطری ہنر کوئی
 عورت کر سکتی ہے۔ نچرل صاحب لذت لذت پکار رہی اور مان بیچاری کی
 ناخون اور دانت تک دروزہ میں سیاہ ہو جاتی ہیں چار پہر اور بارہ پہر
 بھی رہتا ہے سیکڑوں کی جانیں اسی میں تلف ہوتے ہیں اسی دروزہ
 کے بعد پروضع حمل کی ایذا کو خیال کیجیے بقول شخصے موے پر
 سوڑی۔ ابھی دوسری نجات نہوی تھی کہ نچرل صاحب کی آمد آمد شروع
 ہوئی۔ اگر سیدھی برآمد ہو تو خیر اور اگر اولٹیں گلی (اور منہ و رایسے

الٹی خیالات والی کو اولٹا ہی پیدا ہونا نیچر کے مناسب ہی پہر تو اور بھی
 قیامت برپا ہو ہی اب طبیب ڈاکٹر دوائی جنائی کی دوا اور دستکار لیسو
 اگر زچہ کی جان بچ گئی اور بچہ بھی زندہ اور سلامت رہا بہتر و درمناں کی
 مرزیکا یہ بھی ایک ذریعہ کہلا ہوا ہے۔ انہیں مصائب کو یاد کر کے تمام
 عمر جب مان اپنی فرزند سی لپٹی ہی کہتی ہے کیونکہ نہ لپٹ کی تجسس و خون
 بیٹا، مین نے بھی تو جان دیکے پایا ہی تجھے خداوند عادل نے اسٹیج
 سی فرمایا ہی حلتہ امہ۔ کرہا و وضعہ کھڑا اگر عام اطفال مراد ہوں اور
 خاص ہمارے چوٹے فرزند نبی صلعم امام حسین مراد ہوں کمافی الروایات
 پہر تو معنی اسکی پہونگے چونکہ بروقت استقرار حمل کے مان کو ان مصائب
 کے یاد ہونے سے جو ابتدا ہی حمل سے تار و زولادت بلکہ تا زمانہ حضانت یعنی
 پرورش اٹھانی پڑتی ہے لہذا حمل بھی ناگوار اور وضع حمل بھی جان گذار
 ہوتا ہے۔ نیچر صاحب لذت لذت بکار رہی مین سے کشتی کی غرق ہو چکی
 ساحل کو کیا خبر + کس پر چہری یہ چل گئی قاتل کو کیا خبر + یہی احسان
 اتنا بڑا ہے کہ اگر اسکے عوض مین اولاد اپنی جان مان پر نثار کر دی تب بھی
 پورا معاوضہ نہو سکی گا۔ اب لیجی وضع حمل کے بعد دودہ پلانی اور

پرورش کا زمانہ آیا اگر نو ماہ کا بچہ ہی اکیس ماہ اور اگر چہ مہینہ کی حمل سے
 ولادت ہوئی پوری دو برس جبکی سات سو بیس روز اور
 اسی قدر راتیں ہوئیں اور (۲۸۰) گھنٹہ ہوتی ہیں۔ اب ذرا مان
 کے ترک آرام اور لذات کو خیال کیجی۔ آپ تو بٹلکین ہیں کوٹھی سچی
 ہوئی جھاڑ فانوس تو بہ تو بہ یہ تو پرانے فشن کی روشنی ہی (چہی چہی) اری
 صاحب برقی روشنی سے لپ روشن ہیں رات کا دن ہو رہا ہی
 ارگن باجان بج رہا ہی ہوا نہ تو قلی پھٹکے پر حاضر ہی فرش فروش آراستہ
 اور مان نے جن جن دکھوں سے پالا ہی وہ پیاری غریب مفلس تھی ایک
 چراغ بھی میسر نہ تھا کچا گھر خواہ چھپر مثل چشم عاشق کی ٹپک رہا تھا
 گھٹنوں گھٹنوں گھاس کا جنگل لگا ہوا سانپ بچھو اور چور چکار کا خوف
 الگ ایسی ہی اندھیری راتوں میں آپکو کسی مرض کی وجہ سے یا شہرت
 خلقی سے نیند نہ آتی تھی اور مچلی ہوئی (کی ہن کی ہن) کر رہی تھی یہ مان کا
 کلیجہ ہی پیاری گود میں لٹی ہوئی اسی اندھیری میں تمام رات کھڑی کھڑے
 پھرتے تھی پیار بھی کرتی تھی دودھ بھی پلاتی تھی بلائیں بھی لے رہی تھی
 قربان بھی ہو رہی تھی خدا سے رو رو کہ رہی تھی یا اللہ میں مر جاؤں مگر

بچہ آرام پاؤ۔ وہ کالی رات ہو کا عالم نہ کوئی آس نہ کوئی پاس نہ
 نہ ولا سا کوئی دیتا ہی نہ پوچھی کوئی بات نہ وہ ہی اور رونا ہی اور پھپھلاہٹا
 رات نہ باب بھی گھر میں نہیں ہی مزدور ہی یا نوکری پیشہ۔ ہمسایہ کے
 عورتیں سمدردی سے پوچھ رہی ہیں اری آج یہ رکا کیون بی کل ہی ہیں
 کیسی قسائیں بے رحم ہی جو بچہ کو رولا رہی ہی۔ یہ بیچاری کیا جواب دے
 ٹپ ٹپ آنسو گرا دیتی ہی اور کیا کر سکتی ہی جوانی کی نیند اسکی بھی ہے
 مگر اب نیند کجا۔ نیند تو بقول شخصی سولی پر بھی آتی ہی مگر یہ بیچاری بچہ کو
 گود میں لئے ہوئی اودھرتے اودھرتے پھر تی ہی نیند کا جھونکا آیا اور ٹھوکر
 کھا کر گرنیکے قریب بھی پہونچتی ہی تب بھی چپ اور خیال بچہ ہی کی طرف
 لگا ہوا ہی۔ آپ زخمی ہو جائے اگر جای مر جائی مگر بچہ کو صدمہ نہ پہونچے ایسے
 ایسی راتیں اس زمانہ شیرخواری میں سیکڑون گذری ہیں۔ اگر ایک ہی
 رات کی انداز پر خیال کیا جائی تو اسکا معاوضہ اولاد سے کیا ہو سکتا ہی
 ہمارے نبی کریم صلعہم سے ایک شخص نے اپنی مان کو سات حج کر اکی پوچھا
 کہ یا حضرت میں اپنی مان کے حق سے ادا ہوا یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک
 رات کی اسکی مصیبت جو تجھ کو لئے ہوئی کٹری پیری ہی اگر خیال

کیجائی تو اسکا معاوضہ کسے خد متگذار سی سی نہیں ہو سکتا ہی چہ جاکہ اسکا
 سارا جوگ جو تیری بالائی میں اُس نے لیا ہی۔ اسلئے کہ تیری پرورش اسنے
 تیری مجبوری اور بے بسی کی زمانہ میں کی ہی اور تو نے معاوضہ اسکا اُسوقت
 کیا ہی جب مان کے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں صدق رسول اللہ صلی علیہ وسلم نبی
 صاحب کے ایک مسئلہ طب کا اور تے پڑتے گوش زد ہوا ہی کہ خون و لاش
 خارج ہونے سی اور غون حیض کو دودھ بنی سے صحت مان کی ہوتی ہی۔
 ہاں جناب ہوتی ہی مگر اسی میں منحصر نہیں ہی خراب خون کا اخراج اور
 دفع مضرت فصد صافن اور مابض ہفت اندام اور باسلیق سی بھی ہو سکتا
 اور صفی او وہ پلانے سی بھی۔ اور حاملہ بنتا محبت اولاد سی اسکا فصل
 اختیار سی ہی نہ حاملہ بنتی اور نہ اس خرابی میں پڑتے۔ ہمنے یہ بھی مانا کہ
 دودھ پلانے سی اسکی صحت بدنی ہوتی ہی مگر آپ کو پلانا کیا ضرور ہے
 بلکہ آپ کو تو کسی کپڑی میں لپیٹ کر گھورے پر پھینک دیتی اور کسی اور بچہ کو
 دودھ پلا کر سیکڑون روپیہ بھی کماتی اور صحت بدنی کھاتے میں
 حاصل کرتی تب جا کر آپ کو معلوم ہوتا۔ مگر کیا کرے فطرت نے آپ کی
 بیجا پر اسکو مجبور کیا ہی اور آپ کے وہ بلیسی بے بسی ہاتھ پاؤں کا بوجھ

ہونا زبان کی گویائی نداد و ہوک کی شکایت کرنے پر اختیار اور نہ پیاس
 کی اظہار پر قدرت سوامی رونے اور ہاتھ پاؤں مارنے کی اور کچھ نہ تھا اگر
 محبت فطرے اسکو نہوتی آپ پر کیا ہی کوئی بچہ پالانہ جاتا اور نسل بنی آدم
 منقطع ہو جاتی۔ وہی احسان زمانہ مجبوری اطفال کا اتنا بڑا احسان ہی
 کہ خدای پاک نے ہمارے وقت اپنی عبادت کرنے یعنی نماز پڑھنے کے حکم دیا
 کہ جب ہماری عبادت کرو اور نماز پڑھو قنوت نماز میں خواہ تعقیبات میں
 اپنی رب مجازی یعنی مان باب کی حقین یون دعا کرو سُبَّانَا اَعْلٰی
 وَلِوَالِدَیْہِیْ وَآمُرُحُمُّہُمْ لِمَا رَزَقْنٰہِمْ حَتّٰی یَصْبِرُوْا۔ خدا مجھے بخش دی اور
 میری مان باب کو بخش دی اور اُن پر رحم کر اور ایسی رحم دلی سے اُنکو بخش
 کرنا جیسے اُنہوں نے میری پٹ پٹی میں پرورش کی ہے اور پالا ہے۔ دیکھو عظیم
 ربانی اسکو کہتی ہیں۔ کس پرورش اور پرداخت کی درخواست پر یہ دعا
 شامل ہے۔ بیٹا کہتا ہے الہی جیسا میں زمانہ شیر خوالی میں بے کس اور بے
 تھا اسی طرح میری مان باب زندہ ہوں خواہ مرد و تیری قدرت کی
 سائنے بی بی میں اُن پر وہی نظر پرورش کی فرمادی اور اسی طرح
 اُن پر رحم کرنا جیسا میری بیسی پر اُنہوں نے رحم کر کے مجھے پالا تھا۔

اس آیت مقدس کو پڑھ کر وہ باتیں بھی معلوم ہونے لگیں اور دونوں کے
 سبب بھی مجھ پر کھل گئی۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ نیک چل صاحب کو مان باب
 کو احسان سے انکار کرنا کیا سبب ہے۔ دوسری بات یہ کہ خدای پاک کو اپنی
 عبادت میں مان باب کی احسان کا ذکر کرنا کیا سبب ہے اور اس کی حق میں
 ایسے پوری دعا کرنا حکم کیونکہ دیا ہے۔ ان دونوں امور کا سبب ایک ہی ہے
 نیک چل صاحب کو انکار حقوق والدین کا سبب یہی ہے کہ ان باب پر رستہ
 مجازی ہیں اگر انکی حقوق اور احسانات کا اقرار کیا پھر تو پروردگار حقیقی کو
 احسانات کا اقرار کرنا ضرور ہوگا اور جب خدا کو محسن مان لیا پھر تو اسکی
 موجودگی کا بھی اقرار کرنا پڑے گا اور جب خدا مانا گیا اب تو سارا نیچ کا ٹھٹھا
 بگڑ گیا اور پابندی شریعت الہی کی بھی کرنی پڑی گی لہذا اسی جگہ اس وار
 کو روک لینا ضرور ہے اور ملاؤ انکی وحاکم کی ان سب باتوں کو تو دیکھو پت پتا دینی
 چاہی نہ اینچی کا بانس نہ بھی گی بانسری اور خدای پاک کی یہ غرض ہے کہ میرا
 بندہ جسوقت میری احسانات کو یاد کر کے نماز میں رجوع قلب سے گریز
 نہاری کر رہا ہو اور مجھ کو رب حقیقی کہ رہا ہو اسکو لازم ہے کہ رب مجازی
 یعنی والدین کی احسانات کو بھی یاد کرے اور انکی شکر گزاری بھی کرے

اسلو کہ جو شخص رب مجازی کو احسانات کا اقرار نہ کرے گا وہ رب حقیقی کو کیا سمجھو گا
 زینہ ٹوٹی چہت پر کیونکر چڑھو گا۔ فلاسفہ اخلاقی نے بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ دوست
 بنانی میں اعلیٰ درجہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی جس سے دوستی کرنی چاہی پہلے اسکی
 پیش آمد مان باپ سے دیکھو کہ کیسی ہے اگر پوری ہے تو اسکی دوستی پر ہر دم
 کرے ورنہ تمام اسکا نہ لے۔ نام لیکر نہیں کہتا مگر ایک باب جنرل محمد انصاری
 کی وفات کو یاد کر کے سعدی شیرازی کا شعر پڑھتا ہوں سے تو بجای
 پیر چہ کردی خیر بگو کہ ہمارے چشم داری از پست و ان آزاد خیالوں کا
 محسن کشتی میں درجہ یہاں تک بڑھ گیا ہے مان باپ تو ذریعہ حیات چند روزہ
 ہیں اور معلم اور ماسٹر جو حیات ابدی روحانی کی ذریعہ ہیں انکی نسبت بڑے
 کہہ دیتے ہیں۔ ماسٹر صاحب بندگی آپکا حق ہم پر کیا ہو دش بجز سے چاہی
 تک آپ اپنی نوکری بجالاتی تھے اگر ہمارے پڑھائی انتیسویں روز دو سو
 ورتین سو روپیہ کی تنخواہ آپ کو کون دیتا ہمارا احسان آپ پر ہے کہ آپکی روٹی
 ہمارے پڑھائی سے چلتی ہے اور یہ کرنسی نوٹ جو آپنی خریدا ہے اسکی آمدنی
 میں ہمارا بھی حصہ ہے لایسے کچھ دیجئی تب آپکو ہضم ہوگا۔ سزا بھی اسی تعلیم
 خراب کی جو ماشروں نے انکو دی ہے اسی باد صبا از ہنمہ آوردہ تست

انہیں ماسٹرون نے اصول نیچر انکو پڑھائی کہ کرو کہ نیا فت کہی زمانہ
تعلیم میں ہوئے سی ہی انکو سچی اصول نہ بتلائے دیکھو ہمارے ہادی جتن
صلعم نے تعلیم دین پر اجرت لینے حرام فرمادی ہی ہماری دین کا تعلیم
یافتہ کسی استاد خواہ مفتی یا واعظ پر ایسی طعنہ زنی نہیں کر سکتا ہے یہی

حکیم ربانی ہین صلعم

حرام گھر

اب ذرا نیچرل صاحب کی اس خیال پر نظر کیجی جو مان کر رحم کو ہم ملیں گا
قد مجہ اور سنڈ اس بنا رہی ہین اور اسکی وجہ بھی معلوم کرنی ضرور ہی
چونکہ جدید سلطنت ہادی یورپ کی شائستگی ہین ایک نیا قاعدہ حرام گھر
بنانیکا ہی جاری ہوا ہی اور کچھ تھوڑی سی بنا اسکی ہندوستان ہین بھی
پڑتی ہوئی نظر آتی ہی یعنی کسبیاں مالز ادیان رام جنی جو سر بازار پیشہ
حرام کاری کا کرتی ہین انکی نگہ رانی کا تمام ڈاکٹر و نسق متعلق ہی دوا علاج
ہسپتال سی ملتی ہی خاص جہان فوجی کمپ ہی وہان بڑی صفائی سے
یہ کام ہوتا ہی اگرچہ ابی کوئی احاطہ اور خاص حرام گھر تیار نہیں ہے
جیسے یورپ کی بعض شہر و نین تاہم پر تو وہی ہی۔ حرام گھر کی عورت

کی رحم ضرور ہم پس کو قدح سے مشابہ ہیں اور جو اولاد پسری اور دختری وہاں
 پیدا ہوتی ہے اسکی نسب کا سلسلہ منقطع ہونے سے وہ درجہ شرف جو انسا
 کو حفظ نسب سے فطرتی اصول نے دیا ہے اس سے محروم ہوتی ہے اور وہ جہاں
 والدین کی جو اولاد پر ہم نے ثابت کئی ہیں اور وہ محبت باہمی جو والدین اور
 اقربا و پداری اور مادری میں ہوتی ہے وہ بھی حرام گھر کے اولاد سے مفقود ہے
 اور حسب طرح مقبول حکیم کا قول ہے کہ آدمی اور بندہ کی ایک ہی اصل ہے اسکا ثبوت
 پورا دکھلایا جاتا ہے اور یہی آزادی اور محض بی تعلقی سوچ کو بچرل صاحب کے
 سندھ میں پانی بھرا آتا ہے اور افسوس ہوتا ہے کاش ایسی ہی آزادی بھی ہوتے
 اور کسی باپ اور مان کو بیٹے نہ کہلاتے اور بہشت کا مزہ انکو نہیں مل جاتا
 بہشت آنجا کہ آزادی نہ باشد ❖ کسی را با کسی کارے نباشد
 حرام گھر کی خوبی یا خرابی پر بھی بحث کرنی باب فوائد نکاح میں مناسب ہے
 جو مطابق قانون فطرت کو ہے اس جگہ اسی قدر کہتا ہوں کہ اگر اصول
 سلطنت ملکی کو نظر سے اولاد پسری اور دختری کسی گورنمنٹ ہی کے
 خانہ زاد ہونی ضرور ہے اور وہ اولاد ہی ایک رقم تجارت کی سرکار کی واسطے
 مانی جائے اور سوائے گورنمنٹ کی وہ اپنا رب اور پروردگار کسی کو نہ سمجھیں

اور وفاداری اور سوزی اُسے بڑھ کر کوئی فرد عیاں کر سکی۔ بروہ فروشی میں
 جو خانہ زاد اولاد کا نکاح لوٹدی اور غلام سی کر کے آقا کو واسطے پیدا ہوتے
 تھے اور پاک نسب ہونے سے ہزاروں بد اخلاقیتوں سے اُس کا ہر اہل اصول
 فطرت کی روسی مترقب تھا اُس سے زیادہ حرام گھر کی اولاد کو رخصت کے
 فرمانبردار ہونا واللہ کہی نہو گی اسلئے کہ قانون فطرت اور ناموس الہی
 کو مخالف پیدا اولاد پیدا ہوئی ہے۔ المختصر یہ سب فوائد حرام گھر کے مسلم ہی مان
 لینے کو بعد بھی ہم پوچھتے ہیں کیا تمام دنیا کو حرام گھر بنانا اور سلسلہ نسب کو
 بالکل قطع کر دینا اور جو آدمی پیدا ہو حرامی ہی پیدا ہو۔ نکاح کی رسم کو
 مثل بروہ فروشی کو جرم قرار دینا اور حسب ارشاد و نچرل صاحب تمام
 عورات کو رحم کو بھلیس کا قدمچہ قرار دینا بھی اچھی بات ہے شہداء سے
 پہلی یا چھپے چند روز میری پاس بارہ سوالات آئے تھے اور مشہور یہ تھا کہ
 یورپ کو فلاسفہ نے اخبارات کو ذریعہ سے مشتہر کرایا ہیں۔ انہیں یہ بھی
 ایک سوال تھا کہ نسب کیا چیز ہے اور حسب کس کو کہتے ہیں اور ترجیح نسب کو
 ہے کہ حسب کو۔ ہم نے ایک رسالہ اسکی جواب میں لکھا تھا کہ جتنے جتنے
 اوروہ اخبار اور اخبار لکھنؤ میں چھپا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسی آدمی

تمام دنیا کی زن اور مرد کو دیجائی اور کوئی عورت کسی مرد کی ماتحتی میں
 بیعت نہ ہو جیت نہ ہی اور خانہ داری کو امور جو خاص شوہر اور زوجہ کو ہیں
 وہ آ یا اور ماما اصیل ہی متعلق رہیں اور کنبہ اور قبیلہ میں جو معاونت
 باہمی پیدا ہوتی ہے وہ بھی گورنمنٹ پر شمار کر دیجائی قرابت اور رشتہ دار
 جو عزیز قریب پیدا ہوتے ہیں اسکا بیج مارا جائے۔ باپ چچا ماموں پھوپھیا
 خالو اور آنکلی اولاد اور اسطرح پدری اور مادری رشتہ دار سب
 مشاوری جائیں۔ مراد یہ ہے کہ مجہول النسب ہونے سے یہ سب مجہول ہو جائیں
 مشا تو محال ہے۔ حقیقی بہن اور بیٹی اور مان اور خالہ اور پھوپھی نانی دادی
 سے جملہ کرنا سب مباح اور جائز ٹھہر جائی۔ قرابت نسب یعنی نکاح کی
 ذریعہ سے جو سسرالی رشتہ دار پیدا ہوتے ہیں اور ہماری آبرو اور جانکی
 شریک ہوتے ہیں اور ایک آدمی کی دو ہزار ہاتھ دو ہزار پاؤں دو ہزار
 آنکھیں اور کان اسی قرابت کی وجہ سے ہو جاتے ہیں اور لاکھوں فوائد
 اور منزلی یعنی خانگی ہلکو پہونچتی ہیں سب پر پانی پھر جائے۔ انسان کا
 مدنی الطبع ہونا جو قدرتی قطری خاصہ ہے وہ توڑ کر گورنمنٹی طبع کا آدمی
 بنایا جائی۔ اسطرح اور لاکھوں اصول نظام انسانی جنکی بیان میں کتب

اخلاقی بھری پڑی ہیں اور ہماری شریعت نے کس خوبی سے انکو جاری فرمایا ہے
 وہ سب خاکین ملاوی جائیں اور طوفان بے تیزی بلکہ غدر عام جو غدر
 ۵۷۵ عہد سے ہزاروں درجہ زیادہ ہوتا تھا دنیا میں پہلایا جاویں تب جا کر
 مان کا رحم ہم پس کا قدم چہ بنو گا۔ ذرا انتصار الاسلام کی صفحات کو دیکھیں
 اور پڑھا کیجیے۔ یہ نظام انسانی اشرف نظامات عالم ہے بطلیموسی اور کھٹا
 نہیں ہے جسکو مٹا کر کوئی سکھ نہ سوسکی۔ ماوی خیالات اور نیچر عقال
 کو لوگوں نے بندرونی تعلیم کا اسکول کھولا ہے اور اپنی اس عقیدہ کو ثابت کرنا
 چاہتی ہیں کہ بندر آدمی کی ایک ہی اصل ہے تعلیم اور تربیت کی بعد بندر
 بھی مثل آدمی کو سب کام کر سکتا ہے۔ عقل انسانی اور عقل حیوانی بھی
 ایک ہی چیز ہے کمی بیشی کا فرق ہے جسکو تعلیم مٹا دیتی۔ آپ گھبراہٹ میں نہ ہوں
 ورنہ اگر یہی خیالات فلاسفہ کو قائم رہے اسی ہم پوس میں حرام گھر کے
 بندر اور سورا اور کتے بھی عورات سے جماع کرنے پر چوڑی جائینگے اور مجنوں
 اولاد انسان اور بندر خواہ کتہ اور سور سے ملکر جو پیدا ہوگی اور اعلیٰ درجہ کی
 خلقت انسانی سوا دنی درجہ کی صورت اور اخلاق پر پہنچ جائیگی ع
 تب دیکھیں ہمارا کہ کیسی ہمارے پوٹے اور تباہی کا فلسفہ اپنا پورا رنگ

و کھلائیگا۔ اور انکار خدای برحق کا نتیجہ اچھی طرح آپکو مل جائیگا۔ اور اگر اوٹ
 اور ہانتھی ریچھا اور سور سب کا لطفہ ملا کر مجنس آدمی زرا و پیدا کیجیگا پھر تو
 شاعر کا وہ خیالی ممدوح بھی پیدا ہو جائیگا ۵ شرب فیل و ندان جنس
 صورت خوک پیشانی ۶ تصدق میشود ہر دم برا و غول بیابانی ۷
 برسوں کی بعد اب آپکی ہم ملیں گا قدمچہ کہنہ سے معلوم ہوا کہ وہ سوالات جو
 حسب اور نسب کی پوچھے گئی تھی انکا منشا یہی تھا کہ نسب کا سلسلہ توڑ دیا
 ۵ پس از سی سال ایمعنی محقق شد بخاقانی ۶ کہ بوریست باونجان باونجان بوریست
 کیون نہونچیرل صاحب جب ایسی ہی فرزندار جہند پیدا ہوں جیسی
 آپ ہیں پھر کیون نہ آزاد می کاؤنکہ دنیا میں بجایا جائے ۵
 پشت و تاسی فلک است ازخو ۶ تاچو تو فرزند زاد باد را یام را
 اب میرا ارادہ ہے کہ اپنی نبی کریم صلعم کی ہدایات دربارہ تجویز جنت یعنی
 زن منکوحہ اور آداب زفات یعنی ہم بستری اور حقوق والدین کو
 مفصل بیان کروں اور اصول فلسفہ جدیدہ سے ان احکام کی صحت
 ثابت کر کے اپنی اسلامی بھائیوں کو دکھلاؤں کہ ہماری ہادی برحق کا سچا
 ریفارمر اور پورا حکیم ہونا یقینی ہے اور بعض شبہات ان مسائل پر جو

کرتے ہیں اُنکو روکروں انشاء اللہ تعالیٰ فقط بعد ختم ہونے اس باب کے
میری معزز کرم فرمائی میری مدرسہ احمدیہ آرہے عالجنا اب مولوی ابو محمد ابراہیم
صاحب مستند علمائے اہل حدیث ذی براہ اسلامی ہمدردی کو اس باب کا مستوجہ ہو کر
مجھے یہ ارشاد تحریری فرمایا کہ چند شبہات ابھی اور بھی رہ گئے اس کا جواب یہی
ضرور درج ہونا چاہیے جنکو میں مسودہ ذیل میں درج کر کے پہلی شکر یہ جناب
مذبح کا ادا کرتا ہوں اُسکے بعد وہ شبہات مع جوابات کے لکھتا ہوں

حقوق والدین پر پیرل صاحب کی باقی ماندہ خیالات

ہم نے جو حقوق والدین مذکورہ بالا کو بیان کیا اُس پر پیرل صاحب اگر یوں
کامین کہ آپ نے جو حقوق ثابت فرمائی یہ تو اُسی مان باب کے ہیں جس نے اولاد کی
آرزو میں ایذا سے بدنی اٹھائی ہو اور تاوان مالی کا صدمہ اُسی پر نچا ہو مگر
آپ کی شریعت میں تو عام طور پر اطاعت والدین کا حکم ہوا ہے۔ ہم فرض
کرتے ہیں کہ دنیا میں ایسی مان باب بھی موجود ہیں جنکو اولاد کے
ہرگز خواہش ہی نہیں ہے بلکہ اُنکو اولاد کی نام سی نفرت ہو رہی ہے یا ایسی مان
باب ہیں کہ نہ اُنکو اولاد کی آرزو ہو نہ اولاد سی نفرت ہو رہی ہے یا ایسی لوگ
ہیں کہ اگرچہ اولاد کی اُنکو آرزو ہی مگر غرض اُنکی اولاد سی یہ ہوتی ہے کہ ہمارے

اولاد کو بی دوسرا لیکر بہنی بنائے اور پرورش کرے ہماری روٹی بھی ہے
 اولاد کے ذریعہ سی چلی اور حسب طرح اولاد کی پرورش وہی شخص غیر کرے
 ہماری ہی ہر قسم کی خبر گیری اولاد کی بدولت وہی کرتا رہی (۴) کچھ ایسے
 مان باپ ہیں کہ اولاد سے نفرت کی وجہ سے عمداً ایسی تدبیرات کرتے ہیں
 کہ نطفہ ضرور خراب ہو جائے لہذا اسی اوقات میں ہم بستی کرتے ہیں جنہیں
 براہ قانون فطرت نطفہ ضرور برباد ہو جانا چاہی اور فقط ہم بستی اوقات
 معلومہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جو تدبیر دوائی اور غذائی خراب کرنے والی
 نطفہ کی ہی وہ بھی کرتے ہیں۔ اور پھر بھی اگر نطفہ خراب نہو دوائی عظیمین کا
 استعمال کرتے ہیں مگر نطفہ نہ گرتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے (۵) کچھ ایسی مرد
 ہیں کہ ڈھونڈھ کر وہی عورت مشکوہ اختیار کرتے ہیں جس میں باج ہو نیکی
 علامت ہو مگر قدرت سی انکی ہی اولاد ہو جاتی ہے یا عورات ہی کچھ ایسے
 ہوتے ہیں کہ وہی مرد اپنا شوہر تجویز کرتی ہیں جنکی غلط منی کسی مرض کی وجہ
 سے فاسد اور قابل نطفہ دینی کے نہو اور باوجود اسکی پھر بھی اپنی رحم کو
 مزلوق اور غیر ناقابل اعتقاد نطفہ استعمال ادویہ وغیرہ سے رکھتی ہیں مگر اولاد
 پیدا ہو جاتی ہے۔ پس ایسے مان باپ جنہوں نے کبھی خواہش اولاد کی نہ

اور نہ کہ ہی ایک پیسہ اولاد کی بارہ میں انتخاب جفت سی لیکر تا زمانہ حمل اور
 نیز بعد ولادت پرورش میں خرچ کیا ہو بلکہ براہ نفرت و عداوت اولاد سے
 وہی پیش آمد کی ہو جو اوپر گزرے انکی اطاعت اولاد سے کیوں کرائی
 جاتی ہے جو سراسر انصاف کی خلاف ہی بلکہ ایسی مان باب کو تو اولاد ہی
 سزا ندی وہ بجایہ ایضاً جنگی اولاد کو غیر نے پالا اور مان باب کی روزی
 بذریعہ متنبی اولاد کی پیدا ہوئے اب تو محسن اولاد ہوئی اور مان باب
 بندہ احسان پر مخدوم کو خادم بنانا یہ کیسی شریعت ہے اور اگر انہیں
 مان باب کی اطاعت شریعت میں مخصوص ہے اب حکم شریعت کا عالم
 اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت الہی کی احکام حفظ نظام عالم پر نافذ ہوتے
 ہیں اور نظام عالم جن اصول پر چلتا ہے اسی کو آپ لوگ قانون قدرت
 (لائف نیچر) کہتی ہیں کہ جزئیات سے حکم کلی پیدا کرنا۔ پس چونکہ بقلے
 نوع انسانی براہ عادت الہی اسی میں ہے کہ آدمی کا نطفہ آدمی سے پیدا
 ہوتا ہے لہذا نطفہ کی خراب کن تدبیرات کا عمل میں لانا قانون فطرت
 خلاف ہی اور فساد نوع کا مستلزم ہے پر عاقل جسکو عقل معمولی ہی عطا ہو
 ہے وہ ایسی کردار جو فساد نوع کو مستلزم ہوں ہرگز نہ کریگا اور اگر یہ گناہ تو قانون

انتظامی سی اُسکو جرم سنگین کی سزا دی موت ملنی لازم ہے۔ اور جب وہ
 زہنی پائیکا اب اُسکی اعظیم تکریم کیسی۔ دیکھو تحذیرات ہند کی دفعات کے
 جو اسقاط حمل کی سزائیں درج ہیں۔ ایضا اولاد سے متنفذ ہونا یہ ایک امر مخفی
 اور قلبی ہی جس پر اطلاع ظاہری شریعت یا قوانین تمدن کو نہیں پہنچتا
 کوئی فعل ظاہری کام تکب نہو یعنی عزم جرم بدون کسی شہادت ظاہری
 کی مستوجب سزا نہو گا مگر عالم الغیوب پر یہ عزم ہی مخفی نہیں ہے لہذا اسی
 عزم پر جو فنا می نسل کا باعث ہے قانون الہی کا نافذ ہونا بھی ضرور ہے۔
 وہ قانون ازواج ہی اور تعلقات ازواج وہ قوانین جو نوالد اور نسل
 کے معین ہیں اور نطفہ کو قرار دینی پر بطاہر اسباب عادی خدا نے ٹھہرائی ہیں۔
 پس جو شخص اُن قوانین کو خلاف عملد آ کرے جیسے کہ نیچرل صاحب کہہ
 رہے ہیں ضرور وہ قانون فطرت کا دشمن ہے اور ایسی فعل بد کام تکب ہے
 جس سے بڑھ کر اور کوئی مخالفت نہو گی اور اتنا ضرور ماننا پڑیگا کہ ایسا آدمی
 جو قطع نسل انسانی کی دے ہو نظام عالم انسانی کا برہم کر نیوالا ہے اور عقل
 سمولی ہی اُسکو محض نادان اور بد کردار کیسی اب نظر اسکی بد کرداری
 اور مخالفت قانون فطرت کے ضرور یہ باپ اور یہ مان ایسی ہیں کہ

سزا سے سخت ملتی چاہئے پھر اگر انکی افعال مستلزم خرابی نطفہ اور متعجب قطع
 نسل پر شریعت ظاہری کی اعمال اور حکام کو اطلاع ہوگی ضرور وہی اخذ
 قانونی النسی کو جائیں جو ہر شریعت یا قانون سلطنت اور نوا میں تمدنی میں
 مقرر ہیں اور اگر اخلاص جرم ایسی طرح سی کیا کہ ظاہری حکام پر یہ راز نہ
 کہلا ہوا کہ جو عالم خدا اور سزا کی (علاوہ اس عالم کے) مقرر ہیں ہمارے
 شریعت میں اس جرم کا مواخذہ دوسرے عالم میں خدا النسی کریگا۔
 پھر جب ہم نے ثابت کر دیا کہ ایسی امور کا ارتکاب جن سے ضیاع نطفہ یا سقط
 حمل ہو جاتا ہے جرم ہی اور نظام تناسل کے مخالف ہی عاقل تو کہہ ہی اونکی گرد
 نجاتیگا اور اگر بے عقلی سر پر سوار ہی اور مرتکب ہوگا تو بخوف قانون شریعت
 یا سلطنت انکو پوشیدہ طور سے کریگا اب جس نے اولاد کو قطع ہونیکی تدبیر
 پوشیدہ کی اور متنفر تھا اور جس نے اولاد ہونیکی تدبیر وہانی اور غذائی کچہ کی
 اور متنفر تھا ان دونوں میں بظاہر کچھ فرق باقی نہ رہا تیسری وہ مان باب کہ
 متنفر اولاد سی نمون مگر کوئی تدبیر خرابی نطفہ یا سقط حمل کی ہی نہ کریں
 خواہ تربیت اولاد میں خرابی کا برتاؤ بھی نہ کریں چوتھی قسم وہ مان
 باب جو آرزو مند اولاد کے تھی عام اس سے کہ اس آرزو میں کچھ

تعجب جسمانی اور تاوان مالی اٹھایا یا نہیں اور نیز پرورش اولاد میں کچھ
 بار ان پر پڑایا نہیں پانچویں قسم وہ مان باپ جنہوں نے اولاد کو قیمتی و دیگر
 بنا کر اپنی پرورش اور پرداخت اولاد کی بدولت کرائے ظاہر ہو کہ یہ لوگ
 چوتھی قسم میں داخل ہیں مگر چونکہ اولاد کا احسان ان پر ہوا ہی لہذا ہم
 ایک قسم جداگانہ انکی قرار دیتی ہیں۔ اب ہم کو یہ دکھانا منظور ہے کہ حقوق
 والدین کے جو عموماً ہماری شریعت نے لٹرایا ہے وہ عام احسان والدین
 کا کونسا ہے جو کہ جملہ اقسام بچکانہ میں ہر فرض پر لازم ہے اگرچہ مان باپ
 نے اولاد سے دشمنی ہی کی ہو اور درپے اسی کی رہی ہوں کہ ہرگز یہ ترک پیدا
 نہواور نطفہ قرار نہ پائی یا قرار نطفہ کے بعد استقاط کی تدبیر کی ہی اور بعد تولد
 پر پرورش میں خرابی کی ہو کوئی صورت فرض کرو مگر وہ احسان پدری
 اور ماوری کہی معدوم نہیں ہو سکتا ہے اور وہ احسان ایسا ہونا چاہی
 جسکو خود نطفہ قرار نہ پائی۔ قدرت میں رکھا ہوا اور مان باپ کو کچھ اسکی
 فنا کر نہیں دخل ندیا ہو یعنی کیسی ہی تدبیر خرابی نطفہ کی وہ کریں مگر بقدر
 قدرت نے حفظ نسل اور بقا و نفع میں حصہ انکو دیا ہے وہ حصہ کہ بھی
 نہوا۔ اسبطر ح اس نطفہ کا قرار دینا رحم میں ماور کے یہ بھی قدرت نے

اختیار من انکی ندیا ہوا کہ تدبیر و دای غذائی اور ریاضت بدنی یہ لوگ
 کریں مگر استقرار حمل ہرگز انکی اختیار میں نہو اب خیال کجی حال کے
 فیسولوجین آدمی کی منی میں کثرت میکر سکوب سی ویکٹر برابر حکم کرتے
 ہیں کہ یہی کثرت آدمی کا نطفہ بناتی ہیں۔ اگر ہم اس قول کو صحیح مانیں تو پہر ہم
 سوال کریں کہ ہزاروں مرتبہ کے حمل سے یہ کثرت کیوں نطفہ نہیں بناتے
 لازم تو یہ ہے کہ جب مرد کی منی جسمین کوئی خرابی نہ ہو عورت
 کی منی سی ملجائی ضرور نطفہ قرار پا جائے اب کوئی فیسولوجی یہ کہہ سکتا ہے کہ
 آج کی ہم بستی میں جو منی باہم مختلط ہوگی ضرور نطفہ بنتے ہو جائیگا اسی
 وجہ سے ہم کو تصدیق ہوتی ہے کہ اگر حیوانات منویہ نطفہ قرار پاتا ہو تو وہ کثیرا جو
 عالم زمین ہمارے جدا علی حضرت آدم ابو البشر کی پشت سے نکالا گیا تھا اور
 پھر داخل کر دیا گیا اور ہر ایک بشر کے پشت میں حسب قدر اسکی اولاد مقدور
 موجود ہے اسی سے استقرار نطفہ ہوتا ہے اگرچہ وہ کثیرا بھی ہم صورت انہیں حیوانات
 منویہ کی ہو یا کہ خالق تعالیٰ انہیں حیوانات منویہ میں سے جسکو حسب وقت
 چاہی قابل نطفہ بنانیکے کر دے انسان کی منی میں خواہ کسی اور حیوان کی منی
 میں اور ایک معنی فایعنا مافی لا حرام کی یہ بھی ہیں یعنی عورت اس کے

رحم میں جو چیز قابل نطفہ بنتی ہے سو ای خدا کی اور کوئی اسکو نہیں جانتا
 پس اگرچہ فلاسفہ فیسولوجین نے تجربات سے دریافت کیا کہ حیوانات
 منویہ سے نطفہ بنتا ہے مگر یہ علم ابھی تک اونکو نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ وہ کیرے
 کو لسی میں جسے ضرور نطفہ بنیادی۔ گھوڑے کی نطفہ میں سالو تری گاہے
 چورالین کے طریقہ پر تو قادر ہو گئی مگر انسان کی نطفہ پر ابھی فلاسفہ کو
 یہ قدرت نہیں ہوئی ہے بعض علماء فیسولوجی بقاعدہ اصول تصفح
 اپنی انکشافات تشریحی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مقدار معدن حیوانات متو
 کی جب صفات معلومہ پر مبنی ہے ضرور نطفہ قرار پاتا ہے یہ حکم اوکا محض تخمینی
 اور قیاسی ہے کوئی عقلی دلیل اس پر قائم نہیں کر سکتی ممکن ہے کہ وہ کثیرا جو ہمارے
 باویان برحق فرماتے ہیں اسی مقدار یا اس سے کم مقدار میں باعث
 قرار وہی نطفہ کا ہوتا ہو۔ المختصر یہ نطفہ کا قرار پانا اور نیز اسکا خراب کرنا
 دو وزن اختیار میں ہمارے نہیں رکھی گئی۔ اختیار میں ہمارے اسی قدر ہے
 کہ ہم بستی کریں اور وہ امانت جو ہمارے سپردگی میں ازل سے دی گئی
 ہے اسکو رحم مادر تک پہونچا دین اگر بلا خیانت پہونچائیں یعنی شروط
 استقرار نطفہ کی صحت بدنی وغیرہ کا لحاظ کر کے یا بلا لحاظ شروط بلکہ مختار

شروط کر کے بھی وہ استقرار جو مطلوب الہی جبوقت ہی ضرور ہو جائیگا
 اسطرح استقرار کی بعد حفظ جنین کی تدبیر کریں یا نکرین بلکہ اسقاط کے
 درپے ہوں اور نیز بعد ولادت پر ورش میں خرابی کریں بہر حال جبکا
 زندہ رکھنا قدرت فی چاہا ہی وہ ضرور پیدا ہی ہوگا اور زندہ بھی رہیگا۔
 اب خلاصہ میرے بیان کا یہ ہوا کہ عام حق والدین کا کسی قسم کے
 مان باپ فرض کروںجملہ اقسام شش گانہ جو اوپر مذکور ہوئے ہیں یہی ہے
 کہ قدرت نے انکو ایک چیز سپرد کی ہے اور اس امانت سے سبکدوشی
 ہم بستی زن مرد سے ہو جاتی ہے چاہی خوش اسلوبی سے ہم بستر ہوں یا
 بد اطواری سے ہاں اگر ہم بستی نکرین اسوقت نہ اولاد ہوگی نہ بیان
 باپ ہونگی۔ پہر چونکہ مجرم ہم بستی ذریعہ تو والد اور بے نفع کو عادت
 الہی اسی طریقہ سے چاہتی ہے لہذا مان باپ کو تھوڑی سی مشابہت خالق
 حقیقی سے ضرور ہوتی ہے کیسی ہی بد اطواری سے ہم بستی ہوئی ہو
 لہذا مان باپ کا واجب التعظیم ہونا بنظر اس مشابہت کی عموماً ثابت
 ہوا کہ بنظر قواعد ظاہری اور قانون عادی کے بقا و نفع اور تو والد کی
 اسباب میں سے یہ دونوں ہی ہیں اور یہ سبب ہونا امر ضروری ہے انکی

شانے سے مست نہیں سکتا ہے اور مہتمم بالشان بھی اس قدر ہے کہ نظام
 انسانی کی بقا اسی پر قدرت نے رکھی ہے۔ اب حقوق والدین کا وجوہ
 عموماً ثابت کر کے ہم نچرل صاحب کے مخاطب ہو کر پوچھتی ہیں کہ آپ تو
 قانون فطرت (لائف نیچر) کا بدلنا محال کہتی ہیں آپ کو مذاق پر جو شخص
 مرکب ایسی امور کا ہو کہ ہم بستر میں نامناسب وقت میں کرے اور
 لطفہ کے خراب کرنے کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے اور خراب رحم
 میں کسی بیماری سے کیوں نہ ہو اپنا لطفہ بغرض برباد ہو نیکی داخل
 کرے اور بعد ان سب تدبیرات خراب جنکا نیچر ہی ہے کہ لطفہ خراب ہو جا
 سکے ہرگز خراب نہ ہو اور پھر اسقاط حمل کی بھی پوری تدبیر کرے مگر اسقاط
 نہ ہو پورے مین بھی کوتاہی کرے دودھ اور غذا کچھ نہ دے مگر کچھ
 خوب بالیدہ ہو کرے ان صورتوں میں پہلی تو آپ اپنی نیچر کی خبر لیجیے
 کہ وہ بگڑا جاتا ہے مصرعہ شادوم کہ ازرقیبان دہن کشان گذشتی
 رہی ہماری شریعت کا حکم اطاعت والدین کا اسکو تو ہم ہی فقط ہم بستر
 سے عموماً لازم ثابت کر دیا۔ اب رہی کمی بیشی حقوق والدین کے
 جو امور اختیاری کی طرف منسوب ہے۔ ظاہر ہے کہ ہماری شریعت

جسکی بنا محض عمل اور انصاف پر ہی سوائے ان حقوق عامہ کے
 جو محض بقا و نسل اور حفظ نظام سے متعلق ہیں اور قسم کی حقوق کی
 کمی بیشی اقسام شش گانہ میں جیسا برتاؤ والدین کا اولاد سے ہوگا ویسا ہی
 کم بیش ان کا حق ہی ثابت ہوگا ازاںجملہ شرک بائیس کی نسبت خلاف
 پہلے عام حسن سلوک والدین کا فرض اور واجب کر کے ارشاد فرمایا ہے
 وَقَدْ جَاءَ الْإِنْسَانُ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا۔ یعنی عام والدین کے ساتھ حسن سلوک
 کرنیکی آدمی کو پہننے وصیت کی ہے وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُقْرِبَ لَ
 بِمَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا
 اگر مان باپ کو شش کر کے تجھی مشرک بنانا چاہیں اور ایسی بری باتیں
 سکھلائیں جسکا تجھی علم نہیں ہے یعنی تیری عقل ان امور کی برائی سے
 اسوقت آگاہ نہواور پہر تجھی معلوم ہو جائی پس ایسی امور ضلالت میں
 انکی اطاعت نہ کرنا مگر ظاہر میں برتاؤ و نیوی پھر بھی اُسے نیکی کا رکھنا۔
 میں کہتا ہوں ایسی دشمنان خدا کی نسبت یہ حکم اچھی پیش آمد کا اسی حکمت
 سے فرمایا ہے کہ جو مان باپ اولاد سے بد سلوکی اور خراب برتاؤ کریں تا انکے
 انکو مشرک پیدین ہی بنانا چاہیں جو موت ابدی کا باعث ہے اور

اُسے ہی بہو حسن سلوک کا حکم ہو مصلحت یہی ہے کہ بقا و نوع اور امتثال
 ایسی ضروری بات ہے کہ حسب قدر قانون تمدنی میں سب کی غرض یہی ہے
 کہ نظام عالم میں خلل نہ پڑے اور بقا و نوع کا شیرازہ بندھا رہے اگر ایسے
 مان باپ جنہوں نے اپنی بد عقلی سے اولاد سے بد سلوکی اور برائی کی ہو
 انقا و نطفہ سے لیکر تازمانہ پرورش بلکہ بعد زمانہ بلوغ تا آخر عمر اولاد کی
 نسبت ہی اگر حکم الہی انتقام لینی کا اولاد سے ہوتا اور انکی اطاعت
 ضروری اور بزرگداشت عام کو خدا مٹا دیتا ضرور ایسی ہی بے عقل
 اور نا فہم آدمی اپنی بد کرداری خواہ والدین کی بد اطواری پر محاذ لگاتے
 اور یہی پکارتے پھرتے خاک پتھر اولاد کے خواہش کریں جو مثل اغیار کو
 جیسے برسر پر خاش ہونیکو تیار ہوتے ہیں اسے درگزر کرنے میں خدا نے
 اولاد کو مثل اپنی صفات تحمل کو مستصفا ہونا چاہا کہ دیکھو میں تمہارے
 مان باپ کا خالق حقیقی ہوں میرے ساتھ کیسا خراب برتاؤ کفر اور
 شرک اور نافرمانی کا یہ لوگ کرتے ہیں اور میں ہمیشہ درگزر کرتا ہوں
 اور تم تو بظاہر انکی نطفہ سے پیدا ہوئی ہو گویا تم انکی مخلوق ہو تمکو
 بالاولیٰ جسے درگزر کرنے لازم ہی ہے جو خدا اپنے ان مخلوقات سے کہ

دشمنی پر ہمیشہ تلے ہوئی ہوں اور کسی قسم کی محبت اُنکو خدا سے نہ ہو ایسا
 حسن سلوک کرے شعرا کی کہ از خزانہ غیب نکالے ترسا وظیفہ خور
 داری نہ وہ کریم بے نیازا وں بد کردار مان باب سی جنین احسان تولید
 ظاہری بہ نسبت اولاد کی ہی کیونکر بد سلو کی کور وار کہ سکتا ہے دوستا
 کجا کنی محروم نہ تو کہ با دشمنان نظر داری نہ

اب رہی وہ مان باب جنہوں نے اپنی اولاد کسی دوسرے کی فرزند میں
 دے اور پرورش کا بار اغیار پر ڈالا اور خود بھی اُسی اولاد کی بدولت
 چین اور آرام سے بسر کرنی لگا ایک حق عام جو ہم اوپر لکھ چکے وہ تو اولاد
 پر ہر گونہ ثابت رہا یعنی حق تولید جو بقا نوع کا سبب ہے۔ اب دوسرا
 حق پرورش وہ غیر کا ہوا جسکی مبتنی میں یہ پالی گئی۔ اب دیکھو کہ بتنی
 میں جسکے دیا ہی وہی شخص ہو گا جو بے اولاد بے نام اور نشان ہو گا اسکی
 غرض متفاوت ہوتی ہے کسی کو تو اسقدر غرض ہوتی ہے کہ لڑکا گود میں لیکر
 اسکی والدین سے کچھ مسلوک ہونا گوارا نہیں کرتا ہی کوئی شخص ایک مقدار
 معین دی کر والدین کو راضی کرتا ہی کوئی آدمی ایک زمانہ معین تک
 والدین کا بار اوٹھاتا ہی اسکا کوئی عام قاعدہ نہیں ہے مگر ہر حال اس کے

سی جو اغراض اسکی ہین وہی ہین کہ جس طرح مان باپ کا یہ وارث ہوتا اور
 انکی کار خدست امور خانگی وغیرہ میں بجالاتا اسی طرح پدر خواندہ سے
 پیش آئیگا۔ پس جو کچھ پرورش پر داخت میں اس متنبی کی خواہ متنبی کے
 والدین کی اس فی خج کیا ہی اپنی غرض سی کیا ہی اور والدین کی ضماندی
 سے کیا ہی اب فرق یہ ہوا کہ والد نے اگر خود پرورش نہیں کیا دوسرے
 کرایا کر سبب تو وہی والدین ہی ٹھہرے انکو اختیار تھا کہ پرورش انکی
 اور نہ خود کرتے اپ پرورش کرانیکا احسان پہر بھی باقی رہا۔ پہر نہ
 والدین سبب مجازی وجود اولاد کی ہین اب جتنی امور نفع اور راحت کے
 قبل زمانہ بلوغ اور رشد اولاد کی فرض کرو سب کا انتساب والدین ہی کی طرف
 ہوگا چاہین خود پرورش کریں یا کسی اور سے کرائیں متنبی بنا کر خواہ دایہ مقرر
 کرے۔ مگر دایہ کی غرض روزانہ مزدوری لینی کی ہی اور گود لینی والی کی غرض
 بعد اسکی بلوغ اور رشد کے حاصل ہوتی ہی اور یہ غرض بہت بڑی ہی
 جسکے معاوضہ میں متنبی کے والدین محتاج کی خبر گیری بھی لازم ہی اور یہ سب
 امور عقلی ہی۔ اب ذرا ہماری شریعت کا حکم ہی متنبی کی حتمین دیکھو قرآن مجید
 میں فرماتا ہی۔ وَمَا جَعَلَ اللَّهُ آدُعِيَاكُمْ بِنَاءَكُمْ خُدَا نَ تَمَارَسَ

پسرخانده (مبتنی) کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنادیا ہے۔ بلکہ بیٹا اسی کا ہے جس سے
 پیدا ہوا ہے اور اسی لحاظ سے فرمایا وَاِنْ تَدَّعَوْهُمْ بِآبَائِهِمْ فَقَطُّ
 عِنْدَ اللّٰهِ اَکْرٰنٌ مَّتٰی لَمْ کُوْنُوْا اُنْکٰی اَصْلٰی باپ کی نام سے پکارو بھی انصاف
 زیادہ اُنکی حق میں خدا کو نزدیک ہے یعنی اُنکو خارج النسب کر کے اُنکی مان کو
 گالی ندو۔ اور اسی سبب سے مبتنی لڑکا اپنے والدین کی ترکہ سے میراث پاتا ہے
 محروم الارث نہیں ہوتا ہے اور جسکی فرزندگی میں آیا ہے اسکا وارث شرعی
 نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ وغیرہ سے اُسکے متروکہ کا مالک ہوتا ہے نہ اُس باپ کی
 دختر سے اسکا نکاح ناجائز ہے اور نہ کوئی حکم جو قرابت کا ہے اس پر جاری ہوتا ہے
 بلکہ اگر گود لینی والا اپنی حیات میں اسکو یہہ وغیرہ نہ کر جائے اُسکی ورثہ شرعی
 برابر اپنا حق وراثت پائیں گے۔ پہر جب اصلی قرابت مبتنی سے پیدا نہوے
 اب اسکو گود لینی واسلے کا بیٹا کہنا ضرور اسکی مان کو کالیاں دینی میں اور
 یہی مراد خدا کی ہے جو آیت میں فرماتا ہے۔ اب چونکہ کثیر چہرل صاحب ہماری
 شریعت پر معترض ہیں لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مان باپ فی اپنی پسیر کو جب
 کسی کی فرزندگی میں لیا ہے پھر دوسرا احسان اُسکا ہوا کہ اپنی متروکہ کی وراثت
 قائم رکھے کہ دوسری جگہ کہ بار کا مالک بنایا اب تین احسان اُنکی اُس فرزند

ہوئی (۱) حیات ظاہری (۲) اپنی وارث باقی رکھنے کا (۳) محض غیر
 مال کو مالک بنانے کا اگر ان احسانات سے گمانہ کی وجہ سے چند روز انکی بی بی بسر برد
 اولاد کی ذریعہ سے ہوئی تو انکی احسانات کیونکر مٹ جائیں گے بلکہ شاید زیادہ ہی
 ثابت ہونگی۔ زہی نصیب اس اولاد کی جو پیدا ہونیکے ساتھ ہی اپنی والدین
 کی آرام اور راحت کا سامان کرے۔ اب اسی جگہ بھی چھٹی قسم والدین کی اور
 یاد آئی وہ یہ ہے کہ بعض عورت اور مرد کو ایک مرض ایسا لاحق ہوتا ہے کہ مرد
 ہم بستری کرنے کے انکی جان کا بچنا قواعد ظاہری طب کے روسی محال معلوم ہوتا ہے
 ایسی مرضیوں کو طبیب حکم قطعی ہم بستری کرنا دیتا ہے تاکہ حفظ جان اور صحت
 جسمانی حاصل ہو۔ نچرل صاحب سوال کرتے ہیں کہ جب اپنی حفظ جان کی
 غرض سے ہم بستری کی اور اتفاقاً نطفہ ٹھہر گیا اب مان باپ کو اس بچہ کا
 ممنون احسان ہونا چاہیے نہ انیکہ الٹی تعظیم والدین کی بچہ پر فرض ہو۔ یہ غلط خیال
 نچرل صاحب کو اسی وجہ سے ہوا ہے کہ اصول طب پر اطلاع نہیں ورنہ طبیب
 امراض جسمانی یا طبیب امراض اخلاقی اور سیاست منزلی جس مرد کو یا جس
 عورت کو ہم بستری پر مجبور کرتا ہو ایسے بیماروں کی دوشمین ہیں اول تو وہ زن
 اور مرد جنہوں نے تجھ کو ختم کیا اور سن اُنکا عنفوان شباب کا ہی قوت

بدنی زیادہ ہو اور نطفہ دیکھنے کی قابلیت پوری ہو مین انکی کثرت ہی نسل
 انسانی بڑھانے کا مادہ زیادہ ہو کہ خدا نے انکو اس لائق کیا ہی مگر کسی یہودہ
 خیال سے مجرب نہ ہو ہی اب قانون فطرت نے انپر لازم کیا ہی کہ وہ قاطعاً نسل
 نہ بنیں اور ایسا مرض پیدا کر دیا ہی کہ ضرور ہم بستی پر مجبور کئی جائیں اور وہ انتہا
 اور ودیعت الہی جو بقاء نسل کی انکی سپردگی مین ہی اور حسب کو ضائع کرنے کے
 درپے مین اسکو اپنی خاص جگہ مین پہنچائیں چنانچہ ہم بستی ہی وہ اپنی جگہ
 پہنچ گئے اور وہ حق عام جو والدین کا فطرت نے رکھا ہی یعنی افزونی نسل
 اور حفظ نوع کا اس سے انکو سبکدوشی ہوئی اور اولاد کے واجب التعظیم ہو چکے۔
 دوسری قسم کی وہ زن و مرد خانہ بدوش بے یار و غما سار جنگی خانہ دیرانی
 زوجہ کے نہونی سے خواہ محض للوارث عورت قوآم یعنی شوہر نہونی سے ایسی ہو
 (خدا کی پناہ) جنکے اوقات شبانہ روزی تباہی اور پریشانی مین بسر ہوتی ہو
 اور ہزاروں قسم کی ایندھا کا انکو دن رات سامنا ہوا ایسے زن اور مرد کو
 حکم اصول حکمت خانہ داری طیب روحانی خانہ آبادی اور تزویج پر مجبور
 کرتا ہی کہ بعد تزویج کے مرد بے زن خواہ عورت شوہر اپنی اپنی اندامی شبانہ
 روزی سے نجات پائیں اور جو حکمت فریدگار بہ حق کی جوڑا پیدا کر نہیں ہی

وہ بھی پوری ہوا اور ناجائز افعال سے خواہ ناجائز ارادوں سے جو بھروسے کے
 زمانہ میں دونوں نکور ہی اس سے محفوظ رہیں اور تو والد و تناسل کا فائدہ
 جو علاوہ فوائد آرام اور راحت مذکورہ کی ہے وہ بھی پیدا ہو۔ پہرا سہین کو نسا
 گناہ مان باپ کا ہوا اگر انہوں نے اپنی حفظ صحت اور خانہ آبادی کے غرض سے
 نکاح کیا اور اسی ضمن میں خدا نے انکو اولاد بھی عطا کی اور امانت الہی
 سے انکو سبکدوشی بھی ہوئے اور وہ احسان جو فطرت نے انکو اولاد کی
 آفرینش میں ضروری دیا ہے وہ بھی ثابت رہا۔ پہر چونکہ ہماری شریعت
 جامع قواعد علاج امراض جسمانی اور امراض روحانی سبکی ہو سکتی
 دونوں قسم کی زن و مرد کو حکم ازدواج فرمایا ہے اور کوئی فائدہ جسمانی اور
 روحانی فرض کر دے سبکی ہدایت ہمکو ہمارے ہادی برحق جناب محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اور اسی جامعیت احکام کی نظر سے
 ہم اپنی شریعت کو شریعت الہی جانتی ہیں جس نے ہمکو ہر طرح سے
 اور طرف رجوع کرنے سے بے پراہ کر دیا ہے وہی ہمارے نبی ہیں جنہوں
 نے فرمایا دیا۔ اُنْ تَبَيَّنَتْ جَوَامِعُ الْكَلِمِ مجھے تمام کلمات حکمت خدا
 دیئے ہیں اللہم صل وسلم وذر بآرک علی نبینا و آلہ و اصحابنا الایہ

باب سولہواں شوق القمر کا معجزہ نہ کوئی اور معجزہ اسلام کے
نبی کا جب قرآن سے کہی ثابت ہوا پہراہل اسلام
انکی نبوت کا کیونکر دعوئے کرتے ہیں (سوال)
جتنی آسمانی کتابیں اہل مذہب فی بنائی ہیں سب میں اُس نبی کا جسکو وہ پیرو
ہیں ایک نہ ایک معجزہ بھی گڑھ لیا ہو۔ پر خلاف اسکی قرآن جو آخری
کتاب ہو اس میں آخری پیغمبر کا کوئی معجزہ نہیں درج ہوا۔ پہراہل نبوت کا
ثبوت اور قرآن کا آخری کتاب ہونا کیونکر مانا جا سکی۔ شوق القمر کا معجزہ
جسکو اہل اسلام ہمیشہ سے متواتر کہہ رہے ہیں اور قرآن سے اُسکا ثبوت
دی رہے ہیں اُسکی یہ صورت ہو کہ خود مسلمان ہی اسکی واقع ہونے اور
نہ ہونے میں پورا اختلاف کرتے چلے آئے ہیں جیسے عثمان بن عطا اور
حسن بصری اور بلخی اور حلیمی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ۔
پہراور فرقہ کے لوگ جو اہل مذہب آسمانی ہیں خواہ ہلوگ جو پابند مذہب
نہیں اُنہیں اسکا ثبوت کیونکر ہو سکتا ہے۔ جب قرآن ہی سے اس معجزہ کے
واقع ہونیکا ثبوت خود مسلمانوں میں اتفاقی نہ رہا اب اسکا متواتر اور وجہ
یقین پر پہونچنا خود اہل اسلام کی عقیدہ سے درست نہ رہا۔ بلکہ ماوردی

نے صاف کہہ دیا کہ ہم یورپین کا اتفاق ہے کہ شق القمر نہیں ہوا اب رہی بحث
 اور تاریخ مذہبی ظاہر ہے کہ مذہبی تاریخ اسی اہل مذہب پر محبت ہو سکتی ہے
 جس مذہب کی وہ تاریخ ہو بشرطیکہ متواتر حلقہ مورخین بلا اختلاف ملو
 نقل کریں۔ معجزہ شق القمر کی تاریخی بیانات کو دیکھو سے جسکو ذرا سی ہی
 عقل ہے وہ یہی فوراً کہہ دے گا کہ یہ معجزہ بنایا تو مگر بن سکا اسلئے کہ جن لوگوں
 نے اپنی چشم دید اس واقعہ کو دیکھنے کا غلط محض و عوامی کیا ہو انکی
 تو اسوقت پیدائش ہی نہ ہوئی تھی بلکہ حمل بھی اُنکا قرار نہ پایا تھا کہ سکم
 مادر سے دیکھتے اسی سبب سے (۱) کوئی آدمی چشم دید اس معجزہ کے
 وقوع کو وقت شب بتلاتا ہو (۲) کوئی کہتا ہو کہ نہیں دیکھو یہ سانحہ ہوا (۳)
 کوئی کہتا ہو آسمان پر ہوا کوئی زمین پر کوئی درمیان آسمان زمین کے ہونا
 اپنی چشم دید بتلا رہا ہو (۴) کوئی کہتا ہو ایک ٹکڑا چاند کا اپنی جگہ پر رہا
 دوسرا دور چلا گیا (۵) کوئی کہتا ہو چتر پہاڑ کے نیچے ایک ٹکڑا اور اوپر
 دوسرا نظر آیا (۶) کوئی کہتا ہو ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا دوسرا ٹکڑا دوسرے
 پہاڑ (۷) کوئی کہتا ہو کہ ابو جہل اور ایک یہودی کی درخواست سی یہ معجزہ
 ہوا (۸) کوئی حبیب ابن مالک کی درخواست سی بتلاتا ہے (۹)

کوئی کتاب ہے چودہ اصحاب عقبہ کی درخواست سی (۱۰) کوئی کتاب ہے فقط ایک
 شخص کو نظر آیا اور کوئی کتاب ہے سب لوگوں نے دیکھا۔ اب اگر سب مہتممین
 سچی ہیں تو شق القمہ کا معجزہ آٹھ تو مرتبہ ہوا مگر اسکو اہل اسلام بھی
 کہی نہیں مانتے ہیں لہذا تناقض اقوال سے یہی نتیجہ برآمد ہوا کہ سب کا
 بیان غلط ہے اور محض گرہنت کی بات ہے نہ کسی نے دیکھا ہے اور نہ شق القمہ
 ہوا ہے۔ پھر جب ایسا معجزہ جسکو بچہ اور بوڑھا ہر ایک مسلمان اپنا دین
 اور ایمان ہمیشہ سے اعتقاد کرتا رہا ہے تاریخ اسلام سے بھی غلط ہو گیا اب اور
 معجزات جنکو ایک ہی راوی نے گروھا ہے انکا ثبوت کیا باقی رہا جس پر
 مسلمانوں کو کونسا ہر مہمید جواب عقلی شبہات جسقدر معجزہ شق القمہ پر
 ہیں انکو جوابات ہمیں باب (۱۳) اور (۱۴) میں اسی کتاب کی لکھ رہے ہیں
 اب سائل نے ہماری منقولات سے بحث شروع کی ہے۔ پر چونکہ یہ بات
 مسلم ہے کہ ہر مذہب کے منقولات کی صحت اور غلطی اسی مذہب کے
 مسلمات اصطلاحی سے ظاہر کرنی چاہی لہذا سائل کو لازم ہے کہ اہل اسلام کے
 منقولی امور میں ضرور انکی اصطلاحی طریقہ کی پابندی کرے تب اپنا شبہ
 قائم کرے۔ اس بات کا انکار جو سائل کرتا ہے کہ ہمارے نبی کا کوئی معجزہ

قرآن سے ہرگز نہیں ثابت ہوتا ہے۔ پہلی تو ہم بھی جواب دیتی ہیں کہ شق القمر
 کا معجزہ قرآن سے اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے اور بعض اہل اسلام کو جو
 اسمین انکار ہوا انکی غلطی کو ہم عقلی اور نقلی دلائل سے آئندہ لکھینگے۔
 اسکے بعد ہم ایک باب جدا گانہ میں قرآن مجید سے اور معجزات ہی باتیں ہی صلعم
 کی انشاء اللہ ثابت کریں گے مثل معجزہ شق القمر کے۔ اور اسکا کون دعویٰ
 کرتا ہے کہ آج تک جس قدر اہل اسلام گزرے یا موجود ہیں یا آئندہ ہونگے
 سب کے سب جملہ امور میں خطا اور سہو سے بری ہیں۔ مان جن حضرات کو
 اہل اسلام خطا سے بری اور معصوم مان چکی ہیں انکا اقرار خواہ انکار البتہ
 موجب اعتراض اور ایراد ہو سکتا ہے۔ عام طور سے تو مذہب شیعہ پر
 جو نبی اور امام کو جملہ امور دینی اور دنیوی میں خطا سے معصوم جانتے
 ہیں اور خاص طور سے اہلسنت کو عقیدہ پر جو دینی امور میں ضرورتی کو
 معصوم مانتی ہیں اور یہ قصہ چونکہ محض دینی امر ہی اسکے بیان میں توکل
 فرقہ اہل اسلام کے نبی کو خطا سے بری مانتی ہیں۔ رہی صحابہ اور تابعین
 اور علمائے اسلام انکا کسی امر خاص میں شاذ و نادر خطا کرنا مذہب اسلام پر
 کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتا خصوصاً دو چار عالم جنکو کسی غرض خاص سے

دھوکہ ہو جائے اور اپنی اصول مذہبی کی خلاف براہ بشریت غلطی کریں
 علی الخصوص وہ غلطی حسین انکی فقط رائے کی غلطی ہو اور قرآن وحدیث
 سے کوئی سند اسکی نہ ہو اور نہ وہ غلطی عقلی دلیل سے درست ہو سکی۔ پھر چونکہ
 سائل ہمارے منقولات سے یہ شبہ وارد کرتا ہے لہذا اسکو پہلے یہ معلوم کرنا
 ضرور ہے کہ ہم اہل اسلام کا اجتماعی مسئلہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید سے جو بات
 صاف صاف بدون تاویل کی پیدا ہو اسپر کسی روایت کو نہ کسی عالم
 محدثی کی قول اجتہادی کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ جو بات قرآن کی مخالف
 ہو اسکو غلط محض سمجھے ہیں اسلئے کہ قرآن سے زیادہ سچی اور متواتر
 ہمارے مذہب میں کوئی چیز نہیں ہے اب ہم کو لازم ہے کہ اس میں کوئی جرح نہ کریں حصہ آسمانی کے
 ثبوت میں دوسرا حصہ احادیث اور روایات اور اقوال علماء
 محمدی جو اس معجزہ میں منقول ہیں اور لفظ ہر آئین براہ غلط فہمی سائل
 کو اختلاف اور تناقض ہی پہلا حصہ قرآن مجید میں سورہ قمر کی
 پہلی آیت یہی ہے اِقْتَبَبِ السَّاعَةَ وَالشَّهَادَةُ بَیِّنَاتٌ لِّمَنْ هَدٰی
 انکی قیامت اور چاند شق ہو گیا۔ یہی معنی اس آیت کی ظاہر میں
 جو شخص زبان عرب کو سمجھتا ہے کسی مذہب اور ملت کا ہو یہی معنی اس

آیت کو سمجھے گا۔ اب ہم کو لازم ہے کہ اگرچہ قرآن کا شوق ہو جانا صریح الفاظ آیت
 ہر شخص سمجھ لیتا ہے مگر اور قرائن لفظی اور سنوی اور سیاق اور سباق سے
 بھی ایسے امور بیان کرین جسے متعین ہونا انہیں محضوں کا اور واقع ہونا
 اس واقعہ کا بخوبی ثابت ہو جائے اور وہ قرائن اور قواعد ایسے ہوں
 جنکو مذہبی امور سے کچھ علاقہ نہ ہو بلکہ بلا لحاظ مذہب اور ملت کی ہر شخص انکو
 تسلیم کرے ورنہ مخالف مذہب اسلام انکو ہرگز نہ مانے گا اگر مذہبی اصول
 انکا لگاؤ ہوگا مثلاً زبان دانی کے علوم جیسے علم نحو اور صرف اور معانی بیان
 جنکے اصول کسی مذہب کو تسلیم کرنے پر نہیں بنائے گئے ہیں اور نہ کسی مذہب سے
 خاص ہیں۔ اسی طرح علم تفسیر کے قواعد کہ جو قصہ طلب کلام ہوا سکا تو بخوبی
 اتفاق سے تعلق ہی چاہی وہ قصہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی۔ علم تفسیر میں شان
 نزول اسی کو کہتی ہیں کہ یہ آیت کسکی شان میں اتری ہے اور اسکا قصہ
 مفصل کیا ہے۔ جیسے کہ علم مثال اور محاضرات میں کوئی مثل جو مشہور اور
 زبان زد خاص اور عام ہوتی ہے اسکے اصل اور پورا قصہ تاریخ ہی سے
 معلوم ہوتا ہے پھر چونکہ قرآن مجید کی ہزاروں خوبوئیں سے ایک بڑی
 کرامت یہ بھی ہے کہ عیب و صواب خیراہ امر اور نہی سے اگرچہ ہر شخص واحد

بگروہ خاص تھا مگر نام لیکر اور تعین کر کے اُسکو ارشاد نہیں فرمایا ہے جو اعلیٰ
 درجہ کی اخلاقی بات ہے لہذا ایسا کلام تفصیل طلب ضرور ہوتا ہے اور ایسے
 طرز کلام کی فوائد علم بلاغت سے بخوبی دریافت ہوتی ہیں پس ہمارے
 آیات قرآن کا شان نزول جاننا ضرور ہے جو تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے
 یہ بھی کوئی امر مذہبی نہیں ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ جو دلائل ہم اس مقام پر
 لکھتے ہیں اُنکا تسلیم کرنا کسی مذہبی عقیدہ کی تسلیم پر موقوف نہیں ہے اب ان
 دلائل کو بیان کرتا ہوں پہلی دلیل سورہ قمر سے پہلی ملی ہوئی سورہ
 نجم کی آخری آیت یہ ہے۔ *آخِرُ الذِّكْرِ فَهُوَ* یعنی قریب آگئی قیامت
 اور سورہ قمر کی پہلی آیت اُسکے ہی معنی ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ سورہ
 قمر کی آیت میں قربت بلفظ ثلثی مجرور نہیں ارشاد فرمایا بلکہ اقتربت
 بصیغہ ثلثی مزید ارشاد فرمایا اور یہ مسئلہ علم معانی میں مقرر ہو چکا ہے کہ
 زیادتی لفظ کی زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے اور باب افعال کا تو خاصہ
 یہی ہے کہ مبالغہ کے معنی اُسی مادہ میں پیدا کرتا ہے جیسے اقتدار اور استوی
 وغیرہ۔ پھر چونکہ زیادہ قریب ہونا قیامت کا اول سورہ قمر میں بطور
 دعویٰ کے فرمایا تھا لہذا اُسی جگہ اُسکی دلیل یہی ذکر کر دی یعنی دلیل

زیادہ قرب قیامت کی یہ ہے کہ چاند شق ہو گیا پس یہ لفظ واو جو دانشق القمر
 میں ہو گیا واو حالیہ ہے جس سے معنی سبیتہ کی بھی نکلتے ہیں جیسے۔ ماکان
 اللہ لیحد بہم وفانت فیہم۔ اب منکرین قیامت کیونکر انکار کر سکتے
 ہیں اسلئے کہ نمونہ قیامت انکو دکھلا دیا گیا اور بعض قاریوں نے اس
 آیت کو یون ہی پڑھا ہے واقد دانشق القمر یعنی تحقیق کہ چاند شق ہو گیا جیسا
 کہ علامہ ابو مسعود عمادی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور لفظ قد ماضی پر
 تحقق وقوع کیواسلئے آتا ہے یہ بھی دلیل لفظی ہے کہ یہ سانحہ واقع ہو چکا اور
 واو حالیہ ہے کیونکہ ماضی کا جملہ حالیہ قد کو ضرور چاہتا ہے اب خلاصہ یہ ہوا
 کہ خدا نے پہلے آخر سورہ نجم میں قرب قیامت کا دعویٰ فرمایا پھر ادل سورہ
 قمر میں اُس دعویٰ کو زیادہ قریب پر دلالت کر نیوالی لفظ سے ارشاد کیا
 پھر اس دعویٰ کی دلیل وقوع واقعہ شق القمر کا بھی ارشاد کر دیا تاکہ دعویٰ
 با دلیل ہو جائے مجر دعویٰ نہ رہے فائدہ قیامت کا قریب تر ہونا یا تو مراد اسلئے
 یہ ہے کہ زمانہ کی راہ سے قریب ہے یا مراد یہ ہے کہ تجویز عقلی میں قریب بہ عقل ہے
 منکرین اور فلسفی جو منکر حشر اور نشر ہیں مجر د انکار پر انکو قناعت نہ تھی
 اور شریعت انبیاء میں جو جو پیشین گوئیوں حشر اور نشر کی نسبت ہوئی

تین انکو بھی بعید از عقل سمجھتے تھے اور اب بھی سمجھتے ہیں بلکہ اسپر بھی
 ترقی کر کے کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ یہ امر ہرگز ممکن نہیں ہی محال ہی اس لئے
 کہ معدوم کو دوبارہ موجود کرنا اور مرد و نکو زندہ کرنا ہرگز نہیں ہو سکتا اور
 آسمانی چیزوں کا پٹ جانا اور پھر جوڑ جانا کسی طرح ممکن نہیں اور عقل سے
 بعید ہی یہ کیفیت کفار اور مشرکین اور دھرمیوں کی ہمیشہ سے چلی آئی اور
 ہر نبی کی ایسی پیشین گوئی پر اسی قسم کی قہقہے اور استبعاد عقلی کرتے رہے
 پھر چونکہ ہمارے نبی آخر الانبیاء ہیں اور قرآن مجید آخری کتاب آسمانی ہے
 لہذا آخری پیغمبر کو واجب ہے کہ خدا الیہامیہ کرامت فرمائے جس سے کل
 انبیاء سابقین کی پیشین گوئی بہ نسبت وقوع قیامت کی براہ عقل بھی تو
 وقوع ہو جائے اور ساری استبعادات عقلیہ منکرین حشر و نشر اور فساد اجرام
 سماویہ کے دور ہو جائیں اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ یہ پیغمبر آخر الزمان ہے
 جس کا زمانہ نبوت تاقیام قیامت رہے گا۔ اسی حکمت بالغہ الہیہ کا یہ مقتضی
 ہوا کہ اب ان منکرین کو ایسی کوئی بابت معجزہ کی ہمارا آخری نبی دکھلا دے
 چنانچہ شق القمر کا معجزہ درخواست سے منکرین حشر و نشر کو فوائد مند و مفید
 کی غرض سے خدا نے دکھلا دیا آسمانی اجرام کا بروز قیامت پٹ جانا

خواہ اور تغیرات انہیں ہونے جسکی خبر ہمارے پیغمبر ہمیشہ دیتے رہے ہیں اور
 آخری پیغمبر بھی دیتا ہی نہ محال ہی اور نہ بعید از عقل ہی بلکہ ممکن اور قریب
 بہ عقل ہے ہمارا نبی آخر الزمان جسکے زمانہ نبوت کو پہنچنے تا قیام قیامت باقی
 رکھا ہوا اسکا پیدا ہونا زمانہ قیامت سے قریب براہ عقل ہی اسلئے کہ اب
 کوئی نبی اسکے بعد نہ آئے گا اب معلوم ہو گیا کہ سورہ قمر میں قرب قیامت
 کا لفظ جو قرب مطلق پر دلالت کرتا ہے اس سے قرب زمانہ ہی مراد ہے اور اقرب
 عقلی بھی جس سے استبعاد عقلی وضع ہو گیا یعنی جس طرح استبعاد عقلی دونوں
 امر میں تھا اسکی ضد یا تنقیض یعنی اقرب عقلی بھی دونوں کو شامل ہے
 ایسا خیال نہ کرو کہ فقط اقرب عقلی مراد ہی جیسا کہ علامہ فخر الدین مامقانی نے
 تفسیر کبیر میں اسی پر زور دیا ہے بلکہ اس تعمیم سے ہر قسم کا قرب اس لفظ سے
 مراد ہے اور سب کی دلیل ہی مجزہ شق القمر ہو گیا دوسری دلیل اس آیت
 کو بعد فرمایا ہے۔ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا عَنْهَا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ
 ترجمہ یعنی جب کوئی آیت و معجزہ یہ لوگ دیکھتی ہیں اس سے اعراض کرنے
 ہیں اور کہتی ہیں یہ جادو اور سحر مستمر ہے یعنی سحر قومی ہی یا کہ ہر ایک جادو
 زیادہ ہی یا مراد یہی کہ بہت جلد جاتا رہے گا یا یہ مراد ہے کہ ایسا جادو ہمیشہ

مدعیان نبوت کرتے چلے آئے ہیں اب یہ کہنا کفار کا جو قرآن صادق المقال
 میں مذکور ہے بدون اس کے کہ شق القمر ہو چکا ہو کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے
 اس سے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ شق القمر مثل اور معجزات کی واقع ہو گیا اور
 اور جسطرح ہماری نبی کی اور معجزات کو مشرکین جادو و قرار دیتی تھی اسکو بھی
 قرار دیا تیسری دلیل تیسری آیت میں فرمایا۔ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا
 أَهْوَاءَهُمْ یعنی جھٹلایا اس معجزہ کو جسکو دیکھ چکے ہیں مثل اور معجزات کو
 اور اپنی خواہشہا و نفسانی کی پیروی کی یہ بھی پوری دلیل ہے کہ شق القمر
 واقع ہو چکا اور کفار نے اُسکی تکذیب بھی کی اسکی یہ معنی نہیں ہو سکتی
 کہ جب شق القمر آئندہ کہی ہو گا تو کفار اور دہریہ اُسکی تکذیب کریں گے اور
 اپنی خواہشہا و نفسانی کی پیروی کریں گے چوتھی دلیل یہ ہے اسی جگہ ارشاد
 فرمایا۔ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْآبَاءِ مَا فِيهِمْ شَكٌّ حَتَّىٰ بِالْأَفْئِ
 فَةِ تَغْنَمُ النَّدَىٰ۔ قرآن میں جو خبر دی وہی ہوئی ہے کہ اسمین خبر دی
 شق القمر اور قرب قیامت بھی داخل ہے یہی خبر دی کفار کو انبیاء کی تکذیب
 معجزات کی روکنی کو کافی ہے اور حکمت بالغہ خدا کی اس سے ظاہر ہوتی ہے
 اگر میں حکمت بالغہ الہی سے یہ مراد لون کہ چاند کا دو ٹکڑے کر دینا بھی خدا کی

پوری حکمت پر دلیل ہے تو یہ میرا کہنا کسی طرح نامناسب نہ ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا
 کہ پھر بعد اظہار ایسی حکمت بالغہ کی اب کون سی چیز باقی رہی جو انبیاء کو
 ان منکرین کو انکار میں نفع دے گی اب تو جس جس چیز کا یعنی حشر و نشر اور
 فساد و اجرام علویہ کو بروز قیامت انبیاء بیان فرماتے تھے ہم نے شق القمر
 کر کے انکا ایک نمونہ بھی دکھلا دیا اسکے بعد ارشاد فرمایا۔ فَتَقَالَ عَمَّا يُنْهَوْنَ
 اٰی مُحَمَّدٌ اَنْکِیْ بِدِرْوَارِیْ سِیْرُوْکِ رَوَانِیْ کرو اور اُنکی حماقت اور سفاہت کو
 اب خیال کر کے زیادہ اصرار نہ کرو پانچویں دلیل سورہ قمر میں بسطح حمزہ
 شق القمر کا انکار مشرکین کا مذکور ہے اُسی طرح اور انبیاء کو معجزات اُپدیشی گئی
 کا انکار جو کرتے چلی آئی ہیں وہ بھی خدا نے بغرض ولد ہی اپنی رسول کے
 بیان فرمایا اور یہ سب امور گزشتہ ہیں جنکا انکار ہو چکا ہے اسی طرح شق القمر
 بھی امر گزشتہ اور گزرا ہوا چشم دید واقعہ ہے جسکا انکار یہ کرتے ہیں
 چھٹی دلیل جاوہر کہنا کفار کا اس معجزہ کو دیکھ کر صریح ولالت کرتا ہے
 کہ یہ شق القمر کسی نبی کی تصدیق نبوت کی واسطہ خدا کی کیا ہے اور جو شق القمر
 یا کسوف و خسوف وغیرہ قریب روز قیامت ہو گا وہ کسی نبی کا معجزہ
 نہ ہوگا بلکہ وہ تو اس دنیا کی اولٹ پلٹ کا دن ہے اُسکو کوئی کافر یا دہریہ

جادو نہ کیا اسلئے کہ یہ چکنی چیری باتیں انکار معجزات کی اور تکذیب انبیاء
 اسی زمانہ تکلیف اور زمانہ مہلت میں یہ لوگ کر سکتے ہیں جس میں بڑی
 مہلت ان کفار کو دیکھی ہو اور اس تمام محبت اسی میں ہو اور یہ بھی بڑی بندہ
 پروری رب العالمین کی ہو اور وہ زمانہ جس میں ہر شخص بالجاوہ و ضطرار خدا کے
 وعدہ ہمارے صحیحہ کا اقرار کرے گا اُس میں تو پھر کسی کی مجال نہو گی کہ آیات الہی
 اور علامات وقوع قیامت کو جھٹلا سکے یا کسی معجزہ کو جادو و بتلا سکے پس اگر
 بالفرض شق القمر کوئی اور بھی ہو تو بالاقرب قیامت ہی اُسکو کوئی سحر اور
 جادو سے تعبیر نہ کرے گا یہ تو وہی شق القمر ہے جو ہمارے نبی کے معجزہ سے
 واقع ہو چکا ہے اینکہ اب آئندہ ہوگا۔ ساتھ توین دلیل بخوی قاعدہ سے لفظ
 ماضی کے معنی مضارع یا مستقبل کے جن مقامات میں ہوتی ہیں ان میں
 سے ایک مقام یہ بھی ہے کہ لفظ ماضی کا عطف مضارع پر ہو یہاں تو شق
 صیغہ ماضی کا عطف (اقتربت) صیغہ ماضی پر ہے یہاں (انشق)
 کے معنی (سینشق) کو کیونکر صحیح ہونگے یعنی مت شق ہوگا آئندہ
 زمانہ میں یہ معنی کبھی نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی یہ کہو کہ (اقتربت) کی معنی ہی
 یہاں مستقبل کو ہیں یعنی جب قیامت قریب ہوگی تب شق قمر ہوگا اور

گویا یہ جملہ شرطیں یہ کہ اذا اقتربت الساعة وانشق القمر وادعوا
 جہ الشق پر ہوا س تاویل کو منع کرتا ہے اس لئے کہ یہ ہی قاعدہ نحوی ہے کہ جواب
 الشرط لا يعطف عليه۔ جواب شرط کا عطف اپنی شرط پر نہیں ہوتا ہے
 اگر کوئی کہو کہ اقتراب ساعۃ وانشقاق قمر کو دونوں جملہ ملکر شرط ہو اور جواب
 اسکا محذوف ہو یعنی جب قیامت نزدیک آئیگی اور چاند شق ہوگا تب
 اور علامات قیامت ظاہر ہوں گی اسکا جواب یہ ہے کہ حرف شرط اور جزا دونوں
 کا حذف بلا قرینہ ہوا ہے اس لئے کہ چاند کا ہمیشہ شق ہونا قریب زمانہ قیامت کے
 کسی اور دلیل عقلی کا قرآن اور حدیث سے محتاج ہے جس سے ہم ظاہر ہی کرنے
 آیت کو تاویل کر کے ماضی کو بمعنی مضارع قرار دین اور حالانکہ اور کوئی آیت
 اور حدیث ایسی نہیں ہے جتنی یہ بات ثابت ہو علاوہ بران قرب قیامت پر
 جستہ آیات قرآنی دلالت کرتے ہیں ان سب کو مخالف یہ تاویل ہے
 یعنی ابھی قیامت قریب نہیں جب قریب ہوگی اور چاند شق ہوگا تب
 اور علامات ظاہر ہوں گے ^۱ ^۲ ^۳ ^۴ ^۵ ^۶ ^۷ ^۸ ^۹ ^{۱۰} ^{۱۱} ^{۱۲} ^{۱۳} ^{۱۴} ^{۱۵} ^{۱۶} ^{۱۷} ^{۱۸} ^{۱۹} ^{۲۰} ^{۲۱} ^{۲۲} ^{۲۳} ^{۲۴} ^{۲۵} ^{۲۶} ^{۲۷} ^{۲۸} ^{۲۹} ^{۳۰} ^{۳۱} ^{۳۲} ^{۳۳} ^{۳۴} ^{۳۵} ^{۳۶} ^{۳۷} ^{۳۸} ^{۳۹} ^{۴۰} ^{۴۱} ^{۴۲} ^{۴۳} ^{۴۴} ^{۴۵} ^{۴۶} ^{۴۷} ^{۴۸} ^{۴۹} ^{۵۰} ^{۵۱} ^{۵۲} ^{۵۳} ^{۵۴} ^{۵۵} ^{۵۶} ^{۵۷} ^{۵۸} ^{۵۹} ^{۶۰} ^{۶۱} ^{۶۲} ^{۶۳} ^{۶۴} ^{۶۵} ^{۶۶} ^{۶۷} ^{۶۸} ^{۶۹} ^{۷۰} ^{۷۱} ^{۷۲} ^{۷۳} ^{۷۴} ^{۷۵} ^{۷۶} ^{۷۷} ^{۷۸} ^{۷۹} ^{۸۰} ^{۸۱} ^{۸۲} ^{۸۳} ^{۸۴} ^{۸۵} ^{۸۶} ^{۸۷} ^{۸۸} ^{۸۹} ^{۹۰} ^{۹۱} ^{۹۲} ^{۹۳} ^{۹۴} ^{۹۵} ^{۹۶} ^{۹۷} ^{۹۸} ^{۹۹} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵} ^{۳۶۶} ^{۳۶۷} ^{۳۶۸} ^{۳۶۹} ^{۳۷۰} ^{۳۷۱} ^{۳۷۲} ^{۳۷۳} ^{۳۷۴} ^{۳۷۵} ^{۳۷۶} ^{۳۷۷} ^{۳۷۸} ^{۳۷۹} ^{۳۸۰} ^{۳۸۱} ^{۳۸۲} ^{۳۸۳} ^{۳۸۴} ^{۳۸۵} ^{۳۸۶} ^{۳۸۷} ^{۳۸۸} ^{۳۸۹} ^{۳۹۰} ^{۳۹۱} ^{۳۹۲} ^{۳۹۳} ^{۳۹۴} ^{۳۹۵} ^{۳۹۶} ^{۳۹۷} ^{۳۹۸} ^{۳۹۹} ^{۴۰۰} ^{۴۰۱} ^{۴۰۲} ^{۴۰۳} ^{۴۰۴} ^{۴۰۵} ^{۴۰۶} ^{۴۰۷} ^{۴۰۸} ^{۴۰۹} ^{۴۱۰} ^{۴۱۱} ^{۴۱۲} ^{۴۱۳} ^{۴۱۴} ^{۴۱۵} ^{۴۱۶} ^{۴۱۷} ^{۴۱۸} ^{۴۱۹} ^{۴۲۰} ^{۴۲۱} ^{۴۲۲} ^{۴۲۳} ^{۴۲۴} ^{۴۲۵} ^{۴۲۶} ^{۴۲۷} ^{۴۲۸} ^{۴۲۹} ^{۴۳۰} ^{۴۳۱} ^{۴۳۲} ^{۴۳۳} ^{۴۳۴} ^{۴۳۵} ^{۴۳۶} ^{۴۳۷} ^{۴۳۸} ^{۴۳۹} ^{۴۴۰} ^{۴۴۱} ^{۴۴۲} ^{۴۴۳} ^{۴۴۴} ^{۴۴۵} ^{۴۴۶} ^{۴۴۷} ^{۴۴۸} ^{۴۴۹} ^{۴۵۰} ^{۴۵۱} ^{۴۵۲} ^{۴۵۳} ^{۴۵۴} ^{۴۵۵} ^{۴۵۶} ^{۴۵۷} ^{۴۵۸} ^{۴۵۹} ^{۴۶۰} ^{۴۶۱} ^{۴۶۲} ^{۴۶۳} ^{۴۶۴} ^{۴۶۵} ^{۴۶۶} ^{۴۶۷} ^{۴۶۸} ^{۴۶۹} ^{۴۷۰} ^{۴۷۱} ^{۴۷۲} ^{۴۷۳} ^{۴۷۴} ^{۴۷۵} ^{۴۷۶} ^{۴۷۷} ^{۴۷۸} ^{۴۷۹} ^{۴۸۰} ^{۴۸۱} ^{۴۸۲} ^{۴۸۳} ^{۴۸۴} ^{۴۸۵} ^{۴۸۶} ^{۴۸۷} ^{۴۸۸} ^{۴۸۹} ^{۴۹۰} ^{۴۹۱} ^{۴۹۲} ^{۴۹۳} ^{۴۹۴} ^{۴۹۵} ^{۴۹۶} ^{۴۹۷} ^{۴۹۸} ^{۴۹۹} ^{۵۰۰} ^{۵۰۱} ^{۵۰۲} ^{۵۰۳} ^{۵۰۴} ^{۵۰۵} ^{۵۰۶} ^{۵۰۷} ^{۵۰۸} ^{۵۰۹} ^{۵۱۰} ^{۵۱۱} ^{۵۱۲} ^{۵۱۳} ^{۵۱۴} ^{۵۱۵} ^{۵۱۶} ^{۵۱۷} ^{۵۱۸} ^{۵۱۹} ^{۵۲۰} ^{۵۲۱} ^{۵۲۲} ^{۵۲۳} ^{۵۲۴} ^{۵۲۵} ^{۵۲۶} ^{۵۲۷} ^{۵۲۸} ^{۵۲۹} ^{۵۳۰} ^{۵۳۱} ^{۵۳۲} ^{۵۳۳} ^{۵۳۴} ^{۵۳۵} ^{۵۳۶} ^{۵۳۷} ^{۵۳۸} ^{۵۳۹} ^{۵۴۰} ^{۵۴۱} ^{۵۴۲} ^{۵۴۳} ^{۵۴۴} ^{۵۴۵} ^{۵۴۶} ^{۵۴۷} ^{۵۴۸} ^{۵۴۹} ^{۵۵۰} ^{۵۵۱} ^{۵۵۲} ^{۵۵۳} ^{۵۵۴} ^{۵۵۵} ^{۵۵۶} ^{۵۵۷} ^{۵۵۸} ^{۵۵۹} ^{۵۶۰} ^{۵۶۱} ^{۵۶۲} ^{۵۶۳} ^{۵۶۴} ^{۵۶۵} ^{۵۶۶} ^{۵۶۷} ^{۵۶۸} ^{۵۶۹} ^{۵۷۰} ^{۵۷۱} ^{۵۷۲} ^{۵۷۳} ^{۵۷۴} ^{۵۷۵} ^{۵۷۶} ^{۵۷۷} ^{۵۷۸} ^{۵۷۹} ^{۵۸۰} ^{۵۸۱} ^{۵۸۲} ^{۵۸۳} ^{۵۸۴} ^{۵۸۵} ^{۵۸۶} ^{۵۸۷} ^{۵۸۸} ^{۵۸۹} ^{۵۹۰} ^{۵۹۱} ^{۵۹۲} ^{۵۹۳} ^{۵۹۴} ^{۵۹۵} ^{۵۹۶} ^{۵۹۷} ^{۵۹۸} ^{۵۹۹} ^{۶۰۰} ^{۶۰۱} ^{۶۰۲} ^{۶۰۳} ^{۶۰۴} ^{۶۰۵} ^{۶۰۶} ^{۶۰۷} ^{۶۰۸} ^{۶۰۹} ^{۶۱۰} ^{۶۱۱} ^{۶۱۲} ^{۶۱۳} ^{۶۱۴} ^{۶۱۵} ^{۶۱۶} ^{۶۱۷} ^{۶۱۸} ^{۶۱۹} ^{۶۲۰} ^{۶۲۱} ^{۶۲۲} ^{۶۲۳} ^{۶۲۴} ^{۶۲۵} ^{۶۲۶} ^{۶۲۷} ^{۶۲۸} ^{۶۲۹} ^{۶۳۰} ^{۶۳۱} ^{۶۳۲} ^{۶۳۳} ^{۶۳۴} ^{۶۳۵} ^{۶۳۶} ^{۶۳۷} ^{۶۳۸} ^{۶۳۹} ^{۶۴۰} ^{۶۴۱} ^{۶۴۲} ^{۶۴۳} ^{۶۴۴} ^{۶۴۵} ^{۶۴۶} ^{۶۴۷} ^{۶۴۸} ^{۶۴۹} ^{۶۵۰} ^{۶۵۱} ^{۶۵۲} ^{۶۵۳} ^{۶۵۴} ^{۶۵۵} ^{۶۵۶} ^{۶۵۷} ^{۶۵۸} ^{۶۵۹} ^{۶۶۰} ^{۶۶۱} ^{۶۶۲} ^{۶۶۳} ^{۶۶۴} ^{۶۶۵} ^{۶۶۶} ^{۶۶۷} ^{۶۶۸} ^{۶۶۹} ^{۶۷۰} ^{۶۷۱} ^{۶۷۲} ^{۶۷۳} ^{۶۷۴} ^{۶۷۵} ^{۶۷۶} ^{۶۷۷} ^{۶۷۸} ^{۶۷۹} ^{۶۸۰} ^{۶۸۱} ^{۶۸۲} ^{۶۸۳} ^{۶۸۴} ^{۶۸۵} ^{۶۸۶} ^{۶۸۷} ^{۶۸۸} ^{۶۸۹} ^{۶۹۰} ^{۶۹۱} ^{۶۹۲} ^{۶۹۳} ^{۶۹۴} ^{۶۹۵} ^{۶۹۶} ^{۶۹۷} ^{۶۹۸} ^{۶۹۹} ^{۷۰۰} ^{۷۰۱} ^{۷۰۲} ^{۷۰۳} ^{۷۰۴} ^{۷۰۵} ^{۷۰۶} ^{۷۰۷} ^{۷۰۸} ^{۷۰۹} ^{۷۱۰} ^{۷۱۱} ^{۷۱۲} ^{۷۱۳} ^{۷۱۴} ^{۷۱۵} ^{۷۱۶} ^{۷۱۷} ^{۷۱۸} ^{۷۱۹} ^{۷۲۰} ^{۷۲۱} ^{۷۲۲} ^{۷۲۳} ^{۷۲۴} ^{۷۲۵} ^{۷۲۶} ^{۷۲۷} ^{۷۲۸} ^{۷۲۹} ^{۷۳۰} ^{۷۳۱} ^{۷۳۲} ^{۷۳۳} ^{۷۳۴} ^{۷۳۵} ^{۷۳۶} ^{۷۳۷} ^{۷۳۸} ^{۷۳۹} ^{۷۴۰} ^{۷۴۱} ^{۷۴۲} ^{۷۴۳} ^{۷۴۴} ^{۷۴۵} ^{۷۴۶} ^{۷۴۷} ^{۷۴۸} ^{۷۴۹} ^{۷۵۰} ^{۷۵۱} ^{۷۵۲} ^{۷۵۳} ^{۷۵۴} ^{۷۵۵} ^{۷۵۶} ^{۷۵۷} ^{۷۵۸} ^{۷۵۹} ^{۷۶۰} ^{۷۶۱} ^{۷۶۲} ^{۷۶۳} ^{۷۶۴} ^{۷۶۵} ^{۷۶۶} ^{۷۶۷} ^{۷۶۸} ^{۷۶۹} ^{۷۷۰} ^{۷۷۱} ^{۷۷۲} ^{۷۷۳} ^{۷۷۴} ^{۷۷۵} ^{۷۷۶} ^{۷۷۷} ^{۷۷۸} ^{۷۷۹} ^{۷۸۰} ^{۷۸۱} ^{۷۸۲} ^{۷۸۳} ^{۷۸۴} ^{۷۸۵} ^{۷۸۶} ^{۷۸۷} ^{۷۸۸} ^{۷۸۹} ^{۷۹۰} ^{۷۹۱} ^{۷۹۲} ^{۷۹۳} ^{۷۹۴} ^{۷۹۵} ^{۷۹۶} ^{۷۹۷} ^{۷۹۸} ^{۷۹۹} ^{۸۰۰} ^{۸۰۱} ^{۸۰۲} ^{۸۰۳} ^{۸۰۴} ^{۸۰۵} ^{۸۰۶} ^{۸۰۷} ^{۸۰۸} ^{۸۰۹} ^{۸۱۰} ^{۸۱۱} ^{۸۱۲} ^{۸۱۳} ^{۸۱۴} ^{۸۱۵} ^{۸۱۶} ^{۸۱۷} ^{۸۱۸} ^{۸۱۹} ^{۸۲۰} ^{۸۲۱} ^{۸۲۲} ^{۸۲۳} ^{۸۲۴} ^{۸۲۵} ^{۸۲۶} ^{۸۲۷} ^{۸۲۸} ^{۸۲۹} ^{۸۳۰} ^{۸۳۱} ^{۸۳۲} ^{۸۳۳} ^{۸۳۴} ^{۸۳۵} ^{۸۳۶} ^{۸۳۷} ^{۸۳۸} ^{۸۳۹} ^{۸۴۰} ^{۸۴۱} ^{۸۴۲} ^{۸۴۳} ^{۸۴۴} ^{۸۴۵} ^{۸۴۶} ^{۸۴۷} ^{۸۴۸} ^{۸۴۹} ^{۸۵۰} ^{۸۵۱} ^{۸۵۲} ^{۸۵۳} ^{۸۵۴} ^{۸۵۵} ^{۸۵۶} ^{۸۵۷} ^{۸۵۸} ^{۸۵۹} ^{۸۶۰} ^{۸۶۱} ^{۸۶۲} ^{۸۶۳} ^{۸۶۴} ^{۸۶۵} ^{۸۶۶} ^{۸۶۷} ^{۸۶۸} ^{۸۶۹} ^{۸۷۰} ^{۸۷۱} ^{۸۷۲} ^{۸۷۳} ^{۸۷۴} ^{۸۷۵} ^{۸۷۶} ^{۸۷۷} ^{۸۷۸} ^{۸۷۹} ^{۸۸۰} ^{۸۸۱} ^{۸۸۲} ^{۸۸۳} ^{۸۸۴} ^{۸۸۵} ^{۸۸۶} ^{۸۸۷} ^{۸۸۸} ^{۸۸۹} ^{۸۹۰} ^{۸۹۱} ^{۸۹۲} ^{۸۹۳} ^{۸۹۴} ^{۸۹۵} ^{۸۹۶} ^{۸۹۷} ^{۸۹۸} ^{۸۹۹} ^{۹۰۰} ^{۹۰۱} ^{۹۰۲} ^{۹۰۳} ^{۹۰۴} ^{۹۰۵} ^{۹۰۶} ^{۹۰۷} ^{۹۰۸} ^{۹۰۹} ^{۹۱۰} ^{۹۱۱} ^{۹۱۲} ^{۹۱۳} ^{۹۱۴} ^{۹۱۵} ^{۹۱۶} ^{۹۱۷} ^{۹۱۸} ^{۹۱۹} ^{۹۲۰} ^{۹۲۱} ^{۹۲۲} ^{۹۲۳} ^{۹۲۴} ^{۹۲۵} ^{۹۲۶} ^{۹۲۷} ^{۹۲۸} ^{۹۲۹} ^{۹۳۰} ^{۹۳۱} ^{۹۳۲} ^{۹۳۳} ^{۹۳۴} ^{۹۳۵} ^{۹۳۶} ^{۹۳۷} ^{۹۳۸} ^{۹۳۹} ^{۹۴۰} ^{۹۴۱} ^{۹۴۲} ^{۹۴۳} ^{۹۴۴} ^{۹۴۵} ^{۹۴۶} ^{۹۴۷} ^{۹۴۸} ^{۹۴۹} ^{۹۵۰} ^{۹۵۱} ^{۹۵۲} ^{۹۵۳} ^{۹۵۴} ^{۹۵۵} ^{۹۵۶} ^{۹۵۷} ^{۹۵۸} ^{۹۵۹} ^{۹۶۰} ^{۹۶۱} ^{۹۶۲} ^{۹۶۳} ^{۹۶۴} ^{۹۶۵} ^{۹۶۶} ^{۹۶۷} ^{۹۶۸} ^{۹۶۹} ^{۹۷۰} ^{۹۷۱} ^{۹۷۲} ^{۹۷۳} ^{۹۷۴} ^{۹۷۵} ^{۹۷۶} ^{۹۷۷} ^{۹۷۸} ^{۹۷۹} ^{۹۸۰} ^{۹۸۱} ^{۹۸۲} ^{۹۸۳} ^{۹۸۴} ^{۹۸۵} ^{۹۸۶} ^{۹۸۷} ^{۹۸۸} ^{۹۸۹} ^{۹۹۰} ^{۹۹۱} ^{۹۹۲} ^{۹۹۳} ^{۹۹۴} ^{۹۹۵} ^{۹۹۶} ^{۹۹۷} ^{۹۹۸} ^{۹۹۹} ^{۱۰۰۰}

اور جب اصول فلسفہ جدیدہ سے پہنچے اور مین سالبین نے فلسفہ قدیمہ سے
 چاند کا پٹ جانا ممکن الوقوع ثابت کر دیا اب یہ کہنا کہ ابی یہ واقعہ نہیں ہوا
 آئندہ ہوگا ہرگز درست نہوگا پس عقلی کوئی دلیل اس پر نہیں ہے کہ ہم آیت
 قرآنی کو جو واقعہ ہو جانے اس معجزہ پر دلالت کرتی ہے اسکی تاویل کر کے
 یوں کہیں کہ ابی نہیں ہوا آئندہ ہوگا اسلئے کہ جو چیز ممکن ہے ہمیشہ ممکن ہے اور
 جو محال ہے ہمیشہ محال ہے اور اگر عقلی دلیل کوئی ایسی ہے کہ جس سے یہ ثابت
 ہوتا ہے کہ آئندہ ہوگا ابی نہیں ہوا اسکا پتہ نہیں ہے پر کیوں ایسی تاویل حلا
 ظاہر کیجائے اور اگر کسی روایت سے بالفرض یہ ثابت ہو کہ آئندہ پہر ہی
 شق قمر ہوگا اسکو کچھ منافات وقوع معجزہ ہذا سے نہیں ہے نوین دلیل اجماع
 مفسرین کا سبب نزول پر اس سورہ کے ہے۔ سبب نزول یہی لکھتے ہیں
 کہ جب درخواست کفار مکہ کی شق قمر دکھلانی کی ہوئی اور آنحضرت صلعم نے
 دعا کی تب خدا نے کرویا اور شان نزول میں اختلاف نہونا اس سے
 بڑھ کر کوئی دلیل ثبوت وقوع واقعات کی نہیں ہوتی تو ضیح اسکی یہ ہے کہ جو
 قصہ اور واقعہ دنیا میں واقع ہوتا ہے اسکا سبب ضرور کچھ نہ کچھ ہوتا ہے
 اور سبب وقوع واقعہ کہی تو محسوس ہوتا ہے کہ محض مشاہدہ سے آدمی اسکو

معلوم کرتا ہے خواہ سماعت سے خواہ کسی اور جگہ ذریعہ سے محسوس کرتا ہے۔ اور
 کبھی یہ سبب تجویز عقلی سے متعلق ہوتا ہے اور اس میں اختلاف اراد اور تباہی
 عقول کی وجہ سے اختلاف ہو جاتا ہے۔ ہر محسوسات میں اور خاص کر سماعت
 سے متعلق جو اسباب ہوں اور سماعت ہی مخبر صادق معصوم نبی ابتدا اور
 بری خطا سے جس سبب کی ہو اس کا یقینی ہونا جیسا ہو گا ویسا کسی اور
 چیز کا نہ ہو گا۔ قرآن مجید کے آیات کا شان نزول جسکی خبر دی خاص ہمارے
 عالم علم لدنی سے متعلق ہے مثلاً خود وہ جناب ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت فسلان
 سبب سے نازل ہوئی یا کوئی صحابی حضور کے سامنی بیان کرے کہ سبب
 نزول اس آیت کا یہ ہے اور آپ اسکو رد نہ کریں یہ ہی اصطلاح محدثین میں
 تقریر کی جاتی ہے۔ پھر جب سبب نزول اسکا محسوس ہی اور تعلق مشاہدہ بصر
 اور سماعت سے رہتا ہے قیاسی اور عقلی نہیں ہے اور بالائیمہ اتفاق ہی کل مفسرین
 کا اُسپر ہے اور یہ اتفاق مبدا یعنی طبقہ اولین کا ہے جو لوگ کہ سابقین اولین
 تھے چنانچہ آئندہ لکھون گا اور علی الخصوص قرآن کے آیات میں بعد وقوعہ
 شوق قرآن کے انہیں کفار کا اسکو جادو کہنا بھی مذکور ہے خواہ بعض یہ کہ ایمان
 لانا اسی معجزہ کو دیکھ کر جیسا کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہوتا ہے اب تو اسکو

اجماعی ہونے میں کوئی شک باقی نہ رہا اور اس وجہ سے ابن السکیت
 اور سیوطی نے اتہام الدرایہ میں شق القمر کو مستواتر کہہ دیا۔ پہر بعد مدت
 دراز دو ایک آدمی کا اختلاف ہرگز قابل لحاظ نہ ہاجتے اجماع اہل اسلام
 طبقہ اول برہم ہوتا۔ عثمان بن عطاء نے براہ غلط کاری جو یہ کہہ دیا معناه
 (سینشق) یعنی الشق کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ زمانہ میں شق ہوگا اسکو
 محض عقلی تجویز سے کہا ہی چنانچہ ہم علامہ فخر رازی وغیرہ کی تفسیر سے
 لکھینگے اور سبب نزول میں انھوں نے بھی کچھ اختلاف نکلیا جو منقول ہوتا
 اور جو معنی انھوں نے بنائے ہیں قطع نظر ان خراب بیوکی جو لفظی غیر مذہبی ہونے
 اوپر لکھے ہیں ان معنوں کی سند بھی کسی آیہ قرآنی یا حدیث نبوی یا قول صحابی سے
 نہیں لکھی اسلئے کہ قرآن کے ظاہری معنی اور کہلی ہوئی مراد میں انکو تو سب
 اہل زبان جانتی ہیں مگر غیر ظاہر معنی اور مخفی جو تاویل بعید سے پیدا ہوں اونکو
 سوائے نبی کے یا جسکو نبی تعلیم کر دے اور کون جانتا ہی۔ اور یہی صورت
 حسن بصری اور طلسمی اور بلخی کی تاویل اور انکار کی ہے کہ سبب نزول خواہ
 شان نزول میں انکا اختلاف بھی منقول نہیں ہی اور نکوئی سبب انکار
 وقوع واقعہ شق قمر سمعی انھوں نے بیان کیا ایسے لوگوں کا انکار جسکی کوئی

سند آئے منقول نہیں ہر کسی طرح قابل التفات نہیں ہو سکتا ہی خصوصاً
 جب شان نزول میں انکا اختلاف منقول نہیں ہوا اب تو بقاعدہ مول
 فقہ اس اجماع میں یہ بھی داخل رہی دفع تو ہم کسی کو یہ تو ہم نہ کہ جب
 عثمان بن عطا اور حسن بصری اور بلخی مسند یعنی وقوع واقعہ کا انکار کرتی
 ہیں پھر سبب یعنی شان نزول پر انکا اتفاق کیونکر مانا جائیگا۔ اسکا جواب
 یہ ہے کہ ایسی ہی غفلت اور سہوا اور نسیان سے آدمی کی ناچنگلی اور غیر سنجیدگی
 دریافت ہوتی ہے اور یہی امور ایسے ہیں کہ آدمی اپنی سخت اور شدید نصیحت
 سے باز آتا ہے اور سچی بات کو قبول کرتا ہے۔ اور معصوم اور بری از خطا اور
 عالم کامل جو کسی مسئلہ میں کہی خطا نہ کرے اور جملہ اطراف و جوانب پر مسئلہ
 کے اُسکو ہر وقت نظر رہے ایسے عالم میں اور ہم خطا کار و نہیں ہی فرق ہے
 اور اسبوجہ سے عقل اور شرع حکم کرتی ہے کہ ہم معصوم اور عیظا کی پیروی میں
 اور خطا کاروں کو اپنا پیشوا نہ بنائیں۔ المختصر کہ یہ عید نہیں ہے کہ غیر معصوم
 براہ سہوا اور غلط کاری سبب کا اقرار کریں اور سبب ہی انکار کریں
 و شہین دلیل قانون شہادت کی اصول پر دیکھو۔ کسی محسوس واقعہ کا
 اقرار کرنا اور اُسکے واقع ہونے پر گواہی دینی یا اُسی واقعہ سے انکار اور

اسکے واقعہ نمونے پر گواہی دینی اس میں زیادہ تر اعتماد کرنا براہ عقل کے
 فریق پر چاہیے۔ عقلی اصول تو اسی پر حکم کرتے ہیں کہ اگر دونوں قسم کے گواہ
 یعنی گواہان ثبوت رویت اور گواہان نفی رویت شمار میں اور سچائی اور
 وجاہت میں برابر ہوں اور موقع و اردات پر دونوں فریق حاضر بھی ہوں
 اور واقعہ مفروضہ سے انکو تعلق یا سبب تعلق ہی برابر ہو جب بھی گواہان
 ثبوت کو گواہان نفی پر ترجیح ہوگی اور اسکے دلائل کتب فقہ
 کی باب الشہادۃ میں اور قانون شہادت مشر مارٹین اور تحریرات اشار
 میں دیکھا اور یہی سبب ہے کہ مقدمات فوجداری وغیرہ میں قاضی (جج)
 رویت کو گواہوں کو صفائی کے گواہوں پر ترجیح دیتا ہے اور جرح کرنے والی گواہ
 کو بھی تعدیل اور توثیق کرنے والے گواہ پر ترجیح اسی نظر سے ہوتی ہے کہ جرح کرنے والا
 رویت کا گواہ ہے اور ثبوت پر گواہی دیتا ہے اور توثیق (تعدیل) کرنے والا
 نفی پر گواہ ہے اور یہ بات اس فرض پر ہے کہ دونوں فریق کی گواہ موقع واقعہ
 حاضر ہوں اور صاحب تمیز بھی ہوں اور جب گواہان نفی رویت موقع
 و اردات پر موجود نہ ہوں بلکہ ابھی دنیا میں ہی نہ آئے ہوں اور صداقت
 اور وجاہت میں بھی پاسنگ فرقہ گواہان رویت کی نمونہ ایسے گواہان

نفی پر کوئی عاقل ہی محاط کر سکتا ہے۔ یہی حال حسن بصری اور طبری وغیرہ
کا اس واقعہ میں ہے کہ انہیں کسی شخص پر روز واقعہ شوق قمر پیدا بھی
نہو اتھاتا بخضوری موقع چہرہ رسد اگر آپ کو یہ شبہہ و انگیر ہو کہ انہوں نے
صحابہ حاضرین مکہ سے سنا ہو گا تو اسکا نام بتانا معترض کو ذمہ ہے صحابہ حاضرین
سے تو ایک روایت بھی انکار شوق قمر کی نہیں پائی گئی ہے جو حسن بصری وغیرہ
نے لکھی ہو اور ہم کہتے ہیں کہ فقط عقلی استبعاد سے انہوں نے انکار کیا ہے
جیسے نچریہ اور دھریہ کرتے ہیں جسکی سند علامہ فخر الدین رازی کو کلام میں
موجود ہے اور قسطاً اور طبری وغیرہ سی ہی منقول ہے جو آئندہ ایسی انشا اللہ
شوق لہمت کے منکرین اس معجزہ کے انکار کرنیوالے چند قسم کے لوگ ہیں
دھریہ نچریہ فرقہ فلسفہ قدیمہ کے اصول باطلہ کی وجہ سے کہ انکی رائی میں
خرق اور التیام اجرام سماویہ میں محال تھا۔ فلسفہ جدیدہ سے چونکہ جاندار کو
ایک ستارہ مثل زمین کے سمجھ رہے ہیں ان دونوں کے خیالات کا بطلان
تو ہمنے باب تیرھویں اور باب چودھویں میں بخوبی کر دیا تیسرے
پابند مذہب آسمانی جیسے یہود اور نصاریٰ انکو تو ہمارے نبی کی نبوت ہی
انکار ہی پر ہمارے نبی کو معجزات کو کیوں تسلیم کرنیوالے خصوصاً ایسا معجزہ

جس سے ہمارے نبی کی فضیلت اور انبیاء پر ثابت ہو مگر انکو تعصب کیوجہ سے
 اسکا خیال نہ رہا کہ جس معجزہ کے واقع ہونے سے اور انبیاء کی پیشین گوئیوں
 بہ نسبت حشر اور نشر اور فساد اجرام سماویہ صحیح ہو جائیں اور کفار اور
 فلاسفہ دہریہ کا انکار جو برابر وقوع واقعات قیامت پر چلا آتا ہے سب باطل
 ہو جائے اور پوری تصدیق اور حضرات انبیاء کی نبوت کی ہو جائے اور اسکو
 نہ ماننا اور مثل کفار اور دہریوں کے وہی دلائل اس معجزہ کے روکتے ہیں
 پیش کرنے اسکا نتیجہ بطرح اسلام کے بانی مذہب کی نبوت میں شک
 پیدا کرتا ہے اسی طرح ان حضرات کی پیشین گوئی کو جو محض دعوائی زبان پر
 رہا اور کبھی کوئی واقعہ ایسا جسے کسی آسمانی اجسام کا فساد یا عجز کسی نبی نے
 دکھلایا ہو واقعہ نہیں ہے سی کفار اپن پیشین گوئیوں کو محض لغو اور محمل کہتی رہی
 یہی باطل کر کے انکی نبوت میں شک ڈالتا ہے۔ بہر حال یہ اہل کتاب ہو
 اور نصاریٰ اس معجزہ کو انکار کرنے مصداق اسی کے ہیں کہ
 شام کہ از قریب بان امین کشا گزشتی گوشت خاک ماہم بر باد رفت باشد
 چوتھا فرقہ تاریخ علمی والوں کا انہوں نے ساتویں صدی عیسوی میں اس
 واقعہ کا وقوع تو لکھا مگر اسکو پاک مون کہد یا یعنی ماہ کا ذب تھا جیسا کہ

ص ۳۰ میں اسی کتاب کی اریل ورلڈ۔ عالم ہوا اسی نقل کیا ہوا اور علامہ
 فخر الدین رازی بھی کہتی ہیں کہ جب یہ واقعہ پیش آیا ایسے موخرین اور
 منجمین یون کہنے لگی کہ یہ بھی ایک قسم کا چاند کہن تھا اور ایک چنبر مشابہ
 نصف قمر کے عالم ہوا میں ظاہر ہو گئی تھی جو چاند کی اصلی جگہ سے الگ واقع
 ہوئی تھی ۵ پانچواں فرقہ دو تین اشخاص مسلمانوں کو جسکے نام سائل نے
 لئے ہیں جیسے عثمان بن عطا اور حسن بصری اور بلخی انکو بھی چند قسم کے
 اغلاط اس واقعہ کے انکار میں بہ نظر بشریت پیش آئیں پہلی غلطی تو
 علامہ فخر الدین رازی اور قسطلانی انکو یہی ہوئی یہ سمجھے کہ شوق لقمہ
 ایک واقعہ ہائیکہ اور سانحہ عظیم ہی اگر واقع ہوتا لازم تھا کہ تمام روی زمین کے
 لوگ اسکو دیکھتے اور ہر ملک میں اسکی خبر متواتر ہو جاتی اس تجویز میں
 انکو عقل اور نقل دونوں کے راہ سے غلطی پیش آئے عقلی غلطی تو یہ ہے
 کہ تمام روئے زمین سے اگر مراد تمام کرہ زمین ہی ہے تو سراسر غلط ہے اسلئے
 کہ مکہ معظمہ سے چیم چوہ ہزار میل پر ابھی دن ہوگا رات ہی نہوگی اسطرح
 مکہ معظمہ سے پورب چہ ہزار میل پر چاند کے غروب کا وقت ہوگا پھر انکو
 کیونکر نظر آتا اور کسی جگہ نصف شب اور کسی جگہ پھر رات اور دوچار

گھڑی رات باقی ہوگی اور سب لوگ سو رہے ہونگے اور اگر مراد انکی وہ
 مقامات ہیں جنکے افق مساوی افق مکہ معظمہ سے ہیں اور جنکے طول بلد
 قریب قریب طول مکہ معظمہ سے ہیں ایسی جگہ بشرطیکہ ابر و باد اور دیگر
 موانع رویت موجود نہ ہوں اس فوری واقعہ کا انکو نظر آنا کیا ضروری
 کیا تمام دنیا کے لوگ رصد خانہ میں دوڑیں لگائے ہوئے ہوں ہر وقت
 بیٹھے رہتی ہیں کہ جو واقعہ آسمانی ہوا اور خصوصاً جسکی پیشین گوئی بھی نہی
 ہوا اور کوئی علامت اُسکی پہلے سے ظاہر ہو چکی ہو اُسکو دیکھا کریں خسوف
 کو دیکھئے جو پہلے سے اُسکی پیشین گوئی بھی نہ ہو جاتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک
 شہر میں ہزاروں کو نظر آتا ہے اور ہزاروں کو خبر بھی نہیں ہوتی ہر کب ہوا اور کتنا ہوا
 پس کوئی واقعہ سماوی جو اچانک واقع ہو میں کہتا ہوں کہ خاص مکہ معظمہ
 بھی سب لوگوں کا اُسکو دیکھنا کب ضروری ہے چہ جائیکہ دور و شت کے لوگ
 اُسکو دیکھیں نقلی غلطی انکو یہ ہے کہ اخبار صحیحی میں یہ بھی وارد ہے کہ بعد ملاحظہ
 شق قر کے کفار نے کہا کہ ہمارے قوم اور قبیلہ کے لوگ سفر شام اور
 یمن کو گئے ہیں وہ آئیں اور ہم آئیں پوچھیں اگر وہ بھی تصدیق کریں کہ جہاں
 کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے تو ہم یقین کرینگے نہ تمہارا جادو ہے جو ہم پر چلا ہے

چنانچہ جب وہ قافلہ آیا اور تصدیق اسکی انہوں نے کی تب کفار کو یقین ہوا۔
اس خبر کو بھی صحیح طریقہ متعدد وہ سے نقل کیا ہی۔ کاش اگر بلخی اور سن بصری
وغیرہ اسی پر خیال کرتے کہ نقلی سند ہی اسکی موجود ہی پر تو ہرگز انکو
ایسا غلط خیال نہوتا۔ اسلئے کہ اون کفار نے ہی قریب قریب مقامات
پر نظر آنیکا خیال کیا تھا تمام روئے زمین پر نظر آنیکا انکو بھی خیال نہ تھا
دوسری غلطی انکو یہ ہوئی کہ شوق قمر شرط قیامت سی ہی اور دلیل قریب
قیامت ہی چونکہ اور شرط اور دلائل وقوع قیامت نہیں پائینگے اور
قیامت کی آئینہ دیر ہی لہذا شوق قمر ہی اسی زمانہ میں ہوگا جب اور
شرط کا ظہور ہوگا۔ یہ غلطی انکو قیاس کرنے سے بمقابلہ نص نبوی کے
ہوئی۔ اور کونسی دوسری آیت قرآنی یا تورات یا انجیل اور زبور کی انکو
ملی ہی جس سے یہ سمجھی کہ شوق قمر شرط قریب قیامت سے ہی ایسی قریب
زمانہ میں ہوگا کہ اور علامات ہی سب ظاہر ہونگے بلکہ حدیث صحیح جو ہمارے
نبی صلیم سے مروی ہے بعثت انا و الساعۃ کھا تین۔ یعنی میرا
زمانہ نبوت اور زمانہ قیامت ایسا قریب قریب ہی جیسے دونوں
انگلیاں ملائی جائیں پہر جب ہمارے نبی کی تشریف آوری ہی علامت

قرب قیامت ہی تو آپ کا معجزہ شق القمر کیون علامت قرب قیامت ہے
 نہوگا تیسری غلطی انکو یہ بھی ہوئی کہ اس معجزہ کو اظہار سے جو اغراض
 خداوند عالم کے متعلق ہیں کہ تصدیق جملہ انبیاء کی زمانہ تکلیف اور ہمت
 میں قبل زمانہ الحجا کی ہو جائے اور البطلان شکوک اور شبہات کفار اور
 دھڑلے کا عدم فساد سماوات میں ہی ہو جائے اور اقرب عقلی اور
 پیشین گوئیوں کا بھی ہو جائے جنکو وہ لوگ ہمیشہ بعید از قیاس سمجھتے ہی
 ہیں اور ختم نبوت کو جو امر ضروری ہے یعنی پہر اب کسی معجزہ نما کے آئینکی
 بغرض تصدیق اخبار کتب آسمانی حاجت باقی نہ رہی وہ بھی ثابت
 ہو جائے ان سب فوائد پر انکو حافظ نہ رہا اور عامیانه طور سے کہہ دیا کہ شق قمر
 نہیں ہوا آئندہ ہوگا جب قیامت قریب ہوگی ہے چوتھی غلطی بڑی
 بہاری اٹھنے یہ بھی ہوئی کہ انکے نبی کا معجزہ باہرہ شق قمر ایسا جو صاف
 طور سے ملفظ ماضی قرآن میں مذکور ہے اور اسکی تائید میں اور آیات
 ہی اسی جگہ وارد ہیں اسکا انکار کر کے آیت کی تاویل یوں کرنی کہ آئندہ
 شق قمر ہوگا اس میں صریح غلطی یہ ہے کہ اگر آئندہ شق قمر ہوگا تو پہر سہارے
 نبی کا معجزہ وہ کیونکر قرار پائے گا بلکہ مثل اور آیات اور علامات قیامت کے

ہوگا اور ہمارے نبی کی فقط پیشین گوئی بلا دلیل مثل دیگر انبیاء کے
 بہ نسبت علامات قیامت کے ہوگی۔ اور جب ایسا کہلا ہوا اتفاقی اور
 اجتماعی اہل اسلام کا معجزہ جو قرآن سے بخوبی ثابت ہوا اسکا انکار کرینگے پھر
 کفار اور دیگر منکرین نبوت ہمارے نبی کے جب یہ سوال کریں گے جیسا کہ یہاں
 ہم سے کر رہا ہے کہ جب قرآن سے تمہارے نبی کا کوئی معجزہ ثابت نہیں ہو
 پھر نبوت تمہارے نبی کی کیونکر ثابت رہی تو اسکا جواب کیا دین گے
 پانچویں غلطی قرآن کے متواتر خبر کو اس کے منطوق یعنی ظاہری اور
 صریحی معنی سے غیر ظاہر کی طرف بدون دلیل عقلی اور نقلی کے تاویل کر کے
 پھیرنا پہلے تو اسی میں بحث ہے کہ اگر کوئی خبر متواتر یعنی حدیث متواتر سے قرآن
 کی نص کی تاویل غیر ظاہر سے کی طرف کی جائے یہ بھی جائز ہے یا نہیں چہ جائے
 خبر واحد اور ضعیف روایت بھی کوئی ایسی نہواور پھر قرآن کے ظاہر ہی معنی
 کو غیر ظاہر بلکہ محض بے اصل کی طرف پھیرنا یہ کیونکر صحیح ہوگا۔ رہی دلیل عقلی
 ہم مسلمانوں کا بلکہ جملہ اہل مذاہب آسمانی کا مقولہ ہے کہ اگر کوئی آیت
 کتابہ سے مقدمہ کی کسی دلیل عقلی بدیہی کے مخالف ہو ضرور اسکی
 تاویل کرنی چاہیو۔ شق الفکر کے وقوع کے محال ہونے پر کوئی دلیل

عقلی ہی نہیں ہی اور اگر ہی تو پھر آئندہ زمانہ میں واقع ہونیکو ہی دہی
 دلیل رد کی گئی۔ یہ پانچ اغلاط علاوہ اُن اغلاط کی ہیں جنکو ہم اوپر کے
 اوراق میں لکھ چکے ہیں علامہ فخر الدین رازی نے ہی اگرچہ وہ ہم
 اہل اسلام کی شریک اس عقیدہ میں ہیں کہ شق قمر کا معجزہ ضرور واقع
 ہوا مگر اس میں اذکو دہو کا ہو گیا کہ یہ معجزہ متواتر منقول نہیں ہوا انہوں
 نے عثمان بن عطا اور حسن بصری اور بلخی کے اس خیال کا کہ اگر یہ معجزہ
 واقع ہوتا تو متواتر علما اسکو نقل کرتے یہ جواب دیا کہ چونکہ فصاحت
 قرآن معجزہ متواتر ہماری نبی کا تا قیامت باقی ہی اور برابر ہمارے نبیؐ
 تحدی کر کے اسکا معجزہ ہونا ثابت کرتے رہے لہذا اس معجزہ دائمی کے
 بعد پھر دوسرے معجزہ کا نقل کرنا اہل اسلام کو کچھ ضرور نہ ملا اسی وجہ سے
 معجزہ شق قمر کو متواتر نقل نہ کیا میں کہتا ہوں اگر اسی تقریر کو علامہ اسی
 اس عنوان سے لکھتے کہ چونکہ قرآن مجید سے اس معجزہ کا ثبوت ہو چکا
 اب اسی بڑھکرا در کون سا طریقہ روایت ہی جس سے تو اترا اس معجزہ کا ثابت
 کیا جای پیر تو اہل اسلام کو علامہ رازی کی نسبت یہ موقع نہ ملتا کہ انکو تو اترا
 معجزہ نہا سے انکار ہی مگر افسوس ہی کہ انہوں نے جملہ معجزات کے تو اترا سے

اسی لپیٹ میں انکار کر دیا اور فقط فصاحت معجزہ قرآن کو جو ایک لہر و جہاں
 ہی معجزہ متواتر کہہ کر اپنا بیجا چوڑا یا۔ اور اگر فخر رازی کا مطلب یہی ہے
 جو ہم نے لکھا ہی ہے تو ان پر دیگر معجزات کی تواتر کا انکار کرنا کسی طرح منسوب
 نہیں ہو سکتا ہے۔

دوسرا حصہ

جب قرآن مجید سے متواتر ہونا اس معجزہ کو سمجھ ثابت کر چکے تو بڑا بہاری
 اعتراض جو سائل کا تھا اس کا جواب ہو چکا اب رہی احادیث مرویہ
 اہل اسلام۔ انکی صورت یہ ہے کہ یہ معجزہ اول بعثت میں واقع ہوا ہے
 اُس وقت صحابہ کی کثرت نہ تھی اور با انہم اکثر وہی صحابہ سابقین جنگ بد
 اور احد وغیرہ میں شہید بھی ہو گئے تھے جنہوں نے یہ معجزہ چشم خود دیکھا تھا
 یا وصف اسکے ہمکوسات صحابہ کی روایات وقوع شق قمر کی ملی ہیں۔
 چار انہیں سے تو چشم دید اور تین صحابہ فی بطور مراسیل کے اسکو روایت
 کیا ہے اور مراسیل صحابہ یعنی روایت میں راوی اول کا نام مذکور نہوا
 اہل اسلام کی اصطلاح میں اکثر امور اور واقعات میں معتد اور معتبر
 ہیں پس اسقدر روایات کافی ہیں اسلئے کہ قرآن متواتر سے توثیق

پورا پورا ہو چکا ہے اور مراسیل کی اصطلاح ہم آگے لکھیں گے

ناقلین معجزہ شق

اہلسنت اور شیعہ دونوں محدثین اس معجزہ عظیمہ کے ناقل اور راوی
بیشمار ہیں اور جس قدر روایات و کتب میں اور ملاحظہ سے بھی تحقیق
ہوتی ہے جسکو ہم لکھتے ہیں۔ پر چونکہ اہلسنت کی روایات پر ہی ہم بحث
کرنے کی منظور ہے اس لئے کہ جس قدر شبہات سائل نے لکھی ہیں یا جو آئندہ
ہم اور لوگوں کے شبہات لکھنے کے وہ سب یا اکثر روایات اہلسنت پر
ہی وارد ہو سکتی ہیں لہذا پہلے ہم اہلسنت ہی کی روایات کو لکھ کر
رفع شبہات کر دیں اس لئے کہ معجزہ نبوی میں سنی اور شیعہ دونوں کو
اتحاد عقیدہ ہے۔ واضح ہو کہ ہم ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور
معالم التنزیل بغوی اور شفاء قاضی عیاض اور دیگر کتب سے یہی
ثابت ہوا ہے کہ یہ معجزہ سات اصحاب سے منقول ہوا ہے اور علامہ
طبرسی نے اسکو تبصریح لکھ ہی دیا ہے (۱) پہلے تو عبد اللہ ابن مسعود
اور وہ سابقین اولین سے ہیں اور بقول قسطلانی ۳۲۰ ہجری میں
ساتھ برس کے ہو کر مرے پس سال ہجرت میں انکی عمر اٹھائیس برس کی تھی

لہذا بروز شوق قمر ۲۳ برس خواہ ۲۰ برس کے تھی اسکا مکہ میں ہمراہ
 جناب رسول صلعم رہنا قطعی اور یقینی ہو طفل نابالغ ہی نہیں تھے
 اور اسی وجہ سے چند روایات معجزہ ہذا کو چشم دیدانہین سے منقول ہیں
 عبداللہ ابن مسعود سے پانچ اشخاص تابعین نے اس معجزہ کو نقل کیا ہے
 (۱) ابو عمر (۲) مجاہد (۳) اسود (۴) مسروق (۵) علقمہ
 اور پانچوں اشخاص تابعین میں سے ہیں ابن مسعود کی روایت
 میں پوری کیفیت شوق قمر کے وارد ہے۔ اور انکی روایت مراسل
 صحابہ سے نہیں ہے یعنی ایسی روایت نہیں ہے کہ انہوں نے کسی
 اور سے سنا ہے یہ روایت بیان کی ہو۔ ابن مسعود کی چار روایتیں
 بخاری میں وارد ہیں پہلی روایت عن ابن معمر عن عبد اللہ
 ابن مسعود عن قال انشق القمر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
 شقتین یعنی ابن مسعود نے کہا کہ چاند زمانہ نبی صلعم میں دو ٹکڑے
 ہو گیا جو برابر تھی اور ابو نعیم نے دلائل میں طریق عتبہ بن عبد اللہ سے
 بقول قسطلانی یہ یادہ کیا ہے قال ابن مسعود فلقد رايت احد شقتيه
 علی الجبل الذی بمصری ونحن بمکہ ابن مسعود کہتی ہیں کہ ایک ٹکڑا چاند کا

بنی اس پہاڑ پر دیکھا جوتنی میں ہی اور ہلوگ مکہ میں تھے فقال النبی اشہدوا
 پس نبی صلعم نے فرمایا گواہ رہو اس معجزہ پر قسطلانی کہتے ہیں اس روایت کو
 بخاری نے تفسیر میں ہی وارد کیا ہے اور سلم نے توبہ میں اور ترمذی نے
 تفسیر میں اور اسطیح سنائی نے ہی وارد کیا ہے میں کہتا ہوں یہ پہاڑ
 وہی حرا ہی جسکو روایت آئندہ میں صاف کہہ دیا ہے۔ دوسری روایت
 بخاری کی طریق اعمش سی ہی ابن مسعود سے ہے مگر اس میں وارد ہے قال
 انشق القما وبنحن مع النبی عفی ابن مسعود کہتے ہیں چاند شق ہوا اور
 ہلوگ نبی صلعم کے ہمراہ منی میں تھا اور گو پہلے روایت میں اپنا مکہ میں تھا
 بیان کیا ہے مگر ان دونوں میں کچھ تعارض اور منافات نہیں ہے قسطلانی
 کہتے ہیں کہ مراد ابن مسعود کی یہ ہے کہ یہ معجزہ قبل از ہجرت واقع ہوا ہے اور منی
 ہی ایک مقام لو احق کہہ سکتے ہیں کہ منی کہتا ہوں کہ منی ایک موضع مکہ
 میں ہی جو تین میل پر واقع ہے جیسا کہ اہل لخت کہتے ہیں اور یہ تاویل قسطلانی
 کی مجھ پسند نہیں ہے اور شاید اور لوگ بھی اسکو پسند نہ کریں اسلئے کہ تین میل کا
 فاصلہ منی اور مکہ میں ہے اور جناب رسول صلعم اسوقت (حجرت) میں تشریف
 رکھتے تھے جو خاص کعبہ میں اندرون حطیم یعنی دیوار بیرونی کی ہی جیسا کہ آنحضرت

روایت غرارج سے نقل کیا ہے پس تشریف رکھنا حضور کا کعبہ میں بمقام
 خاص جب ثابت ہے پیر ابن مسعود کا قول کہ ہم حضور کے ہمراہ نبی میں
 تھی ہرگز درست نہ رہا لہذا اگر لاہمی ہاکی لفظ متعلق (۱) انشوت کے
 مانی جائے اور بیچ میں جملہ معترضہ و نحن مع النبی قرار دین کہ اصل
 عبارت میں شاید راوی سے تقدیم اور تاخیر ہو گئی ہو دراصل عبارت
 یون تھی انشق القمر ہمینی ونحن مع النبی یعنی چاند کا شق ہونا منی میں تھا
 اور ہم ہمراہ نبی کے تھے تو یہ تاویل پہلی روایت ابن مسعود سے مطابق
 ہو جائے اس لئے کہ پہلی روایت میں ابن مسعود کی وارد ہے کہ منی ایک ٹکڑا
 چاند کا اس پہاڑ پر دیکھا جو منی میں ہے۔ اب رہا یہ امر کہ خود ابن مسعود
 اور حضرت کمرہان تھے اسکا بیان پہلی اور تیسری روایت ابن مسعود میں موجود
 ہے کہ ہمراہ نبی کے مکہ میں تھے۔ تقدیم و تاخیر یا جملہ معترضہ کا آنا کلام میں کوئی
 امر نادر الوقوع اور ناجائز خلاف قواعد عربیت ہی نہیں ہے اور قرینہ
 تاویل کا پہلی اور تیسری روایت خود موجود ہے۔ خصوصاً جبکہ زیادہ
 اہتمام ابن مسعود کا بیان اپنی حضوری کا ہمراہ حضور کے ہی ایسے وقت
 میں تقدیم امر مہتمم بالشان کے کسی جملہ پر خواہ خیر جملہ پر جو فضیلت کلام ہو

جیسے متعلقات فعل وغیرہ ہرگز خلاف قواعد بلاغت نہیں بلکہ عین بلاغت
 ہی ہے اور متعلق ظرف یعنی مجرور کا لفظ انشاق ہی جو عامل قوی ہے
 فصل بالا بھی اسکو عمل سے روک نہیں سکتا اسلئے کہ صیغہ فعل کا ہے
 اور عقیدہ لفظی کا شبہ ہی نہ رہا اسلئے کہ بعض حدیث بعض کی تفسیر کرتی ہے
 دو روایتیں اس تاویل پر دلیل ہیں خود ابن مسعود کی اب غلطی ضبط
 راوی کا بھی شبہ جاتا رہا۔ ہاں تیسری روایت جو طریق مسروق سے ہے
 اُس میں ہی انشاق القمر بمکہ ہے یعنی مکہ میں شق قمر ہوا اُس میں بیان فقط
 اسی کا ہے کہ یہ معجزہ منجملہ معجزات مکہ سے ہی قبل از ہجرت اور اُس میں اپنی دیکھنے کا
 ذکر نہیں کیا کہ ہلکوں کس جگہ نظر آیا اور چوتھی روایت بخاری کی جو طریق
 اعمش سے ہو اُس میں فقط اسی قدر ہی انشاق القمر چاند شق ہو گیا نہ اپنی
 موجودگی ہمراہ نبی اور نہ منظر انشقاق کا ذکر کیا ہے جسکو قسطلانی کہتی ہیں
 کہ اس طرح مختصر طور سے وارد کیا ہے اور جمہوری اور کشیمنی میں یہ روایت
 ثابت ہے مختصر نہیں ہے اور تفسیر مجمع البیان میں طبری کو یہ روایت ابن مسعود
 کی یون پہونچی ہے عن ابن مسعود قال والذی نفسی بیدہ لقد مرأیت
 المدا بین فلقی القمر یعنی ابن مسعود کہتی ہیں قسم ہے اُس خدا کی

جسکے قبضہ قدرت میں جان میری ہی بیشک میں نے حرا پہاڑ کو درمیان
 دونوں پارہے قمر کے دیکھا دفع تو ہم ابن مسعود کی روایات میں
 ایک اور امر اہم قابل سمجھنے کو ہے کہ ابو نعیم کی روایت میں فقط یہی ہے
 کہ ایک ٹکڑا قمر کا حرا پہاڑ پر بیڑ دیکھا اور دیگر روایات میں ابن مسعود کی
 ہو کہ حرا پہاڑ کو بیچ میں دونوں پارہے قمر کے دیکھا اس تفصیل میں ہی کچھ
 تعارض نہیں ہے چنانچہ طریق عیش سی جو بخاری ابن مسعود سے روایت
 کرتے ہیں ذہبت فرقتنھا المجمل و بقیت الاخذی مکاتہ
 یعنی ایک ٹکڑا طرف حرا پہاڑ کے گیا اور دوسرا اپنی جگہ پر رہا اب
 حرا کا درمیان دونوں ٹکڑوں کی ہوتا بخوبی ظاہر ہو گیا فاس ابن مسعود کا
 یہ کہنا کہ منی کے پہاڑ پر شق قمر ہونے دیکھا اس سے تصدیق اس روایت
 کی ہوتی ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ چودہ آدمی اصحاب عقبہ سے
 یہ معجزہ طلب کرنے آئے تھے اسلئے کہ میری راہی میں یہ عقبہ وہی ہے
 جو بقول قسطلانی منی میں واقع ہے لہذا اسی مقام پر شق قمر کا نظر آنا زیادہ
 ضروری تھا جہاں کے زیادہ لوگ خواہاں اس معجزہ کا کے تھے جن لوگوں کو
 بنائے ترقی اسلام قائم ہوئی ہے اسکو یاد رکھو۔

دوسری راوی اور گواہان چشم دید اس معجزہ کی جناب امیر المؤمنین
 علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں آپ کا سن شریف اگر واقعہ شفاق
 سال غم مبعث میں ہوا ہی کم سے کم پندرہ برس کا تھا اور اگر سال شتر
 مبعث میں ہوا ہی اٹھارہ برس کی عمر آپ کی تھی۔ پھر چونکہ ساتھ یہ شاہد
 جناب رسول صلعم کے مکہ معظمہ میں یقینی ہی لہذا آپ کا دیکھنا اس معجزہ کو
 کچھ بعید از عقل نہیں ہے کہ نہیں سکتا اگر صحابی ہی سمجھ کر کوئی روایت آپ سے
 صلح میں درج ہوتی جیسے حذیفہ اور ابن مسعود کی بلکہ شیر خوار یا
 غیر مولود مثل انس اور ابن عباس اور عبداللہ بن عمر کے تو
 وہ بھی تصدیق معجزہ ہذا میں ایک عمدہ سند ہوتی مگر افسوس ہے
 سوائے شفاء قاضی عیاض کے اور کسی کتاب حدیث میں آپ سے
 اسکی روایت مجھی نہ ملی شفا کی عبارت یہ ہے فقال علی من راوایہ
 الی حدیفة الارحبی انشوق القمہ ونحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یعنی حضرت علیؑ کہتے ہیں بروایت ابو حذیفہ ارحبی کہ چاند شق ہو گیا
 اور ہم ہمراہ رسول صلعم کے تھے۔ تیسرے راوی صحابہ میں
 حذیفہ بن یمان ہیں یہ جلیل صحابی اور معزز بروز

واقعہ انشقاق ضرور حاضر واقعہ ہذا تھی اور بالغ اور غافل بھی تو
 اسلئے کہ سابقین اولین میں انکا شمار ہی۔ حذیفہ سے بقول قاضی
 عیاض دو شخصوں نے یہ روایت کی ابو عبد الرحمن اور مسلم بن ابی
 عمران ازومی اور یہ دونوں تابعی ہیں۔ ایک روایت کثافت میں
 زرخشری نے بھی لکھی ہے اور وہ روایت یہ ہے عن حذیفۃ انہ
 خطب بالمدائن ثم قال لا ان الساعة قد اقبلت وان القمر
 قد انشق علی عہد نبیکم حذیفہ سے روایت ہے انھوں نے مدائن
 میں خطبہ پڑھا اور پھر کہا آگاہ ہو کہ قیامت اب قریب ہے اور چاند تباہ
 بنی صلعم کے زمانہ حیات میں شق ہو چکا ہے میں کہتا ہوں حذیفہ کو
 جس روز سے حضرت خلیفہ ثانی نے عامل مدائن مقرر کیا تھا بقول
 عجلۃ ہمیشہ وہیں رہا اور بعد قتل خلیفہ سیوم اور بعد بیعت علیؑ یہ چالیس
 روز کے مری ویکھو فتح الباری کو اور دوسرے روایت حذیفہ کے وہی
 جسکا قاضی عیاض شفا میں ذکر کرتے ہیں بہر حال انکی روایت میں
 کوئی امر تناقض کا نہیں ہے اور یہ گواہان چشم دید یہ ہیں جو تھے
 راوی صحابہ میں سی جبر بن مطعم یا مطعم جبر کے باپ ہیں یہ خاص

مکہ کے رہنے والے بن اگرچہ انکا داخل اسلام ہونا ابن حجر نے اصحابہ میں
 درمیان زمانہ حدیبیہ اور فتح کے لکھا ہے اور انکے باپ یعنی مطعم بقول
 قسطلانی قبل جنگ بدر کے مری ہیں مگر رویت چشم وید مجزہ مذا کے
 مطعم نے اگر بحالت عدم اسلام کے ہو تو کچھ اسہین دشواری نہیں ہے
 بن مطعم سے انکے بیٹے محمد بن جبیر اور انکی پوتے جبیر بن محمد نے روایت
 کی ہے اور یہ دونوں تابعین سے تھی صحیح ترمذی میں ہے عن جبیر بن مطعم

عن ابیہ قال انشق القمر علی عهد رسول اللہ صلعم حتی صاد فرقتین
 علی هذا الجبل فقالوا سحرنا محمد فقال بعضهم لائن کان سحرنا محمد

فما یستطیع ان یسحر الناس کلہم یعنی جبیر بن مطعم اپنی باپ سے
 روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا چاند شق ہوا زمانہ حیات رسول خدا

میں تا انیکہ دو ٹکڑے ہو گئی تھی اس پہاڑ پر (شاید حرا پہاڑ مراد ہے)
 لوگوں نے کہا کہ ہم پر محمد صلعم نے جادو کیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا اگر

ہم پر جادو کیا ہے تو کل آدمیوں پر جادو کر نیکی انکو استطاعت
 نہیں ہے میں کہتا ہوں یہی روایت تفسیر مجمع البیان طبرسی میں مذکور

ہے اور تفسیر صافی میں بھی ہے اور مطعم ضرور چشم دید گواہ اس واقعہ کی ہیں

یہ چار صحابی چشم دید گواہان رویت معجزہ ہذا سے ہیں اور باقی حسب قدر روایات بطور
مراسیل کے مذکور ہیں وہ سب مستند اور صحیح ہیں اور زیادہ تطویل سے کچھ فائدہ نہ
ہوگا اور نہ اس میں کسی قسم کا خدشہ اور شبہ ہو سکتا ہے بلکہ صاف صاف ہیں۔

باقی رہتے تین صحابہ عبداللہ بن عباس اور انس بن مالک اور عبداللہ بن
عمر یہ تینوں صاحب البتہ بروز واقعہ شوق القمر موجود نہ تھے اور نہ ان سے کسی
روایت میں بھی وارد ہے کہ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا یہ سمعی گواہ شوق القمر کے
ہیں اور اصطلاح محدثین اہل اسلام کی یہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی ایسے واقعہ
کی روایت کرے کہ خود وہ حاضر واقعہ مرویہ نہ ہو یا بھی پیدا ہی نہ ہوا ہو اور اسکو
مسلسل نہ کرے یعنی جس سے اسکو وہ خبر ہو چکی اسکا نام نہ لے ایسی روایت کو
مرسل صحابی کہتے ہیں اور اسکی حدیث مرسل کو صحیح بھی کہتے ہیں بشرط مندرجہ
علم اصول حدیث اور حسب قدر شروط صحت حدیث کی جس جامع کتاب کے نزدیک ہیں
وہ مصنف اپنی شروط کی پابندی سے اسے مرسل حدیث کو درج کتاب صحیح
کرتا ہے اور بوجہ (ارسال) یعنی متروک ہونے نام اصل راوی کے جس سے
اس صحابی نے روایت پائی ہے اس مرسل کو اقسام صحیح سے خارج نہیں
کرتے اور اسی پایہ اعتبار پر اس مرسل کو رکھتے ہیں جیسے کہ اس صحابی کی چشم دید

واقعہ ہے اور اس قسم کی مراسیل صحابہ فقط شوق القہر کے واقعہ میں
 اصحاب سے منقول نہیں بلکہ اور بہت سے واقعات میں
 بھی منقول ہیں۔ اب کہ یہ ایک امر اصطلاح علمائے حدیث
 مسلمین کا ٹھہرا ہوا ہے اس پر اعتراض کرنا کسی کو زیبا نہیں ہے
 ہاں اگر فقط شوق القہر کے واقعہ میں ان مراسیل کا اعتماد مخصوص ہوتا
 اس وقت ضرورتاً عرض کا موقع تھا اور یہی سبب ہے کہ ایسی
 روایات کو لکھ کر علمائے فن حدیث کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث
 مراسیل صحابہ سے ہے تاکہ اشتباہ اور اعتراض کا موقع نہ
 رہے ایضاً چونکہ واقعہ شوق القہر صاف طور سے آیات قرآنیہ سے
 ثابت ہے اس کی خبر اگر ان صحابہ نے کسی غیر معتبر سے بھی
 سنی ہوتی چونکہ چار معتبر صحابہ جن کی روایت اوپر ہم لکھ چکے
 ان سے اور بہت سے صحابی جو بدر اور حنین وغیرہ میں شہید
 ہو چکے تھے ان سے اور بلکہ خود جناب مقدس نبوی سے بھی
 اس کی تصدیق کرنی ان کو کیا دشوار تھی اور ثبوت
 قرآن شریف بھی موجود تھا۔ لہذا ان اصحاب کا روایت کرنا محل

الزام نہ رہا بہر حال یہ شبہ اول معترض کا کہ جو لوگ ابھی پیدا
ہنہین ہوئے تھے انہوں نے شوق القمر کی روایت کی ہے اُس
وقت البتہ قابل جواب ہوتا کہ اُن اصحاب نے اپنی چشم دید کا
دعوے کیا ہوتا اور کسی محدث نے اپنی کتاب میں اُس کو درج
بھی کیا ہوتا اور جب نہ انہوں نے یعنی صحابہ نے اسکا دعویٰ کیا
اور نہ کسی محدث نے اسکی یعنی اُن کی چشم دید ہونے کی روایت
اُن سے کی بلکہ ایسی روایت کو مسلسل صحابی لکھ بھی دیا اب
یہ شبہ بالکل ساقط ہو گیا۔ ہاں اب اُن روایات کو میں لکھوں
ابن عباس سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے یہ روایت
کی چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

عن ابن عباس أنشق القمر على زمان
رسول الله صلعم بمكة قبل الهجرة

ابن عباس سے روایت ہے کہ چاند شوق ہوا بہ زمانہ رسول اللہ صلی
قبل ہجرت کے۔ قسطلانی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اسلئے
کہ ابن عباس اُس وقت موقع پر موجود نہ تھے کہ روایتیں

برس کی انکی عمر بروز واقعہ ہذا تھی اور دوسری جگہ قسطلائی نے تصریح
 کردی کہ ابن عباس قبل از ہجرت پانچ سال کے تھے اور
 بروز شوق قمر تو پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور یہ اختلاف قول قسطلائی میں
 کہ دو تین سال کے تھے یا پیدائش ہوئے تھے یہ نظر اسی اختلاف
 کے ہے کہ یہ واقعہ سال پنجم مبعوث کا ہے یا سال مشتم کا اور اسی جگہ
 قسطلائی کہتے ہیں بعض روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اس روایت
 کو ابن عباس نے ابن مسعود سے لیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس
 محقق نے اب یہ بھی دیکھا دیا کہ یہ مرسل حدیث ابن عباس کی اسکا
 سلسلہ ابن مسعود تک پہنچتا ہے جو ضرور حاضر واقعہ تھے اب جب قدر روایت
 ابن عباس سے بغوی اور ابونعیم اور قاضی عیاض اور ابن جوزی
 اور ابومسعود عمادی اور سیوطی الغرض آٹھ نو محدثین کے ہمنے پائے
 ہیں کسی میں یہ مضمون نہیں ہے کہ ابن عباس نے خود یہ واقعہ دیکھا ہے
 فقط بیان واقعہ البتہ مذکور ہے اور سب بطور مراسیل کے ہیں کہ حاضرین
 واقعہ سے سنکر حمل روایت ابن عباس نے کیا ہے اور یہ طریقہ جائز ہے
 دفعہ ششم اخیر ابن عباس سے ایک روایت

ابو نعیم نے دلائل اور فضائل میں وارد کی ہے۔ ان القمر اشق فصاحتین
یعنی چاند شوق ہو کر ایک چاند کے دو چاند ہو گئے اگر کسی کو شبہ ہو
کہ چاند کے برابر دو ٹکڑے ہونے تمام روایات میں وارد ہے پھر جب
دو چاند ہو گئے کیا دوسرا چاند پیدا ہوا اور شوق قمر ہین ہوا یہ اختلاف
بیانی کیسی اسکا جواب یہ ہے کہ لغت عرب کو دیکھو اہل عرب تیسری
تک تو چاند کو ہلال کہتے ہیں اور چوتھی شب سے تیرہویں شب تک قمر
کہتے ہیں اور چودھویں شب کو بدر کہتے ہیں پندرہویں شب سے
تالیام محاق پھر قمر کہتے ہیں پس جب پورے چاند یعنی بدر کے دو ٹکڑے
برابر ہو گئے اور ہر ایک ٹکڑا برابر اس حصہ کے تھا جو ساتویں شب کو
آدھا چاند ہوتا ہے اب ہر ایک ٹکڑے کو نہ ہلال کہہ سکتے ہیں اور نہ
ہر ایک کو بدر کہنا درست ہے بلکہ ہر ایک کو قمر کہنا ہی عرب کی زبان ہے
جو ابن عباس نے فرمایا کہ بدر کے دو قمر ہو گئے اور کسی طرح کا اعتراض
اسپر وارد نہ ہو گا۔ وبالله استمد۔ والتوفیق الخفین ابن عباس سے
جو روایت رسالہ دافع الشقاق میں نقل کی ہے اُس میں دس نام
حاضرین اور موجودین واقفہ الشقاق کے بھی درج ہیں اور کچھ بھی

قابل دید ہے

تصریح کر دی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ابو سلمہ بن اسد اور ارقم بن قیس
 سے پکار کر فرمایا کہ تم لوگ اس معجزہ پر گواہ رہنا اور در ملتوڑ سہین جو
 روایت ابن عباس سے منقول ہے اسہین یون روایت ہے کہ
 جب اہل مکہ درخواست معجزہ ہذا کرنے آئے حضرت جبریل تازل
 ہوئے اور عرض کی یا نبی الدان کفار سے کہہ دیجئے اعلیٰ رات کو
 آئین اور معجزہ دیکھیں حضرت جبریل کے مقابلہ میں حضور نے
 اسی چودہویں شب انکو بلایا اور وہ سب آئے اور چاند کو شوق
 فرمایا (بعد چلے جانے حضرت جبریل کے جیسا کہ ظاہر روایت ہے)
 یہ دونوں روایتیں ابن عباس کی مطابق روایات مرویہ طریق اہل بیت
 علیہم السلام سے ہیں شمار دس آدمیوں کا نام بنام انہوں نے کیا ہے
 اور جناب امام جعفر صادق نے چودہ شخص اصحاب عقبہ سے ارشاد
 فرمایا بروایت قمی رح اور نزول جبریل کی بھی مطابقت اسی روایت
 جناب جعفر صادق سے ہوتی ہے اب اہل سنت اور شیعہ دونوں کے طریق
 سے یہ مضمون متحد ہو گیا جیسے اطلاع بجز بہبوط وحی الہی اور اس کے خاص
 حاملان علوم کی اور سیونہین ہو سکتی ہے اور اب مجھے ایسا لگتا ہے

کہ یہ تفصیل اور تحقیق واقعہ ابن عباس نے اپنے استاد علی ابن ابی طالب سے
 پائی ہوگی اس لئے کہ ابن مسعود کی اور دیگر روایات مندرجہ کتب اہل سنت
 کسی میں یہ توضیح نہیں ہے پس قسطلانی کو جو روایت ملی ہے کہ
 ابن عباس نے محل روایت ابن مسعود سے کیا ہے وہ بھی درست ہے
 اور ہماری تجویز کہ جناب امیر سے ابن عباس نے محل روایت کیا ہے
 وہ بھی درست ہے والحمد للہ علی حسن الاتفاق دو سکر صحابی انس
 ابن مالک بھی معجزہ شوق قمر کے راوی ہیں ان سے فقط قتادہ بن
 دعاسہ نے جو تابعین میں سے ہیں روایت کی اور انس نے بھی
 یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں نے شوق قمر کو خود دیکھا ہے بخاری میں
 دو روایتیں انس سے منقول ہیں پہلی روایت - عن سعید ابن
 عروبة عن قتادة عن انس ابن مالک ان اہل مکة سالوا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ان یرلہم اية فارلہم القمر شقیین حتی
 لا واحراء بینہما - یعنی سعید بن عروبہ قتادہ سے اور قتادہ انس بن
 مالک سے روایت کرتے ہیں - انس نے کہا اہل مکہ نے
 درخواست کی جناب رسول خدا صلعم سے کہ ان کو کوئی معجزہ

دکھلانا چاہئے حضرت نے چاند دو ٹکڑے کر کے اُنکو دکھلایا اس طرح
 کہ حرا پیار کو بیچ میں دو نو ٹکڑوں کے انہوں نے دیکھا اور دوسری
 روایت بخاری میں انس سے بطریق یونس وارد ہے اور بقول قسطلانی
 صحیح مسلم اور مصنف عبد الرزاق اور سند احمد اور سند اسحق میں
 بھی ہے مگر اس میں دو مرتبہ شوق قمر دکھلانا درج ہے خیر اب
 قسطلانی حدیث اول کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل
 صحابہ سے ہے اسلئے کہ انس نے یہ معجزہ بحشم خود ہرگز نہیں دیکھا
 اور دوسری روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انس حاضر اس واقعہ
 میں نہ تھے اسلئے کہ ان کا سن اسوقت چار یا پانچ سال کا ہوگا
 اور مدینہ میں تھے اور ملا علی قاری بھی شرح شفا میں انس کی
 غیر موجودگی واقعہ شوق القمر میں لکھتے ہیں پر جب محدثین اہل اسلام
 خود لکھ رہے ہیں اب کونسی جگہ شبہ کی اور کونسا اعتراض انس کی
 روایت پر باقی رہا تیسرے صحابہ عبداللہ ابن عمر ان سے مجاہد
 روایت کی ہے اور یہ مجاہد شہور تابعین سے ہیں اور چونکہ انہوں
 نے عبداللہ ابن مسعود اور عبد اللہ بن عمر دونوں سے

شق القمر کی روایت کی ہے عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے بخاری سے
 اوپر لکھ دی۔ اور عبداللہ بن عمر سے مجاہد کی روایت صحیح ترمذی میں
 ہے بروعن بن عمر قال انفلق القمر علی عهد رسول اللہ صلعم فقال
 ان شہدا و اچاند شق ہو گیا بزمانہ رسول خدا صلعم تب آپ نے فرمایا کہ
 دیکھو گواہ رہو نیا شگوفہ یہ لفظ انفلق کی جو حدیث ترمذی میں ہے
 جس کے معنی شق ہو جانے کے اہل لغت لکھ رہے ہیں ایک صاحب
 کو یہ سوچھی سورہ قمر کے لفظ الشق القمر کے معنی یوں تراشے کہ
 شق قمر نہیں ہوا بلکہ صفا کے چاندنی کے چاند سے جاتی رہی جیسے
 صبح کا سپیدہ پہیلتا ہو اس تاویل کو قسطلانی شارح بخاری نقل
 کر کے اسکو رد کرتے ہیں اسلئے محض لغو اور بے سند یہ تاویل ہے
 اور غرض اس شخص کی فقط شبہہ ڈالنا و تروع معجزہ پر ہے۔ دفع
 مغالطہ یہ جو سائل نے اعتراض کیا ہو کہ جو لوگ ابھی پیدا نہ ہوئے
 تھے وہ شق القمر کے روز اپنی موجودگی غلط بیان کرتے ہیں مجھے
 بڑا تعجب یہی تھا کہ ہم اہل اسلام تو نقل معجزات میں پوری احتیاط
 کرتے ہیں آخر اس اعتراض کا ماخذ کیا ہے اب ایک روایت شفاء

قاضی عیاض کی ملی۔ و فی ہدایۃ مجاہد و نحن مع النبی صلعم یعنی
 مجاہد کی روایت میں ہے کہ ہم ہمراہ نبی کے تھے مجاہد چونکہ تابعین میں
 سے ہیں انھوں نے خود رسول صلعم کو نہیں پایا پھر انکا ہمراہ نبی
 صلعم کے ہونا بروز شق قمر کیونکر صحیح ہو گا مگر چونکہ مجاہد نے عبد اللہ بن
 مسعود اور عبد اللہ بن عمر و نو سے روایت کی ہے لہذا شاید ہمارے
 معزز سائل کو عبد اللہ بن عمر کی روایت پر شبہ نہ ہو اسلئے کہ عبد اللہ
 بن عمر و نو سے خطۃ تیسرے برس مبعث کے پیدا ہوئے ہیں کیونکہ
 بروز واقعہ جنگ بدر بقول ابن حجر تقریب میں چودہ برس کے تھے
 پس اگر واقعہ الشقاق سالِ نجم میں ہوا و برس کے ہونگے اور اگر
 سالِ ہشتم مبعث میں ہو پانچ برس کے ہونگے۔ پس یہ شبہ ہمارے
 معزز سائل کو عبد اللہ کے اشتراک اسم سے ہوا ہی اب معلوم کرنا
 چاہیے کہ عبد اللہ ابن عمر کی روایت میں یہ لفظ کہ ہم ہمراہ نبی کے تھے
 نہیں وارد ہے بلکہ عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں مجاہد کے طریق
 سے وارد ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا ہے اور قاضی عیاض نے خود کدی یا ہی
 کہ روایت مجاہد میں جو وارد ہے کہ ہم ہمراہ نبی کے تھے اور بعض طرق

اعمش سے وارد ہو کر منی میں تھے پس یہ دو لوگ روایتیں ابن مسعود کی
 ہیں اور ملا علی قاری نے بھی شرح شفا میں تصحیح کر دی ہے کہ روایت
 مجاہد کی جو ابن مسعود سے ہے اسی میں انکی موجودگی ہمراہ نبی کے وارد ہر
 اور یہی مراد مجاہد کی ہے۔ پس یہ شبہ کہ جو لوگ ابھی پیدا ہوئے تھے خواہ
 دوسرے کے تھے اسکا جواب تفصیلی تو بحدالہ ایسی عمدگی سے ہو گیا
 جیسا کہ اہل اسلام کا سچا دین ہوا اور چونکہ یہ شبہ روایات اہلسنت پر
 تھا لہذا ہم کو زیادہ اہتمام کتب کے دیکھنے میں کرنا پڑا اور الحمد للہ کہ ہم کو
 پوری کامیابی ہوئی فقط اور ہم شکریہ ادا کرتے ہیں ان علماء اسلام کا
 جنہوں نے نقل روایات کی کر کے ہماری بلکہ اسلام کی تائید فرمائی
 جسکی وجہ سے ہم دشمنیات پر قادر ہوئے اور آٹھ ماہ کی محنت ہماری پوری
 ہوئی شیعہوں کے طریق سے روایات معجزہ شوق فہم کے واقع
 ہوئے پر جب اہلسنت کے طریق روایات وقوع معجزہ ہذا کو ہم لکھ چکے
 یعنی یہ معجزہ ہو چکا ہے اب مذہب شیعہ کی روایات کو لکھ کر جو ضروری امور
 ہیں انکو منجھائیں۔ واضح ہو کہ شیعہ مذہب کے کسی عالم نے اور نہ کسی
 محدث نے شوق الفہم کے معجزہ کا انکار خواہ تفسیر سورہ فہم کے آیات میں

کوئی تاویل کی ہو اور حسب قدر ایسی احادیث حضرات ائمہ طاہرین سے
منقول ہیں کہ تبوضیح اور تفصیل یہ معجزہ انہیں وارد ہوا ہوا انکو ہم کہتے
ہیں تاکہ دونوں مذاہب کی روایات باہم متعاضدا در قوی ہو جائیں۔
یہ بات ضرور سمجھنے کی ہے چونکہ یہ معجزہ از قسم شایعات واقع ہوا ہوا اسکے
بیان میں روایات سے اثبات امور مندرجہ ذیل کی ضرورت ہوا (۱)
کسو جہ سے واقع ہوا (۲) کس وقت واقع ہوا (۳) اور کس تاریخ میں اور کس
سال میں (۴) صورت کیسی نظر آئی (۵) کہاں کہاں سے نظر آئی (۶)
کتنی دیر تک باقی رہا (۷) درخواست کنندہ اس معجزہ کے کون کون لوگ
تھے اور کتنے تھے (۸) خود حضرت معجز نما اس وقت کس جگہ پر تھے (۹) بعد
ظہور اس معجزہ کے اثر اب کاناظرین پر کیا ہوا (۱۰) ایک مرتبہ معجزہ نمائی کی
بعد پھر دوبارہ کسی قسم کی درخواست منکرین نے اس وقت کی یا نہیں
۱۱) خدا کا حکم اس معجزہ نمائی پر ہمارے نبی کو آیا تھا یا نہیں اور کون لایا تھا
یہ دس باتیں ضروری اس معجزہ کی بیان کرتے ہیں انہیں دو تین باتیں
اہلسنت کی روایات سے معلوم ہوئیں خاص کر ابن عباس کی
روایت مندرجہ در مشہور سے۔ اور کل دس کی دس یہ روایات

ائمہ لطائفین سے دریافت ہو بین اب جو فروگذاشتت ایستانت کی
 روایات میں تھے اسکی تلافی بھی احادیث اہل بیت سے ہو گئی
 پہلی روایت بخاری میں مناقب سے واروہو اجمع المفسران و
 الحدیثون سوی عطا و الحسن والبلخی فی قوله تعالی اقتربت الساعة
 وانشق القمر۔ انه اجتمع المشركون بمكة ليلة بدر الى المنجی م
 فقالوا ان كنت صادقاً فشق لنا القمر فرقتین فقال م ان فعلت
 تؤمنون قالوا نعم فاشارة اليه باصبعه فانشق شقتین رای
 حراء بین فلقیتہ وفي رواية لصفاء علی ابی قیس و نصفاً علی
 قعقعان وفي رواية لصفاء علی الصفا و نصفاً علی المروة
 فقال م اشهدوا اشهدوا فقال ناس سمعنا محمد م فقال رجل
 ان كان سمعكم فذکر یحمر الناس کلهم وكان ذلك قبل الهجرة و
 بقي قدر ما بین العصر الى الليل و هم ينظرون ان الیہ ویقولون
 سمعنا مستقر فنزل وانین و الیة یعرضوا الایات و فی
 رواية انه قدم السفار من کل وجه فمات قدم من احد
 الا اخبس هم انهم راوا مثل ناس و ترجمہ مفسرین اور محدثین کا

اجماع ہو سوائے عطا اور حسن بصری اور ربیع کے تفسیر میں ایتمہ۔ افریت
 الساعة وانشق القمص کے یعنی سبب نزول اس آیت کا یہ ہو کہ
 شریکین مکہ میں ایک مرتبہ شب چہار دہم (ذیحجہ) کو خدمت جناب رسول
 صلعم کے آئے اور کہنے لگے اگر تم دعوی نبوت میں سچے ہو تو جانبدار کو
 ہمارے واسطے دو ٹکڑے کرو حضرت نے فرمایا اگر میں ایسا
 کروں تو ایمان لاؤ گے مشرکین نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے انگشت مبارک
 سے اشارہ کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اس طرح سے کہ حرا پہاڑ دو نو
 ٹکڑوں کے بیچ میں نظر آیا اور ایک روایت یہ ہے کہ آدھا چاند کوہ البقیس
 پر اور آدھا قیقعان پہاڑ پر نظر آیا (حبسکامنہ البقیس کی طرف ہے
 بقول صاحب قاموس) اور تیسری روایت میں ہے آدھا چاند صفا پر
 اور آدھا مروہ پر نظر آیا حضرت رسالت نے فرمایا کہ تم گواہ رہو
 لوگوں نے انھیں مشرکین میں سے یہ کہا کہ ہم پر محمد صلعم نے جادو کیا ہے
 ایک آدمی یوں کہنے لگا اگر ہم پر جادو کیا تمام آدمی حاضر اور غیر حاضر
 سب پر تو جادو نہ کیا ہو گا اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے واقع ہوا
 اور اتنی دیر تک چاند کے دو ٹکڑے باقی رہے جتنا زمانہ ہنگام عصر

سے شب تک ہوتا ہوا اور وہ سب چاند کے دو نو ٹکڑوں کو دیکھ رہے تھے
 اور کہتے تھے کہ یہ جادو یا نڈار ہے۔ ان کے اسی کہنے پر یہ آیات نازل ہوئے
 ہیں کہ اگر کوئی معجزہ یہ لوگ دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ جادو ہے اور ایک روایت
 میں وارد ہے سفر کے لوگ ہر طرف سے آئے اور جو آیا اس نے بھی کہا
 کہ ہم نے اسی طرح چاند کو دو ٹکڑے دیکھا جس طرح مکہ میں لوگوں نے دیکھا
 ترجمہ ہو چکا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اجماع کا دعویٰ جو فرمایا ہے باوجودیکہ
 غیر اشخاص مخالف اجماع بھی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ مذہب شیعہ میں
 معلوم نسب خروج اجماع نہیں ہوتا ہے اسلیے کہ اجماع سے نفی
 حجت نہیں ہے بلکہ مظنہ دخول معصوم ہے۔ میں کہتا ہوں یہ روایت
 مجموعہ چند روایات کا ہے اور اکثر حالات اس میں بہ تفصیل مذکور ہیں پہلے
 وقت ظہور معجزہ کہ رات تھی دن نہ تھا دوسری تاریخ جو دھوین شب
 تیسرے اختلاف منظر یعنی مختلف لوگوں کو مختلف جگہ سے
 نظر آیا اور یہ امر ضروری ہے اسلیے کہ جو شخص جس مقام پر ہوتا ہے چاند
 اسکو اسی موقع پر نظر آتا ہے جو اسکی جگہ خاص ہوتی ہے چنانچہ اسکو
 ہم جواب شبہ (۶) میں آئندہ مفصل لکھیں گے جو تھی تصریح اس روایت

جیسرین مطعم کے جو محل طور سے وارد ہوئی ہو کہ اس ہپاڑ پر نظر آیا
 پانچویں زمانہ بقائے معجزہ ہذا جو کسی روایت میں منجملہ روایات
 مذکورہ بالا نظر سے نہیں گذرا اور یہ زمانہ عصر سے ابتداء شب
 تک اگر اس سے آخر وقت عصر سے اول شب تک یہی مراد ہو
 یعنی چار رکعت نماز عصر کا زمانہ غروب حسی میں جب سے باقی
 رہے تا غروب شرعی جو اول وقت مغرب ہو اور افطار صوم کا بھی
 وہی وقت ہے جب بھی مکہ مغربیہ کے افق سے ۵۳ منٹ سے کم نہوگا
 اور اسی توضیح امتداد زمانہ سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ جن روایات میں
 و در مرتبہ شق تم دیکھنے کا بیان ہوا ہو وہ بھی صحیح ہے چھٹے سبب
 نزول سورہ نمر اور خاص کر اس آیت کا جس میں جاد و کشتا کفار کا
 وارد ہو وہ بھی مفصل ارشاد فرمایا جسکی نسبت زجاج نے کہا ہے
 کافی ہذا دلالت علی ان ذلک متدکان واقع یعنی اس آیت کو
 پوری دلالت ہے کہ یہ معجزہ ہو چکا ہے جب تو خدا نے فرمایا کہ اگر دیکھتے
 ملائکہ کوئی معجزہ اسکو پاندار جاد و بتلاتے ہیں اب یہ نجومی عقلی زجاج
 کی نقلی دلیل سے مطابق ہو گئی ساتویں رساں وقوع تخمیناً یعنی

قبل ہجرت یہ عجز واقع ہوا۔ یہ ساتون امور ضروری تو ایسی روایت
 سے معلوم ہوئے۔ اس سے زیادہ توضیح دوسری روایت میں مذکور
 دوسری روایت: تفسیر علی بن ابراہیم قمی رحمہ اللہ میں یونس سے
 یونس مشقول ہے۔ قال قال ابو عبد اللہ ع اجماع اربعۃ عشر
 رجلا من اصحاب العقبة لیلة اربعۃ عشر من ذی الحجۃ فقالوا
 للنبی صلعم ما من بنی الا والہ ایۃ فما اتیک فی لیلۃک هذه فقل
 النبی صلعم ما الذی تریدون فقالوا ان یرک لک عند اللہ قد
 فامر القمر ان ینقطع قطعتین فہبط جبیل ع فقال یا
 محمد صلعم ان اللہ یرک السلام ویقول لک انی امس ت
 کل شیء بطاعتک من رفع راسہ فامر القمر ان ینقطع قطعتین
 فانقطع قطعتین فسمجد النبی صلعم شکرا و سجد شیعتنا
 ثم رفع راسہ و رفعوا راو و وہم فقالوا لوی یجود لکما کان فحاد
 ثم قالوا ینشق راسہ فامرہ فانشق فسمجد النبی صلعم شکرا
 و سجد شیعتنا فقالوا یا محمد م حین تقد راسفاسرنا من الشام
 واليمن فنسئلہم ما راوا فی هذه اللیلة فان یکونوا راوا مثل

ما را آینا علمنا انه من ربك وان لم یب فامثل ما را آینا علمنا انه من ربك

محررتنا فانزل الله اقتربت الساعة الى اخر السورۃ ترجمہ
یونہی کہتے ہیں مجھ سے جناب صادقؑ نے فرمایا کہ چودہ شخص اصحاب
عقبہ میں سے جمع ہو کر ذبح کی چودھویں شب میں آئے اور جناب
رسالتؐ سے کہنے لگے کوئی نبی ایسا نہیں آیا ہے مگر اسکو خدا نے
کوئی معجزہ دلیل اسکی نبوت پر ضرور دیا ہے۔ آپکے پاس آجکی شب
کیا نبوت ہوا نبی نبوت کا۔ حضرت نے فرمایا کیا چیز تم جانتے ہو وہ
لوگ بولے اگر آپکی کچھ قدر اور منزلت پیش خدا ہی جانند کو حکم دیجیے
کہ دو ٹکڑے ہو جائے۔ اسی وقت جبریلؑ نازل ہوئے اور کہنے
لگے خدا سے پاک آپکو تحفہ سلام بھیج کر یہ فرماتا ہوں ہر شے کو
تمہاری اطاعت کا حکم دیا ہے یہ ارشاد الہی سنکر حضرت نے سر
اوپر اٹھایا اور جانند کو حکم دیا دو ٹکڑے ہو جائے پس فوراً ہو گیا
حضرت نے سجدہ شکر ادا فرمایا اور ہمارے پیرو با ایمان جتنے اسوقت
حاضر تھے ان سبھوں نے بھی سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر حضرت نے سر
اٹھایا۔ اب اصحاب عقبہ نے کہا حکم دیجیے کہ جانند پھر جیسا تھا ویسا ہی

ہو جائے جب ہو گیا اب انھوں نے کہا کہ پانچ سو سال ہو جائے حضرت
 کے حکم سے یہ بھی ہوا۔ پھر دوبارہ حضرت نے مع کر وہ مومنین
 کے سجدہ کیا اب وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے قوم اور قبیلہ کے
 لوگ شام اور یمن کو گئے ہیں وہ آئیں آئیں ہم بوجھیں گے اگر
 انھوں نے بھی اسی طرح شق فرمادیکھا ہر ایک یقین ہو گا کہ قدرت
 نمائی تمہارے خدا کی ہر اور اگر انھوں نے انکار کیا تو یہ آپکا جادو
 ہے جو ہم پر چلا ہے۔ تب خدا نے سورہ قمر نازل کیا اور فرمایا اقتربت
 الساعة الخزمین کنتا ہوں۔ اس حدیث مقدس میں چند
 فوائد عظیمہ ایسے ارشاد فرمائے جن سے پوری اصلیت
 اس قصہ کی معلوم ہو گئی۔ پہلا فائدہ۔ اصحاب عقبہ کی درجہ
 اور یہی لوگ وہ ہیں جنکے قبول اسلام سے اسلام کو قوت
 شروع ہوئی اور اپنی رغبت سے بدوین لڑائی جھگڑے کے
 مسلمان ہوئے۔ پہلے سال ہجری آدمی اور پھر بارہ اور پھر ستر آدمی
 شرف باسلام ہوئے اور عقبہ قبول قسطلانی مثالی میں واقع
 ہو بخاری نے ایک روایت معاف بن رفاعہ بن رافع سے جو لکھی ہے

انہیں کہتے ہیں۔ کان رفاعۃ من اہل بدرا۔ رفاعہ اصحاب بدر سے
 تھے۔ کان رافع من اہل العقبہ۔ اور رافع اصحاب عقبہ سے
 تھے جو منیٰ میں رہے اور بدر رافع منجلہ چھ یا بارہ یا ستر آدمیوں کے
 ہیں جنہوں نے قبل ہجرت آپ کے بیعت کی تھی رافع اپنے فرزند رفاعہ
 سے براہ فخر کہتے تھے مایثنی فی شہادت بدرا بالعتبہ مجھے
 اسی کے خوشے ہو کہ میں حضوری عقبہ کی وجہ سے گویا بدر میں حاضر
 ہو چکا۔ مراد اسکی تعظیم شان عقبہ ہو کہ وہ بیعت منشأ قوت اسلام
 ہوئی اور سبب ہجرت ہوئی اگر بیعت عقبہ نہ ہوتی تو واقعہ بدر بھی
 نہ ہوتا۔ یہ خلاصہ روایت اور شرح قسطلانی کا ہے بہر حال یہ جو وہ
 اشخاص بظاہر اس معجزہ کی درخواست کرنے میں محض مخالفانہ طور سے
 نہیں آئے تھے اور جن لوگوں کے نام درمشتور میں بروایت ابن
 عباس وارد ہیں اگر وہ لوگ بھی اصحاب عقبہ سے تھے فہا ورنہ وہ
 محض معاندت سے آئے ہونگے اسلیے کہ آئندہ جو حدیث مذکور
 ہوگی اس سے بخوبی ظاہر ہوگا کہ اس شب تمام کفار مکہ کی جرعاتی تھی
 کہ حضرت سے کوئی بڑا معجزہ طلب کریں یا آپ کا معاذ اللہ ساحر ہونا ثابت

ہو جائے تفسیر صافی میں اس روایت میں اصحاب عقبہ کے لفظ
 ہونے سے کچھ تردد و اسکی صحت میں درج ہوا شاید مصنف رحمہ کو اصحاب
 عقبہ کا قصہ اسوقت یاد نہ ہو و سہرا فائدہ تصریح ماہ ذی الحجہ کی
 ہر یعنی یہ معجزہ چودھویں شب ذی الحجہ کو واقع ہوا اور یہ تصریح ہر ایک
 مجھے روایات ملے ہیں کسی میں نہیں تھے بجز اس حدیث کے تیسرا
 فائدہ نزول جبریل اگرچہ درغشور کی روایت ابن عباس میں
 ہم اوپر لکھ چکے مگر وہ داب اور آداب جو اس حدیث میں درج ہو
 وہ اس میں نہیں ہیں جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ نالی بد و ن
 حکم خدا کے انبیاء نہیں کر سکتے تھے چوتھا فائدہ دو مرتبہ چاند کا
 شق ہونا جو مجملار وایات الہیہ میں بھی وارد ہے چنانچہ ابن عباس
 اور ابن مسعود کی روایت جو تفسیر تبیان اور درغشور اور معالم
 التنزیل لغوی اور شفا فی قاضی عیاض اور مواہب اور قبول
 قسط لانی صحیح مسلم اور مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد اور
 مسند اسحق ان سب میں لفظ مرتین کی موجود ہے جسکے علاوہ ہی معنی
 یہی ہیں کہ دو مرتبہ یہ معجزہ ہوا اگرچہ ابن حجر نے مرتین کی تاویل درست

دو ٹکروں سے کی ہو ہر حال اس حدیث سے دو مرتبہ شوق ہونے کی
 پوری کیفیت معلوم ہو گئی اور جو اجمال ان روایات میں تھا
 اسکی پوری تفصیل کو یا جناب صادق نے فرمادہ ہے۔ پانچواں
 فائدہ سجدہ شکر بجالانا حضرت کا دونوں مرتبہ جب شوق فرماتے
 کر دیا یہ مضمون بھی خاص اسی حدیث سے ہوا و کیسا سچا و صحیح ہو
 اسلئے کہ یہ معجزہ جسکو ام المعجزات کہنا ضرور ہے پوری دلیل ہمارے
 نبی کی فضیلت پر جملہ انبیاء کے ہر پس ضرور ہے کہ حضور نے مع ہزار
 مومنین کے سجدہ شکر ادا فرمایا ہو یہ بھی یاد رہے کہ چونکہ اس معجزہ
 کے واقع ہونے سے تصدیق جملہ انبیاء کی و بار بارہ خیر و ہی آثار قیامت
 ہو گئی اور حشر و نشر اور عذاب و ثواب کا ہونا جو خاص نتیجہ بعثت انبیاء
 کا ہے اسکی بھی تصدیق ہو گئی لہذا سجدہ شکر بجالانا حضرت کا اپنے اور جملہ
 انبیاء کی سچائی ثابت ہونے کی وجہ سے ضروری فعل تھا جسکو آپ
 بجالانے کیسری روایت خراج میں وارد ہے۔ من معجزات النبی
 صلعم انه کان لیلة جالساً فی الحجر و کان قریب فی ہما لسمی
 یسما مردن فقال بعضهم لبعض قد اعیانا امر محمد فما عندہ

ما نقول فيه. فقال بعضهم قوا بنينا جميعا اليه نسالة ان بيننا
 اية من السماء فان السحر قد يكون في الارض ولا يكون في السماء
 فصاروا اليه فقالوا يا محمد ان لم يكن هذا الذي نرى منك
 سحرا فارنا اية في السماء فاننا نعلم ان السحر لا يستمر في السماء
 كما يستمر في الارض فقال لهم السحرة ون هذا القمر في تمامه
 لا ربع عشرة فقالوا بلى فقال افتجبون ان يكون الالية من
 قبله ومن جهته قالوا قد اجبتك ذلك فاشار اليه باصبعه
 فانشق بنصفين فوقه نصفه على ظهر الكعبة ونصفه الاخر
 على جبل ابوقبیس وهم ينظرون اليه فقال بعضهم من دة الى
 مكانه قاومي بيده الى النصف الذي كان على جبل ابوقبیس
 فطارا جميعا فالتقيا في الهواء فصارا واحدا واستقر القمر
 على مكانه عني ما كان فقالوا قوا قوا فقد استمر سحر محمد
 في السماء والارض فانزل الله اقرر بت الساعة وانشق
 القمر وان بيننا اية يراصنا وليقولوا سحر مستمر ترجمه بعض معجزات
 سے نبی صلعم کے یہ بھی معجزہ ہر کہ ایک شب کو حضور حجاز یعنی وہ

مقام جو خانہ کعبہ کے پچھم اور آٹھرا ندر و ن حلیم یعنی دیوار بیرونی
 کے واقع ہیں میں بیٹھے تھے اور فریش اپنی اپنی بیٹھک اور
 نشستگا ہوئیں قصہ اور کہانی کرنے میں مشغول تھے۔ اتنے میں
 بعض لوگوں نے بعض سے کہا کہ محمد صلعم کے دعویٰ نبوت اور
 اطہار خوارق عادات نے ہمکو ترسکا دیا اب ہمکو کچھ نہیں سوچتا کہ
 آخر کیا آئسے کہیں اور کب تک انکار کرتے رہیں اب بعض لوگوں
 نے آپس میں یہ کہا کہ چلو آج سبکے سب آئسے درخواست کریں کہ
 ہمکو کوئی معجزہ آسمانی دکھلائیں اسلیے جادو زمین کی چیزوں کو کبھی
 چل بھی جاتا ہوا اور آسمانی پر نہیں چلتا ہے۔ یہ کہہ سبکے سب اٹھ کر
 حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد صلعم اگر یہ خوارق عادات
 جو تم سے صادر ہوتے ہوئے ہم دیکھ رہے ہیں ان قسم سے نہیں ہیں
 تو ہمکو کوئی معجزہ آسمانی دکھلا دو اسلیے کہ جادو آسمان پر نہیں چلتا
 ہے جیسا کہ زمین پر چلتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کیا تم یہ پورا جاند
 جو دعویٰ میں شب کا نہیں دیکھ رہے ہو سمجھو نہ کہہا کہ مان دیکھو تو
 رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تمکو پسند ہے کہ وہ معجزہ اسی چاند پر

واقع ہو وہ کہنے لگے ہم نے اسی کو پسند کیا۔ حضرت نے اگلی سے اشارہ کیا اور چاند آدھا آدھا ہو گیا ایک نصف تو پشت خانہ کعبہ پر پڑا اور جنوب کی طرف اور دوسرا نصف کوہ البوقریس پر پڑا اور وہ سب چاند کو اسی حالت پر دیکھ رہے تھے۔ پھر بعض لوگوں نے کہا کہ اب چاند اپنی جگہ پر پھیر دیجیے حضرت نے اشارہ دست مبارک سے فرمایا اسی ٹکڑے کی طرف جو البوقریس پر نظر آ رہا تھا اب دو ٹکڑے آویں اور ہوا میں ملکر ایک جسم ہو گئے اور چاند اپنی اصلی جگہ پر (جو مناسب اس وقت اور اسی مکان کے تھے) ہمارے یہ لوگ دیکھ رہے تھے جیسا تھا ویسا ہی ٹھہر گیا۔ اب سب کہنے لگے چلو آٹھ ٹکڑے ہو محمد صلعم کا جادو آسمان اور زمین و ولو پر چل گیا پس نازل کیا خدا نے سورہ قمر کی وہ آیتیں جو اس قصہ پر مجملہ والالت کرتی ہیں میں کہتا ہوں اس روایت سے بھی چند فوائد عظیمہ حاصل ہوئے پہلا فائدہ حضرت کا مقام حجرین ہوتا جو شمال اور مغرب خانہ کعبہ کے ہوا اور چاند کا مطلع جنوبی شرقی اس روز تھا چنانچہ ہم جواب شہدہ (۱۱ اور ۱۲)

میں پورا ثبوت اسکا دیکھئے اسی تصریح مقام حجر سے جملہ روایات
اہلسنت اور شیعہ کی تصدیق ہو گئی جو اختلاف منظر دیکھنے والوں کے

بارہ میں وار وہیں دوسرا فائدہ یہ بھی اسی روایت سے معلوم
ہوا کہ اس شب کو تمام شہر کے کفار مجاہد سے معجزہ طلب کرنے آئے تھے

اور آگے پیچھے آنا مختلف لوگوں کا اسی وجہ سے مختلف واقعات بھی درج
روایات ہوئے ہیں اسکو بھی جواب نمبر (۱۰) میں اچھی طرح سے لکھینگے

تیسرا فائدہ یہ بھی اسی روایت سے ظاہر ہوا کہ قبل ظہار معجزہ
شق قمر کے استقدر معجزات حضرت نے ظاہر فرمائے تھے کہ اب کفار کو

چارہ انکار تھا اور ضرور کچھ لوگ مشرف باسلام ہو چکے
ہونگے جنکی نسبت روایت دوم میں جناب صادق نے فرمایا

ہو کہ ہمارے شیعہ یعنی پیرو بھی سجدہ شکوہ جالائے پس یہ روایت مصدق
حدیث مذکور بھی ہے چوتھا فائدہ اشارہ انگشت سے چاند کا شق

ہو جانا جیسا کہ مشہور ہے اسکی بھی تصریح اسی روایت میں ہو گئی
جیسے روایت مناقب سے گزر چکی ہے پانچواں فائدہ ستر

کی لفظ جو قرآن مجید میں ہے گویا نقل قول کفار ہے جیسا کہ اس روایت

سے معلوم ہوا اب وہی معنی سحر سحر کے آیات قرآنی میں لینے مناسب
 ہیں جن معنوں سے کفار نے کہا تھا کہ سحر آسمان پر نہیں چلتا ہے بلکہ اختلاف
 مفسرین اس لفظ کے معنوں میں ضروری آیا اور وقوع معجزہ پر یہی لفظ
 دلیل بھی ہو گئی یہی تین روایات معدن عصمت و طہارت کے
 اس معجزہ کی نسبت کافی ہیں اگرچہ روایات وقوع شوق قمریت سے ہیں
 مگر ہمنے اہلسنت کی وہ روایات جنہیں غلط فہمی سے کچھ شبہات عوام
 کو ہوتے تھے انہیں کو لکھا اور اہلبیت کی یہی تین روایتیں نقل کیں
 تاکہ معلوم ہو جائے کہ حاطان امرار نبوت اور معاون علم الہی
 کے بیان میں اور دیگر اشخاص کے بیان میں کیا فرق ہو جو اب
 شبہات اب تمہیدی تقریر کے بعد ہر ایک شبہ کا جواب بطور
 اختصار کے مکرر لکھتا ہوں اگرچہ ضمن میں تمہیدی کے کل شبہات کا
 مفصل جواب ہو چکا ہے مگر شاید بوجہ طوالت کے ہر ایک ناظر کتاب
 ہذا کو المینان نہ وہ پہلا شبہ کہ قرآن مجید سے اس معجزہ کا ثبوت
 نہیں ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ پورا ثبوت قرآن سے اس کا ہم لکھ چکے اور
 تین علمائے اسلام کا اختلاف کرنا اس کی غلطی بھی ثابت کر چکے

عام ناظرین
 کتاب کے
 ناظرین کے
 سے

دوسرا شبہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے وہ اپنی چشم دید میں
 معجزہ کو کہتے ہیں اسکا جواب یہ ہے ہرگز کوئی روایت اہل اسلام
 کی ایسی نہیں ہے جس میں چشم دید اس راوی کے منقول ہو جو حاضر
 موقع نہ تھا یا پیدا نہ ہوا تھا چنانچہ اسکی تفصیل تمہید میں گذر چکی تھی
 شبہ کوئی راوی چشم دید اس معجزہ کا وقوع شب کو بتلاتا ہوا اور کوئی
 دن کو کہتا ہے جواب سورہ قمر میں جس معجزہ کا بیان ہے اسکی نسبت
 کوئی روایت اہل اسلام کی ایسی نہیں ہے کہ دن کو واقع ہوا
 بلکہ بالاتفاق سب کا یہی مفاد ہے کہ شب کو ہوا اور چودھویں
 شب ذی الحجہ تھی نان و اشٹن صاحب نے سیر محمدی میں جو
 قصہ نقل کیا ہے چنانچہ ہنے باب چودہ میں لکھا ہے وہ واقعہ دکن
 ہے مگر ہم کو اسلامی تاریخ سے آج تک اسکا پتہ نہیں ملا ہے اگر ماہ
 موصوف نے براہ نیک بیعتی لکھا ہے تو ہم مسلمانوں کو ایک
 دوسرا معجزہ اپنے نبی کا عیسائی مورخ کے بیان سے دستیاب
 ہو گا ورنہ اسکی جواب یہی انھیں کے ذمہ ہے اہل اسلام کے ذمہ
 نہیں ہے مگر اتنا پھر ضرور میں کہوں گا کہ قرآن مجید سے جو شق قر

ثابت ہو وہ تو مندرجہ ذیل کو ہوا ہو چکا تھا شبہ کوئی کہتا ہے آسمان پر ہوا
 کوئی زمین پر کوئی درمیان زمین اور آسمان کے بتلاتا ہو جو اب
 یہ بھی غلط ہو سب روایتیں اہل اسلام کی متفق ہیں ظاہر کر رہی ہیں
 کہ چاند اپنی خاص جگہ پر شوق ہوا مان سیر محمدی و اسٹنگن صاحب میں
 جو شوق قمر مندرجہ ذیل ہو اگر وہ صحیح ہو تو وہ زمین پر ہوا ہو اور وہ دوسرا
 معجزہ ہو یا پھر ان شبہ کوئی کہتا ہے ایک مرتبہ اور کوئی کہتا ہے حق قمر
 دو مرتبہ ہوا جو اب اگر مراد سائل کی یہ ہو کہ دو تاریخ میں جدا
 جدا ہمارے نبی صلعم نے یہ معجزہ دکھلایا تو بشرط صحت روایت
 سیر محمدی و اسٹنگن صاحب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہاں دو مرتبہ
 اور ایک مرتبہ اس طرح کے ہونے اور نہ ہونے پر اہل اسلام میں یہ امر
 اختلافی ہو گا مگر وہ معجزہ جو قرآن میں مذکور ہے اس سے اس اختلاف
 کو کچھ تعلق نہیں۔ اور اگر مراد سائل کی یہ ہو کہ اسی معجزہ شبیہ مندرجہ
 قرآن کے دو مرتبہ اور ایک مرتبہ ہونے میں اختلاف ہو غلط ہو
 اور اسکی یہ صورت ہو کہ روایات حسب قدر وارد ہیں اکثر تو مجمل ہیں
 نہ انہیں ایک مرتبہ کا ذکر ہے نہ دو مرتبہ کا اور بعض میں مفصلاً دو مرتبہ

دکھلانا وارو اب اس اجمال کی تفصیل ہو گئی اختلاف اسکو نہ کہیں گے
 ہاں ایک روایت ابن عباس کی جو اکثر کتب احادیث میں
 مذکور ہے اس میں وارد ہے کہ کفار نے بھی درخواست کی تھی کہ ہم کو دو مرتبہ
 شوق قر دکھلا دیجیے لہذا آپ نے دو مرتبہ آنکو دکھلا دیا اس روایت
 میں اگرچہ اس تعداد کی توضیح نہیں ہے یعنی کیفیت خاص کہ دو مرتبہ
 کیونکر دکھلا دیجیے اس میں اجمال ہے۔ مگر جو روایت ہم نے تفسیر فی سے
 لکھی ہے اس میں اسکی تصریح وارد ہے کہ پہلے کفار کی درخواست سے
 دو برابر حصہ قر دکھلائے پھر انھوں نے درخواست کی کہ ایک مرتبہ
 دو ٹکڑے برابر انھوں بلکہ جانے کا سہرا شوق ہو جائے یعنی جو حصہ
 اوپر کی طرف ہے چنانچہ حضور نے اوپر والا حصہ بھی شوق کر کے
 دکھلا دیا اب اس روایت سے تعدد کی پوری کیفیت بھی
 معلوم ہو گئی اور صحیح روایت میں اس حدیث کی طرق سے
 وارد ہیں کہ - فاراحہ مائتین - یعنی دو مرتبہ آنکو شوق قر دکھلا دیا
 ان سب کے اجمال کی تفصیل بھی ہو گئی۔ اور ابن حجر نے جو نقطہ مرتبین کے
 معنی دو حصہ کے خلاف عباس بیان کیے ہیں کچھ اسکی ضرورت نہ رہی

کیونکہ حسب شیعہ اور سنی و ولون کی روایات میں بہ تفصیل یہی وارد ہے
 کہ وہ مرتبہ دکھلایا اور کسی روایت میں تصریح ایک مرتبہ شوق
 کرنے کے نہیں ہے پھر جو اختلاف سائل کہتا ہے وہ تو ثابت نہ رہا چھٹا
 اور ساتواں اور آٹھواں اور نواں شہہ اختلاف منظر
 کا ہے یعنی لوگوں کو غلط فہمی مقام پر نظر آیا کسی کو حرا بہاڑ کے نیچے اوپر
 اور کسی کو غلط فہمی مقام پر نظر آیا کسی کو حرا بہاڑ کے نیچے اوپر
 شبہات بالکل ٹھل ہیں اس لیے کہ چاند اور سورج اور دیگر کواکب
 کو جس مقام سے آدمی دیکھتا ہے اسی کے حساب سے مختلف
 جگہ پر نظر آتے ہیں پس یہ اختلاف منظر پوری دلیل اس واقعہ
 کی سچائی پر ہوا و متعدد اشخاص کے گواہان رویت ہونے کا
 ثبوت کامل ہی ہوا ان اگر ایک ہی آدمی خواہ ایک جماعت
 ہوتی کہ انھوں نے ان واحد میں چند مقامات پر چاند کے ٹکڑے
 دیکھے اس وقت ضرور یہ امر ناممکن تھا۔ مجمل جواب شہہ کا تو ہو چکا
 مگر ہم کو ضرورت ایسی ہے کہ جو لوگ ہمارے نبی کے ہمراہ تھے
 جیسے ابن مسعود اور خدیفہ وغیرہ انکو جن مقامات پر نظر آیا

وہ بیان انکا صحیح ہی یا نہیں اس مطلب کے بیان کرتے ہیں ہمکو
 تاریخ اور جغرافیہ اور علم ہیئت کی طرف رجوع کرنا پڑے دیکھو
 ابن مسعود اور خذیفہ اور ابن عباس وغیرہ کی روایات میں جو
 مقامات چاند کے نظر آنے کے وارد ہیں وہ بقاعدہ علم ہیئت
 کیسے درست ہیں اب اس مطلب کے ثابت کرنے میں ہمکوسات
 باتوں کے دریافت کرنے کی حاجت ہے (۱) مغلطہ کا عرض بلد
 یعنی خط استوا سے کتنی دور ہے (۲) مگر مغلطہ خط استوا سے شمالی
 ہے یا جنوبی (۳) تاریخ وقوع معجزہ ہذا بحساب شمسی و قمری
 (۴) حضرت اوزاع کے اصحاب اور درخواست کنندہ کفار مسو
 کمان تھے (۵) کتنی دیر تک شوق قمر باقی رہا (۶) ان لوگوں کو
 جو حاضر حضور تھے کس کس مقام پر شوق قمر نظر آیا (۷) اور لوگ
 مکہ مغلطہ نے جو دیکھا وہ کمان تھے پہلا امر اور دوسرا
 مکہ مغلطہ کا عرض بلد ۲۱ درجہ اور چالیس دقیقہ ہے یعنی بحساب
 میل انگریزی (جو اسوساٹم گز کا ہے) مکہ مغلطہ خط استوا سے ۴۴ سو
 ۴۴ میل کسری زائد بطرف شمال کے واقع ہے۔ تیسرا امر تاریخ

ظہور معجزہ چونکہ شروع سنہ ہجری یعنی یکم محرم سنہ ہجری مطابق
۱۶ جولائی ۱۲۲۶ء کے تھی بموجب تحقیق مندرجہ بشارت احمدی مصنف

مولوی عبدالعزیز صاحب سنئی المذہب لکھنوی۔ اور ہجرت سے
پہلے پانچ خواہ آٹھ سال پہ معجزہ واقع ہوا ہوا اب اگر پانچ سال ہجرت
سے پہلے اس واقعہ کو مانیں تو ۱۲۶۷ء میں یہ واقعہ ہوا اور

اس سال ۱۴ ذیحجہ مطابق ۲۶ مئی کے ہوتی ہو جو مطابق ۵۔

جوزا کے ہوا اور اگر آٹھ سال ہجرت سے پہلے ہوا تھا تو ۱۲۶۸ء میں

تھا اور اس سال ۴ ذیحجہ مطابق ۱۰۔ اپریل کے ہوتی ہو جو

مطابق ۲۱ ثورت کے ہوا اور دو تو تاریخ یعنی ۲۶ مئی خواہ ۱۰۔

اپریل ماہ تباب مکہ معظمہ سے جنوب میں نکلتا ہو۔ اس لیے کہ ۲۰۔

جون خواہ ۱۹۔ کو جو مطابق ۳۰ ماہ جوزا کے ہوا آفتاب سمت اللہ اس

مکہ معظمہ پر ہوتا ہوا اس روز سایہ شاخص و بان بھی معدوم ہوتا ہو

پس اگر ۲۶ مئی کی روایت صحیح ہو اس روز ماہ تباب ۳۰ میل

تخمیناً مکہ سے جنوبی تھا اور اگر ۱۰۔ اپریل کو صحیح مانیں اس روز

۱۰۳۸ میل ماہ تباب جنوبی تھا خلاصہ یہ کہ ہر ذوق قلم ماہ تباب مکہ سے

اس تحقیق پر مبنی ہے

جنوبی ضرورت تھا اور یہ بات اُس وقت ہو کہ قوس مدار یومی قمر مطابق
متحد قوس مدار شمسی کے نہولندا اپریل اور مئی میں ماہیتاب کے
قوس لیلیٰ قوس نہاری سے شمال خط استوا میں ضرور چھوٹے
ہو گی۔ اب جنوبی ہونا قمر کا جنوبی ثابت ہو چکا جیسا کہ ماہر ان فن
پر ظاہر ہو چوکتھا امر کہ خود حضرت اور آپ کے اصحاب اور در خواست
کنندہ معجزہ اُس وقت مقام حجر ابسرحائے حطی و سکون جمیم اور
آغوراء مہلم میں تھے جو خانہ کعبہ کے حطیم یعنی چار دیواری کے
اندر بطرف شمال اور مغرب واقع ہے جدھر مغربی سراجنبہ المعلیٰ
کا اوزمزد لغو واقع ہوا ہے چوکتھا امر یعنی جن مقامات پر شوق قمر
ان لوگوں کو نظر آیا وہ کوہ البوقیس اور قعیقعان اور مینا اور
کوہ حرا یہ سب مقامات خانہ کعبہ سے بلکہ مقام حجر سے پورب
اور دکھن طرف واقع ہیں کوہ البوقیس حبیر مقام شوق قمر
کی زیارت کو حجاج اب بھی جاتے ہیں اور وہ مقام بنا ہوا ہے
وہ تو ٹھیک گوشہ جنوب اور مشرق پر مقام حجر سے ہی
دیکھو نقشہ مکہ معظمہ مطبوعہ مطبعہ ہاشمی میرٹھ اور

قعیقعان بقول صاحب قاموس وہ پہاڑ ہے جسکا منہ کوہ البقیس
 کی طرف ہوا اور آج اسکا پہاڑ اگرچہ نہ ملے مگر اسکا شہر تی جنوبی ہونا تو
 تبصریح اہل لغت ثابت ہے۔ پھر چونکہ بروایت ابن عباس مندرجہ مذکور
 کفار کی درخواست بھی البوقیس اور قعیقعان پر دو ٹوکے دکھلانے
 کی تھی اور چاند کا جنوبی ہونا اس تاریخ ہم ثابت کر چکے لہذا نصف ماہ
 قعیقعان پر اور نصف کوہ البوقیس پر نظر آنار و ایٹا اور دریا و دونوں
 طرح سے درست ہے الحمد للہ اسی طرح نصف پشت خانہ کعبہ پر اور
 نصف کوہ البوقیس پر نظر آنا بھی صحیح ہے۔ اب رہا حرا پہاڑ جو منہ
 میں ہوا اور ابن مسعود نے زیر و بالاد و ٹوکے اسی کی طرف دیکھے
 وہ مقام بھی حجر سے پورب اور کسی قدر جنوب میں ہوا اور چونکہ
 اصحاب عقبہ کی درخواست بھی حدیث امام جعفر صادق سے
 ثابت ہو چکی لہذا ابن مسعود نے منی پہاڑ اور گھانٹی کا ذکر اسی
 راہ سے کیا ہے جو ضروری ہوا اور شاید جبل نور جو درمیان میں
 اور کوہ البوقیس کے ہی اسی کو حرا خیال کیا ہو یا پھر یمن امر سے
 لٹایہ ساتوین کے چونکہ حضار جلسہ کا ٹھیک موقع ہے اور ہر

لکھ دیا اور ہانی رہنا اس معجزہ کا کم سے کم ۵۰ منٹ ہم روایت
 مناقب سے لکھ چکے ہیں اتنی دیر میں چاند کے مقام روایت کا
 بدل جانا خاص حضار جلسہ کی نسبت بھی کچھ بعید نہیں ہر اب اگر
 کسی روایت میں نہ علاوہ روایات منقولہ خاکسار حضار جلسہ
 کے مقام روایت میں اختلاف بھی ہو تو یہ اختلاف اسی بنا پر
 ہو گا کسی نے ابتدا میں دیکھا کوئی تھوڑی دیر بعد آیا کوئی آخر
 وقت آیا اب رہے وہ روایات جس میں صفا اور مروہ پر
 نظر آنے کا ذکر ہو وہ اور لوگوں کی چشم دید ہی جو مقام حجر میں
 نہ تھے اور مکہ معظمہ کے اور مقامات میں تھے جہاں سے آنکھ صفا
 اور مروہ پر نظر آیا تھا اس میں کوئی مضائقہ ہی نہ پھر صاحب
 ذرا سمجھ بوجھ کا اعتراض کیا کیجیے اور عامیانه شبہات سے کوئی
 فائدہ نہوگا و سوال شہرہ درخواست کنندگان کے
 مختلف اشخاص اس کا جواب یہ ہو کہ خراج کی روایت سے
 معلوم ہوا کہ اس شب تمام فریش جا بجا سے طلب معجزہ
 آسمانی کے درپے ہوئے تھے اسی وجہ سے جس راوی کو

جس شخص کا آنا وہ ہو کر آنا معلوم ہوا یا جب کا زیاہ کا معاند و رد کیا
 ایذا دینے اس جناب کے ہونا دریافت ہوا اسی کا نام اس نے
 لیا ہوا بوجہ اس تو ایسا دشمن تھا بعض روایات سے ظاہر ہوا اسے
 یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم یہ معجزہ نہ دکھلاؤ گے آج میں تمکو تلوار سے
 قتل کروں گا۔ دیکھو علامہ زاہدی مفسر کی روایت کو تفسیر حسین
 میں اصحاب عقبہ کے تخصیص جو روایت امام جعفر صادق میں
 ہوا اس کے فوائد کو ہم اوپر لکھ چکے الغرض جب کفار کا ہجوم تھا
 اور غول کے غول یکے بعد دیگرے چلے آتے تھے ایسے واقعہ
 کے بیان میں کسی نے کسی کا نام لیا کسی نے فقط شمار ایک
 غول کا بتا دیا کسی نے مجھلا کہا کہ کفار تو ریش جع ہو کر آئے تھے
 یہ کوئی امتزاج نہ تھا کہ نہیں ہر گیارہواں شبہہ کوئی کہتا ہے
 فقط ایک آدمی کو نظر آیا یہ تو بالکل غلط ہے چار اصحاب کی شہادت
 کی روایات تو ہم لکھ چکے اور مراسیل صحابہ یعنی جنہیں راوی
 اول کا نام نہیں ہوا ان سے اور خود قرآن مجید کی آیت سے کہ اس
 معجزہ کو دیکھ کر کفار نے جادو کرنے کی تہمت لگائی الغرض ان سے

لوگوں کا بچشم خود دیکھنا جب ثابت ہو چکے فقط ایک آدمی کا دیکھنا
 اسکو سوائے اسی شخص کے جو آدمیت کے جامہ سے باہر ہو اور
 کون کے گاہ بارہو ان شبہہ اگرچہ سائل نے اسکا ذکر نہیں کیا ہو
 مگر ہم مثل اور چند شبہات کے جو بیان تمہیدی ہیں لکھ کر دفع کر چکے
 ہیں اسکو بھی واجب الذرع سمجھ کر لکھتے ہیں۔ وہ یہ ہو کہ روایت
 حجاج میں وارد ہو کہ حضرت نے خود کفار سے کہا کہ تم شوقِ فکر کا معجزہ
 دیکھتا پسند کرتے ہو اور روایت مناقب اور قمی میں اور تمام
 روایات فریقین میں یہی وارد ہو کہ قریش نے درخواست کی تھی یہ
 تناقض کیسا اسکا جواب بھی وہی ہو کہ مختلف گروہ جو اسوقت آئے تھے
 اور مقدم موخر آمد رفت انکی تھی انہیں سے کچھ لوگوں نے جو درخواست
 کی تھی اور وہ درخواست انکی مجمل تھی حضرت نے انہیں سے فرمایا کیا تم شوقِ فکر
 دیکھنا چاہتے ہو اور بعض لوگ اپنے جلسہ سے اسیکو قرار دیکر آئے تھے انہوں نے خود خواست
 کی لہذا اس میں کوئی تناقض نہ رہا الحمد للہ علی تمام الہاب شکر خدا کہ اس معجزہ کا ثبوت
 اور روایات شبہات جیسا کہ میں نے کیا ہو شاید آج تک کسی کتاب میں درج نہ ہوا ہو
 سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا وفضلک و تسلیم علی محمد و آلہ و خباہ اصحابہ

بعد اختتام اہل باب کے گٹھے ایک امر ضروری کا لکھ دینا مناسب معلوم ہوا اور وہ امر یہ ہے کہ
 انکار کرنا کسی معجزہ کا خواہ کسی مرتب کا اور اس کے اسباب اگرچہ مختلف ہوتے ہیں مگر بعد
 انکار کر نیکے چہرہ پر ایک منکر ایک ہی وصف پر ہو جاتا ہو شق القمر کے منکرین کے جو پہنے
 پانچ فرقہ لکھے اور اونٹن ایک فرقہ اہل اسلام کا بھی ہے جیسے حسن بصری اور شاہ ولی اللہ
 محدث دہلوی اگرچہ انکو ہمارے پیغمبر کے معجزہ نہ ہونے میں شک نہ ہو مگر چونکہ اس معجزہ میں
 انکار براہ غلط کاری کر چکے اب اپنی بات کی تیج کرنے پر تل جاتے ہیں چاہے کچھ ہو پیغمبر کا
 معجزہ مشکوک ہو جانے میں میں شبہ پڑیں قرآن مجید کی تاویل ناجائز کیوں نہ ہو مگر اپنی
 بات بالارہے اسی معجزہ شق القمر کو لیجیے جو مضمون قرآنی ہے اور رسالہ دافع الشقاق وغیرہ کو
 دیکھیے کسی تاویلات اور احتمالات کے درپے وہ لوگ ہو رہے ہیں مجھے اس کے لکھنے کی
 ضرورت نہیں ہے اور میں جب اسکا معتقد ہوں کہ سوائے معصوم اور محفوظ من اللہ کی خطا سے
 کوئی ہرگز بری نہیں ہے پھر ہر ایک اپنی خطا کا انکار کرنا اور اسی پر اڑے رہنا بجز خرابی
 زیادہ پیدا کر نیکے اور کوئی نتیجہ نہ دے گا۔

ہم جس زمانہ شیوع دہریت میں پیدا ہوئے اللہم احفظنا ہمکو یعنی حملہ اہل اسلام کو ہر وقت
 ایسی کوشش مجموعی اور اتفاقی کرنی چاہیے کہ اسلام پر جدید شبہات سے بسبب تعلیم زندقہ اور

اعتماد کے جو حقائق پیائے اہل زمانہ کے ہو رہے ہیں ان کے روکنے کے درپے ہوں اور
 آپس کی نزاع خانگی شلاسنی شیعہ مقلد غیر مقلد اسکو بالائے طاق رکھیں اگر ایسا نہ کریں گے تو
 دونوں اہل اسلام نام لینی والا نظر نہ آئیگا اسی غرض سے سمنے لینے پر اور ان اسلام اہل سنت کے
 روایات اور اقوال کی دستی پر زیادہ اس باب میں نہ ورودیا ہو گو ہماری کوشش بقارخانہ میں طوطی کی آواز
 کے برابر ہی مگر امید ہو کہ اور علمائے اہل سنت و شیعہ جو ہم سے پارہ تحقیق میں درجہ اعلیٰ پر
 ہیں وہ ہم سے زیادہ ان شبہات کی رد میں کوشش فرمائیں گے اور حسب قدر کی تحقیق میں ہم
 کسی مقام پر پہنچیں اور اسکو پورا کر کے اپنی قرآن اور اپنے نبی مادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کے معجزات و کوشہات ملاحدہ سے پاک کر دیں گے۔ اگرچہ ہم نے شق القمر کے معجزہ کا ثبوت
 عقلی اور نقلی ہلائل سے اپنی لیاقت سے پورا دیا ہو مگر بھر بھی چونکہ ہم کو اپنی لیاقت پر
 چندان وثوق نہیں ہو کہ فضلنا بعضکم علی بعض وارو ہو لہذا دولوں گروہ اہل سنت
 اور شیعہ کے علماء سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ بعد ملاحظہ ہمارے تحریر کے اگر کچھ فرود گذشتہ
 ہوئی ہو اسکو خود پورا کریں یا ہم کو اطلاع دیں کہ تائید اسلام یہی ہو فقط

باب سترہواں خرابی تعدد ازواج پر ایک نچرل حساب کی جدید تحقیقات اور نیا شبہ اور اس کا جواب اور عقلی دلائل سے اثبات موجب تعدد ازواج

پادری صاحبان اور دیگر مدعیان خرابی تعدد ازواج کے اوہام اور شبہات کو جواب
اہل اسلام اپنی مذہبی کتب میں بخوبی دیکھ چکے اب ایک فرضی نچرل صاحب کی
طرف سے نیا شکوفہ دیکھو رسالہ حمیدہ کسی نے چھوڑا ہے۔ بقول شاعر
خوشتر آن باشد کہ سر دلبران - گفت آید در حدیث دیگران
اور چونکہ ہماری کتاب انتصار الاسلام خاص رو شبہات نچرین لکھی
جاتی ہے لہذا ہم کو اسی مذاق پر شبہ نچر یہ کا لکھنا اور اس کی درستی اور نادرستی کا
ظاہر کرنا ضرور ہے تاکہ براہ نچر (قانون قدرت) تعدد ازواج کی خوبی یا خرابی اہل
انصاف پر ظاہر ہو جائے۔ سوال فرقہ نچر یہ مردم شماری سے تمام دنیا کی جو
نہایت اہتمام سے کیجاتی ہے جہاں اور صد ہا فواید ہم کو اسکے پہنچ رہے ہیں اب تو
بھی بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ مردوں کا شمار دنیا میں عورتوں سے ہمیشہ کسی قدر زیادہ
چلا آتا ہے جو سراسر طاقت حکمت کے رکھتا ہے۔ حکمت یہ کہ مرد و عورتوں کو جو
سفر خشکی اور تری اور جنگ و جدل کے اسوات زیادہ واقع ہوتے ہیں اسی بنا پر

مقابلہ میں شمار بھی فطرت نے ان کا زیادہ رکھا ہے تاکہ ہمیشہ اوسط برابر رہے اور مردوں کی
تعداد عورتوں سے زیادہ رہے کیونکہ سے کم نہ ہو پھر جب شمار مردوں کا عورتوں سے زیادہ
ٹھیک رہتا تو صاف ظاہر ہے کہ ایک مرد ایک ہی عورت سے نکاح کر سکتا ہے چار چار زوجہ
جیسا کہ شریعت محمدی نے تجویز کی ہے سلسلہ نظام عالم کے مخالف ہے کبھی شریعت
جبکی پابندی سے تین چار حصہ مردوں کا بے شکوہ رہنا لازم آتا ہے اگر شخص چار
زوجہ کرے خواہ آدھا حصہ اگر دو دو زوجہ کرے خواہ دو تہ حصہ مردوں کا بے شکوہ رہے
اگر تین زوجہ کرے اور عظیم شریعت محمدی اس وقت ہی کہ تعداد زن اور مرد کی برابر ہوتی
چھ جائیکہ مردوں کی تعداد زیادہ ہے فرض کرو کہ تعداد مردوں کی بارہ ہے اور عورتوں کی بھی
بارہ ہے۔ اگر اب بارہ کو چار پر قسمت کرو تو خارج قسمت تین ہے پس تین آدمی منجملہ
بارہ کے صاحب زوجہ ہونگے اور نو آدمی عزاب یعنی مرد بے زن ٹھہرے جسکی نسبت
اہل اسلام اپنے بنی کا قول بیان کرتے ہیں۔ **شَرُّ الْمَتِّى الْعُزَّابُ** اسی طرح
دو دو زوجہ کرنے سے چھ آدمی نے زوجہ رہتے ہیں اور تین تین زوجہ کرنے سے آٹھ آدمی بخل
عزاب میں ہون گے پس ایسی شریعت جسکا ظلم بحق مخلوقات الہی ایسا کہلا ہوا ہے
کیونکہ شریعت عادلہ الہیہ ہو سکتی ہے اور ایسا بنی جو مرد بے زن کو بدترین امت بھی
قرار دے اور خود ہی تعداد ازواج کو جائز بلکہ مسنون قرار دے کر انکو بدترین امت بنائے

کیونکہ کرنی اور فرستادہ خدا ہو سکتا ہے۔ دفع دخل اگر کسی کو پیشہ پیدا ہو کہ جب
تعداد مردوں کی زیادہ ہے اب تو ایک زوجہ کرئیے بھی جس قدر زیادہ مقدار مردوں کی ہے اتنا
جفت باقی نہ رہا اس سے لازم آیا کہ ایک زوجہ بھی کرنی نہ چاہئے اس کا جواب
یہ ہے کہ بعض موانع قدرتی مردوں میں ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کو نکاح کرنے سے ہی
موانع روکتے ہیں اور ان کا بے منکوحہ رہنا ضروری ہے ایسے لوگ اُسی زیادتی کا بظہر
نقصان کر دیتے اور کوئی ہرج لازم نہیں آتا۔ جواب اول پہلے تو ہم اسی
مردم شماری کی صحت اور غلطی پر بنا کر کے کہتے ہیں کہ یہ مردم شماری جو تمام دنیا میں
کیجاتی ہے اسکے صحیح ہونے پر کوئی دلیل نہ چل صاحب قایم کر سکتے ہیں یورپ کے
مہذب تعلیم یافتہ اگر ہم فرض کریں کہ ہر گائون اور ہر قرین ایسے ہی سچے اور راستہ
آدمی مردم شماری کرتے ہیں کہ ہر گرائلی رپورٹ میں ایک نمبر کی کمی بیشی ہو نہیں سکتی
پھر ایشیا اور افریقہ اور خاص کر ہمارے ہندوستان کی مردم شماری جسے دیکھی ہے کہ
وہی چوکیدارست اور متوالے خلیقوں میں اور پانچ میں بھی تمیز و جہستی شراب کے نہیں ہوتے
اور وہی بیگار یعنی بلا اجرت کام کرنے والے جاٹ اور گوجر اور چمار اور بھنگی جنکو
مردم شماری کے فوائد تو درکنار ہزاروں طرح کے شبہات اپنے ضرر کے لائق ہوتے
ہیں وہ بھلا کب سچ سچ شمار ظاہر کر سکتے ہیں بلکہ میرے تجربہ جہان تک ہے وہ ہانکے

مین سوائے غلط بیانی کے ہرگز راست بیانی کا اقرار نہ کروں گا۔ الغرض ایسی لغو اور
 ناسعبر مردم شماری پر بنا کر کے مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ خیال کرنی آپ ہی
 جیسے فلاسفر کا کام ہے اور پھر اس پر انتظام عالم کو جاری کر دینا۔ دوسرا جواب
 مردم شماری اگر سچی اور صحیح طور سے تسلیم بھی کر لیجائے جو ایک امر محال عادی ہے
 اس وقت مردوں کا شمار عورتوں سے زیادہ ہونا جسکو پنچل صاحب فطرت کے
 مطابق کہہ رہے ہیں۔ اگر یہ دلیل شمار مردوں کا زیادہ چاہتی ہے تو آئندہ ہم
 دلائل عقلیہ جو لکھتے ہیں اُنکا متفقہ یہ ہے کہ عورتوں کا شمار مردوں سے وہ چند
 بلکہ اور زیادہ ہو تب جا کر قانون توالد اور تناسل پورا جاری رہے اور حالانکہ عورت
 کا وہ چند ہوتا کسی طرح سے مسلم نہیں ہے اور پھر بھی سلسلہ توالد اور تناسل اپنے انتظام سے برابر
 جاری ہے لہذا مردم شماری پر بنا کر کے نہ ایک نہ وجہ اور نہ چار اور نہ دس کر نیوہم
 درست اور نادرست کہہ سکتے ہیں بلکہ ہکویون سمجھنا چاہئے کہ فطرتی اصول نے
 اور مرد کی تعداد میں کمی اور بیشی ہمیشہ اسی مقدار سے رکھی ہے (جسکو ہم تحقیق نہیں
 کر سکتے) کہ سلسلہ تقارن نوع مین بوجہ توالد اور تناسل کے خرابی نہ پیدا ہو ہم اس وقت تک
 اپنے تئیں ایک پابند مذہب اسلام سمجھ کر تعداد ازواج کے مسئلہ میں بحث کرنی پسند
 نہیں کرتے بلکہ ایک آزاد خیال اور فلسفی مزاج بنکر اس مسئلہ میں تحقیق کے درپے

ہونا پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت کا حکم تعداد ازواج کا ہونا
 عقل سلیم کس قدر درست یا نا درست ہے۔ ہاں میرے معزز مخاطب شیخ پرل صاحب
 اور دیگر متکبرین تعداد ازواج اب ذرا آپ مذہب اسلام سے تعصب کو اٹھا کر ہمارے
 دلائل کو ملاحظہ کیجئے اور مردم شماری جو ایک مظلون اور فریضی امر ہے اس کو عوام
 فریبی کے صیغہ میں رکھ کر اصلی مصالح اور حکمت ہای فطرت پر نظر کیجئے۔

دلائل وجوب تعداد ازواج

چونکہ بقا و نسل کا سلسلہ ضرور مادہ حیوان کے باہم جفت ہونے سے فطرت نے براہ
 عادت جاری فرمایا ہے لہذا اصول طبعی اور تمدنی اخلاقی کی نظر سے ہر کو لازم ہے
 پوری تحقیق کریں کہ یہ سلسلہ تعداد ازواج سے قائم رہ سکتا ہے یا ایک ہی زوجہ کے
 اختیار کرنے سے پہلی دلیل فطرت یعنی قانون الہی (لا اف نیچر) نے سلسلہ
 توالد اور تناسل حیوانات کا عموماً نر اور مادہ کے ذریعہ سے براہ عادت رکھا ہے
 اور یہ عادت انسان میں توالد اور تناسل کی حضرت آدم سے تو بذریعہ تاریخ
 اچھی طرح سے بتواتر معلوم ہو چکی ہے اگرچہ خود اس جناب کی خلقت اور انکی
 زوجہ حضرت حوا کی اور نیز جناب روح اللہ حضرت عیسیٰ کی خلاف قانون عادی
 کی ہوئی ہے اور کچھ اسمین شبہ نہ کر وجہ علم جے انکاسی کے مدعی جیسے

حکیم ابقیور وغیرہ انسان کے خود رو ہونے کے قایل ہیں۔ (دیکھو انتصار الاسلام کے
 صفحہ ۱۸۱ کو) جس سے سارے استعجاب ہمارے سر سید احمد خان صاحب اور
 مریدان خاص کے دربارہ ولادت حضرت عیسیٰ دور ہو گئے اور قدرت قیاد پرچہ کا
 پابند اس نیچر کے نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ہم بھی لکھیں گے بہر حال زن اور مرد کا
 پیدا کرنا یا خود رو ہونا کسی طریقہ سے فرض کرو غرض اس سے توالد اور لقاح نوع
 جو اہم امور ہے اور توالد اور تناسل کی زیادہ مقدار کی ضرورت اسوجہ سے ہے
 کہ فنا، نوع کے اسباب مثل و با و طاعون گزند، حشرات قصاص اور خود کشی
 وغیرہ ایسے حوادث ہیں کہ اگر بکثرت سلسلہ توالد جاری نہ رہے چند سال میں نوع
 انسان کا پتہ بھی نہ لگے۔ اسوجہ سے جو فعل منجر بہ قطع نسل ہے براہ فطرت جرم
 سنگین قرار دیا گیا ہے اور شریعت ہائی انبیاء علیہم السلام نے بھی پوری سزا
 افعال کی تجویز فرمائی ہے مثلاً مرد کو نامرد بنانا خواہ عورت کو مانج کر دینا خواہ
 حمل کا اسقاط کر دینا وغیرہ وغیرہ بلکہ (عزل) یعنی رحم سے باہر مرد کو اپنی منی کا
 گرانا خواہ حلق اور تھنیز جو ایک فعل قبیح طریقہ انزال کا ہے یہ بھی بائیان شریعت
 حرام اور گناہ کبیرہ فرمایا ہے اللہم صلی علیہم اجمعین پھر جناب اور مرد کی ہم بستری
 توالد اور تناسل نہیں ہے اب ہم کو ضرور ہے کہ زن اور مرد کی قابلیت نطفہ

دینے کی اسی کے اعتبار سے نزد اج اور سنا کحت کی حد مقرر کریں اور ایک زوجہ خواہ
 ایک سے زیادہ اُسکی تعداد بموجب قانون الہی اہم اور ضروری سمجھیں تاکہ غرض تو والد پوری
 ہونی رہے۔ اب یہ مرد کو قابلیت لطفہ دینے کی سو برس کی عمر تک ہے جیسا کہ ڈاکٹر ٹیلر
 میڈیکل جو رسپر وڈنس جلد دوم صفحہ (۲۹۲) طبع چہارم میں لکھا ہے اور ڈاکٹر کرلنگ نے
 (۷۸) سال کی عمر تک اور ٹکینینر نے (۷۰) برس کی عمر سے (۸۰) تک اور ریمز نے
 (۸۲) اور خود ٹیلر کی رائے وہی سو سال کی عمر تک ہے۔ اور لیان کی کتاب میڈیکل
 جو رسپر وڈنس صفحہ ۳۱۲ پر کیسیسیر نے ۹۶ سال کی عمر تک مرد کی منی میں قوت لطفہ
 دینے کی تجویز کی ہے میں کہتا ہوں کہ یہ اختلاف مدت فضلاء ڈاکٹر ان یورپ کا عجیب
 نہیں کہ اختلاف بلد اور اقلیم کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ چنانچہ وسط ایشیا میں آج بھی ایک
 آدمی ۵۰ سال کی عمر کے زندہ موجود ہیں جیسا کہ بعض سیاحان یورپ کا بیان ہے
 سو برس کی عمر کی نسبت یورپ کے عقلا کا یہ قول ضرب المثل ہے کہ آدمی سو سال زندہ
 رہنے کے واسطے پیدا ہوا ہے اور کچھ شک اسمین انکو بہنہ ہے جس طرح مخدیم اطبا
 (۱۲۵) کہتے تھے اب یہی عورت چونکہ اسکو حاملہ ہونا اور دروزہ کی ایذا اٹھانی اور دو
 بیلانے کا تعب اور حیض اور استحاضہ کا درد بھیہ سب اسکی قوت کو گھٹاتی ہیں لہذا
 الہی نے براہ ترجمہ تجویز فرمائی کہ پچاس سال خواہ بچپن برس اور ہماری نبی کے قول سے

قریشی عورات میں ساٹھ سال کی عمر سے زیادہ اس پر کچھ کشتی کا بار نہ ڈالا جائے
لہذا اسی عمر میں اس کا خون حیض بند کر دیا جسکی وجہ سے ہم بستری مرد کی بخیال ضائع
ہونے لطفہ کے بیکار ہے۔ اور پندرہ سال ابتدائی عمر زن و مرد کے بھی قابل ہم
بستری کی بہ نظر مصالح طرفین کے نہیں جسکو علم طب ثابت کرتا ہے۔ اب ثابت
ہو گیا کہ عورت منجمد سو سال ایام عمر کے فقط (۳۵) برس قابل ہم بستری کے ہے
اور مرد منجمد سو برس کے ۵۰ سال قابل لطفہ دینے کے اب اگر قانون فطرت مرد کو
پابند ایک ہی عورت سے نکاح کرنے کا کرتا تو کس قدر حصہ مرد کی عمر کا بادی وجود قیامت
لطفہ دینے کے ضائع اور برباد ہوتا چنانچہ اس فرض میں پورے پچاس سال مرد کی
عمر کی رو سے لطفہ دینے کی قوت بیکار ہوئی جالی ہے۔ مرد اور عورت کی ہم نشینی
اور اختلاف عمر کی جتنی صورتیں عقلی ہو سکتی ہیں او نہیں کم سے کم بھی ہے کہ مرد کی
عمر پچاس سال اور عورت کی عمر پندرہ برس کی ہو جب باہم نکاح کریں پھر اگر مرد
سو برس زندہ رہے تو پندرہ سال اس فرض میں بھی ایک عورت کی پابندی سے
اسکو بیکار رہنا پڑیگا اسلئے کہ یہ عورت ۳۵ سال قابل ہم بستری کے ہے اور مرد
پچاس سال کی عمر کا بھی پچاس سال قابل لطفہ دینے کے ہے پس پچاس مہینے
پنہتیس برابر پندرہ سال یہ بھی بیکار رہیگا۔ اور اگر مرد پندرہ سال کی عمر میں کسی عورت

پینتالیس سال کی عمر والے سے بہ ضرورت خاندانی وغیرہ نکاح کرے اب کہ بھو عورت
 پچپن سال کی عمر تک قابل ہم بستری کے ہے پس گویا دس سال تک ایسے مرد کو اگر
 ہم بستری کرنی مناسب ہوگی۔ اور $15 + 10 = 25$ برس کی عمر سے لغایت آخر عمر
 ۵۰ برس اسکے بیکار جانے سے کتنا بڑا ظلم اسکے حق میں قدرت کا لازم آتا اگر ایک ہی
 عورت سے نکاح کا پابند کیا جاتا اسی حکمت اور عدل و انصاف اور بندہ پروری کی
 نظر سے شریعت محمدی نے چار نکاح دوامی اور غیر محدود نکاح منقطع (بنا برہنہ شیعہ
 اور کثیران شرعی سے ہم بستری کی آزادی عطا فرمائی اور حسب قدر اسکو طاقت ہو جو
 خدمت لطفہ دینے کی آدمی کو سپرد فرمائی ہے اسی قدر تعدد ازواج سے اسکو بجا آلا
 اور بقا نوع جو غایت اس قوت عطا کرنے سے ہے اسکا پورا سلسلہ انجام کرتا رہے
 واضح ہو کہ بھو پندرہ سال خواہ پچھتر برس بیکاری مرد کے فقط عمر کے لحاظ سے
 ہم نے لکھے ہیں۔ اب ذرا اور موانع ہم بستری کے جو عورتوں میں علاوہ امراض کے
 پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی خیال کیجئے۔ دوسری دلیل پینتیس برس عورت کے
 جو قابل ہم بستری کے ہئیرے انہیں زمانہ حمل اور زمانہ دودہ پلانے پچہ کا بھی لحاظ
 نو ماہ زمانہ حمل اور اکیس مہینے دودہ پلانے کے حملہ میں مہینے بھی قابل ہم بستری کے
 نہیں ہوتے و حملہ و فصلاہ ثلاثون شہراً اسلئے کہ زمانہ حمل میں ہم بستری سے لطفہ

ضائع ہوگا اور ٹھیکر گستاخوں کی ایذا عورت کو اور خرابی مولود کو ہوگی اور زمانہ ارضاع
یعنی دودھ پلانے میں اگر ہم بستری سے لطفہ نہیں گیا اس شیر خوار بچہ کو ضرر پہونچے گا
جو دودھ پی رہا ہے اور اگر لطفہ نہ ٹھیکر ضائع ہوگا۔ آپ کو یہ خیال نہو کہ دوسری عورت
سے دودھ پلانے اسلئے کہ ہر شخص کو مقدرت نہیں ہے کہ دایہ رکھے ہر حال اب
قرض کرو کہ کسی عورت کے دس بچہ پیدا ہوئے اور زندہ بھی رہے۔ پھر چونکہ ہر
مرتبہ کی ولادت اور دودھ پلانے میں تیس ماہ اس سے ہم بستری متروک رہے
لہذا $10 \times 3 = 30$ مہینے یعنی پچیس سال منجملہ ۳۵ سال کے مرد کی بیکاری اور
بڑھے اور اگر فقط زمانہ حمل میں ہم بستری نہ کی جائے پس $10 \times 9 = 90$ ماہ یعنی
ساڑھے سات برس منجملہ ۳۵ سال کے مرد کی بیکاری لازم آئے اب اگر پچیس
سال میں سے پچیس برس منہا کر دو تو دس سال منجملہ سو سال کے مرد سے کام لطفہ
دینے کا لیا گیا اور ۹۰ برس اسکو بیکاری میں گزرتے اگر ایک ہی عورت کا پابند
ہوتا اور اگر ساڑھے سات برس ایام حمل میں ہم بستری نہ ہوا تو ساڑھے ستائیس برس
منجملہ سو سال کے اسنے بجا آوری خدمت لطفہ دینے کی اور ساڑھے بہتر برس بھی
بیکار رہا یہ کیسا ظلم شدید اسپر تھا اگر پابند ایک ہی منکوحہ کا کیا جاتا۔
لیجئے نچرل صاحب بہادر ٹیپسری دلیل پھر ساڑھے ستائیس برس میں ایام

حیض کم سے کم فی ماہ ۳۰ یوم اور زیادہ سے زیادہ فی ماہ دس یوم اور بھی عورت
قابل ہم بستری کے نہیں اس لئے کہ ایام حیض کا نطفہ اگر بکھیر جائے پکے کو جزام کا
مرض ہوتا ہے۔ اسی حکمت سے شریعت محمدی نے ایام حیض کی ہم بستری حرام
فرمائی ہے اور اخلاقی علما کا تجربہ ولد الحیض کی نسبت اور کچھ ہے۔

(عاقلان خوب میدانند) بہر حال اگر فی ماہ دس روز ایام حیض کی فرض کرو تو
ساڑھے ستائیس سال میں فی سال ایک سو بیس روز کے حساب سے $12 \times 24 \frac{1}{2} =$
۳۳۰ دن یعنی نو سال اور دو ماہ ایام حیض کے بھی مجرا ہوں گے لہذا اٹھارہ
سال اور چار ماہ منجملہ ساڑھے ستائیس سال کے قابل ہم بستری کے ہوگی اور اگر
فی ماہ تین یوم حیض کے رکھو پھر بھی دو سال اور نو ماہ ساڑھے ستائیس سے نکل کر
چوبیس سال اور نو ماہ قابل ہم بستری کے ہوگی اب اگر ایام دودہ پلانیکے بھی مجرا
کرین تو سو سال کی عمر میں پندرہ سال ابتداء سے عمر کے چھوڑ کر چالیس برس میں
کل چھ برس اور آٹھ مہینے عورت قابل ہم بستری کے نہیں رہتی ہے پس اگر ایک
ہی عورت کی پابندی مردوں سے قدرت کرے تو سو سال کی عمر میں اٹھتر
سال چار ماہ ہم کو اپنی عمر ضائع کرنی پڑتی یہ کتنا برا ظلم ہم پر ہوتا اگر شریعت ہم کو
پابند ایک ہی عورت سے نکاح کرنے کا کرتی یہ بھی معلوم رہے کہ یہ صورت

اٹھتر سال چار ماہ اگر یہ فرض واحد پر ہے اور دوسرے فرض پر اور اس میں یہ
تداخل ایام کی شمار سے کمی بیشی ضرور ہے مگر محاسب کو بعد پوری مہینہ اور مجرا
کرنے کے ساٹھ سنیٹھ سال کی بیکاری ضرور تسلیم کرنی پڑے گی وہ کیا کم ہے ہم نے
یہ نظر اختصار کے کل حسابات کو درج نہیں کیا ہے۔ یہ نتیجہ تخیل خیالات کا ہے
چکو اپنی عقل پر بڑا ناز ہے۔ اور احکام الہی پر معترض ہوتے ہیں یہ خرابی تو فقط
یہ نظر خلقت اور طبیعت زن اور خلقی امور کے ہے۔ چوتھی دلیل وجوب
تعداد ازواج کی۔ یہ نظر اختلاف مزاج طبعی زن اور مرد کی (۲) ایضاً نمبر

اختلاف اقسام پنجگانہ زن کے جیسے ڈنکنی اور چترنی اور ہستی اور پدینی اور سکھنی
جن سے آجکل بحث متروک ہے بلکہ یورپ کے فلاسفروں نے قطعی ناجائز کر دیا ہے
اور اسکی تحقیق کو نئے شرمی پر محمول کیا ہے گو اس سے وہ چند امور کا برتاؤ ہو رہا ہے
اور طبیب اور ڈاکٹر کو اسکا پہچانا ضروری ہے جسکو ہم جلد دوم میں انشاء اللہ لکھینگے
(۳) مساحت میں آلہ یعنی رحم زن اور آلہ تناسل مرد کے مطابقت اسلئے کہ توافق
انزال مرد و زن جو استمقار لطفہ کی شرط ضروری ہے۔ بدون مساوات اور مطابقت
آلہ کی براہ تجربہ اور دلیل عقلی محال ہے۔ اگرچہ یہ شناخت مرد کے آلہ کی بحسب لصر
اور عورت کی رحم کی بہ نظر حس لمس ہو سکتی ہے۔ مگر علماء علم کو کہہ اور قیافہ طبعی نے

چند علامتیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً ناک اگر مرد کی بڑی ہے۔ درازی آلت تناسل پر دلیل ہے اور اگر عورت کی ناک بڑی ہو کوتاہی رحم پر دلیل ہے یا قہر چہرہ نامرد کی کوتاہی آلت پر اور عورت کی درازی رحم پر دلیل ہے اور قد کے ساتھ ناک کی چھٹائی بڑائی پر لحاظ کرنے سے چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں جو ظاہر ہے۔ (۴) توافق شکل مخروطی رحم اور آلت مرد کا خواہ شکل اسطوانہ جو ارداء اشکال ہے۔ دیکھو علم تشریح دنیا لیو جی کہ اسکی وجہ سے التذاو طرفین پیدا ہو کر استقرار لطفہ کا ہنہن ہوتا ہے اور در صورت مخالف ایدائے مدخولہ ایسے ہوتی ہے۔ کہ آخر نوبت جدائی اور افتراق کی ہوتی ہے (۵) رتق کا مرض خلقی جو مانع مجامعت ہوتا ہے اور تناسل کی اسید ہنہن ہوتی۔ (۶) عقر یعنی بانج ہونا عورت کا علاوہ مرض رتق اور اسباب خلقی سے پھر اسکے بعد اور موانع حمل غیر طبعی جنکو ہم امراض کی بحث میں لکھیں گے۔ یہ سب امور ایسے ہیں کہ ان کی شناخت قبل از نکاح بروقت خطیبہ (سنگنی) کے ہو سکتی ہے۔ مگر مذہب اور تعلیم یافتہ قوم میں تو شاید فیصدی چار آدمی ایسے ہوں گے جو انتخاب جفت میں ان قواعد کو پورا کرتے ہوں ورنہ عمال خلاق کو تو اسکی خبر بھی نہیں ہے۔ ہماری کتاب کے ناظرین جو اسوقت تک اکثر اہل علم اور طبیب اشخاص ہیں شاید انکو بھی کسی کے انتخاب جفت میں ان امور کے لحاظ کا آج تک موقع نہ ملا ہو گا اور مجھے خوف ہے

کہ میرے اس بیان کو محض ایک فرضی بیان تجویز کریں گے مگر حکیم علامہ تعالیٰ مجھ
 جسکو ہر طرح سے اپنے بندوں کی بہبودی اور راحت رسانی اور آرام دہی پر نظر ہے
 اُس نے جملہ افات اور صدمات سے بچنے کی راہ بھی ہمکو بتلا دی اور نجات کی طریقہ
 بھی ہمکو دکھلا دے ہیں اور فرمادیا وَهْدُ يٰنَاہُ التَّجْدِ يٰنَاہُ بَيْنَ خِيَالِ كَرْتَاہُونِ اور
 سیکو یاد دلاتا ہوں کہ قانون الہی یعنی حکم شریعت دربارہ ازدواج اور دربارہ محبت
 ایسا عام اور سراسر مفید مونا چاہئے کہ بہ لحاظ انہیں امور خلقی کے جو مانع توالد اور
 تناسل اور اتحاد زن اور شوہر کے ہیں یا اور امور جنکو ہم بحیث امراض میں لکھیں گے
 ہمکو پابند منکوہ واعدہ کا نہ کرے۔ اور اگرچہ ہم اپنی جہالت اور نادانی سے
 انتخابِ حقت کے قواعد کو نہ جانیں یا کہ دیدہ و دانستہ تغافل کو راہ دین یا
 کسی پادشاہ کے حکم سے ان اصول کو سیکھنے نہ پاویں پھر قطعِ نسل سے ہمکو کیسی طرح
 صدمہ نہ پہونچے اور تعدد ازواج کے ذریعہ سے تلافی ان امور کی ہمیشہ کرتے ہیں
 لہذا فرمادیا فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ زَكَاحُ كَرُوْ حَيْثُ تَرْمَكُوْ خَوْشِ اَيْنِدْمُو اور تمہاری لذت
 اور آرام اور افزونی نسل کے لایق ہو ایک اور دود و اور تین تین اور چار چار اور باوجود
 تعمیمِ اجازت کے پھر اگر کوئی عیب سنجیدگیوں ب مذكورہ بالا پیدا ہو یا کہ پہلے سے تھا
 اور اب معلوم ہو وسیع دروازہ طلاق کا ایسا کھول دیا جس سے کسی قسم کی ایذا نہ

مرد کو اور بذریعہ خلع کے نہ عورت کو باقی رہے۔ طلاق کا مسئلہ اس بحث میں
 بہ نظر ضرورت مذکور ہوا اور نہ اسکا جداگانہ مقام آتا ہے۔ اور اگر برخلاف اس کے
 قانون الہی ہمکو ایک ہی عورت کا پابند کرتا اور بوجہ سوراتفاق یا ضرورت خاندانی
 مثل حفظ نسب وغیرہ یا ضرورت تمدنی مثل فقر و تو نگرہی یا ضرورت سلطنت صی
 رنگروٹ فوج کی خانہ دیرانی خواہ فریب دہی اسی عورت کی بوجہ حسن جمال ظاہری
 یا ستیخیر قلب جو علم ریسیا یا سیسیا سے متعلق ہے یا علم خواص حروف متجانبہ سے
 جسکو ابھی نچرل صاحب نہ مانیں گے یا سمیر زم کے ذریعہ سے کہ معمول کی اعضا
 باطنی پراثر پڑتا ہے۔ اور ایسا اتحاد اور تعلق معمول کا عامل سے ہو جاتا ہے کہ
 اسکی محبت میں بخود پیدا ہوتی ہے بلکہ اعضا سے ظاہری پر کہ لیلیٰ کے فصد ہو اور
 مجنون کے خون جاری ہو۔ تسلیم کر لیجئے اور انکار نہ کیجئے انتصار الاسلام اسکو
 اچھی طرح سے دکھا دیگی یہ تو ابتدائی درجہ عمل تلقینی کا ہے کہ عامل کوئی مٹھائی کہتا
 اور معمول کا سنہ مٹھا ہو جاتا ہے۔ بہر حال اگر ہم پابند ایک ہی نکاح کے ہوتے
 اور اتفاق سے ہمکو وہی عورت ملتی جسکا مزاج طبعی ہمارے مزاج سے مختلف
 ہوتا (۱) یا جسکے رحم کی ساخت آلہ مردون سے بڑی ہونے سے توافق انزال منجم
 شرط انعقاد ہی نہ ہوتا اور اگر چہ ہمارا رحم ہو تو ایذاے شدید عورت کو ہمیشہ ہونے سے

التراذ کی جگہ ایذا ہوا کرتی (۳)، اختلاف شکل مخروطی اور اسطوانی سے بھی وہ لذت
 مطلوب پیدا ہوتی (۴)، خواہ وہ عورت رتقا ہوتی۔ یہ وہ عورت ہے جسکے جسم میں
 ایک گرہ خواہ فرونی مانع مباشرت ہوتی ہے۔ خواہ اور قسم کے اسباب عقر اور بنان
 ہونے کے عورت میں بعد نکاح ظاہر ہوتے یا کہ جدید عیوب پیدا ہوتے اس طرح
 مرد کے عیوب کا حال ہے۔ اب فرمائی کس قدر مصیبت کا سامنا دو وزن اور شوہر کو
 ہوتا اور ضیاع نطفہ یا عدم استقرار لطفہ سے کس قدر کمی تو والد اور تناسل میں ہو کر فتنہ
 نوع کے مستلزم ہوتے اگرچہ بعض عیوب مذکورہ بالا کی تدبیر دفع منفرت اطباء نے
 تجربہ سے بتلائی ہے جسکو ہم براہ مصلحت لکھ نہیں سکتے۔ مگر یہ بھی بعض عیوب اُنہیں
 لا علاج ضرور ہیں۔ یہ سب خرابیاں بنظر امور خلقی کے تہین جو مذکور ہوئیں۔
 پانچویں دلیل۔ بنظر امراض کے کہ وہ بھی لوازم جسمیت سے ہیں انسانی کو
 ابتدائے وجود عالم انسان سے آجتک اگرچہ ۲۴ قسم کا معالجہ امراض ظاہر کیا ہے اور
 دنیا میں ہو رہا ہے۔ جسکی تفصیل کی بہکو حاجت نہیں ڈاکٹری اور یونانی اور ہندک
 بھی اسی میں داخل ہے۔ اور باوجود تبیین اصول اور اختلاف طریق ہر ایک علاج
 فائدہ دفع امراض بھی برابر ہوتا ہے۔ مثلاً یہی تپ دق ہے یونانی گرم دوا کو ہلک
 اور بید اسکو شافی کہہ رہے ہیں جس سے پورا ثبوت اسکا ہوتا ہے کہ شافی ربح لعالی

کوئی اور ذات پاک ہے اور اگرچہ نچرل صاحب تعصب نہ ماذن مگر ہم اپنے اہل مذہب
 آسمانی کی تشدید عقاید کی نظر سے کہتے ہیں کہ ہمارے ہادیان برحق نے وحی آسمانی کے
 ذریعے تین قسمیں فرمائی ہیں (۱) مرض مجازات جو کفارہ گناہان است ہوتا ہے کہ
 بعض گناہوں سے پاک ہو کر دنیا سے جائیں (۲) مرض ابتلا ایسے امراض جو بچہ کو مان
 باپ کے امتحان صبر و شکیبائی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس پر جو شبہ ہر بچہ کا
 اُسکا جواب صادق آل محمد نے بخوبی دیدیا ہے۔ یہ دو نو قسم کے امراض کسی دوا اور
 علاج سے چھڑتے ہیں بلکہ طب روحانی میں صدقہ اور دعا اور نماز روزہ وغیرہ
 انکے رفع کرنے کے واسطے مقرر فرمایا ہے۔ دیکھو احتجاج طبری رحمہ اللہ میں منظرہ
 ایک دہریہ (نچرل) کا امام جعفر صادقؑ سے اور خوب دیکھو کہ عالم علوم ربانی ایسے
 ہوتے ہیں۔ (۳) امراض مزاجی جو سود مزاج سافج یا سود مزاج عادی سے پیدا
 ہوتے ہیں اور جنکا علاج طب جسمانی کے اقسام مندرجہ بالا سے کیا جاتا ہے جنکو
 میں بھی کسی قدر جانتا اور بچپن برس سے کرتا ہوں۔ اگر کسی دہریہ کو یہ شبہ پیدا ہو کہ
 جب شناخت مرض مزاجی اور مرض مجازات اور مرض ابتلا کی شریعت محمدیؐ نے
 نہ بتلائی سپر کیون حکم دیا کہ علاج امراض میں طبیب کی طرف رجوع کرنا سکا دفع یہ ہے کہ
 طبیب حاذق اپنے اصول کے ذریعے سے ضرورت شناخت کر سکتا ہے اور مندرجہ

دعا اور صدقہ کو ہر مرض میں مستحب اور مسنون ایسی وجہ سے فرمایا ہے کہ اگر مرض غیر مزاجی ہے
 مریض کو اُس بلا سے نجات ملیگی اور مرض مزاجی میں جو کچھ فقرا، امست کو دیکھا ہمدردی
 انسانی سے اُسکو درجہ اعلیٰ ملیگا۔ جسکا بیان زکوٰۃ اور خمس اور قرض حسنہ بلا اسکو
 باب جلد دوم میں کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ آدم پر ستر طلب جب استقدر مرض
 خاصہ مانع تو والد اور ہم بستری ہوتے ہیں اور اکثر انہیں سے لاعلاج ہیں اگر ایسے
 ہی عورت منکوحہ ملتی یا بعد از دواج مرض پیدا ہوتا اور قانون فطرت ہمو ایک ہی زوجہ کا
 پابند کرتا خیال کیجئے کیسی ناکامی اور رنج اور کوفت کا سامنا رہتا اور کس قدر کمی نسل
 کی دنیا میں چند صدیوں میں ہو جانے سے تمام نوع انسانی ہو جاتی اور حب ہمو آزاد
 فطرت نے دے اور طلاق کا صیغہ بلکہ بعض صورتوں میں منکاح جائز فرما دیا سارے
 رحمتوں سے نجات مل گئی۔ تدبیر الہی اور انتظام کامل اسیکو کہتے ہیں چھٹی دلیل
 اخلاقی امور اور عادات سے (جو طبیعت ثانیہ ہے) جسکا بدلتا امر اختیار ہے اور
 عفت اور پاکدامنی حیا اور شرم بھی اسی میں داخل ہے۔ اور بعض امراض اگرچہ مانع تو والد
 اور تناسل نہوں مگر اخلاق کی خرابی پر اونکا اثر زیادہ پڑتا ہے پس اگرچہ بوقت منگنی
 (خطبہ یعنی انتخاب جفت کے خراب اخلاق نہوں مگر بعد نکاح کے اُن کے حدوث کا
 احتمال ضرور ہے پھر اگر بد اخلاقی پیدا ہو گئی اور پابندی زن واحدہ کی ہوا بقیہ وہی

قول سعدی کا صادق آیا ہے زن بد در سراے مرد نکو بہرین عالم است و موزن او
 نیچرل صاحب عقلی (وہمی) دلیل سے روکتے ہیں کہ دوسری زوجہ نہ کرو پاوری صاحب
 نقلی دلیل گڑھی ہوئی انجیل مقدس سے پیش کرتے ہیں کہ طلاق بدون زنا کار
 ہونے کے نہ دو اور نہ دوسری زوجہ کرو۔ اب فرمائی یہ بچا رہ کیا کرے اور اسکی
 مصیبت کے دن کون بھرے۔ نیچرل صاحب پاک پاوری صاحب لہذا شریعت
 سہلہ سمجھ محمدیہ عام ارادے ہکو عطا فرمادے اور (ناشرہ) نافرمان بدخو
 عورت سے بحسب ضرورت جدا ہو جانا جائز کر دیا اور تعدد ازواج کا دروازہ اسی
 حکمت سے کھول دیا علی بن ابی طالب النخبة والسلام و ما دام یوم الدوام
 اور نشوونما یعنی نافرمانی کے اقنام بیان فرمادے دیکھو ہماری کتب فقہ کو۔

ساتویں دلیل۔ تمدنی اصول سے بطور اصلاح امور خانگی کبھی ہکو دو خواہ زیادہ
 زوجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی ہی فرمان بردار نے عیب زوجہ ہو مگر انتظام خانگی
 بدون تعدد ازواج کے درست نہیں ہو سکتا اور اسکی نظائر لکھنے سے طول تحریر کا خوف
 ہے البتہ ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہوتی ہے مگر ضرور ہوتی ہے اور قانون انتظام
 ایسا عام درکار ہے کہ دائمی اور اکثری اور اتفاقی سب صورتوں کو شامل ہو لہذا فرمایا کہ
 ما طاب لکم یعنی جس قدر کمو خوش آئند اور پسندیدہ ہو دو اور تین اور چار نکاح کرو

اگر تعدد ازواج ناجائز ہو تا کیسے برہمی اُن لوگوں کی امور خانگی میں پیدا ہوتے جسکو وہی جانتا
 سکتا ہے جو اس ضرورت سے ہمکنار ہو سہ ازد و زخیان پرس کہ اعراف بہت است
 کیا آپکو نہیں معلوم ہے کہ بعد از دواج کسی مرد کے کبھی کوئی لڑکی خاندانی ایسی بھی ہوتی ہے
 اگر اُسکا نکاح کسی دوسرے سے کیا جائے فساد خاندان اور نزاع امور ریاست وغیرہ
 میں ایسے پڑے کہ ریاست کا سرمایہ اور جایاد خاندانی پرزہ پرزہ ہو جائے یا کبھی
 بوجہ نہ ملنے کفو عروسی یعنی صحیح النسب حقت کر کسی لڑکی (دختر) کو سالہا سال کسی
 لڑکے سے نامزد کر کے نئے نکاح رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُسوقت وہ لڑکا نظر
 ناجائز ہونے تعدد ازواج کے اگر بیاہ جائے دوسرے عورت سے کتنا زمانہ اُسکو
 بیکاری اور قفل میں گزرے اور سوائے ارتکاب مجور کے اور کیا کر لگا تعدد ازواج
 ہی کا جواز ان سب خرابیوں سے ہمکو بچاتا ہے۔ یہ سات دلیلین وجوب تعدد ازواج
 کی ایسے اسباب سے ہمنے لکھی ہیں جنکو بلا تردد کے ہر شخص تسلیم کر سکتا ہے پھر چونکہ
 ہمنے محض مجملی طور سے ان اسباب کو لکھا ہے۔ اگر انکی تفصیل کجائے شاید دیر ہو
 زیادہ صورتیں انہیں سات دلائل سے پیدا ہو سکتی ہیں اور پوری ایک کتاب طیار ہو جا
 یہ بھی جائنا ضرور ہے۔ کہ دلائل مذکورہ بالا فقط علم فیسو لوجی (تشریح اعضاء
 انسانی) اور علم طب جسمانی اور علم اخلاق اور اصول تمدنی سے متعلق ہیں اور چونکہ

ہمارے مخاطب پیرل صاحب قانون قدرت (پنچر) اسی قانون کو مانتے ہیں
 جو تجربات کثیرہ سے ثابت ہو جائے۔ اور دلیل عقلی میں فقط اصول تصحیح پر بنا
 کرتے ہیں ربط علت با معلول سے انکو کچھ بحث نہیں ہے جیسا کہ صفحہ پچیس میں
 بیان کر دیا ہے پس در علوم کے اصول جو تجربات کثیرہ سے بخوبی ثابت ہو چکی اور
 لاکھوں آدمی اس کے متقدمین (گو ہمارے شریعت میں اونکا سیکھنا خواہ انکو
 صحیح اعتقاد کرنا کسی مصلحت سے جائز ہو سوائے ان صورتوں کے جنکو ہمارے
 مادیان برحق نے جائز رکھا ہے دیکھو صفحہ ۱۰۰ اسی کتاب کو پیرل صاحب اونکا
 انکار ہرگز نہیں کر سکتے لہذا الزامی طور سے بقاعدہ علم مناظرہ ہم مجاز ہیں کہ
 علم جو تش یعنی خواص نجوم اور علم سرودہا اور علم طیرہ یعنی شگون اور علم فال اور علم خواص
 حروف سے مثلاً قاعدہ مجربہ غالب اور مغلوب یا عمل بعض اور حب وغیرہ سے جو
 برائیان ترک تعداد ازواج کے ثابت ہوتے ہیں انکو بھی ذکر کریں اور اُسکی ضرورت
 ہرگز نہیں ہے کہ ہم بھی ان کو صحیح اعتقاد کریں۔ اسلئے کہ۔ الا التزام لا یدل علی
 الا التزام یعنی التزام جس دلیل سے دیا جائے اُسکی پابندی التزام دہندہ کو غیر لازم
 نہیں ہے۔ اٹھویں دلیل۔ علم نجوم میں طالع وقت ولادت زن و مرد اور
 جنم پترہ سے جو نڈت جی سدہ اسدہ بیاہ کار چنا اور گرہ اور گن اور بہت سی

باتین پر کرتاریخ اور دن مقرر کرتے ہیں۔ اُسکے خلاف اگر کوئی بیابہ کرے ضرور نا
 ستر وار ہو گا یہی عقیدہ پختہ ان لوگوں کا ہے۔ پھر صاحب ضرور اسکو سنکر قہقہہ
 زنی کرینگے مگر ہماری کتاب کے صفحہ ۲۲۸ سے لغایت ۲۴۱۔ کو پڑھ کر اگر انصاف فرما
 ہیں تو ضرور انکو اپنے اصول بخیر پر نظر کر کے ندامت ہوگی۔ یہ ہے ہم لوگ یا
 شریعت انبیاء ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تاریخ اور دن کی سعادت اور نحوست مثلاً
 ایام محاق یا قمر در عقرب یا اور ایسے امور متعلق بعلم نجوم جنکو ہمارے ہادیان برحق
 صلوٰۃ اللہ علیہم جمعین نے ارشاد فرمایا ہے انکی پیروی جب عقلاً عموماً ہم پر
 امر میں واجب ہے لہذا ہم سعادت اور نحوست کو اصول علم نجوم کو تسلیم کر کے
 انہیں مانتے بلکہ ہم براہ تعبیلہ (اعتماد پر قول غیر) اسکو صحیح سمجھ کر ساعات اور ایام
 سعیدہ یا نحسہ کا لحاظ کرتے ہیں کسی دہریہ اور پیریہ کو ہم پر الزام شمارہ پرستی کا
 لگانا درست نہیں ہے اور بحث اس جگہ ضروری نہیں ہے بلکہ پوری ہو چکی ہے
 کو دیکھو خلاصہ یہ ہوا کہ ایسا بیابہ اور نکاح و عیرہ جب تو فریق کے نزدیک نا
 مبارک ہے اور ضرور ہو جاتا ہے براہ جہالت علم یا براہ ضرورت اتفاق اور
 اعتقاد کو اثر کرتے ہیں ایسے امور کے بڑا دخل ہے چنانچہ ہماری عادت برقعہ
 میں وارد ہے۔ الطَّيِّبَةُ عَلَى مَا تَجْعَلُهَا إِنَّ هَوْنَهَا كَهَوْنَتِ إِلَى اخْصَاءِ

یعنی بدشگونئی کا یہ حال ہے کہ جیسا تم اسکو خیال کرو ویسی ہی موثر ہوتی ہے اگر
 انسان سمجھو آسان ہو جاتی ہے اور اگر شدید سمجھو تشدد کرتی ہے اور اگر کچھ بھی
 اسکا خیال نہ کرو کچھ بھی ہوگا۔ اور یہ مسئلہ دلائل عقلیہ سے ہم باب خاص میں لکھینگے
 اسوقت ہماری غرض یہی ہے کہ تعداد ازواج سے یہ الجہن اور مصیبت ہم سے
 ضرور دفع ہوتی ہے عام اس سے کہ سپاہ نجد انجوم کو موثر حقیقی مانین یا منفعہ
 ہو کر مثل نجر یون کے اسکے قابل ہوں کہ جو اثر خدا نے خواہ فطرت نے جس شے
 دیا ہے وہ ضرور ہوتا ہے تبدیل نہر محال ہے مگر مجھے پابندی شریعت کی
 مانع ہوتی ضرور میں علوم خمسہ مذکورہ بالا سے ایسے ایسے نظائر دکھلاتا جن سے
 بدون تعداد ازواج کے ضروری ہونیکے اور کوئی چارہ ہی نظر نہ آتا مگر اعزاء
 بالاجہل یعنی جاہلون کے اضلال کے خوف سے اونکو ترک کرتا ہوں ۹
 بدگہر را علم و فن آموختن ۱۰ ۱۱ تیغ را دادن بدست راہ زن
 نوین دلیل مصنف رسالہ حمیدیہ کی اگرچہ قناعتی ہے مگر نچرل صاحب کی
 مردم شماری کی دلیل سے بھر بھی ہزار درجہ قوی ہے۔ اور ہم کچھ اس دلیل پر
 اضافہ کر کے تقویت بھی کر دینگے۔ ہاں جناب نچرل صاحب بسطرح مردم شمار سے
 اپکو مردوں کی تعداد دعوتوں سے زیادہ ثابت ہوئی اسبطح آپکو بھی ثابت ہو ہوگا

(اُسی مردم شماری کے نقشہ سے) کہ دنیا میں نکاح اور ازدواج کو ترک کرنے والے کتنے
فرقہ بین اور ہر فرقہ کی تعداد کس قدر ہے چنانچہ دفع ذیل کے ضمن میں آپ لکھ بھیجے
(۱) پہلا فرقہ رُحبان اور تارک الدنیا کا یہ فقرا یہود اور نصارا اور مسلمین اور ہنود میں ایک
ناگہ فقیر و نکور و چوتانہ میں جا کر جن سے قلعہ جات اجستان کے آباد ہیں (۲) محتاج اور غریب
بے معاش جو بخوف عدم خبر گیری نان و نفقہ زوجہ کی تامل نہیں کرتا ہے اور انکا اوسط
برادہ مردم شماری شاید تو نگرون اور آسودہ حالوں سے زیادہ ہو گا (۳) محنت فروش
سُر جو اپنے آلہ تناسل کو کاٹ کر کسی غرض سے کیوں نہ ہو قابل ازدواج کے نہیں سمجھتے
(۴) اعلیٰ ام کے خوگر فاعل اور مفعول دونوں کو فاعل کو رعیت تقاربت زبان نہیں بہتی اور
اونکے عروق اور اعصاب مخصوصہ نظر تو اعد طب محض بیکار ہو جاتے ہیں اور مفعول
کی طبیعت زنا نہ ہو کر اسکی یہ جو لیت کو فنا کر دیتی ہے۔ (۵) اس زمانہ میں یورپ کی
جدید روشنی سے ایک فوجی فرقہ (ریکروٹ) ایسا پیدا ہوا ہے کہ بچارہ ہمیشہ در دراز نکون
پہرے سے و نیز تازمانہ معین جب تک وہ فوجی تعلیم سے فارغ نہ ہوں اپنی عورتوں کو اور ادا
چھوڑنا انکی غیرت اسکو گوارا نہیں کرتی ہے۔ لہذا نکاح سے باز رہتے ہیں اور سکا بار
ذمہ صنف رسالہ حمید کے ہے بہر حال یہ پانچوں فرقہ اگرچہ مرکب مرنا جاوے عقلی کے
بین اور شریعت سے بھی انکو مخالفت ہے مگر ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور چلی جائیگی

قانون سلطنت نہ کوئی شریعت انکوروک سکتی ہے۔ اب ان کے مقابلہ میں جب قدر
 عورتیں شمار میں آئیں گی۔ سب بلازوج رہیں گی۔ لہذا قانون الہی اور شریعت عادیہ
 تعداد ازواج کو جائز کر دیا تاکہ وہ عورات جو ایسے مردوں کے ناقابل ازدواج ہوئے
 بلازوج رہنے کی مصیبت میں پڑتی ہیں وہ بھی سیکار نہ رہیں۔ ^(۱۰) دسویں دلیل
 خاص بر مذاق جدید تعلیم یافتہ اور تیز مذاق نچرل صاحب جسکی غرض سے تعلیم
 نسوان پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور سیکروں آرٹیکل اور خاص خاص رسائل اسی
 غرض سے جاری ہو رہے ہیں کہ ہماری عورت خدا نخواستہ ویسی ہی مہذب ہو
 جائیں جیسے یورپین ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے اب تولیدیونکولالا کر اپنی اصلی
 منکوحہ سے اکثر جنٹلمین یورپی نفرت کرنے لگے۔ اور حیون حیون ترقی تعلیم ہوگی
 بھہ خرابی یا خوبی برہتی جائیگی۔ پھر چونکہ ہم لوگ پرانے فشن کے عقلا اور نقلی
 طرح ایسی تعلیم عورات کی پسند نہیں کرتے لہذا ہماری ختری اولاد اپنے اسی طریقہ
 پر رہی انشاء اللہ جس طریقہ میں تفسیر سورہ یوسف اور تعلیم خط اور کتابت کو بھی
 ہمارے حکیم ربانی رسول مقبول صلعم نے ناپسند فرمایا ہے اور جسکے دلائل جدا گانہ
 لکھ چکا ہوں تاکہ یہ خیالات نسبت تعلیم اور عدم تعلیم نسوان کے باہم مخالف ہیں
 اور رسالہ خادم الاسلام کلکتہ میں ایک جناب کا خط کسی اپنے دوست کے نام درج

ہو چکا ہے۔ کہ ایسے ازواج پورائے تقدیم یافتہ سے ان لوگوں کو قطعی نفرت ہو میں
 کہتا ہوں انکو تو ایسی زوجہ چاہئے کہ خرافیا طبیعیات لاجبک (منطق) بلکہ قانون
 ملکی پاس کر کے سیرسٹراٹ لاہو۔ اور جی اور کلکری کے عہدہ ہاے جلید کو
 مثل مردوں کے انجام دے سکے۔ اور کم سے کم یہی کہ جنہیں صاخب کار
 سرکاری نج پر لاوین اسکی انجام دہی میں اوسے محنت بٹالے تاکہ نصف لی
 ونصفک کا مضمون پورا ہو جائے اور صبح و شام کی ہوا خوری میں بھی ٹمٹم
 پر سر باز اٹھے حجاب ہمراہ رہے بہر حال ایسے خیالات اچھے ہوں یا برے
 ضرور ہمارے قدیم خیالات سے مخالف ہیں۔ اور جب مخالفت ہوئی تو ہم
 شرفاء اہل اسلام اور خصوصاً گروہ سادات کثر ہٹ کر جنکو قطع نظر پانڈی
 شریعت کے اپنے آبائی اجدادی رسوم کا باقی رکھنا بھی ضرور ہے خصوصاً وہ
 رسوم جو عقلاً بھی اچھی ہوں اسی نظر سے براہ پیشین بینی ہمارے معجز نما ہے حق
 نے جہان دوامی بہت سے احکام ایسے جاری فرمائے کہ امت محمدیہ مروجہ
 کسی نہ کسی زمانہ میں آرام رسان ہوں۔ تعدد ازواج مردوں کی واسطے اور
 نکاح ثانی عورات کے واسطے مطلقہ یعنی طلاق شدہ ہو خواہ بیوہ جائز فرماؤ
 اب نچرل صاحب انصاف کریں تو آپکو بھی ہمارے نبی صلعم کا مشکور ہونا چاہیے

اسلئے کہ اگر کسی ضرورت خاندانی سے آپکو ویسی ہی زوجہ پوہڑا اور انتہہ کا
 گجراتی بلجائے جیسے ہماری اولاد (بقول آپکے) ہوتی ہیں اور آپکی صحت
 اس سے برآ رہو اور نہ آپکا کام جو اوپر مذکور ہو چکا انجام دے سکے تو آپ
 دوسری زوجہ یورپین خواہ یورشین کرلین مگر اتنی سفارش اس غریب
 زوجہ کی میں بھی کرتا ہوں اگر اسکو طلاق نہ کیجئے تو اسکی ضرورتیٰ نفع کی
 تو خبر گیری کیجئے اسلئے کہ فطرت نے جس غرض سے قانون ازدواج نافذ
 فرمایا ہے یعنی توالد اور تناسل اسکی قابلیت اس بیماری میں ضرور ہر بلکہ
 شاید اس یورشین سے زیادہ ہے جسکی دلیل میں لکھ نہیں سکتا اور عیان
 راہ بیان آنکھوں سے دیکھ لیجئے نقشہ مردم شماری موجود ہے دفع منظر
 اگر بعد ملاحظہ دلائل مذکورہ بالا کے کوئی شخص بھی شبہ براہ مغالطہ ہی پیدا
 کرے کہ یہ دسویں دلیلین تو ضرورت تعدد ازواج کو خاص خاص اسباب
 ثابت کرتی ہیں۔ اور شریعت محمدی نے عموماً تعدد ازواج کو جائز کیا ہے
 پس ان دلائل سے عام جائز ہوتا تعدد ازواج کا ثابت نہوا یعنی دعویٰ تو
 عام تھا اور دلیل خاص ہے جو کسی طرح کافی اثبات مدعی میں نہیں ہوتی
 اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری شریعت نے بلا ضرورت تو ایک نکاح بھی

جائز نہیں فرمایا ہے چہ جائیکہ تعدد ازواج اور اسی ضرورت کے لحاظ سے ایک اور
 دو اور تین اور چار تک کی تحدید فرمائی ہے۔ اب ضرورت نکاح کی ایک عام ہے
 یعنی بقاء نسل انسانی اس سے تو کوئی فرد بستر فقیر اور غنی خالی نہیں ہے بشرطیکہ
 اس میں کوئی قابلیت اور رجولیت بھی ہو ورنہ ایک نکاح بھی اُسکو شرعاً کرنا حرام ہے
 دوسرے ضرورت علاوہ بقاء نسل کے اور حسب قدر آدمی کو لاحق ہوتی ہیں اُسکے مزاج
 مختلف ہیں اور ایسے مختلف ہیں کہ او کی وجہ سے چار سے زیادہ دس اور پچاس
 عورات کی بھی کسیکو ضرورت ہوتی ہے مگر چونکہ اکثر افراد کو چار زوجہ کافی ہیں جنکو
 نکاح دوامی سے جائز فرمایا اور باقی زائد چار پر انکو دوسرے طریقوں سے مباح کر دیا ہے اور
 یہی سراسر عدل و انصاف ہے۔ واضح ہو کہ یہ دلائل وجوب تعدد ازواج کے
 محض عقلی ہیں۔ ان سے مخاطب فقط وہی لوگ ہیں جو تطبیق نقل یا عقل کے
 خواستگار ہیں۔ جیسے کہ ہمارے زمانہ میں اکثر تعلیم یافتہ اہل اسلام کو بھی نیچری خیالات
 سے یہی سوچھی ہے اور جنرل نیچرل انڈیا نے ان کے دماغوں میں یہی بھر دیا ہے کہ جو
 مسئلہ شرعی عقل کے مخالف ہو خواہ آیات قرآنیہ و احادیث وہ سب معاذ اللہ غلط
 اور جو لوگ پابند مذہب آسمانی ہیں ان کے شبہات کے دور کرنے کیواسطے ہمارے
 نقلی دلائل جدا گانہ ہیں اب مناسب ہے کہ اس باب کے ختم کے بعد تطبیق نقل یا

عقل کا شبہ جو آجکل زیادہ گمراہ کر رہا ہے اور میرے نام پر خطوط اکثر لوگوں کے چلے آتے ہیں اُسکو بھی لکھ کر جواب شافی اُن کا لکھوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب اٹھارہواں^(۱۸)۔ جواب اس شبہ کا۔ اگر شریعت انبیاء اور خاص کر شریعت محمدی کے سب احکام مطابقت عقل کے ہوتے تو پھر تطبیق نقل کو عقل سے حرام نہ کرتے اور نہ فلسفہ کا پڑھنا پڑھنا حرام کر لے جیسا فتوے جاری ہے

(سوال نحویہ)

کیونکہ حضرات علماء محمدی آپ لوگوں کو بڑا دعویٰ ہے کہ ہماری شریعت کے سب احکام مطابق عقل کے ہیں اور خلاف عقل کوئی مسئلہ ہمارے مذہب کا نہیں ہے اگر یہ بات سچی ہے تو ہم آپسے بہ منت سماجت سوال کرتے ہیں ہماری تشفی کر دیجئے اور کافر اور زندیق کہہ کر ٹال نہ دیجیگا۔ جیسا طریقہ آپ حضرات کا ہے سوال یہ ہے کہ اگر یہ احکام ہمارے واسطے جاری ہوئے ہیں پس لازم ہے کہ ہماری ہی عقل سے مطابق ہوں فرشتے اور جن یا اور مخلوقات (بشرطیکہ موجود بھی ہوں) انکی عقل سے مطابق ہوتا ان احکام کا اس سے ہمکو کیا تعلق ہے پر جب ہماری عقل سے مطابق ہیں اسکی کیا وجہ ہے کہ سیکڑوں حدیثیں اپنے بنائی ہیں کہ شرعی احکام میں عقل کو دخل دینا

حرام ہے جو حکم ہے اُسکو بسر و چشم قبول کرو ورنہ کافر اور ملحد زندیق ہو جاؤ گے
 اور فلسفہ نہ پڑھو ورنہ کافر ہو جاؤ گے انصاف کیجئے اور غیظ اور غضب کو راہ ندیکے
 جس مسئلہ کی بجائو رہی ہم پر واجب یا حرام ہو اور ہمارے عقل میں اسکی خوبی اور خرابی
 نہ آئے زبردستی ہماری ناک رگڑی جائے۔ کہ مانو تو مانو ورنہ گردن ٹوٹنی ہوگی یہی
 ایک حکم اپنی شریعت کا کس قدر خلاف عقل ہے اور خلاف انصاف کے ہے ہمارے اس
 سوال کو آپ جاہلانہ سوال نہ خیال کریں اور ہمارا یہ دعویٰ کہ احکام شریعت ہرگز
 مطابق عقل کے نہیں بلکہ دلیل نہیں ہے اور نہ ہمارا یہ دعویٰ کہ ہرگز شریعت کے احکام
 عقل سے مطابق نہیں ہیں اسلئے کہ آج تک کسی عالم محمدی بلکہ خود بانی دین نے نہ کہا
 کہ تمام احکام کو عقل سے مطابق اسکی علت اور اسباب بیان کر سکے علل الشرائع میں
 جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُنکو بھی ہم لوگ پڑھ چکے ہیں جنکے پڑھنے سے رہا سہا اور بھی
 ہمارا عقیدہ فاسد ہو گیا اور خود علماء محمدی کا یہی اقرار ہے کہ یہ علتیں محض وہمی اور
 فرضی ہیں جنکو سنکر بھی فقہ زنی کرتے ہیں اسی وجہ سے ہم اپنے سر سید احمد خاں صاحب
 بہادر کو فخر اسلام سمجھتے ہیں جنہوں نے تطبیق نقل بعقل کر کے کتنا بڑا شبہ اور
 اعتراض جو دین اسلام پر ہمیشہ سے چلا آتا تھا اسکا پورا جواب دیدیا اور قرآن مجید اور
 احادیث نبوی سے بخوبی ثابت کر دیا کہ دین محمدی کے وہی احکام جو ہماری عقل سے

مطابق بین وہی سچے ہیں اور سب غلط اور بناوٹ ہے۔ ایسے فخر مسلمین کے لیے
 محسن کو آپ لوگ کافر اور زندیق کہتے ہیں۔ واسے برین دانش اور ہزار فصول اور
 اگر کسی عالم محمدی کو دعویٰ ہو تو ہم وہ احکام شرع جو سلمہ خلاف عقل ہیں جسے
 لکھتے ہیں انکو ہماری عقل سے مطابق کر دے ورنہ دعویٰ نے دلیل پسند خرد نہیں
 اپنے مقام پر یہ اگر ناسند نہیں اسی مضمون کے خطوط میرے نام پر چلے آ رہے ہیں اور
 یہی چرچہ آج کل تمام ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ جو اب مجملی طور سے تو ہم نے مسرت
 ہائے انبیاء کو مطابق عقل کے ہوتا باب (۱۲۱) صفحہ ۳۳۳ سے لغایت صفحہ ۳۳۳ لکھ
 دیا ہے مگر اب تفصیلی جواب عام فہم بیان پر لکھتے ہیں انشاء اللہ سببات کو
 سمجھ لیتا ضرور ہے کہ ہر سوال کرنے والے کو اپنا منصب اور اپنا درجہ فہم بھی ضرور
 سمجھ کر سوال کرنا لازم ہے اور علماء محمدی کے اخلاق سے نہایت بعید ہو کہ بجا
 دل وہی اور تشفی دینے کے سائل کو زندیق اور کافر کہہ دیں فیصل جہاں اور کٹھ
 ملون کا ہے جو در حقیقت دین اسلام کی خوبی سے خود آگاہ نہیں ہیں۔ ہاں اگر
 سائل اپنے منصب اور لیاقت سے بڑھ کر سوال کر گیا کوئی عالم کسی فن کا فرض
 کرو ایسے سائل کو بخر ملامت اور نکو ہش کے اور کیا جواب دے سکتا ہے آپتو کالج اور
 اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں اگر ایف اے جماعت کا طالب علم ایم اے کے درجہ سوالات

کسی ماسٹر سے کرے تو اُسکو سوائے زجر اور ملامت کے اور کوئی جواب دیا جاسکتا ہے
 ہرگز نہیں ہرگز نہیں اسی طرح کا یہ سوال آپ کا ہے کہ جملہ مسائل اور جملہ احکام شریعت کے
 مطابق عقل کے ثابت کر دیجئے اسکا جواب پہلے تو ہم ہی دین گے کہ شریعت انبیاء
 مسائل ضرور سب مطابق عقل کے ہیں اسلئے کہ حکیم مطلق و خدا لا شرک لہ کے
 احکام ہیں اور اسکے بیان کرنے والے بھی حکیم کامل یعنی انبیاء ہیں اور قول اور
 فعل حکیم کا ہرگز حکمت سے خالی نہیں ہوتا پس ضرور ہے کہ مطابق عقل کے ہوں
 اب اگر آپ خدا کو حکیم نہیں مانتے اور انبیاء کو عقل خدا داد سے متصف ہونا تسلیم
 نہیں کرتے پھر تو ہم کو پہلے اسی کا ثابت کرنا پڑیگا دیکھو باب (۱۲) صفحہ ۳۱۱ کو اور حجت
 دو تو امر مسلم ہو چکے ہیں پہلی طور سے کل احکام شریعت کو مطابق عقل کے ہونا ضرور ماننا
 پڑیگا اب ہی تفصیل کہ ہر ایک حکم شریعت اصول دین کا ہو خواہ فروع دین کا اسکا
 مطابق عقل کے ہونا ہر درجہ کے آدمی پر ثابت کرنا یہ کیونکر براہ عقل ضروری ہر اسلئے
 جملہ مسائل شریعت کا ثبوت عقلی جن لایل پر موقوف ہے بشمار علوم ایسے ہیں جو
 ابھی ہم انسانی سے باہر ہیں اور روزانہ تحقیقات علمی سے ان کا ثبوت ہوتا جاتا ہے
 آج یا آج سے چار سو برس پہلے خواہ پانچ سو برس بعد کوئی اسکا مدعی نہیں ہو سکتا
 کہ احکام شریعت جن لایل سے ان کا ثبوت ہو سکتا ہے ان کو سمجھنے جان لیا

اب سیال کو یہ سمجھنا لازم ہے کہ علمای محمدی خواہ اور غلامی سمائی کے پابند جو یہ
 دعویٰ کرتے ہیں کہ شریعت کے احکام سب مطابق عقل کے ہیں انکا مطلب یہ ہے کہ چونکہ
 یہ حکام خالق اور آفرینندہ عقل کے جاری فرمانے ہوئے ہیں لہذا ہم کو اس قدر جاننا چاہیے
 کہ موجد عقل جو علم دیگا کبھی خلاف عقل نہ ہو گا یہ دعویٰ کسی پابند شریعت کا نہیں ہے کہ ہر
 جزئی مسئلہ کو ہم عقل سے مطابق کر سکتے ہیں اس لئے کہ ہماری عقل اور ہمارا علم ناقص ہے
 فرض کرو کہ ہم مریض ہوئے اور کسی کامل طبیب یا ڈاکٹر کے علم اور عقل پر ہم کو پورا پورا
 پہلے سے ہے اُس نے ہم کو ایک نسخہ تجویز کر دیا اب ہماری عقل سلیم ضرور حکم کرتی ہے کہ جو جو
 اجزاء اُس میں ہمارے مرض کے مناسب ہیں وہی لکھے ہوں گے پھر اگر کسی مریض کو تھوڑا
 علم طب اور علم خواص ادویہ بھی ہو اور اپنی رائے سے بعض ادویہ کو خلاف اپنے مرض سے
 براہ عقل سمجھے اور اسے جوہ سے وہ نسخہ استعمال کرے کوئی عاقل اُسکی اس رائے کو صحیح
 تجویز کرے گا اس لئے کہ یا تو اسکی پہلی رائے غلط تھی کہ ناقص طبیب کو اُس نے کامل سمجھ کر جوہ کیا
 واصل وہ طبیب جاہل تھا یا اب دوسری رائے اسکی غلط ہے کہ رائے عقل کی عقل
 ہوتی ہے اب جس طرح اس نسخہ کا استعمال کرنا اور تجویز طبیب عاقل پر کار بند ہونا و حکم
 مطابق عقل کے ہو سکتا ہے۔ ایک جمعی عقیدہ کہ طبیب کامل ہے ہرگز خلاف مصلحت
 یعنی خلاف عقل ادویہ تجویز کی ہوگی اور دوسرے تفصیلی عقیدہ کہ ہم معنی مریض اپنی

عقل سے بھی ہر ایک کو مناسب اپنے مرض کے سمجھنے سے تباہ ہو سکتا تھا۔ حال کر ہی مانی
 کہ ہم اس نسخہ کو کس عقیدہ سے اپنے مرض کے مناسب اور اپنی عقل کے مطابق سمجھنے کے
 مجاز میں ظاہر ہے کہ تفصیلی طور سے اگر ہم سمجھ سکتے ہیں خود ہی طیب کیونہ تہوتے بلکہ
 بحالت مرض ہمارا یہ خیال کرنا ہی سراسر خلاف عقل ہے۔ یہی حال مخلوقات الہی کا ہے
 بلکہ طیب کا مل تو براہ بشریت کبھی خطا بھی کر سکتا ہے۔ اور حکیم مطلق تعالیٰ شانہ اور
 اس کے خاص نائب معصوم کبھی خطا نہ کرے لہذا جو کچھ احکام الہی ہیں ہم کو اسی مجمل اعتقاد سے
 ان کا مطابق عقل کے تسلیم کرنا ضروری ہے اور یہی مراد علمائے محمدی کی ہے کہ
 احکام شریعت مکمل حسب قدر ہیں سب مطابق عقل کے ہیں اس کا دعویٰ سوائے آپ کے
 سرسید صاحب کے کسی نے نہیں کیا ہے کہ ہم مکمل احکام شریعت کو مطابق عقل کے
 تفصیلاً ثابت کر سکتے ہیں اور جو حکم نہ ثابت ہو وہ حکم خدا اور رسول نہیں ہے معاذ اللہ
 پہلے تو میں سید صاحب کی عقل اور دانش جیسی کہ مشہور ہے اس پر نظر کر کے اس کو نہ
 مانوں گا کہ انہوں نے خلاف عقل ایسا دعویٰ کیا ہے اور اگر سچ مچ کیا ہے تو انکی نظیر
 اسی مریض کی ہے جو اوپر گزر چکی اور پوری نظیر ہے۔

آئی ہم اور آپ پر ذرا غور کریں دنیا میں حسب قدر امور ہم سب کے ہیں
 دوا علاج اور داد و ستد مقدمہ بازی کھیتی اور پیشہ وری دستکاری وغیرہ سب کا

عام قاعدہ یہی ہے کہ یا تو ہم اس کام کے اصول اور قواعد علی کو اپنی عقل سے مفید
 سمجھ کر تب اسکو کرتے ہیں اگر ہمکو اسقدر علم اور تجربہ ہے ورنہ کسی دوسرے معتمد
 پر وسہ کر کے اس کام کو کرتے ہیں اور جب دوسرے پر وسہ کیا پھر ہمکو ہر بات میں
 پیغمبر کی کوئی اور تقریر اور استدلال کرنے کا ہر موقع نہیں دیا جاتا ہے اور کبھی جتنے کام کرنے
 والے ہمارے استاد ہیں جنکی تقلید سے ہم کام کرتے ہیں فقط ان کا تجربہ ہمکو یقین دلاتا ہے
 کہ اس کام کو ایسی طرح کرنا مناسب ہے کوئی شخص ان میں اصلی اور واقعی سبب اور حکم ان
 کاموں کے ہرگز نہیں جان سکتا ہے پھر جب فقط تجربہ ظنی پر ایسے جاہلون کے ہمکو وسہ
 ہوتا ہے اور گو کہ نظام ہر وہ امور کیسے ہی خلاف عقل ہوں مگر ہمکو چارنا چار کرنا ضرور ہوتا ہے
 اب اگر وہی کام خواہ اور کوئی کام ہمکو اپنے خدا کے پاک کا بتلایا ہوا معلوم ہو جائے
 ذرا انصاف کیجئے کہ اسکے پر وسہ پر تو ہم پیغمبر کی کوئی کریم اور کہیں کہ ہماری عقل میں اسکا
 کرنا درست نہیں اور جاہل خطا کاروں کے تجربہ میں دم نہ مارین فرمائی یہ بھی کوئی عقل
 بان اتنی بات ضرور سمجھ لینی چاہئے کہ یہ قول اور فرمودہ ہمارے خدا کا اور یہ پیام رسان
 اسکا فرستادہ ہے یا نہیں اور جب کبھی ثابت ہو جائے پھر اس میں عقل آرائی کی سی طرح
 مناسب نہ ہوگی یہی حال ہماری شریعت کا ہے کہ ہمکو خدا نے حکم دیا ہے کہ اگر حکم ہمارا
 تمہاری سمجھ میں آجائے بہتر ہے اور جو سمجھ میں نہ آئے اسکو اپنے سے برکھڑا جان حکم

پوچھو کہ وہ تباہین گئے اور جو انکی سمجھ سے بھی باہر ہو مکوا اور ان کو سیکو ہی لازم ہے کہ علم
 اسکی صحت کا ہماری سپرد کرو اور تم براہ بندگی بیچارگی اسکو تسلیم ہی کر لو ورنہ کرو
 وَعَسَىٰ أَنْ تَكُونُوا شُعْبًا مِّنْ خَلْقٍ لَّكُم شَايِدٌ أَوْ لَكُم مِّنْ حِزْبٍ يَّحْكُم بِنُصْرَتِهِ
 جسکو تم اپنی نادانی سے پسند نہ کرو اور اس سے نفرت کرو اور دراصل علم ربانی میں
 اسی سے تمہاری بھلائی ہوتی ہو وَعَسَىٰ أَنْ تَكُونُوا شُعْبًا مِّنْ خَلْقٍ لَّكُم شَايِدٌ
 اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تم اپنی رائے ناقص سے کوئی بات اچھی تجویز کرو کہ مفید
 اور اسی میں تمہاری برائی ہو۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی
 کہ پانی ہماری مراد پر اور وقت مناسب میں برسیا یا جائے خدا نے منظور فرمایا تاکہ
 بندو کی خرابی عقل ظاہر ہو سندھ مانگا پانی برسیا اور راعی بھی خوب لکھی غلہ بھی خوب
 پیدا ہوا لکڑیاں لکڑیاں اور سیکڑوں کا کھا کھا کے مر گئے اب فرماؤ کہ آئی کہ
 یا سوئے یہ تو زہر ملیہ غلہ ہو گیا حکم ہوا کہ تم کو کیا معلوم ہے کہ پانی کس وقت آب حیات کا
 حکم رکھتا ہے اور کس وقت وہی باران زہر کا اثر پیدا کرتا ہے بِمِثْلِ آبِ حَيَاتٍ
 اب تو پانی برسانے کا آلہ طیار ہو چکا ہے اب دیکھئے گا کہ پانی برسا کر کیسے آبادی
 دنیا کی آپ لوگ کریں گے ہاں میرے مخزن سوال کریں والے اب پہلے
 آپ اپنے سوال کا مطلب سمجھیں آپکی غرض تطبیق مسائل شریعت کے عقلی امور سے کیا

اور کون سی عقل کے مطابق آپ حکام شریعت کو کرنا چاہتے عقل معمولی جو خواندہ اور
 ناخواندہ سب میں فطرتی طور سے ہوتی ہے یا عقل فلسفی عقل معمولی اور عقل فلسفی میں
 اس قدر مخالفت ہے جسکی تفصیل اگر آپ کو جانی منظور ہو یہ لیجئے کتاب صراط الحکما جلد اول
 مصنفہ جناب ابی سید محمد امام صاحب میں مثنیہ جسکی دریافت علمی کالج پٹنہ کے مغز
 طلبہ اور باشندوں سے دریافت کر لیجئے اسی کتاب کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو گا کہ عقل
 معمولی سے عقل فلسفی میں پورا اختلاف ہے پھر چونکہ آپ ہی تعلیم یافتہ اور پورے
 فلسفی بلکہ نحران میں عقل معمولی سے تعلیق اگر مسائل شریعت کے ہم ثابت بھی کر دینگے
 بھلا آپ کا ہے کو منظور کیجئے گا اگر عقل معمولی والے ضرور اسکو منظور کریں گے لہذا یہی
 مطلب آپ کا ہے کہ شریعت کے احکام عقل فلسفی سے مطابق ہوں جیسے آپ کے
 پیرو اور مرشد کامل سر سید احمد خان نے آپ کو دعویٰ محال اور خلاف عقل کر کے کہلایا
 کہ ہم نے شریعت کو عقل فلسفی سے مطابق کرنا چاہا اب ہم آپ ہی کی عقل فلسفی (جو
 اس سر مخالفت عقلی ہے پیدا ہوئی ہے) کو آپ کے سوال میں فرض کر کے آپ ہی سے
 پوچھتے ہیں کہ عقل فلسفی سے کون سے فلسفہ کی عقل آپ کو مطلوب ہے فلسفہ قدیمہ یا فلسفہ جدیدہ
 کہہ دیجئے کہ فلسفہ جدیدہ اسلئے فلسفہ قدیمہ سے جو عقل اسکی تعلیم یافتہ لوگوں کو حاصل ہوئی ہے
 وہ تو آپ کے نزدیک محض تاریکی جہالت سے نامزد ہے اب اگر ہم فلسفہ جدیدہ کے مسائل

شریعت کے تطبیق کریں تو عقل معمولی والے اور فلسفہ قدیمہ کے تعلیم یافتہ اپنی اپنی
 جگہ پر ناراض ہوں گے اور دین اسلام سے دست کش ہوں گے حالانکہ ان دونوں گروہ کی
 تعداد آپ کے گروہ سے جو ابھی تازہ پیدا ہوا ہے ہزار چند ہے اور عقل صحیح کا حکم ہی ہے
 علیکم بالسواد الاعظم بڑی جماعت کا ساتھ دینا لازم ہے (چند خوش
 مگر ہم آپ کی خاطر سے گوبرے دو گروہ سے ہلکویں خوف اور اندیشہ ناراضی کا ہی جیسا کہ
 آپ کے مگر اس سب کو گوارا کر کے ہم فلسفہ جدیدہ سے احکام شریعت کی تطبیق پر کمر بستہ ہوتے ہیں
 اب نمائی (اور ذرا فلسفہ جدیدہ کی اصلیت اور ماہیت کو ہماری اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۷
 لغایت صفحہ ۱۸۰ ملاحظہ کر لیجئے بلکہ ہماری ساری کتاب اسی بحث میں ہے کہ فلسفہ جدیدہ محض
 لغو اور بے بنیاد فلسفہ ہے جس کی بنا محض تجربہ پر ہے اور تجربہ بھی بالکل ناقص مگر آپ کی
 خاطر سے بغرض محال اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فلسفہ جدیدہ بالکل سچا ہے اور محض
 بے عیب ہے اور جو کچھ جدید تحقیقات سے اب ثابت ہوا ہے وہی درست ہے اب لیجئے
 کتب فلسفہ جدیدہ مثلاً از ہارید العینی العلوم الطبیعیہ جو مصر میں چھپی ہے اور دس روپیہ کو
 بمبئی سے آپ کو ملے گی اور فقیر نے اس کو حرفاً حرفاً پڑھ لیا ہے اور فریچ زبان سے ترجمہ ہوا ہے
 اس کو جانے دیجئے عروس بدیعہ فی علم الطبیعیہ تالیف اسعد شدودی جو ابھی ۱۸۷۳ء میں
 چھپی ہے بیروت میں اور میرے پاس موجود ہے اس کے گیارہ باب اور ۵۸۹ اصول

اور نوائیں جنہیں علم نور علم مناظرہ اور علم حرکت اور سیکانیکی اور موسیقی وغیرہ تمام
اصول کلیہ کا بیان ہے آپ کو تو استعداد تعلیم درجہ اعلیٰ کی دلائی سرسید رحمہ
خان صاحب بہادر بنظر ایک پالیسی کے پسند ہے نہیں کرتے کسی بڑے اعلیٰ درجہ
کے تعلیم یافتہ جرمن اور امریکی والے سے کہئے کہ ہماری شریعت کا کوئی مسئلہ
اپنے اصول جدیدہ سے مخالف ثابت کر دے (لا والله) کیا مجال ہے
کسی بشر کی جو احکام شریعت کو سچے اصول فلسفہ سے مخالف بتلا سکے اور جہالت
اور بہت دہرمی کی اور بات ہے۔

میں ایک محض کلمہ علم آدمی ہوں مگر اپنے دین اسلام کی سچائی کے بہرہ
پر کل پورے اور سچے علمائے محمدی کی طرف سے دعوے مذکورہ بالا کو
پیش کرتا ہوں چہ جائیکہ جو لوگ مجھ سے افضل اور اعلیٰ درجہ علم پر ہیں ان کے یقین کو
کیا پوچھنا اور جن بزرگان دین کی تعلیم الہی ہے جیسے انبیاء اور اوصیاء ان بزرگان دین کا تو
حال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا لَوْ كَشَفُ الْغَطَاءُ عَمَّا انْزَلَتْ كَقِيَّتِنَا
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ امثالہ مندرجہ ذیل سے تطبیق عقل اور نقل کے خیال کیجیے
فلسفہ جدیدہ کے اصول پروردگاریت دین پر بھی منصفانہ نظر کیجیے قرآن مجید میں حضرت
عیسیٰ روح الد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح عمری میں صاف صاف وارد ہے کہ

حضرت عیسیٰ مٹی کے کھلونے بنا کر اُس میں پھونک مار دیتے تھے وہ مٹی کی چڑیا کی
 خدائندہ طایر ہو جاتی تھی اس طرح حضرت ابراہیم کے قصہ میں ہے کہ رب نے یہی کیفیت
 بتائی املوئے خدا یا مجھے کھلا دے کہ تو مرد و نکو کیونکر زندہ کر دیتا ہے حکم ہوا کہ
 کہ چار عدد چڑیاں لیکر انکو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور ہر ایک پہاڑ پر ایک ایک ٹکڑا پھینک
 پھر ان کو ملاؤ دیکھو دوری ہوئی تمہارے پاس چلی آئی ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اب
 آپ کے ہیر و سر سید احمد خان نے ان دونوں قصوں کو جو صاف طور سے قرآن میں مذکور ہیں
 ان میں جو جو زبانِ تحریری تاویلین فرمائی ہیں تفسیر حمدی ہو جو دے۔ دیکھ لیں
 لغو و بالہ اور زبانِ تقریر کے سننے والے زندہ ہو جو دین ان سے پوچھ لیں نسبت
 قصہ حضرت ابراہیم کے اور خلاصہ یہ ہے چونکہ یہ قصہ شجر کے خلاف ہے لہذا غلط ہے
 اب اسکی تاویل کرنی لازم ہے و اور سے حامی اسلام۔ اور ہم کہتے ہیں کہ علاوہ
 اس کرامت کے کہ حضرت عیسیٰ روح القدس تھے اور علاوہ اس کے کہ حکم خدا سے مٹی کی
 چڑیا میں روح پھونکنے سے جان آجاتی تھی جیسا کہ حضرت آدم کا سٹی کا پتلا اُس میں
 خدا نے نفخ روح کر کے جاندار کر دیا ہے اور علاوہ اس کے کہ حضرت ابراہیم نے امت کے
 منکرین جشرو نشرو احوال و اموات کی ہدایت اور اطمینان قلب کی غرض سے انہ اپنے
 اطمینان قلب کی غرض سے یہ عجزہ دکھانا خدا سے طلب کیا تھا آج بھی اسکی تطبیق

صیدرا چوٹا سا جانور موجود ہے جسکے تین ٹکڑے کروڑا اور ستر لک ابوریح کا دھڑلکا
 دم الگ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہر ایک ٹکڑے تین جانور صیدرا پیدا ہونگے جسکے
 جی چاہے امتحان کر کے دیکھ لے حضرت ابراہیم نے چار طائروں کے ٹکڑے کر دیے
 اور چار ہی طائر پیدا و زیدہ ہوئے ہم تو ایک صیدرا کے تین ٹکڑے کرتے ہیں اور
 میں صیدرا بنجائے تین اور میڈک کی خاک بوتل میں رکھ چھوڑے اور سارہ کا
 ڈونگرا پڑا اور ایک میڈک سے سیکڑوں بنجائیں گے اب زیادہ تر خلاف یہ پیرہ شال
 یا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کے کاش آپکا ہیرا اسی صیدرا جانور اور میڈک
 ہی پر نظر کر کے اس قصہ کو براہِ یحیر جائز الوقوع ثابت کرتے حالانکہ سید صاحب کو
 اس جانور کا اور میڈک کا حال معلوم تھا مگر انہیں تو قرآن کو خلاف عقل ثابت کرنا
 مد نظر تھا لہذا چشم پوشی فرمائی۔ اور اسلام کا تہنڈا گاڑ دیا اسے سبحان اللہ ان
 دونوں قصوں کو جب میں باب خاص میں لکھونگا انشاء اللہ تب آپکو اپنے ہیرا کی
 تائید اسلام کی پوری کیفیت معلوم ہوگی پھر اگر تطبیق شرع یا عقل سے انکی ہی
 مراد ہے تو صاف صاف کیون نہ فرمائی کہ جتنے احکام شریعت کے ہیں سب کو بدل کر
 معاذ اللہ ہم ایک نئی شریعت جاری کریں اگرچہ یہ فعل کسی پابند مذہب آسمانی
 ہو نہیں سکتا اور نہ کوئی صاحب عقل سلیم عام اس کے کہ وہ پابند مذہب ہو یا نہ ہو

بلکہ محض عقل کا پابند ہوا اسکو گوارا کر لیا اسلئے کہ مخالفت شرع کی عین مخالفت
 عقل کی ہے مگر چونکہ آپ علمای محمدی پر کج خلقی کا الزام لگاتے ہیں ہم اسکو
 بھی آپکی خاطر سے منظور کرتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ پہلے آپ اُن مسائل کو بموجب
 وعدہ مندرجہ سوال جستہ جستہ لکھئے جو آپکی عقل فلسفی کے مخالف ہیں ہر ہم اُنکی
 مطابقت آپ ہی کے فلسفہ سے پوری ثابت کر دیں گے یا آپکے اُس مسئلہ کی
 غلطی ظاہر کر دیں گے مگر یہ آپ سے کہہ سکتا ہے آپکو تو فقط زبان فی فلسفہ
 لگانا اور شریعت حقیر میری تہمت لانی کرنے سے کام ہے جیسے آپکے ہیر و کوہے
 دوسری مثال عام طوفان نوح سے انکار آپکے ہیر و سیر سید احمد خان صاحب نے
 علاوہ اور شبہات کے اس بنائے بھی کیا ہے کہ سطح جہان کی ہوا اگر سب پانی
 ہو جائے تو ایک مقدار معدین سے زیادہ اونچا وہ پانی زمین سے ہونگا (چنانچہ باب
 طوفان میں ہم اُسکو لکھیں گے) پھر اتنا پانی طوفان نوح میں سکڑون میل اونچا
 کہاں سے آیا جسکو مفسرین اہل اسلام لکھتے ہیں اور تلے پر کی اور اتے ہیں اس
 خیال میں آپکے ہیر و سیر سید صاحب کو اور نیز جنکی تقلید سے یہ دلیل حضور نے
 لکھی ہے چند اغلاط پیش آئی ہیں پہلی غلطی تو یہی ہے کہ ہوا کی بلندی زمین سے
 کے میل ہے اسکی تحقیق بموجب تہذیب حدیث علماء علم ہوا کے محال ہے اور چہ

وسیلین اسکے محال ہونے کی فلاسفہ یورپین لکھ رہے ہیں دیکھو فقرہ (۲۲۹) جو
 بدیعہ کے صفحہ ۲۲۰ کو اور جب ارتفاع واقعی ہوا کا معلوم ہوا پھر پیمائش کرہ ہوا
 کی بھی مہول رہی۔ اب کسی کو یہ منصب نہیں ہے کہ سطح جہان کی ہوا کا پانی بن کر
 جو عموم یعنی جس قدر بلند پیدا ہوگی اسکا صحیح دعویٰ کرے پہلے عموم بلکہ سطح جہان
 کی ہوا کی پوری پیمائش تو آپ ثابت کریں (۲) دوسری غلطی یہ ہونی لگے ہوئے
 اس ہوا کے جسکے پانی بنانے کا خیال کیا ہے اور ہوائین بھی جو موجود زمین
 تا اینکہ آفتاب کے گرد بھی ہوا ہے جسکا ہر مثل صاحب زیادہ سے زیادہ ۲۷۵
 میل عمق تیار ہے زمین۔ دیکھو صفحہ ۲۷۵ تاریخ الحکا کو پھر چونکہ وہ ہوا گرد آفتاب
 ہے اور آفتاب زمین سے ۱۳ لاکھ مرتبہ بڑا ہے اب اگر اسی ہوا میں سے بحکم خدا
 کسی قدر حصہ پانی ہو کر آیا ہو کسی قدر بلند اور کے ہزار میل اونچا زمین کے چرہ سے
 تیسری غلطی کہ یہ استہر مادہ اشیر ہے جو تمام فضا کے آسمانی میں بہا ہوا ہے اور
 ہوا سے دور بھی نہیں ہے بلکہ شاید ملا ہوا ہو اور اسی سے فلاسفہ سب حیرت کو
 پیدا ہوتا خیال کرتے ہیں اسکا ہیڈروجن اور کیسجن اور نئیروجن بنکر پانی بنانا
 خواہ سیدیم جو اصلی مادہ کل اشیاء عالم کا ہے اسکا پانی بنانا نہ چرل صاحب
 کیونکر محال ثابت کر سکتے ہیں (۴) غلطی بنا بر عقیدہ اہل مذہب آسمانی کی یہ کہ

خدا لاشے سے ہر شے کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور آپ کے وہی نچسپہر کا پابند
 بہنیں ہے ہمارے مفسرین جنہم اللہ خیر آئے اسی قدرت کاملہ پر بنا کر کے
 اس قدر بلند چڑھنا پانی کا لکھا ہے اور اس کو ہم خاص باب طبع فان میں لکھیں گے
 انشاء اللہ المستعان میرے سامنے اس وقت رسالہ معارف مطبوعہ مکہ مارچ ۹۹
 نمبر ۹ جلد ۱۱ کا صفحہ ۲۶ کا لہم ۲ سطر (۴) کہلا ہوا ہے حسین سرسید صاحب کے
 لایق ہیں یہ فقرہ درج ہے کہ سرسید نے تعصب اور جہالت کا مقابلہ چالیس
 سال کیا ہے تقلید کی جڑ کاٹی ہے۔ بڑے بڑے علما اور مفسرین کو لتاڑا ہے
 ذرا اس لتاڑنے کے لفظ کو دیکھئے اور سرسید صاحب کی علمی لیاقت جو اسی
 کتاب انتصار الاسلام میں ہر جگہ آپ کو دکھائی جاتی ہے وہ بھی براہ الفات
 ملاحظہ کیجئے کاش اگر سرسید صاحب اسی فلسفہ واہیہ کو جانتے جس کی تقلید میں
 قرآن مجید کی آیات کو غلط کہہ رہے ہیں تب بھی ہم کو اتنا صبر تو ضرور ہوتا کہ ان
 تقلید میں تو پورے ہیں۔ حضرت کو اس فلسفہ کے اصول سے بھی خبر نہیں
 اور یہ یہ متہ زور بان اللہ الدہالت سے مقابلہ کرتا یہ عالم کا کام ہے اور جس کو
 خود علم ہو وہ جہالت سے مقابلہ کیونکر کر سکتا ہے۔ اب پیر از سر نو ہم
 اس تقریر کو شروع کرتے ہیں شریعت محمدی بلکہ حدیث شریعت ہادی انبیا

کی عموماً دو قسم پر تقسیم ہے قسم اول اصول اعتقادات اس میں توحید اور نبوت اور
 اسکے کل مسائل عقلی دلائل سے مطابق ہیں اور فلسفہ عقلیہ الہیہ جس میں کس طرح
 کی غلطی کا احتمال نہیں ہے اسی پر اصول مذکورہ کی بنا ہے۔ ہاں انہیں
 تینوں مسائل کے فروع صد ہا مسائل ہیں وہ بھی ضرور عقل سلیم ہی کے
 مطابق ہیں اور حقیقتاً علوم قدیمہ اور جدیدہ فرض کیجئے کسی علم سے کوئی
 مسئلہ ہمارے اصول دین کا اگر مطابق نہ ہو اسکا بار ثبوت ہمارے ذمہ ہے
 اور ہمارے علم کلام کی کتابیں اسی کی بحث میں طیار ہیں اب رہا بعض
 مسائل میں اختلاف رائے اہل اسلام کا اگرچہ کچھ اختلاف ہے مگر کوئی
 فرقہ اہل اسلام کا اسکا مدعی نہیں ہے کہ یہ مسئلہ خلاف عقل ہے یا اسکا ہونا محال
 ہے بلکہ جن امور کا محال ہونا دہر یہ ہمیشہ نظر استنبعاً و عقلی کہہ رہے ہیں انکا جواز
 اور امکان ثابت کر دیا گیا ہے ہاں علم معاد میں دوسرے عالم کی جو اخبار
 انبیاء نے دی ہیں جب وہ عالم دوسرا ہے اور انبیاء کو ہم راست گواہ اور محصوم
 اور حکیم تسلیم کر چکے ہر ممکن خیر و فکی تصدیق میں اپنی کج فہمی سے شبہ کرنا ہی عقل
 ہے اس لئے کہ تمثیل سے اس عالم کی دوسرے عالم کے امور شدنی اور
 ناممکن قیاس کرنا یہی نادانی ہے جب اسی عالم میں جس قدر خواص طبعی اور

تو میں موجودہ اشیا کو اپنی عقل سے مدلل نہیں کر سکتے اور سوائے اسکے کہ ہم
 یہی کہنا چاہتے ہیں کہ یہ اثر اور یہ ربط اس شے کا دوسری شے سے فطرتاً ہی
 اسکی دلیل کو ہم نہیں جانتے اور نہ ہماری سمجھ میں آ سکتی ہے (دیکھو باب پچیس
 صفحات کو اسی کتاب کے) اور انہیں مسائل کی نسبت ہماری ہادے
 برحق نے فرمایا ہے کہ تم احکام الہی اور اخبار عالم جزا اور سزا میں اپنی عقل کو
 دخل نہ دو اسلئے کہ ہماری عقل تو اسی عالم فانی کی موجودات کی مشاہدہ
 مستفاد ہوتی ہے اُسپر اگر ہم قیاس کر کے اور تمثیل دے کر دوسرے عالم کے
 امور میں چھسکی کوئی کرتے ضرور غلطی واقع ہوگی سے چھسکت خاک رابا
 عالم پاک۔ دوسری قسم شریعت کے فروع دین کی ہے فروع
 دین سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی نے اپنے خالق کو پہچانا اور اُسکے جاہ و
 جلال اور صفات کمال سے واقف ہوا اور یہ بھی اُسکو عقیدہ ہو گیا کہ خدا
 ایک دار آخرت جزا اور سزا کی واسطے بتایا ہے یعنی اس دنیا میں جیسا کہ
 اُسکی جزا اور سزا ہم کو دوسرے عالم میں ضرور ملے گی اب اس شخص کو ضرور
 سوچنا چاہئے کہ اپنے خالق اور رازق سے مجھے کیسا برتاؤ اسکی عبادت میں
 کرنا چاہئے اور اُسکے بھیجے ہوئے پیغمبر جو مجھے راہ راست دکھاتے ہیں اُن

کیسا برتاؤ کروں (۲) اور اُس کے بندہ مخلوق جو مجھ ایسے سی دنیا میں ہیں اور
 دن رات کا سابقہ میرا ہے اُن سے کیا برتاؤ کروں پہلی قسم کو عبادت کہتے ہیں
 اسمین تو یہی مناسب ہے کہ جو کچھ خدا سے لگائے جس زمانہ میں اپنی عبادت کے
 طریقہ مقرر فرمائے ہوں بے چون و چرا اگلی بجا اور سی لازم ہے مثلاً سخت
 گریون کے روزے جب ہمارے خدا سے ہستے اپنی طاعت کی بجا اور سی تقدیر
 ہماری برداشت کے براہ ترجمہ تجویز فرمائی ہے اب ہم کو بین خود و خدا اگر
 تحمل گریون کے روزہ کا ہے تو رکھیں ورنہ حکم ہے اُس کی قضا جارتین کرو
 اسی طرح نماز کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس قدر طاقت ہو اسی قدر اس کی بجا اور
 کھڑے کھڑے خواہ پیٹھے کر بھی کر دے اب عبادات کی اقسام میں عقل آرائی
 ہرگز نہ کرنی چاہئے اسی واسطے عبادات کو احکام توفیقی کہتے ہیں یعنی خدا نے
 زبانیاں انبیاء کے جو عبادت جس زمانہ میں مقرر فرمائی ہے اسمین ہم کو اپنی
 عقل آرائی کی سی طرح کرنی نہ چاہئے اس لئے کہ عبادت بندگی کو کہتے ہیں اور
 بندگی کو سچا رنگی لازم ہے آپ کو یہ خیال نہ ہو کہ عبادت میں اندھا دہند کا رونا
 ہی نہیں بلکہ چونکہ خدا کو ہم عادل بلکہ رحیم بھی تسلیم کرتے ہیں لہذا عقل سلیم کی گوارا
 نہ کریں کہ عادل اور رحیم اور حکیم اپنے بندوں سے ایسی محنت اپنی عبادت میں

جو عقل کے خلاف ہوا نہیں مسائل عبادات کی نسبت انبیاء نے فرمایا ہے کہ تم اپنی
 عقل کو ان میں داخل نہ کرو اس لئے کہ خدا کو جب عادل اور رحیم تسلیم کر چکے ہو تو کلیف
 مالا لطاق وہ تم سے کبھی جائز نہ رکھیگا اور قرآن شریف میں اسی کا جا بجا ذکر ہے
 لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا اَلْوُسْعَہَا اب رہی برداشت اور تحمل اسکا قاعدہ ہمارے ہاویان
 برحق نے بھی بموجب ارشاد باری عز اسمہ یہی مقرر فرمایا اَلْاِنْسَانُ مُكَلِّفٌ نَفْسَہٗ
 بِصَدِیْقَہٗ وَّكَوَالِہٖ مَعًا ذُنُوبَہٗ ہر ایک آدمی اپنے نفس پر چھٹی طرح سے بصیر ہے
 اور خوب سمجھتا ہے کہ میں کس قدر تحمل کر سکتا ہوں گو بظاہر عذر مانے فاسدہ
 پیچر یہ کرتا رہے ہر چونکہ عبادات محض حق الہی ہیں انہیں ہم کو اپنی عقل سے تفصیلی
 طریقہ سے کام نہ لینا چاہئے بلکہ جب پورے طور سے ہم پر ثابت ہو جائے کہ یہ حکم
 خدا ضرور ہے پس خدا کو حکیم اور عادل اور رحیم مان کر تسلیم ہی کرنا ضرور ہے دوسری
 قسم احکام دین کی جو دنیاوی معاشرت سے متعلق ہے کہ ہم اپنے بنی نوع اور
 دیگر جاندار چیزوں سے کیونکر پیش آکرین اور اپنا لباس اور طعام اور گھر بار
 وغیرہ کیساتھ جو کرین اسی میں امور اخلاقی اور تمدنی اور خانگی اور حفظ صحت
 سب داخل ہیں اور قانون معاشرت اسی حصہ شریعت کا نام ہے اگرچہ تعلیم
 کرتے اس امر کے کہ خداے عزوجل حکیم اور مدبر برحق ہے اور ہمارے ضرور سامان

اور نفع دہندہ امور کو ہم سے ہزار درجہ بہتر جانتا ہے اور کبھی ایسی تجویز فرمائی گئی جس
 میں ہمارا ضرر ہو پھر تو بندہ مطیع کو قانون معاشرت کے احکام الہی اور نواہی میں قدرت
 کو تسلیم ہی کرنا لازم ہے مگر بنین نحرل صاحب بیاد کو اس قدر فلسفہ جدیدہ کی
 چیرہ ہی ہے انکو دلائل ایسی فکری ہوتی ہے کہ شراب حرام کیون ہوئی ذبیحہ اور
 مردار جانورین کیا فرق ہے سود کیون ناجائز ہوا جسکی بدولت غیر اقوام تو مالدار
 ہیں اور مسلمان بھی کٹنگتے ہیں نجاست اور طہارت کا کیا لغو مسئلہ ہے۔ کتا
 ایسا رفیق جانور اس کے پالنے کی کیون ممانعت ہے۔ عورتوں کو گھر میں ٹھہا کر قید کر دیا
 کیون دیکھائی ہے عورتوں کی تعلیم مردوں سے کم کیون تجویز ہوئی الغرض ایسے ہی
 مسائل خبیثہ پر نظر کر کے حضرت نحرل صاحب اور آپ کے جنرل نحرل نے ہمارے
 علما اور مفسرین (خاک بدین گویندہ) لتاڑا ہے اور ایسے ہی مسائل میں مخفی
 شریعت عقل سے ظاہر کر کے ایک نیا دین بنایا ہے جسکا نام سچا دین اسلام رکھا
 انتصار اسلام کو خدا بجز متہ النبی صلعم انجام کو پہنچا دے اس میں ایسے ہی مسائل
 کو عقلی طور سے درست کر دینے کا التزام مالا یلزم کیا جاتا ہے اور گزشتہ ابواب
 میں خدا کے فضل سے شتے از نمونہ خروارے۔ چند مسائل پر بحث ہو بھی چکی مگر
 اسکا خیال رہے کہ یہ خیال غامضات سوال کنندگان کا ہے سرسید صاحب نے

دین اسلام میں جو جو امور شریعت سے منقول تھے انکو خوب جانچ کر چھی باتیں تو الگ
 کر دین اور غلط مسلط کو چھانٹ کر الگ کر دیا یہ خیال بالکل غلط ہے اس لئے کہ
 سرسید صاحب میں اتنا مادہ علمی نہ تھا کہ امور شریعت کے رموز کو سمجھتے اور فلسفہ کے
 تازک مسائل کو جانتے اسوجہ سے جس مسئلہ کو انہوں نے خلاف عقل بتایا ہے یا تو
 اسکی مخالفت عقل سے براہ کرم علمی انگلی رکنے میں آئے یا وہ مسئلہ عقلی خود غلط اور
 لغو تھا جیسا کہ ابھی طوفان نوح کی نظیر میں گزر چکا ہے چپٹ نظائر اسکے تو آپ
 کے ابواب میں گزر چکے مثلاً قرآن مجید کی فصاحت کا معجزہ ہوتا دیکھو صفحہ ۴۲ کو
 انحصار الا اسلام کے دوسری جگہ اقرار اسکے معجزہ ہونیکا دیکھو صفحہ ۴۸ کو دوسرے
 معجزہ دیں نبوت نبوت نہیں صفحہ ۵۵ اسی کتاب کو دیکھو تیسرے معجزہ اور بار
 گری سب ایک ہی چیز ہے کچھ فرق نہیں ہے چوتھے ہمارے نبی صلعم نے کوئی
 معجزہ نہیں دکھلایا یا چونین مسمر بریم کے عامل اور معجزہ تائین کوئی فرق نہیں ہے چھٹے
 معجزہ وہی ہے جو خلاف قدرت خدا کے واقع ہوا اب انصاف کیجئے کہ ان باتوں
 اسلام کی نینج کنی ہوتی ہے یا کہ تائید اسلام اتنی باتیں تو سرسید صاحب کی ہم
 اوپر کے ابواب میں لکھ چکے ہیں اور سیکڑوں غلط اسی قسم کی انشاء اللہ آپ دیکھائے
 فلسفہ کا پڑھنا شریعت نے حرام کیوں فرمایا بیشک وہ فلسفہ جبکہ

آدمی نے اپنی ناقص عقل سے بتایا ہے اور وحی اسمانی کے مخالف ہے اسکا پرنا
 پڑنا حرام اور بدترین امور سے ہے کہ انسانیت سے اسکو پھر گزر جاتا ہے اور
 جس غرض سے خدا نے آدمی کو پیدا کیا ہے اسدے اُن احرف یعنی خدا
 ارادہ ہوا کہ مجھے میری مخلوق پہچانے اور پہچانے تو حق معرفت بھی ادا کرے فلسفہ
 باطلہ کے اصول پہلے تو آدمی کو دہریہ متکر خدا بتاتے ہیں اگر یہ نہ ہوا تو خدا کو محض بیکار
 پابند خیر خیال کر کے سو شرعات عالم کو موثر حقیقی اعتقاد کراتا ہے حرام اور حلال کو
 محض ایک امر لغو خیال کراتا ہے جب تک اسکی عقل ناقص ہو وہ سے مطابق ہو
 اور جب آدمی کی عقل ناقص ہے پھر حکیم کامل العقل کا حکم یا فعل اس عقل ناقص سے
 مطابق کیونکر ہو گا لہذا انکار شرایع پر فلسفہ معین ہوتا ہے جناب یہ نیرل صبادرا
 انصاف کیجیگا کیا آپ اس گروہ میں داخل نہیں ہیں ضرور داخل ہیں حالانکہ
 ابھی فلسفی ہونا آپکو برسوں قضیب نہو گا اور نہ آپکے ہر وسوسید احمد خالص
 اور اسی نظر سے کہا گیا ہے کہ پچا صوفی پچا ملحد ہے تری وہاں مولیٰ اس رحمتی
 نہ الی الذی نہ اولی الذی - آپکا یہ خیال کہ شریعت کو اصول فلسفہ سے مطابق
 کر دیا جائے اسی سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ اور شریعت کوئی دو چیز ہیں
 یہ بھی خیال فلسفہ کے حرام اور ناجایز ہونے پر کافی دلیل ہے اور اسی فلسفہ کے

پڑنے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے جو دراصل محض لغو اور بے بنیاد فلسفہ ہے اب
 ہم کو لازم ہے کہ فلسفہ کے اقسام جائز اور ناجائز کی تفصیل بھی آپ کو بتلائیں اور یہ
 شبہ جاہلانہ جو آپ لوگوں کو پڑا ہے کہ شریعت کے امور عقل سے مخالف ہیں
 اسکی پوری کیفیت بیان کریں فلسفہ کی دو قسمیں علمی نظری اسکو فلسفہ عقلی بھی
 کہتے ہیں اس فلسفہ میں محض اعتقاد اور علم غیر مادی اشیاء کی ماہیت اور حواس
 کا بیان ہوتا ہے دوسرا فلسفہ عمل جسکے پڑھنے سے ہم کاروبار دنیوی میں اعمال
 اور دستکاری تجارت اور طبابت و کالت وغیرہ پیشہ پر کامیابی کیساتھ بسر
 زندگی پوری کر سکتے ہیں پہلی قسم فلسفہ عقلی کی اسی کے اصول اور قواعد چاہے اور
 برسے دو طرح کے ہوتے ہیں انسانی طاقت جہاں تک ہے اور حقد رسانی
 ہماری عقل کو ہے اسی میں سیکڑوں طرح کے اختلاف اصول فلسفہ عقلیہ میں کہنے
 سیکڑوں شبہات اور الجھاؤ پڑتے پڑتے آدمی کی عقل تباہی میں آجاتی ہے
 اور سوائے گمراہی اور تباہی کے کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا ہے بلکہ اسی فلسفہ کے
 اصول میں ایسے خراب خیال پیدا ہوتے ہیں فلسفہ عملی تک بھی اسی خرابی کا اثر
 پہنچتا ہے اور دنیاوی کاروبار میں بھی سیکڑوں طرح کا ہرج پیدا ہوتا ہے
 اب رہا دین شریعت کا معاملہ ظاہر ہے کہ دین کھلی ہوئی راہ اور روشنی ہے

نام ہے جس پر اندھا اور بینا دونوں برابر چل سکیں اور ایسا فلسفہ جو بینا کو نابینا
 بنا دیتا ہے اس پر کسی دین کا مدار ہرگز ہو نہیں سکتا۔ دین کا تو ایسا آسان
 اور سیدھا ہے و سو اس اور بڑے خرخشہ طریقہ چاہئے جس سے عقل فطرتی فوراً
 اسکو قبول کرے اور لاکھ طرح سے کوئی ہیکائے مگر آدمی ہیکٹ سیکے ہوڈ ہی طور
 چرہ کاتنے والی سے پوچھا گیا تو نے اپنے خالق کو کیونکر پہچانا جواب دیا کہ یہ
 چہوٹا سا چرہ جو میرے پاس ہے بدون میرے چلائے ہوئے ہرگز چل نہیں سکتا
 یہ آسمان اور چاند سورج اور ستارے کیونکر آپ ہی آپ چل پر سکتے ہیں اسوجہ
 ہمارے ہادے برحق نے فرمایا عَلَیْکُمْ دِیْنُ الْعِجَازِ پس فلسفہ عقلیہ جسکو ہماری
 شریعت حرام فرماتی ہے وہی فلسفہ ہے جو آدمیوں کی عقل آرائی سے بنایا گیا ہے
 اور جسکا کوئی مسلح آج تک ٹھیک نہوا اور وہ فلسفہ عقلیہ جسکو وحی آسمانی سے
 پیسیر ان برحق تعلیم فرماتے ہیں اسکو کسی شریعت نے حرام نہیں فرمایا بلکہ واجب
 فرمایا ہے اُدْعِ اِلَی سَبِیلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ خدا کی شناخت کی راہ پر ہمارے
 بندوں کو حکمت کے ذریعہ سے بلاؤ۔ وَمَنْ یُؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا
 کَثِیْرًا جسکو خدا نے حکمت عطا فرمائی ہے حیرت انگیز اسکو نصیب ہوئی ہے
 آپ ہوں یا کوئی اور صاحب عقل اسکو مان سکتا ہے کہ جب شریعت انبیاء

کے احکام عقلی ہی قوانین دین پر کوئی شرعی فلسفہ صحیحہ اور یقینیہ کے سیکھنے
 سکھانے کو حرام فرمائیے محض اقرار ہے اور بالکل غلط التزام براہ فریبی
 لگایا جاتا ہے کہ شرعیہ نے فلسفہ کا سیکھنا سکھانا حرام فرمایا ہے بلکہ
 جس فلسفہ کو عقل اور شرع دونوں حرام کرتے ہیں وہ البتہ حرام اور ناجائز ہے
 ۵۔ علم دنیا سب پر قابل است و قال۔ نے از کفیتے حاصل تہ حال
 گربراستدلال کار دین بودے۔ نخر زاری راز دار دین بودے
 یہ تو شاہراہ مضمون ہے آپ کو ہرگز پسند نہوگا یہ لیجئے تاریخ الحکما (گلدستہ
 فرنگی) اور دیکھئے فلسفہ عقیدہ آپ کے علمایورپا جسکی تحقیقات جدیدہ کو
 آپ کے پیر و خدا اور رسول کے کلام پر مقدم جانتے ہیں اور سبک باہم اختلاف اور
 تناقص اور تہافت اور مہلات اور خلافات کو جسکے پڑھنے سے کیا کہوں کیسی حیرت
 ہوتی ہے۔ برکلی اور طامس اور لوٹس اور ڈاکٹر ریڈ اور بیہم اور فلان فلان
 اور چونکہ یہ سب اپنا اپنا رنگ علاوہ رنگ فلسفہ دہی کے باندہ رہے ہیں اور
 ڈاکٹر برون اور واکرزن سراسر حق نیوٹن غیرہ فلاسفہ و قدین کی طرح اسکی قابل
 نہیں ہیں کہ علم علت اور معلول قیاس اور تجربہ سے کبھی درست ہی ہو سکتا
 اسیوجہ سے یہ سب لوگ مثل ہمارے معزز سائنس کے ہمیشہ ٹوکرین کہاتے کھاتے

مر گئے اور کوئی مسئلہ سنجیدہ مسائل فلسفہ عقلیہ کے درست نہوا تھا فلسفہ
 قدیم فلسفہ کی اظہار خرابی میں یہ کتاب لکھی گئی تھی مگر اب جدید تحقیقات قدیم فلسفہ کی
 سٹی پوری خرابی رہی ہے اور شاید اگر ہماری زندگی نے وفا کی تو اس طرح ہم جدید
 فلسفہ عقلیہ کی دہلیان اُڑانے پر طیارہ موری ہیں سہ شیشہ نو کی طرح سے ساقی
 چھپر لویت کہ ہرے بیٹھے ہیں۔ المختصر یہ بحث بہت ہی طولانی ہے سیکڑوں اجزاء
 کتاب لکھے جائیں تب بھی ختم نہو گی اب مجھے مناسب ہے کہ جس شعبہ کی وجہ ہمارے
 مغز سائنس کو خواہش تطبیق شرع با عقل کی ہے اسکو لکھ کر اور اسی کا دفع کر دوں
 تو شاید کسی قدر شیوق ہمارے نو خیزون کا مبدل بہ نفرت ہو جائے اسکو کسی
 باب آئندہ میں لکھوں گا دوسری قسم فلسفہ عملی کے جسے اکتساب معیشت اور
 بسر و حیات کا سامان آدمی درست کرتا ہے اور اسکی ترقی کی چکاچوند نے
 ہمارے مغز تعلیم یافتہ کو بیان تک گستاخ کر دیا ہے کہ اصول عقاید کے مسائل
 جنکا علم علت و ہمی ہے اسکو بھی اب چاہئے ہیں کہ اس طرح عملی اور بدیہی یا جا
 اس دوسری قسم کے فلسفہ کو ہماری شریعت نے بقدر ضرورت واجب اور تحجب
 فرمایا ہے اور صاف کہہ دیا کہ اسباب حبیب اللہ ویکو ہم اہل اسلام حبیب اپنے
 پیغمبر حق کو کہتے ہیں اور ہمارے حبیب خدا صلعم نے کا سب معیشت کو اپنا لقب

عطا فرما کر ارشاد کر دیا کہ جو کسب معیشت کرتا ہے وہ بھی حبیب خدا ہے اب انہیں
 علوم عملی میں سے بعض علوم سے وہ پیشہ پیدا ہوتے ہیں جنکو ہماری عقل ناقص ناجائز
 اور خراب تجویز کرتے ہے جیسے قلب سازی دیونی جعلی دستاویز بنانی جعلی مہر
 کہودنی چوری کا پیشہ جہونی گواہی دینے کا پیشہ اسی طرح سے سیکرٹون پیشہ کہ یا تو
 عموماً ہم انکو ناجائز کہتے ہیں یا کہ تخصیص ملکی یا نوعی (قومی) یا شخصی کی وجہ سے کبھی
 جائز کبھی ناجائز خلاصہ یہ ہے کہ ہماری شریعت نے کسب معیشت کے حسب طریقہ
 حلال اور حرام تجویز فرمائے ہیں ضرور وہ سب عقل فطرتی کی نظر سے درست اور یا
 تجویز ہے اور ہم اسی کتاب میں ان سبکو عقلی دلائل سے ثابت کر دینگے انشاء اللہ
 اس جگہ ہمکو نیچرل صاحب ضروری بات یہی پوچھنی ہے کہ جن اصول پر ناکر کے
 یہ صنائع جاری ہوتے جاتے ہیں اور ان اصول کو آپ کی نیچرل قانون قدرت
 کہہ رہے ہیں کیا ان سبکو اپنی عقل سے آپ نے مطابق کر لیا ہے یعنی دلیل عقلی
 آپ ثابت کر سکتے ہیں مثلاً جو شے متصل زمین کے چار سیر وزنی ہو چار سیر میل
 زمین سے اوپر سیر سیر کا وزن اسکا کیون رہ جاتا ہے یا نصف میل کی
 بلندی پر ایسہ وزن جسم کا کیون گھٹ جاتا ہے آپ یہی جواب دین کہ فطر
 نے جاؤ بیت زمین کا یہی نیچر (قانون قدرت) رکھا ہے یا قواعد حیات

(یعنی جس حرارت میں شمع اور چمک ہوتی ہے) کے مثل قواعد نور کے ہیں انوکھا سن کر
 اور چلتے ہیں اور کمی میں اور نفوذ کرنے میں وغیرہ کیا آپ کی عقل کی دلیل سے اس کو ثابت
 کر سکتی ہے ہجر اسکے کہ خالق نور اور حرارت نے بھی اثر اس میں کیا ہے اسی طرح ہزاروں
 نوا میں طبعیہ اور خواص کیمیادی اور کربابی برقی جو روزانہ ثابت ہو رہی ہیں
 کوئی فلسفی اس کا مدعی ہو سکتا ہے کہ دلیل عقلی سے انکا ہونا ثابت کر دے سوائے
 عجز اور اعتراف کے کہ قدرت نے بھی اثر اس میں کیا ہے اور کیوں دیا ہو اس میں
 کیا مجال ہے کوئی فلسفی تبلا سکے بہت زیادہ کہیں تو مثل مرآۃ الحکما ہی کہیں گے
 کہ خدا کی یا فطرت کی یہی مرضی ہے کہ یہ اثر اس میں پائے گئے ہیں یا جاسے پہر کیا آپ
 ہماری شریعت میں کوئی آیت یا حدیث ایسی پائی ہے جس سے یہ نکلتا ہو کہ چار
 ہزار میل کی بلندی پر کسی شے وزنی چار سیر کا وزن سیر بہر سے زیادہ یا کم ہوگا
 یا نصف کی بلندی پر ایہ کم ہوگا یا نور اور حرارت کے قواعد میں ہماری شریعت
 نے آپ کے اصول نیچر پر سے کچھ اختلاف کیا ہے کہہ دیجئے کہ ہاں تو اس کی سند
 پیش کیجئے اور اگر نہیں کیا ہے پہر آپ کیوں شریعت سے ناک ہوں چرہ ہا میں
 یہ بھی یاد رہے کہ بعض اصول فیسیولوجی یا اصول خلقت لطفہ الہی میں
 ہمارے ہادیان برحق کے ارشاد ضرور مخالف آپ کے فیسیولوجیوں میں ان کا

جواب بھی تو ہم ہی دیتے ہیں کہ جب دلیل عقلی سے آپ کے اصول اور نوامیس کا
 ثبوت نہیں ہے فقط وہی تجربہ پر بنا ہے پھر اگر تجربہ دو گروہ کا مختلف ہو اور
 اپنے اپنے تجربات پر بنا کر کے ہر گروہ ایک حکم جدا گانہ کرے کسی کو ان دونوں
 گروہ میں سے دوسرے گروہ پر طعن اور نشینج کا موقع نہ ہو گا سنکھیا کا استعمال
 کچا ہو خواہ کشتہ کر کے اس طرح پارہ کا استعمال زندہ اور کشتہ یونانی طبیب قطعاً
 ناجائز کہتے ہیں اور ڈاکٹری دواؤں میں دیکھئے کس قدر ان دونوں کا استعمال مفید
 ثابت ہو رہا ہے اس طرح ہمسایہ کافی اور اسی طرح قدیم ڈاکٹری کافی دیکھو
 کیمیا سے باسیلیقہ تمام کتاب جو بزمانہ سلطنت نصیر الدین حیدر بادشاہ فارسی
 میں ترجمہ ہوئی ہے کہ محض سمیات سے کل امراض کا علاج کرنا ضروری ثابت
 کر رہا ہے بہر حال جب تجربہ پر بنا ہے اور دلیل عقلی آپ بھی اپنے اصول حدیث
 کی صحت پر قائم نہیں کر سکتے پھر اب کیا جھگڑا رہا اور کیوں دفع تو ہم شاید آپ
 یوں کہنے لگیں کہ ہم لوگ تطبیق نقل کی عقل سے ان امور میں چاہتے ہیں
 جن میں ہماری عقل کارگر ہو سکتی ہے اور انکو صریح مخالف عقل کے پاتے ہیں اور
 نوامیس طبعیہ میں اگرچہ سب عقلی اور رابطہ حقیقی دریافت نہ ہو مگر ان کا مخالف
 عقل ہونا ہی تو انہیں ثابت ہے خلاصہ عمر ان یہ ہے کہ جس چیز میں عقل

انسانی کی رسائی نہوا سکو مطابق عقل یا مخالف نہیں کہہ سکتے لہذا یہ نظائر کے
 ہماری درخواست کے مطابق نہ رہے جواب اب درالضفاف کے دہرے
 آپ آتے چلے ہیں اب امید ہے کہ یہ گفتگو اور بحث دو ہی چار باتوں میں ہو جائے
 اب جواب یہ ہے کہ جس طرح آپ نوا میں طبعیہ کو اصول فطرتی اور قانون الہی
 تسلیم کرتے ہیں اسی طرح ہم لوگ نوا میں شریعت کو قانون الہی تسلیم کر چکے ہیں
 اور جس طرح ہم کو یقین کامل ہے کہ نوا میں طبعیہ جس حکیم مدبر نے اجسام میں تجویز
 فرمائے ہیں اور ضرور مطابق عقل کے ہونگی گواہ ہماری عقل ان کے بخوبی
 سمجھتے ہیں کوتاہی کر کے اسے اس طرح قوانین شریعت اسی حکیم اور مدبر کامل پادشاہ
 رحیم اور عادل نے اپنی حکیمانہ تجویز سے نافذ فرمائے ہیں اور دونوں قانون کا
 نافذ کرنے والا وہی خدا ہے حکیم و عدل لا شریک ہے کبھی خلاف عقل اور
 انصاف کوئی قانون اُسکا ہو نہیں سکتا بلکہ دوسرا قانون یعنی شریعت چونکہ
 زیادہ تر ہے ذوی العقول کی واسطے جاری فرمایا ہے اسکا مطابق عقل ہونا
 بہ نسبت نوا میں طبعیہ کے اور زیادہ تر ضروری ہے پس اگرچہ آج ہماری عقل
 ان کے مصالح کے سمجھنے سے مثل نوا میں طبعیہ کے قاصر ہو مگر یہ احکام کبھی مخالف
 عقل صحیح نہیں ہو سکتی اب ہم کو اور آپ کو اس قدر سمجھ لینا ضرور ہے کہ جس طرح

تو ایسے طبعیہ کو ہم قانون الہی اس وقت جانتے ہیں جب کسی معتد حکیم کے قول سے
 ہم کو اس ناموس کا ہونا کسی جسم جی میں ثابت ہو جائے اس طرح تو ایسے شرعیہ کو
 ہم جب قانون الہی تسلیم کریں گے کہ معتد نبی اللہ اسکا لانے والا خدا کی طرف
 سے ہوا اور جو طریقہ ہم کو اس کے یقین کرنے کے عقلی میں کہ ضروریہ کلام خدا ہے یا
 کلام رسول خدا ہے انکو پورا کر لین پر جب بخوبی ہم کو ثابت ہو جائے کہ ہاں
 یہ حکم اور یہ قول ہمارے خدا کا ہے اور وحی متلو یعنی قرآن شریف اور وحی
 غیر متلو یعنی حدیث نبوی ہے اب ہم کو ضرور اسکا قانون الہی تسلیم کر لینا لازم
 ہو گا اور عقل آرائی کی گنجائش نہ رہے گی شاید یہ تقریر ہماری کسی تعصب
 پر آپ محمول نہ کریں اب دو چار شبہات مع روشنیہ نیچر لوین کے بھی لکھوں
 باب انیسواں چند شبہات نیچر یہ جو ہمیشہ سے کرتے
 چلے آئے ہیں اور اونکے جوابات نقلی اور عقلی
 اس باب میں چند شبہات ایسے بھی درج ہوں گے کہ اگرچہ ابھی میرے پاس
 کسی تحریر میں وہ سوالات نہیں آئے مگر چونکہ دونوں حضرات نیچر کے وہ ضرور
 سمجھے ہوئے ہیں اور انکی علم فلسفہ کی وجہ سے انکو بیان نہیں کر سکتے اور پھر
 دہریہ انکو اچھی طرح سے کہہ گزرتے تھے اور ہادیان برحق ان کے فہم کے موافق

جواب بھی دیتے تھے لہذا اسی باب تطبیق نقل بالعقل سے متصل اسکا لکھنا ضروری
 اور چند سوالات بذریعہ تحریر بھی چکے ہیں پہلا سوال کیون جناب اگر آپ کا خدا
 موجود ہے اور سب امور پر قادر بھی ہے اور اپنے بندوں کی ہدایت بھی اُسکو ہر گونہ
 منظور ہے پھر کیا خدا سے یہ ہونہیں سکتا کہ ظاہر نظام ہر ہو کر اپنے بندوں کیساتھ
 چلا آئے تاکہ ہم سب اُسکو پہچان کر اسی پر ایمان لائیں اور یہ سارے اختلافات
 جو منکرین خدا اور اُسکے وجود پر اقرار کرنے والوں میں ہیں بالکل دور ہو جائیں اسلئے
 کہ مشاہدہ سے بڑھ کر ہر اور کو لسنی بات ہو سکتی ہے اب اس سے تو معلوم ہوتا ہے
 کہ اگر خدا موجود ہے تو اصلی نشا اسکا یہی ہے کہ میرے بندے اُس میں سمیٹے انکار
 اور اقرار خدا میں جھگڑا کیا کریں اور کبھی اسکا فیصلہ نہ ہو پھر ایسا خدا رحیم اور طالب
 نجات بندگان کیونکر ہو سکتا ہے جواب نقلی جواب تو اسکا یہی ہے کہ یہ سوال
 طلب محال پر شامل ہے اسکا جواب کیا دیا جائے جیسا کہ صادق آل محمد نے
 ایک نزدیک کو دیا ہے اور ہمارے نبی صلعم نے عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی کو
 دیا ہے دیکھو صفحہ ۱۹۵ انتصار الاسلام کو اور یہ جواب عقلی دلائل بھی بالکل درست
 اور ٹھیک ہے۔ دوسرا جواب سائل نے پوری شناخت اور سچی
 معرفت کو فقط اُنکے سے دیکھتے ہیں براہ غلط کاری منحصر کیا ہے پہلی تو غلطی یہی ہے

اور دوسری غلطی یہ ہے کہ خدا کو ایسے کشف مادہ سے تجویز کیا ہے جسکو آنکھ
 دیکھ سکے یعنی مادہ پر چیز و نہین سے بھی وہ کشف چیز جو آنکھ سے دکھلائی دے
 تیسری غلطی یہ کہ جب قدر چیزیں آنکھ سے دکھلائی دیتی ہیں ٹھیک ٹھیک
 اسی طور سے نظر آتی ہیں جیسا دراصل وہ ہوتی ہیں لہذا ان کے موجود ہونے
 کی کو اختلاف نہیں ہوتا ہے پہلی غلطی کو یوں ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہزاروں چیزیں
 اسی دنیا میں موجود ہیں اور آنکھ سے نہیں دکھائی دیتی ہیں مگر انکا موجود ہونا
 ضرور یقینی ہے دور کیوں جاؤ ہمارے بدنہیں جب قدر قوتیں جسمانی خدا نے
 پیدا کی ہیں مثلاً ہاتھ اور دافعہ وغیرہ انکو ہم آنکھ نہ کسی اور حس محسوس
 کر سکتے ہیں مگر انکو موجود ضرور مانتے ہیں اور موجودات بدیہیہ انکو تسلیم کرتے ہیں
 اسی طرح صد ہا نظایر ایسی ہی موجودات کی ہیں جنکو نہ آنکھ نہ کوئی اور ہمارے
 حس محسوس کر سکتی ہے مگر انکی موجودگی ضرور ماننی پڑتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو
 موثر غیر محسوس ہے اسکی موجودگی کا یقین ہوگا اسکے اثر کے محسوس کرنے سے ہوتا ہے
 اب یہ سوال کہ خدا مجسم ہو کر ہمارے سامنے آجائے منکر وجود خدا اگر کرے جیسا
 کہ اس زندیق نے امام جعفر صادق سے کیا ہے اسکا جواب تو وہی ہے کہ
 لیس للمحال جواب محال کا جواب کچھ بھی نہیں ہے جیسے کوئی شخص سوال

کرے کہ اگر تمہارا خدا ہر شے کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو اپنا شر کیا بھی پیدا
 کر دے یا کوئی ایسا آدمی پیدا کر دے جو اپنے باپ کا باپ ہو یا ایک شکل
 مثلث قائم الزاویہ ایسی بنا دے جس کے وتر کا مربع دو بڑوں ضلعوں کے مربع سے
 چھوٹا خواہ بڑا ہو اسی طرح ہزاروں محالات ہیں جیسا ان سے سوال کیا جائے گا
 یہی جواب دیا جائے گا کہ محال کا کچھ جواب نہیں ہے اور اگر یہی سوال منکر
 خدا نہ کرے بلکہ جیسے ہمارے معترض سائل نے چرل صاحب نے کیا ہے جو شاید خدا کو
 موجود مانتے ہیں مگر چونکہ انکی عقل میں محسوسات سے جو گرہ ہو کر اور فلسفہ
 طبعیہ خواہ ہندسہ اور ہیئت کو پرکھ رہی بات جم گئی ہے کہ آنکھ سے دیکھ لینے
 سے بڑھ کر کوئی درجہ یقین کا نہیں ہے اور دلائل عقلیہ جن سے خدا کا غیر
 مادی اور ہمیشہ غیر قابل رویت بصر بلکہ عموماً غیر محسوس ہونا ثابت کیا جاتا ہے
 ان کے بیان کرنے سے ہمارے سائل کو اطمینان نہ ہو گا یا ہٹ دھرمی کے باوجود
 اطمینان کے نہ مانیں گے لہذا ہکولارم ہے کہ آنکھ سے جو چیزیں نظر آتی ہیں
 انکی نسبت آپ کے فلاسفوں کی رائے کو ظاہر کرین فلاسفہ کی رائے
 یہ ہے کہ آنکھ کے حس محض غلط اور غیر واقع چیزوں کو دکھلاتی ہے نہ رنگ صحیح
 آنکھ سے نظر آتا ہے نہ مقدار صحیح نہ شکل صحیح چنانچہ سپید رنگ کو ہم ایک ہی

رنگ خطائے بصری سے خیال کرتے تھے اب کہ آلہ مرآۃ العکس طیار ہوا
 سوم کی بتی کا سپید شعلہ اس میں مختلف رنگ کی سپریاں نظر آتی ہیں جس سے
 معلوم ہوتا ہے کہ ہماری نگاہ سلسلہ غلطی کرتی ہے کہ سپید رنگ میں کوئی
 رنگ نہیں ہے یہ تو محل و تفریق عکسی کے ذریعہ سے خطائے نظری کا ثبوت ہے
 اب ہم علم مناظر سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنکھ کی فطرت (نیچر) گویا غلطی
 ہی پر ہوئی ہے آنکھ دو متوازی خطوں کو دو ضلع مثلث کے دیکھتی ہے یعنی
 دور کی طرف وہ دونوں خط ملتے ہوئے نظر آتے ہیں دیکھو کسی سڑک کی دونوں
 سپریوں کو آنکھ لاکھوں میل کے مکعب مساحت والے اجسام کو برابر ایک
 چوڑے سے گردہ تان کے دیکھتی ہے جیسے جرم آفتاب اور بڑے بڑے
 ستاروں کو روپیہ کا برابر دیکھتی ہے۔ کروڑی اشکال جرم نیرین کو مسطح دیکھتی ہے
 مربع کو دائرہ دیکھتی ہے متحرک کو ساکن دیکھتی ہے۔ اور ساکن کو متحرک دیکھو
 اسٹیشن بیلوے پر جب دو گاڑیاں کہری ہوں اور تم جیسوار ہو وہ کہری ہے
 اور دوسری چلتے ہو کسی غلطی ہوگی سوائے ایک خاص جگہ کے اور سب جگہ سے
 اجسام کو چوڑا یا بڑا دیکھتی ہے صفحہ ۱۳۹۵ انتصار الاسلام کو دیکھو ازین
 قبیل بشمار غلط بصری ہیں دیکھو کتاب مناظر اقلیدس کو اور اسیدو سے

فلاسفہ میں جس بصر اور جس سماعت کے باہم فضیلت میں اختلاف ہے اکثر اسی کے
 بدلائل قوی قابل ہو گئے ہیں کہ سماعت کو بصر پر بدرجہ ہا فضیلت ہے اور یہ
 محض شاعرانہ خیال ہے کہ شہیدہ کے بودمانند دیدہ۔ اب خلاصہ ہماری
 تقریر کا یہ ہوا کہ جب آنکھ کی غلط کاری مقدار اور شکل اور لون کے دیکھتے ہیں
 ایسے بدیہی اور برہان ہندسہ اور حل و تفریق عکسی بخوبی ثابت ہے ہر
 اگر ہمارا خدا (نعوذ باللہ) مجسم ہو کر آپ کے سامنے بھی آجاتا اور آپ اور ہم
 اسکو اسی غلط کار آنکھ سے دیکھتے سچ فرمائی اسکے وجود کا اقرار کرنا مقرر اور منکر
 کو کیونکر متفق الا وغان کر دیتا لہذا واجب ہے کہ ہم اور آپ خدا کو اسی طبعی
 آنکھ سے دیکھیں جسکے مشاہدہ میں نہ مرات العکس سے غلطی ثابت ہو اور نہ علم
 مناظر سے اور یہ وہی آنکھ ہے جسکو ہم عقل سے نامزد کرتے ہیں تنبیہ غموری
 چونکہ یہ بحث مسئلہ رویت خدا کی طرف سے منجر ہوتی ہے اور اس میں اہل اسلام
 آپس میں دو گروہ نسبت رویت دارا شرت کے ہو گئے ہیں لہذا ہم کو زیادہ بحث
 کرنی اس مسئلہ میں ہرگز نہ چاہئے ورنہ ہمارا دوسرا گروہ ہم سے ناراض ہوگا۔
 تیسرا جواب اب ہم آپ کی خاطر سے اس مجال کو بھی جائز فرض کر کے پوچھتے
 ہیں کہ اگر خدا مجسم ہو کر ہمارے سامنے آجائے تو ہم کو اس کے خدا ہونے پر کیونکر

یقین ہو گا آپ کہیں گے کہ خوارق عادات کو خدا ظاہر کر کے ہم پر ثابت کر دیا کہ
 دیکھو کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ یہ نجر قانون قدرت کو بدل دے اور
 میں جس چیز کو کہو اسکو بدل کر تھو د کہلا سکتا ہوں اب معلوم ہوا کہ بجز اس قدرت
 نامی کے اور کوئی ثبوت اس کے خدا اور قادر تو انا حکیم نے ہمتا ہونے پر نہ ہو گا
 اور یہ قدرت نامی خدا کی مجسم بن جانے پر موقوف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ نجر کے
 خلاف آثار قدرت کا ظاہر کرنا یہ کوئی فعل جسمانی نہیں ہے کہ بدون جسم بنے ہوئے
 آثار عجیبہ خدا نہ کر سکے اور نہ کوئی لزوم عقلی اس میں ہے کہ یہ نجر کی رو سے قیاد ہو گا جو کہ جسمانی
 شکل میں ہو پھر جب محض اظہار قدرت پر شناخت خدا کا انحصار ہو گیا اب اس کا
 مجسم ہو کر آنا ہمارے عقیدہ کو بچتہ کرنے میں کافی نہوا بلکہ اسکو کچھ دخل بھی دفع
 اختلاف ہذا یعنی اقرار و انکار وجود خدا میں نہ رہا بلکہ مجرد قدرت نامی سے
 شناخت یقینی قادر مطلق کی ہو کہ ہو گی اور یہ طریقہ خدا نے ہمیشہ سے جاری رکھا
 ہزاروں آثار خلاف نجر کے اپنی قدرت نامی کی غرض سے خدا ظاہر کر رہا ہے
 چنانچہ باب نجر صفحہ ۸۱ سے لغایت صفحہ ۱۲۸ میں اسی کتاب کے ہم لکھ چکے اور
 نیز صفحہ ۲۱۳ سے لغایت صفحہ ۲۳۴ میں ہے اور آپ میں کہ نہیں مانتے اور
 یہی کہتے ہیں کہ نجر کے بدلنے پر خدا کو قدرت ہی نہیں ہے پھر آپ کیونکر خدا کو

نیچر شکن امور ظاہر کر نیسے جب مجسم ہو کر آئے خدا تسلیم کرینگے یہ بھی آپ کی دہو کہ دی
 کی تقریر ہے چوتھا جواب اگر یہ بات سچی ہے کہ خوارق عادات خدا کو
 سوا اور کوئی ظاہر نہیں کر سکتا ہے چونکہ خدا ہمارا اور آپ کا کوئی مجسم نہیں ہے
 لہذا اُسے چند مجسم اشخاص کو اپنا نایب اور سفیر مقرر کر کے ہمارے پاس بھیج دیا
 اور صاف صاف کہہ دیا کہ دیکھو اگر میں بھی تمہارے پاس آتا اُس وقت بھی میری
 شناخت حین امور سے تم کرتے بھی معجز نمائی کے سوا اور کوئی بات نہ تھی بلکہ تم
 میرے ان فرستادہ اور مقربان بارگاہ سے میری قدرت نمائی کا پورا امتحان
 کر کے مجھ پر ایمان لاؤ اور جو خیر میری دلیل قدرت نمائی پر تمہارے نزدیک ہے
 مثلاً مردوں کو زندہ کر دینا ماہتاب کے دو ٹکڑے کر دینا آفتاب کو بعد
 غروب کے پہر مغرب سے طالع کر دینا یہ سب امور میرے ہی فرستادہ خیران
 برحق تکوید کھلا دین گے چنانچہ ایک رسول نہیں بلکہ لاکھوں سے زیادہ شریف
 لائے اور جو امور قدرت نمائی کے خدا سے خاص ہیں سب یا اکثر ان
 بزرگوں نے حسب درخواست امت کو کھلائے جنکو توفیق الہی شامل تھی
 وہ تو ضرور ایمان لائے ورنہ نظر بندی اور جادوگری کا الزام آپ ہی لوگ
 انکو دیتے رہے پھر اگر خدا بھی غرض محال مجسم بن کر آتا وہی آپ ہیں اور وہی

خدا اُسکو بھی ایک جادوگر اور بھانمتی ڈھبت بند آپ کہہ دیتے اب مطلب آپ کا یہ
 کہ معاذ اللہ خدا کو بھی ہم بھانمتی اور بازی گر کہہ لیں تب جا کر دل کے پھوپھو لے
 پھوٹیں جیسے آپ کے ہیر و سر سید احمد خان صاحب بہادر نے پھیر و نکو بازی کر اور
 بھانمتی کہہ کر اسلام کی جڑ کاٹی ہے۔ دوسرے سوال عالم برزخ یعنی جسے
 آدمی مر جاتا ہے تا روزیکہ پھر بروز قیامت زندہ کر کے اٹھایا جائیگا اس
 مسئلہ میں کیسے کیسے اختلاف اقوال آدمیوں میں پڑے ہیں ایک فرقہ تو اسیکا
 قایل ہے کہ مرنے کے بعد پھر کچھ بھی نہیں اور مردہ کبھی زندہ ہو ہی نہیں سکتا
 دوسرا گروہ تناسخ کا قایل ہے کہ ارواح پٹ پٹ کر اچھے یا برے جسم میں
 داخل ہوا کرتی ہیں۔ اور اسی طرح دنیا چلی آتی ہے اور چلی جائیگی تیسرا گروہ
 اہل مذہب آسمانی کا ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم برزخ عالم خرا اور ستر سے بھی
 زیادہ خوفناک ہے کہ اس میں بخر اپنے عمل کے کیسلی شفاعت بھی کارگر نہیں
 الاغاث علیکم الالبانج۔ اور بروز حشر و نشر اگرچہ کل مردہ زندہ کر کے ان سے
 حساب کتاب لیا جائیگا مگر شفاعت کارگر ہوگی اسی اختلاف عقاید کی
 وجہ سے کیا جھگڑا اور فساد باہمی انسانوں میں ہو رہا ہے قیامت تو جب آئیگی
 یا نہ آئیگی دیکھا جائیگا ہم تو اسی زمانہ برزخ میں جس بروز سے آدمی مر جاتا ہے

اُسکی تحقیق کے خواہاں اور طلبگار ہیں کوئی آسان طریقہ ایسا خدا تجویز کرتا
 کہ یہ اختلاف باہمی رفع ہو جاتا کیا آسان طریقہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر صدی میں
 ایک آدمی جو مر گیا ہے اُسکو خدا زندہ کر دیا کرنا اُسکی ربانی ہم جہنم دید اُسکے
 دیگر اموات کی کیفیت پوچھ کر یقین کرتے کہ جو لوگ مر گئے ہیں ان پر بعد مرنے کے
 کیا گزری اور خود اُس شخص پر جس عمل اور کردار کا یہ تھا کیا گزری یہ تجربہ ہر
 صدی میں آدمیوں کے ان مشکوک اور اوہام کو بھی دور کر دیتا۔ اور خبر ہی
 پیغمبر و نکی جو عالم برزخ کی نسبت دادے السلام اور دادے برہنہ کی کر کے ہمکو
 دُرّائے ہین اُسکی بھی پوری تصدیق ہو کر طریقہ واحدہ پر تمام خلائق ایمان دار
 اور یقین کامل پر ہو جاتی اور انبیاء پر جو مظنہ اسکا ہے کہ اپنی کہانی پکارتے
 اور رنگ جمائیکی عرض سے ایسی ایسی دہلی ہمکو دیا کرتی ہیں اس مدگمانی سے
 بھی نجات ملجاتی اور روزِ جزا کی جو جو چیزیں حی آسمانی سے مشہور ہیں انکی
 بھی پوری تصدیق ہو جاتی اور یہ بھی یقیناً معلوم ہو جاتا کہ بعد مرنے کے ہم
 کیا ہو جاتے ہیں اور عمل خیر اور شر کا اثر حیب عالم برزخ سے شروع ہونیکا
 شاہدہ ہو جاتا پھر دارِ جزا کی ستر اور جزا کے انکار کا موقع کیسکونہ ملتا اور قدرت
 خدا سے قادر کی احیاء اور اموات پر اسکا ثبوت بھی ہر صدی میں ہوتا رہتا

یہ سوال کچھ تو قدیم زندیقوں کا ہے۔ اور کچھ بلکہ بہت کچھ حیدر آباد کے بعض مغز
 سینچل صاحبوں کے خیالات پر شامل ہے جنہوں نے بذریعہ تخریر خطوط مجھ سے
 جواب شافی طلب کیا ہے جو اب نقلی فرمودہ عالم اہلبیت امام جعفر صادق
 یہ ہے حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مقولہ اُن لوگوں کا ہے جو منکر انبیاء میں
 اور انبیاء کی تکذیب کرتے ہیں اور جو کچھ خدا کی وحی انبیاء پر نازل ہوئی ہے اور
 اُسکی خبر دی انبیاء نے فرمائی ہے اُسکی تصدیق ان لوگوں کو نہیں اور خدا کی
 طرف سے جس طرح انبیاء نے کیفیت عالم برزخ کی خبر دی کی ہر پیر سبط رحمت
 لوگوں کو خدا نے بعد مرنے کے زندہ کر دیا ہے اُسکی بھی خبر دی ہے کتب آسمانی
 میں انبیاء نے کی ہے پس یہ منکرین اس خبر دی پر بھی یقین نہیں کرتے
 مراد حضرت کی یہ ہے کہ جو خبریں عالم برزخ کی خدا نے دین اور ان
 امور کو اموات زندہ کر کے دکھا بھی دی یا یہ فرقہ دونوں کا انکار کرتا ہے پہلو تو
 یہ خیال کرو کہ خدا سے زیادہ سچا اور خدا کے رسولوں سے کوئی ہو سکتا ہے اور
 پیر یہ دیکھو کہ بہت سے آدمی مرنے کے بعد زندہ ہو چکے ہیں اور میں سے اصحاب
 کف بھی ہیں جنکو تین سو لو برس خدا نے ہمردہ رکھا اور پھر جس زمانہ میں انکار
 حشر اور نشر آدمیوں میں زیادہ ہونے لگا اور فلسفی دلائل سے مردہ کا زندہ کر دینا

محال ہے لوگ اسکے زیادہ معتقد ہوئے اصحاب کہف کو خدا نے زندہ کر دیا کہ
 منکرین بعثت کی دلیل باطل ہو جائے اور قدرت خدا کے برتری احیاء اموات پر
 بخوبی ثابت ہو جائے اور انکو یقین ہو جائے کہ قبروں سے اٹھنا مردوں کا
 صحیح اور درست ہے میں کہتا ہوں یہ قدرت نامی خاص اسی غرض سے
 تھی کہ شکوک اور اوہام ضلالت کے مسئلہ حشر اور نشتر میں باطل ہو جائیں اور جو
 تاریخی شبہات جنرل نیچرل انڈیا اس واقعہ پر کرتے ہیں یا اصحاب کہف کو
 خواب مقناطیسی میں پڑا ہوا خیال کرتے ہیں جیسے ڈاکٹر کری کیری صبا و غیرہ
 ان شبہات کا جواب ہم باب خاص میں لکھیں گے (۲) حضرت ارمیا نبی السلام
 علیہ السلام کو خدا نے بعد مرنے کے زندہ کر دیا یہ وہ بزرگ ہیں۔ جب بخت
 نصرانی حوالی اور خود بیت المقدس کو خراب کیا ہے لڑائی سخت ہوئی اور
 بہت سے لوگ مارے گئے حضرت ارمیا کو خیال ہوا اب کون انکو زندہ
 کرے گا خدا نے سویرس انکو مردہ رکھا اور پھر زندہ کیا اور حضرت نے اپنے اعضا
 کو دیکھا کہ ان پر گوشت از سر نو کیونکر اؤگتا ہے اور ان کے چوڑے اور رگین
 کیونکر باہم وصل پاتے ہیں جب سارا جسم پورا بن گیا حضرت اٹھ بیٹھے اور کہنے
 لگے کہ بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے (۳) ایک اور بڑا گروہ جسکا شمار یہ نہیں

ہو سکتا طاعون کے خوف سے اپنا شہر چھوڑ کر بھاگے تھے انکو خدا نے
 موت دی اور زمانہ دراز تک مردہ پڑے رہے تا انیکہ انکی ہڈیاں بوسیدہ
 ہو گئی تھیں اور جو زندان کے سب جدا جدا ہو گئے تھے اور سب سٹی کی شکل پر
 ہو گئے تھے حضرت خرقیل کو خدا نے برسات سے بھونک کر اس وقت خدا کو پسند
 ہوا تھا کہ اپنی مخلوقات کو اپنی قدرت کا تماشا دکھائے۔ حضرت خرقیل جب
 اس مقام پر گزرے اور زندگان خدا کی شکل انکو نظر آئی تو رحم ان کے حال پر
 آپکو ہوا اور خدا سے دعا کی پس ان کے بدن کے اعضا فراہم ہو گئے اور رونا
 انکی از سر نو ان کے بدن میں آگئیں اور سب کے سب جس حالت سے مرے تھے
 اسی شکل سے اٹھ کھڑے ہوئے ایک آدمی بھی کم از روے شمار کے نہ تھا اور حکم
 خدا زمانہ دراز تک زندہ رہے (ہم) حضرت موسیٰ کے ہمراہ کچھ لوگ گئے تھے
 اور انہوں نے بھی یہ سوال کیا تھا کہ ہکو خدا مجسم کر کے دکھلا دیجئے (جیسا کہ
 سوال اول میں گذر چکا ہے) انکو بھی خدا نے ہلاک کر دیا اور پھر حضرت موسیٰ
 کی درخواست سے وہ سب زندہ ہو گئے میں کہتا ہوں یہ چار لطایر حیات
 اموات کے مذہبی تاریخ سے لکھی جہاں کتب آسمانی بیان کر رہی ہیں اور یہ چار صاحب
 اپنی تفسیر میں انکو کیسے کیسے دلائل سے غلط ثابت کر رہے ہیں جہاں ہم جلد دوم

کتاب ہدایہ انشاء اللہ تعالیٰ لکھیں گے۔ پانچویں نظم تاریخ الفلاسفہ مطبوعہ
 قسطنطنیہ مطبع الجوائب کے صفحہ ۶۴ سے لیجئے حکیم ابیمیندس ۵۵ سال کم سے
 کم ایک غار میں سویا کیا اور بعض کا قول ہے اسی غار میں دسواٹھانوے
 سال رہا اسکا قصہ (جو میرے خیال میں بمقابلہ اصحاب کہف دہر لون نے
 گھڑا ہے) یہ ہے کہ ابیمیندس کے باپ نے ایک روز اسکو ایک بھیر چرائے
 کو پیجا جب وہ پلٹا تو ٹھیک دوپہر کا وقت ہو گیا گرمی زیادہ تھی لہذا ایک
 غار میں جو محفوظ تھا بہ نظر راحت و آرام گھس گیا اور وہاں جا کر سو گیا اور ۵۵
 سال سویا کیا (سب چہونٹے مر گئے انکو بخار بھی نہ آیا) جب اسکی آنکھ کھلی اور
 گمان اسکو یہی تھا کہ بموجب عادت گھنٹہ دو گھنٹہ سویا ہو گا اب اس نے
 اپنی بھیر کو تلاش کیا اسکا پتا کہاں تھا۔ (وہ تو نیچرل صاحب کے پیٹ میں
 ہضم شدہ اب اس غار سے نکلا سطح زمین کو دیکھا تو بالکل اسکی شکل ہی
 بدل گئی ہے اور بھی تعجب ہوا اب یہ دڑا اور اسی جگہ کو گیا جہاں سے اس کے
 باپ نے بھیر چرائے کو اسے بھیجا کیا دیکھتا ہے کہ مساکن یعنی گہر وغیرہ سب
 بدل کر نئی صورت کے ہو گئے ہیں اور جن لوگوں سے یہ کلام کرتا تھا کوئی
 اسکی بات نہ سمجھتا تھا اب یہ شہر آغوس (اپنے وطن) کو حیران پریشان

روانہ ہوا وہاں بھی ایسے لوگ اسکو ملے کہ جنکو کبھی دیکھا ہی نہ تھا اب اس کا
 تعجب اور بھی زیادہ ہوا۔ اب اپنے باپ کے گھر گیا گھر والوں نے پوچھا
 تو کہان سے آیا ہے اور کیا چاہتا ہے یہ پتی گذشتہ رواد سے بیان
 کرتے لگا کسی نے اسکی بات نہ مانی ایک چوٹا بہالی اسکا جو اسی زید ہوتا
 جسروز یہ بھڑھڑانے گیا ہے اور آج وہ سیر فرقت ہو چکا ہے اسنے اسکی
 بات بھی سمجھی مگر بڑی دقت اور تعجب شدید کے بعد (ایمیندس کے اس واقعہ کو
 لوگ معجزہ اور کرامات سمجھے) یعنی جنکو ان واقعہ کا یقین ہوا۔ اور بہت سے
 لوگ تو یہی کہتے رہے کہ یہ دور دراز ملکوں میں سفر کرتا رہا ہے اور چھوٹا قصہ
 بناتا ہے میری غرض اس واقعہ پر شک کے لکھنے سے یہ ہے کہ غیر مذہبی
 تاریخ سے بھی نظیر قصہ اصحاب کہف کی ثابت کروں اور اگر زیادہ مختصر تاریخی
 کیا جائے شاید اور نظایر بھی پیدا ہوں اور طلسم فرنگ میں ڈاکٹر گرے گرے
 کی تشبیحات اصحاب کہف کے قصہ پر ان سب کا جواب پورا ہو جائے انشاء اللہ
 پہر چونکہ میں اس کتاب میں جا بجا ثابت کر رہا ہوں کہ یہ پھر شکن حوادث کو
 خدا اپنی قدرت کی غرض سے ہمیشہ ظاہر کرتا ہے جسکا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ
 انبیاء علیہ السلام کے معجزات کی تصدیق ان سے ہو جاتی ہے پس کیا عجب ہے کہ

حکیم اسماعیل کا ۵۰ سال غار میں سونا فقط اصحاب کہف کے خواب کے محال
ہونے کا ثبوت خدا نے اس سے چاہا ہو۔

عدو شود سبب خیر خدا خواہد۔ خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگ است
اب ہم حضرات سائلین سے پوچھتے ہیں کہ اتنے نفایر تاریخی تو مردوں کے
زندہ کرنے کے موجود ہیں اور انکار منکرین نسبت خیر وہی عالم برزخ کے
برابر چلا آتا ہے کسی تاریخ سے آپ بتلا دیں کہ ان واقعات کے بعد فیصلہ کی
شکوہ اور شبہات منکرین اخبار برزخ میں کچھ بھی کمی ہوئی ہے یا نہیں
لہذا حکیم دانا اور قادر توانا کو ثابت ہو گیا کہ احیاء اموات سے بھی کبھی ان
منکرین کو تشفی نہ ہوگی پھر یہ فعل ہر صدی میں کیوں کیا جائے عقلی جواب
اگرچہ جواب مذکورہ بالا کافی ہے مگر ہم نحرل صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ ہر
صدی میں اگر ایک یا دو یا سو یا ہزار آدمی آپ کے اطمینان قلب کی واسطے
زندہ کئے جائیں اب وہ لوگ کس مشرب کے ہوں اگر پابند مذہب آسمانی
ہوں جب ان کے پیشوا یا ان برحق انبیاء کی خبر وہی گو اپنے نہ مانا حال ان کے
انکی راست گفتاری پر ان کی معجزاتی دلیل تھی پھر بیچارہ استی لوگ جنکی
صداقت پر کوئی دلیل نہیں ہے ان کے بیان پر آپ کو کیونکر اطمینان ہوگا اور

اگر وہ زندہ شدہ لاندہب اور نچرل خیالات کے لوگ ہوں چونکہ انکی
 آزادے خیال اور لاندہب بخوبی معلوم ہے اور جذبہ مائل کی قوت انہیں
 موجود ہے وہ تو یہی چاہیں گے کہ تمام دنیا ہم جیسی ہو جائے اور جس
 عذاب میں ہم عالم برزخ میں گرفتار ہیں سب اس طرح گرفتار ہوں لہذا انہیں
 حالاتِ اصلیہ کا وہ کیوں کرنے لگے وہ تو مرگاہ بنوہ جسنے دار و کی طلبگار
 میں تم سب کو غلط بیانی کر کے اور باغِ سبزد کھلا کر یہی کہیں گے کہ خوبیاں
 اور اُلو اور خوب بدکاری کرو یہی لطفِ زندگی ہے اور ملاؤن کچھ دیکھو سہ
 ہیں نہ پھنسو ہم یوں چین اور آرام سے سیر کرتے ہیں۔ آسان طریقہ
 اس سے بھی زیادہ ہم آپ کو بتلاتے ہیں اور آچھل بڑا چرچا اسکا ہو رہا ہے
 ستخیر ارواح جو بدزلیحہ (پلا نچٹ) اور تختی طلسماتی آپ لوگ کر رہے ہیں
 اور جسکی روح کو چاہا فوراً حاضر ہو گئی اب مرد و نکو زندہ کرنیکی کوئی حاجت
 نہ رہی بس جسکی روح کو چاہئے پکڑیلو انی اور اس کے عالم برزخ میں جو جو
 گذر رہا ہے پوچھ لیجئے مگر مشکل تو یہ ہے بقول ڈاکٹر کری کری صاحب کہ
 معمولِ مسمریزم مردہ کو مردہ نہیں بتلاتا ہے بلکہ جب پوچھو تو یہی کہیگا کہ
 سو رہے ہیں مطلب اس نچرل کا یہ ہے کہ موت کوئی چیز نہیں ہے فقط خوا

مقناطیسی بین آدمی سو جاتا ہے اور مرنا کیسا ہے

مایا مرے نہ جگ مرے۔ مر مر جات سر پر

لینا دنیا تا مرے۔ ساپے کھٹ کبیر

آپ تو نچرل صاحب منکر حشر و نشر ہیں ہمارے مسلمان بھائی بھی بہت سے

ایسے ہیں جنکو مرجیہ فرقہ میں شمار کرتا لایق ہے (اللہمَّ احْفَظْنَا) انکی

حکایت سن لیجے۔ کیسا ہی۔ بدکار شرابی زانی فاسق تمارک اصلوۃ اور

مترکب محرمات شرعیہ ہو اور مر گیا اب جب خواہیں اسکو دیکھیں گے تاج بہشت

سر پر رکھا ہوا اور لباس پہنے ہوئے کسی باغ بہشت میں تخت مرصع پر راج

رہے ہیں جو پوچھو اسے بیانی تم بدکار خلاف شرع نچرل اودہ معاصی تھے

یا تم تو بہشت کے منکر مثل سر سید احمد خان صاحب تھے یہ رتبہ تمکو کنو نکر ملا

جواب دین کہ بیانی صاحب خدا ہمارا نکتہ نواز ہے۔

گا ہے بسلامے برنجند۔ گا ہے بدشتاے خلعت بدند

کامضمون بھی تم نے سنا ہے نہ کسی سیکرٹون برس کی عبادت اور نہ ہمارے

ایک روز کی شراب خواری زنا کاری اعلام اور انکار بہشت و دوزخ کن

ملاؤنکی باتو نہیں پڑے ہو (حق سیرہ) خدا کے بھید خدا ہی جانے جاتا

کام کرو نہیں معلوم خدا کس بات سے راضی ہوتا ہے تیسرا سوال حیدر آباد سے
 خاص آیا نام نہ لوں گا۔ اسکی کیا مصلحت ہے کہ سوائے اہل اسلام کے اور
 کسی مذہب کے صلحا اور متقی اور پابند ارکان مذہبی کیسے ہی عابد و زاہد ہوں
 اُن کا نہ کوئی عمل صحیح اور نہ انکی کوئی عبادت مقبول بلکہ سب زرخیں اور
 فقط مسلمان ہی جنتی ہوں گے۔ فرض کرو کہ صبح تک ایک نبی کی شریعت

جاری تھی اور دوپہر کو دوسرے پیغمبر صاحب آئے اب جتنے لوگ مطیع پیغمبر
 سابق کے تھے دوپہر کے وقت سے کافر ہو گئے اگر اپنی شریعت پر عمل کریں
 یہ بات ہرگز عقل میں نہیں آتی مے اس کے تو صاف اور کھلی ہوئی نفیست
 معلوم ہوتی ہے اور اپنی گرم بازاری اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی اگر خدا
 اپنے بند و نیر رحیم ہے جو سبذہ عمل نیک کریگا اور اسکی بندگی وہ ضرور بخشا جائیگا
 کسی مذہب کا کیون نہ ہو اس سے زیادہ تر عجیب یہ بات ہے کہ اہل اسلام
 نبی نے اپنی امت کے تہتر فرقوں میں سے فقط ایک ہی فرقہ کو ناجی رکھا ہے
 اور بہتر غریق دریا سے عذاب۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہیت میں جگہ کم ہے
 اور دوزخ میں نہایت وسعت ہے جب تو سیکڑوں فرقہ ہائے غیر اسلامی
 اور بہتر فرقہ اسلامی سب دوزخ میں اور ایک فرقہ اور وہ بھی محمول جہنم

میں آج تک اہل اسلام جھگڑتے جھگڑتے مر گئے اور ثابت ہوا کہ وہ کون
 فرقہ ہے جس میں سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں وہی جنتی ہے۔ ایسی ایسی باتیں
 خلاف عقل اور خلاف انصاف شکر کوئی آدمی صاحب عقل دین اسلام کو قبول کر سکتا
 اس لئے کہ اگر مسلمان بھی ہوا تو پھر بہتر کے جھگڑے سے کب نجات ملیگی اور عجیب
 کشاکشی میں پڑے گا۔ جواب اس شبہ کا جواب کسی قدر تو ہم نے صفحہ ۴۶
 میں اسی کتاب کے لکھ دیا ہے لغایت صفحہ ۴۹ اب ایک مثال ہم بتا رہے
 واضح ایسی لکھتے ہیں جس سے آپلی سمجھ میں آجائے گا کہ مذہب ایسی چیز نہیں ہے کہ
 ایک وقت میں دو اور چار اور دس ہوں مذہب صراط مستقیم کو کہتے ہیں اور
 صراط مستقیم سیدھے خط پر ہوتی ہے۔ بانی مذہب پیغمبر اور جس راہ کو پیغمبر بتلاتا
 وہی راہ بطرف خدا کے پہنچانے والی ہے بلاشبہ دو نقطہ فرض کرو اور اسی
 فرض سے بخوبی تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ خط مستقیم جو دو نقطوں سے ملتا ہے
 سوائے ایک خط کے دوسرے ہرگز ہو نہیں سکتا۔ مثلاً نقطہ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰)
 پس سوائے ایک خط درمیانی کے جو سب سے چھوٹا ہے اور کوئی خط مستقیم
 ہو گا اور وہی خط سیدھا ہے اگر اسی پر چلین تو صراط مستقیم وہی ہو گا اور سب
 راہیں کج اور تیرہی ہوں گی۔ اب دیکھو کہ صراط مستقیم یعنی مذہب کا منہتی یعنی

جہان مذہب پر چلنے سے ہم کو پہنچنا مطلوب ہے۔ وہ تقرب بارگاہ اقدس الہی
 وہ تو ہمیشہ ایک ہے اور سبدا یعنی پیغمبر بدل بدل کر آتے رہے اور اسکی حکمت
 کا بیان دوسری بحث میں پڑے گا۔ اب نقطہ سبدا کے بدل جانے سے وہ خط مستقیم
 جو پہلے تھا ضرور بدل جائیگا۔ اسلئے کہ ایک خط مستقیم کے دوسرے اور دو
 سبدا نہیں ہو سکتے اب مطلب یہ ہوا کہ ہر نبی کے زمانہ میں صراط مستقیم باعتبار
 سبدا کے جدا گانہ ہوگی لہذا ہم کو اگر صراط مستقیم پر چلنا ہے تو اسی نبی سے اس
 راہ کی ابتدا اور ضروری سمجھیں۔ اس بات کو بیان اصول موضوعہ میں رکھو کہ
 تبدیل انبیاء ضروری امر ہے اور یہ بھی تسلیم کر لو کہ تبدیل انبیاء سے غرض تبدیل
 احکام شریعت بنظر اصلاح نظام عالم ہوتی ہے۔ پہر جب خط مستقیم اور صراط مستقیم
 یہی تھیری کہ ہر نبی کے زمانہ نبوت میں جو راہ کہ بندہ کو خدا تک پہنچاتی ہے
 اسکا سبدا اور شروع اسی نبی سے ہوتا ہے اب بدون پیروی اسی نبی کے
 اگر ہم راہ خدا کے طلبگار ہوں گے تو راہ راست ہم کو ہرگز نہ ملیگی اور جب راہ
 راست نہ ملے تو کج رفتاری ضرور ہوگی اور کج رفتاری سے وصول منزل مقصود کا
 ہرگز یقین نہ ہوگا اور کج بھوکرن کھانپنے اور کیا امید ہوگی۔
 خلافت پیغمبر سے رہ گزید۔ کہ ہرگز یہ منزل نخواہد رسید

پہر جو لوگ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت پر چلتے تھے اور اپنے
 ہاؤسے زمانہ حضرت عیسیٰ کی پیروی نہ کرتے تھے ضرور وہ راہ راست الگ تھی
 ۵ راستی موجب رضا سے خداست۔ کج رفتار سی خدا کو ہرگز پسند نہیں ہے
 دوسری بات یہ بھی سمجھو کہ تبدیل شریعت انبیاء سے خدا کی عرض ہی ہوتی ہے کہ
 تمام خلائق اس جدید شریعت اور نبی موجود کی پیروی کرے یہ عرض نہیں ہے کہ
 جو لوگ کسی شریعت پر چل رہے ہیں وہ تو اپنے دین پر چلے جائیں فقط سیدین
 اور کفار اسی نبی پر ایمان لائیں اور کسی مقتن قانون کی بھی عرض نہیں ہوتی کہ
 یہ پچھلا قانون بھی باقی رہے اور نیا قانون بھی جاری ہو بلکہ پچھلے قانون کے
 جو احکام مستوخ نہیں ہوئے انکو بھی اسی جدید قانون سے لینا ضرور ہے اور
 کیون ضرور ہے اسکو اصول علم قانون کے پڑھے ہوئے کسی بشرط لا سے
 پوچھو یہ بھی ضرور سمجھنا چاہئے کہ شریعت کے احکام اور عقاید میں سب سے زیادہ
 تقلید احکام عبادات میں ضروری ہے جنکو ہم نے احکام توقیفی لکھا ہے
 (صفحہ) مطلب یہ ہے کہ عبادت جو مطلوب الہی ہے اسکو نہ چوں حرام زمانہ
 صاحب شریعت ہی کے حکم سے ادا کرنا لازم ہے اور عبادات کے مسائل کو
 ہمنے اوپر کے ابواب میں ثابت کر دیا ہے کہ ان میں عقلی چھ میگوئی کو ہرگز

دخل نہیں ہے اب کیسا ہی عابد اور زاہد غیر مذہب کا فرض کرو اگر عبادات کی
 بجا آوری میں پیروی بانی شریعت موجودہ کی نہیں کرتا ہے ہرگز وہ عبادت
 مطلوب بارگاہ عزت نہیں ہے۔ عبادت خاص حق معبود ہے اور خاص موصول
 قربت الہی اور نجات دہندہ عقاب اور اول درجہ کی غرض بعثت انبیاء سے
 یہی ہے اگرچہ ہم مصالح اور حکمتہائے الہیہ کو جو ارکان اور افعال عبادات میں
 زمین بقدر اپنے فہم کے بیان کریں گے مگر اسمین زیادہ چون چرا کرنا ہی ہماری
 نواہی ہے پر چونکہ احکام عبادات میں بندوں کا نفع عاجل نہیں ہے یعنی مثلاً
 ہم نماز پڑھتے ہیں سوا کے نجات اخروی کے بظاہر اس وقت ہم کو کسی طرح کا نفع
 دنیوی ناسے نہیں ہے۔ لہذا اسمین کسل اور تہاؤن اور اسکی سبب محنت اور
 تعجب ہونے پر اکثر ہم کو ہمارا منغویا غوا کرتا ہے پس ضرور ہے کہ ہم ہاؤے برحق
 جسکی شریعت آج بھی جاری ہے اُسکے فرمودہ احکام اور قواعد پر کار بند ہوں کہ
 اور تغیر اور تبدیل کا احتمال بھی عبادات ہی کے احکام میں زیادہ ہے اب مجھ پر یہ
 بھی بیان کرنا ضرور ہے اور تاریخ انبیاء اسکی شاہد ہے کہ انبیاء و قسم کے آخر
 ایک تو صاحب شریعت جدیدہ اور دوسرے موجد شریعت کسی نبی کی انکی
 جدید شریعت نہ تھی صاحبان شریعت جہان تک ہم کو علم ہے چار نبی گذرے

گو حضرت آدم کی بھی شریعت کا ہم اعتقاد کرتے ہیں مگر چونکہ قلت افراد انسانی
 زمانہ تھا لہذا ایسے قانون انتظامی کا لغو و اسوقت ضروری تھا جیسا کہ بعد حضرت
 کے ہوا اب زیادہ تر انبیاء ہی حضرات ہیں جو کسی نبی کی شریعت کے جرائے
 احکام کی غرض سے آئے ان کے زمانہ نبوت میں تبدیل احکام شریعت موجودہ
 کی ضرورت نہ تھی ان کے زمانہ میں بھی وہ نہیں عبادات اور احکام کی پابندی
 جمیع خلایق کو واجب تھی جسکی شریعت کی تائید اور تسدید کی غرض تشریف
 لائے تھے اور جو کوئی اس شریعت کے خلاف کسی اور مقدم شریعت پر چلنا
 چاہتا تھا اسکو ہر طرح سے اسی شریعت موجودہ پر چلنے کو واجب فرماتے تھے بلکہ
 ہمارے نبی حضرت عیسیٰ اگرچہ صاحب شریعت بھی تھے انجیل حضرت پر نازل
 ہوئی مگر یہی فرماتے تھے کہ میں تو ریت کی تائید کرنے آیا ہوں یہ کیا یہود
 جنہوں نے حضرت عیسیٰ کے احکام کو نہ مانا اور برابر مخالفت کرتے رہے اور
 دوامی بقائے دین موسوی پر اڑے رہے نصاریٰ انکو جنتی کہہ سکتے ہیں
 جو ہم اہل اسلام نصاریٰ اور یہود کو اپنی خاطر سے جنتی کہہ دیں اگر آپ یہ کہیں کہ
 ہم کل اہل مذہب پر یہ اعتراض عموماً کرتے ہیں اور ہم کہ اس عقیدہ نصاریٰ
 پسند کرتے ہیں اسکا جواب تفصیلی یہ ہے تفصیلی جواب آپ پر شبہ کی

بنا اسی پر ہے کہ جو کوئی نیک عمل کرے اس سے خدا راضی ہو گا۔ (الکثری) کوئی مانا جائے اور یہ بات ضروری ہے مگر نیک عمل کی دو قسم ہیں قسم اول تو ایسے اعمال صالحہ جو بھی بدل نہیں سکتے جیسے سچ بولنا ترک زنا اور مال حلال کو صرف میں لانا طہارت سے رہنا اور بعض عمل خیر ایسے ہیں کہ مقتضایہ وقت انکی تبدیل بھی ضرور ہوتی ہے عبادت وہ عمل ہے کہ اسکے طریقہ ہر زمانہ میں جو طریقہ مطلوب الہی ہوتا ہے وہی عمل خیر ہے اور اسکے سوا اُس زمانہ میں عمل خیر نہیں ہوتا ہے یہ عمل خیر ایسا نہیں ہے کہ اس میں تبدیل نہ ہو۔ اب فرض کرو کہ ایک نبی نے کسی قسم کی عبادت کا حکم اپنی امت کو دیا اور دوسرے نبی نے اُسکے عوض دوسری عبادت جاری فرمائی اور اُسکو منع کر دیا اب اگر اسکو ہم نبی البدل اور اُسکے حکم کو حکم خدا تسلیم کرتے ہیں پہر تو عبادت ممنوعہ ہم کیسے ہی پورے طور سے کرین تقرب اور رضائے الہی کبھی اس عبادت سے ہتوگی اسلئے کہ جو امر ممنوع اور ناشروع ہو چکا خلاف مرضی الہی ضرور ہو گا اب اگر دین محمدی خواہ دین عیسوی یا دین موسوی سب دین مانے جائیں ہر ایک نبی کے زمانہ نبوت میں وہی عبادت صحیح ہوگی جسکا حکم وہ نبی خدا کی طرف سے لایا ہے لہذا عابد غیر مطیع شریعت موجودہ اپنے پہلے طریقہ کی

عبادت میں ہرگز مستحق ثواب نہ ہوگا اور نہ وہ عابد کہلائے گا بلکہ اسکی عبادت
 ہی باطل ہوگی اب یہی بات باقی رہی کہ سابق کے طریقہ کی عبادت میں کیا
 برائی تھی جو منسوخ ہوئی یہ غلط بحث ہے اور دوسرے شبہ سے حاصل اس
 شبہ کا جواب تو ہو چکا کہ سوائے اہل اسلام کے اور سب مذاہب کے عابد زما
 مستحق اور پیر پیر گار دوزخی کیوں ہیں بالنع شرائع کا شبہ اسکا جواب صنفین
 اسی کتاب کے پڑھو شہر فرقہ اہل اسلام کے انہیں ایک ناجی ہے اور
 ناری اگر انصاف کیجئے تو یہی ارشاد ہمارے نبی کا پوری دلیل ہے کہ خود نبی
 اور خود نمائی اور اپنی گرم بازاری حضرت کو منظور نہ تھی بلکہ محض سچے و سدا
 فرستادہ تھے اسلئے کہ اگر اپنی امت کے سب فرقوں کو حضرت ناجی فرماتے
 یعنی میری امت کیسی ہی بد راہ اور بدکار اور فاسد المذہب ہو مگر چونکہ
 میری امت ہے ضرور ناجی ہوگی یہ حکم البتہ پوری نفسانیت پر دلیل ہوتا
 اور جب یہ فرمایا کہ وہی فرقہ جو راہ راست اور صراط مستقیم پر میری امت میں ہوگا
 وہی جنتی اور ناجی ہے اس سے زیادہ حق کو نشی اور حق پرستی اور انصاف کیا ہو سکتا
 اور اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ مذہب حق ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے اور جب
 اپنی امت میں سوائے ایک مذہب کے دوسرا ناجی ہونا ارشاد فرمایا تو غیر اسلام

مذاہب کی پابندی کیونکر ناجی رہی اس لئے کہ بہتر فرقہ ناری نبوت آخر الزمان کے
 ضرورت قابل ہیں جو دوسرا جزا ایمان کا مذاہب آسمانی میں ہے اور دوسرے
 مذاہب والے تو آخری پیغمبر کی نبوت ہی کے قابل نہیں ہیں جس کے انکار سے
 ہزاروں سیال شریعت کا انکار لازم آتا ہے یہ وہ کیونکر ناجی ہو سکتے ہیں۔
 اب ہاتھ فرقہ مسلمین کا جھگڑا اور مجہول ہونا فرقہ ناجیہ کا انہیں سے اس
 اعتراض کا منصب فرقہ پیغمبر یہ کہ نہیں ہے پہلے دین اسلام اور نبوت ہمارا
 بنی کو مسلم مان لیجئے اسکے بعد جو فرقہ ناجی اس است کا ہے اس کی شناخت
 بہت آسانی سے آپ کو بموجب ارشاد اور ہدایت قرآن مجید اور اپنے نبی کے
 اہل اسلام کرادین گے۔ مذہبی جھگڑا میری کی امت میں برابر چلا آیا ہے اور جو
 فرقہ سچے دین پر اسی نبی کے تھا وہی ہمیشہ سچا موسائی اور سچا عیسائی اور
 سچا محمدی کہلا یا ہے اور اختلاف اور نزاع باہمی سے استہائے محمدی اور امتہا
 گذشتہ میں کسی نبی کا دین باطل نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ دوزخ میں جگہ
 زیادہ ہے اور بہشت میں کم ہے۔ یہ سخریہ اور استہزا کا مقولہ ہے اس کا جواب دنیا
 اہل مذاہب آسمانی پر ضرور نہیں ہے جب آپ مذاہب کو صحیح مان لینگے تو آپ کو
 یہ بھی ضرور ماننا پڑے گا کہ ایک ایک آدمی کو بہشت میں کس قدر جگہ ملیگی اور اہل

دوزخ کو یہ وسیع جگہ نصیب نہوگی اس مقالہ سے وسعت دوزخ اور بہشت
کا مسئلہ قابل بحث کے نہیں ہے۔ خداوند عالم ہدایت کرے۔

باب بیسواں^(۳۰) نیچری مذہب کی اسبت اور اس کے اغراض
اور مقاصد نظام عالم کے برہم کرنے والے اور ابطال انکا
اور اصول باحت و اشتراک عام

ہمارے بعض ہندوستانی بیانی جو نیچریت کا دم بہرتے ہیں انکو تو یہ بھی خبر نہیں
کیہ نیچری فرقہ کے اصول کیا ہیں اور ان اصول کے جاری ہونے سے دنیا
میں کیسی خرابی پیدا ہوتی ہے (دین تو درکنار) لہذا ہم کو ضرور ہے کہ نیچری
فرقہ کی ابتداء سے یہ جاری ہوا اور اس کے اصول برہم کنندہ انتظام عالم
اور اس کے فرقہ اور گروہ جس قدر پیدا ہو چکی اور جو خرابیاں ان بدکاروں کی وجہ سے
سلطنت ہاسے دیوی اور انتظام دینی میں ہوئیں ان سب کو عام ناظرین کے
آگاہ کرنے کی غرض سے لکھیں اور تاریخی ثبوت کے علاوہ عقلی دلائل سے بھی
نیچری خیالات کا خراب اور مفہم بحق تخلیق ہونا ثابت کہ سن اور وہ دلائل
ایسے عام فہم اور بدیہی ہوں جنکو اہل مذہب اور لامذہب سب کو تسلیم کرین نیچر کے
معنی طبیعت کے ہیں اور فریج زبانین (نالور) اسی نیچر کو کہتے ہیں یہ فرقہ

وہی فرقہ دہریہ کا ہے جو حضرت عیسیٰ کی ولادت سے پہلے ایک سو برس خواہ کچھ
 کم و بیش پیدا ہوا ہے اور یونانی حدود میں پہلے اسکا ٹھکانہ ہوا ہے اور پھر جایا
 پھیلایا ہے۔ (۱) دیوجنس (۲) اقراطیس (۳) سیرمون (۴) ایستور (۵) پون
 (۶) استیب (۷) دی کارٹش (۸) جان لاک (۹) بیشاپ برکلی (۱۰) ہوم
 اور اسی طرح بہت سے دہریہ اور نچرل گزرے ہیں جنکے اقوال و اہمیت سے
 تاریخی کتب بھری ہوئی ہیں۔ تاریخ جہان یہ بتلاتی ہے وہاں فسادات
 جو اس گروہ نے برپائے ہیں وہ بھی ظاہر کرتی ہے اصول نچریہ عام
 اصول میں فقط وہی اصول ایسے ہیں جن پر بنا اس مذہب کی ہے (۱)
 اباحت عامہ یعنی ہر چیز ہر شخص کو مباح اور جائز ہے (۲) اشتراک عام یعنی
 ہر ایک چیز میں کل افراد انسانی کا حق برابر ہے اور سب شریک ہیں اور ان
 دونوں اصول کا پورا رواج بدوں اسکے نہیں ہو سکتا ہے کہ دین کوئی سنا
 فرض کرو جب تک اسکی پابندی (تقلید) ترک نہ ہوگی ہرگز اباحت عامہ اور
 اشتراک عام جاری نہ ہوگا۔ پھر چونکہ قانون سلطنت بھی قریب قریب قانون
 مذہبی کے ہوتا ہے لہذا سلطنت نوعی اور شخصی دونوں کے قانون کی پابندی
 عام اباحت اور عام شریعت کا قانون جاری نہ ہوگا پس پاشاہ کا قتل کرنا

اور سلطنت کا مشا و دنیا یہ بھی ضرور ہے چنانچہ فرقہ بابی اہل اسلام میں اور
 نہایت انارکسٹ وغیرہ جو آجکل یورپ میں ہیں اور شاہ ایران اور زار
 روس اور پریسیدنٹ امریکہ جو ابھی چند روز ہوئے قتل ہوا یہ سب تاج افکار
 انہیں فرقہ ہائے نخریہ کہتے ہیں۔ اباحت عام کا نتیجہ یہ ہے کہ زمین و مال
 گہر بار کل اشیاء موجودہ دنیا کیسکی ملک خاص سے نہیں بلکہ سب آدمی پر
 چیزیں برابر شریک ہیں جو جسکو مل جائے اسکو تصرف کرے مباح ہے اور
 قبضہ کسی کا دوسرے کے تصرف کو مانع نہیں ہے۔ اس قاعدہ کے صحیح بننے
 سے جتنے قوانین استحقاق اور ملکیت اور اثبات حقوق کے ہیں
 سب باطل ہو گئے اور دیوانی بلکہ عدالت مال کے قوانین سب لغو ہو گئے
 و حسیطت کے تو اسی قانون اباحت عام نے باطل کر دے مثلاً ہم نے
 کسی سے دو ہزار روپیہ قرض لئے چونکہ وہ روپیہ ہمکو تصرف کرنا بہ نظر اباحت
 عام کے جائز تھا اب ادا سے قرض کی ضرورت نہیں ہے یعنی وہ روپیہ
 واصل قرض و ہتدہ کا نہ تھا جو اسکو استحقاق ملکیت کی راہ سے ہم پر عوی
 کر سکی قابلیت ہو۔ اب اباحت عامہ کی نظر سے ان روپیوں کا تصرف کر
 والنا ہمکو مباح تھا اسبطح حق (بضیع) یعنی جو حق نکاح کر نیسے مرد کو اپنی

منکوحہ سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہی عورت ہر ایک
 مرد پر مباح اور جائز ہے۔ بھائی پر بہن اور باپ پر دختر اور سپر پر مادر وغیرہ
 وغیرہ اور برماندرس حکیم نے اپنی مان سے دن دھاڑے زنا کیا ہے
 اباحت عام کے اصول پر۔ آپکو یاد دلاتا ہوں کہ مور مندا آخری جنرل نخرل
 جو کہ پہلے ممالک انگلینڈ میں تھا اور آخر میں امریکہ میں پہنچا اور وہاں جا کر
 اباحت اور اشتراک کی ترویج کی نظر سے دو کمپانی تشکیل بنائیں ایک
 مرد مومن دوسری عورت مومنہ اور کہہ دیا کہ ہر ایک مرد ہر عورت پر نظر
 اشتراک اور اباحت عامہ کے تصرف کر سکتا ہے اور اسی وجہ سے اوسکے
 فرقہ کی کسی عورت سے اگر پوچھا جائے تو کسی عورت سے کہیں زن
 کمپانی اور جوانکی اولاد سے پوچھا جائے کہ تو کس کا بچہ ہے جواب دیا کہ
 جماعت کا بچہ ہوں۔ ملا جمال الدین حسینی کہتے ہیں کہ ابھی شرارہ شریف
 اس گروہ کا چاہ ویل کمپانی سے باہر نہیں آیا ہے اور خدا جانے کس وقت
 شرارہ اسکا دنیا میں پھیلے گا خاتمان انسان کو خراب کریگا مین کہتا ہوں
 اور گویا چشم دید حکایت ہے مگر ثبوت اسکا میرے پاس نہیں ہے لہذا درج
 کتاب کرنا مناسب نہیں ہے ورنہ لکھنؤ پورانی ملک سال کے سامنے جو قصہ

ایک دہریہ ایرانی اور اسکی تعلیم اباحت اور اشتراک عام کا گزرا ہے اور
سیرے ایک بزرگ حکیم سید اکبر علیخان مرحوم جنہوں نے حیدر آباد میں
ابھی چند روز ہوئے انتقال فرمایا ہے مجھ سے بیان کیا ہے اس تاریخی
بیان ملا جمال الدین صاحب کی پوری نظیر ہے۔ اسی بخیری تعلیم کا ایک
نمونہ حاجی محمد اسماعیل خالصا صاحب کی تقریر دربارہ رسم و رواج کا وہ جملہ
پڑھ لیجئے جو معارف جلد نمبر ۹ مطبوعہ حکیم مارچ ۱۹۹۰ء کے صفحہ ۳۷۲ کا لم
اول میں درج ہے قولہ حیدر آباد اور بمبئی میں ایسے مسلمان ^{غنی} بین موجود ہیں
جنہوں نے پردہ استوائ کی مخالفت عداً ثابت کر دی اور انکے خاندان کی
لیڈیان نے تکلف یا نہر نکلتی ہیں مگر چونکہ اس وقت تک مسلمان لوگ اس
رسم کے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے ہیں اسلئے چند روشن ضمیروں کے
اس عمل کا کچھ اثر نہیں ہوا ہے۔ انتہی میں کہتا ہوں کہ یہ عورتوں کو سہارا
پھراتا جسکو مولوی محمد اسماعیل خالصا صاحب روشن ضمیری سے ملقب
فرماتے ہیں اسی قاعدہ اباحت پر مبنی ہے یعنی ہر شخص کو ہر چیز حلال ہے یا
اشتراک عام کے قاعدہ پر یعنی ہر کو چہ و بازار کی سیر اور ہر نامحرم سے نظر
بازی اور اختلاط اور ہر شرک اور مجمع عام میں پھرنے جیسا کہ مرد و عورتوں کے

اُسی طرح عورتوں کو بھی اسلئے کہ چشم بنیانیچر نے دونوں کو باشتراک دی ہے
 پھر کیا سبب ہے کہ مرد کی آنکھ ان اشیاء کی طرف دیکھنے سے تنگی حاصل
 کرے اور عورت کی آنکھ اس تماشاے عالم کے دیکھنے سے محروم رہے روشن
 ضمیری پوری پوری تو یہ ہے کہ مسجد میں شراب پیکر حقیقی ہیں اور دختر سے
 ہم بستری کیجائے اور جو لذت اسوقت پیدا ہو زبان پر بھی کلمہ جاری ہو کہ
 شریعت محمدی نے جو دہو کہ دیکر دختر اور خواہر اور مادر سے ہم بستری کو حرام
 کر دیا ہوتا آج اباحت کی روشنی نے وہ پردہ اٹھا دیا اور آنکھیں کھل گئیں
 میں گواہانِ رویت واقعہ ہذا لانیسے مجبور ہوں ورنہ صاف کہہ دیتا کہ یہ واقعہ
 ہو چکا ہے۔ مگر تبود و رس حکیم اور ارتیب فیلسوف کی تعلیم کو پیش کرتا ہوں جسے
 صاف کہہ دیا کہ زنا اور شرک اور چوری سب کچھ آدمی کو جائز ہے اور کچھ قباہت
 نہیں جب آدمی سمجھ لے کہ یہ سب باتیں جاہل اور عوام کے خیال میں ہی ہیں
 ورنہ دراصل انہیں کوئی برائی نہیں ہے ہزاروں لطائف تاریخی فرقہ قیروا نہیں
 اور کلہ بین کے موجود ہیں جسے تاریخ کی کتب بہری ہوئی ہیں۔ آپ کو روشن
 ضمیری کے لفظ جو حاجی محمد اسماعیل خان صاحب بولتے ہیں اُسی سے تصدیق
 ہو جائیگی کہ وہی لوگ روشن ضمیر ہیں جو اپنی عورتوں کو بے دھڑک سر بازار لئے

ہوئے پیرین ورنہ تیرہ درون اور کور باطن میں اور اسی نمبر معارف کے
 صفحہ ۲۶۷ میں سرسید صاحب کے لایف مین مولوی حالی صاحب کے ارشاد
 فرمایا ہے کہ سرسید نے تقلید کی جڑ کاٹی ہے۔ اور کابھی مطلب یہی ہے کہ مذہبی
 تقلید کی جڑ سید صاحب نے کاٹی ہے تقلید سے مراد پابندی اصول مذہبی
 یا اصول عقلی کی ہے نیچر لوئی کارروائی کے طریقہ جب اشتراک عام
 اور اباحت عامہ نہیں دونوں اصول پر بنا مذہب کی ٹھیری اور قوانین سلطنت
 اور نیز قوانین شریعت دونوں اشتراک اور اباحت کے دشمن ہیں اور نظام عام
 بدون اسکے درست نہیں رہ سکتا کہ حفاظت حقوق انسانی بلکہ حقوق حیوانی
 پوری کیجئے میرا مال اور ملک مخصوص دوسرے کے دست برد سے بچانا
 خواہ وہ دست برد بذریعہ غصب کے ہو یا جہوئی نالیش فریاد کر کے حاکم کو دہو
 دہی دیکر اور فروخت کرنے والے کا حق واجب خرید کرنے والیکے حق سے
 جدا کیا جائے کیسکی^(۲) زن منکوحہ پر بدون افتراق صحیح کے جو حسب کا طریقہ ہے
 دوسرے تصرف نہ کر سکے کیسکی^(۳) زمین موروثی پر دوسرا شخص بدون استحقاق
 صحیح کے بیجا مداخلت نہ کر سکے ا زمین قبل جملہ قوانین تمدنی اور اشتراک اور
 اباحت عام ان سبکی جڑ کاٹنے کے اصول ہیں۔ اب پہلے سب سے نیچری فرقہ کا

اہتمام بھی ہوتا ہے کہ سلطنت کے قواعد یا شریعت کے اصول جیت تک رہم رہم
 ہونگے اشتراک اور اباحت کے اصول کی پابندی اور رواج ہوسکے گا۔ کرک
 (یونان) اور عجم اور فرانس اور دیگر سلطنت اور سلاطین کی ہلاکت اور تباہی
 اور بالفعل بایں فرقہ کے ہاتھ سے ایران میں ہزاروں کی خون ریزی سب نتائج
 اسی فرقہ کے ہیں جنکو میں جستہ جستہ بیان کروں گا انشاء اللہ۔

عوام ہند بلکہ اکثر اوسط درجہ کے آدمی چونکہ نتائج فاسدہ اباحت اور اشتراک
 سے آگاہ نہیں ہیں اور دام تزویر میں آکر راہ راست سے بہک جاتے ہیں لہذا
 ہم کو ضرور ہے کہ اصول فریب دہی نہ چرپان کو مع ان کے فروع اور نتائج کے
 تفصیل بیان کریں اور عقلی دلائل کے ساتھ تاریخی واقعات بھی بطور سند کے
 پیش کریں۔ انتظام عالم کی بنیاد تراز سے آدمی کو یہ سبب پابندی
 کسی مذہب اور دین کے نہیں امور اعتقادی اور تین خصلتیں ایسی حاصل
 ہونی ہیں کہ ہر ایک ان امور شش گانہ میں سے ایک رکن مضبوط ہے
 بقا دین اور بقا اجتماع افراد انسانی کا اور بقدر عمدگی اور ترقی اور استحکام
 قومی پیدا ہوتا ہے انہیں چپہ مور سے پیدا ہوتا ہے پہلا اعتقاد کہ آدمی
 اشرف مخلوقات ہے۔ دوسرا اعتقاد کہ میر دین سچا ہے اور سب دین باطل

اور گمراہی کے ہیں تیسرے عقیدہ یقین اس بات پر کہ آدمی اس دنیا میں کم
 درحقیقت بیت الاخران ہے اسی غرض سے آیا ہے کہ دوسرے عالم جاوے
 کیواسطے کمالات لائقہ حاصل کرے تاکہ عالم دیگر میں کہ افضل اور اعلیٰ ہے
 متصف بہ کمال ہو کر پہنچے اب دوسرے عقیدہ کہ سیر سپا دین ہے اگرچہ پہلے مذہب
 کو ہے کہ ان میں ادیان باطلہ بھی داخل ہیں مگر یہی عقیدہ ہر صاحب مذہب کے
 تحقیق مذہبی پر آمادہ کرتا ہے اور سپا دین اسکو نصیب کر دیتا ہے جسکو
 میں صفحہ ۳۴ میں لکھ چکا ہوں۔ اب رہے تین صفات اور تین خصال حمیدہ
 جو پابندی مذہب سے پیدا ہوتے ہیں پہلی خصلت حیا کی ہے دوسری
 خصلت امانت کی ہے تیسری خصلت صداقت اور راست گفتاری کی
 اب یہ امور شش گانہ ایسے ہیں کہ بقا نظام عالم اور خواہش تکمیل افراد انسان
 اور حفظ ناموس اور درستی سلسلہ انتظام دنیا پس انہیں پر موقوف ہے
 تفصیلی بیان فواید اور نتائج شش گانہ کا طولانی ہے مگر اتنا میں ضرور
 کہوں گا کہ اگر آدمی کو اپنے اشرف مخلوقات ہونے کا عقیدہ نہ ہو ہرگز اشرف
 اعمال کے درپے نہوگا ورنہ کیجئے کہ رذیل قوم آدمیوں میں جیسے جیگی اور جبار
 وغیرہ چونکہ انکو اذل خلایق ہونیکا عقیدہ ہوتا ہے وہی اعمال خسیہ

کرتے ہیں جو زالت کے لائق ہے اس عقیدہ کے توڑ نیکی فکر (یعنی انسان
 اشرف مخلوقات ہے) نیچر لوں نے یہ کی ہے۔ ایسی طور حکیم کہتا ہے کہ آدمی
 بسبب خود پسندی کے چونکہ مبتلا ہے کبر اور غرور ہے ایسا خیال کرتا ہے کہ جمیع
 مخلوقات سے افضل ہے اور جملہ اشیا اسکے واسطے مخلوق ہوئے ہیں حالانکہ
 آدمی کو کسی حیوان پر فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی چرمین حیوانات سے
 افضل ہے عقل انسانی اور عقل حیوانی میں فقط کمی مستی مقدار کا فرق ہے
 بلکہ براہ فطرت آدمی جملہ حیوانات سے کمتر اور ناقص ہے جس قدر صنایع آدمی
 کو ہم پہنچی ہیں سب حیوانات سے اس نے سیکھی ہیں کپڑا بننا مکڑی سے
 عمارت بنانی شہد مکھی سے محل اور صومع (گرجا) طیار کرنی سپید حیوی سے
 ذخیرہ جمع کرنا غلہ کا مورچہ سے فن موسیقی بلبل سے آدمی نے سیکھا ہے پر کیا
 فخر اسکو ہوا یہ بھی نیچر لوں کا قول ہے کہ بندر کی اگر تعلیم کی جائے وہی
 کام کر لگا جو آدمی کرتا ہے اور دراصل بندر اور آدمی ایک ہی چیز ہے۔
 مطلب اس دہر یہ کا یہ ہے کہ حسب طرح حیوانات اشتراک اور اباحت میں
 بے کھٹکے بسر کرتے ہیں نہ مانکی تمیز اور نہ ہیں کی اور نہ دختر کی اور پوری لذت
 انکو نصیب ہے اسی طرح آدمی کو لازم ہے کہ تقلید اوہام و اہیہ کو چھوڑ کر

آزادی سے کھانے پینے میں اور دیگر لذات جسمانی میں بسر کرے۔

یونانیوں کی بربادی پھر یون کے سبب

یہ فرقہ یعنی اسبقوریان کا ظہور یونان میں ہوا اور بنام حکیم مشہور ہو کر اور وہ زمانہ ترقی یونان کا جنکو یہ عقیدہ تھا کہ انکی قوم اشرف جمیع عالم سے ہے انہیں عقاید جلیلہ مذکورہ بالا کی بدولت علاوہ ترقی کمالات علمیہ کے سلطنت فارس کا ساہائے دراز تک مقابلہ کیا حالانکہ سلطنت فارس لوہاجی کا شہر استنبول تک پہنچ گئی تھی اور اپنی خواری اور سنگ کا خیال کر کے کہ ہم دوسری قوم کے غلام نہ بنیں آخر کار سلطنت فارس کو زیر و زبر کر کے ہندوستان تک دست درازی کرنے لگے امانت کی صفت انہیں ایسی ہے کہ اپنی موت کو خیانت پر ترجیح دیتے تھے چنانچہ مشہور سورکلیس باوجودیکہ یونانیوں نے اسکو بے جا آوری خدمت نمایان اور غلبہ کرنے فارس پر ملک بدر کر دیا تھا اور تا چارہو کر فارس میں پناہ گزین ہوا تھا اور اپنی قوم سے بڑا رنج اسے پہونچا تھا مگر جب مکر سنس نے اسکو حکم دیا کہ امیر لشکر فارس ہو کر یونان کو فتح کرادے حمیت قومی اور امانت نے اسے مجبور کیا کہ زہر کھا کر مر گیا اور راضی نہوا کہ اپنی قوم یونانی سے خیانت کرے مگر پھر یہ خیالات

فرقہ ابیکوری نے یونانیوں کو ایسا خراب کر دیا کہ شرم اور حیا سب کچھ
 اُن سے جاتی رہی پہلی تعلیم تو ابیکوریوں کی یہ تھی کہ آدمی اشرق المخلوقات
 ہنن ہے بلکہ جملہ حیوانات سے بھی بدتر ہے جیسا کہ اوپر گذرا ہمارے
 زمانہ کے نچرل بھی تفاخریہ کی سُخویں سے اپنی اپنی آرٹیکلون میں
 انسانی مفاخرت کو دلائل و اسبہ سے مٹانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں
 دیکھو صفحہ ۲۸ نمبر ۹ مذکور معارف کو اور اسکو ہم پھر آئندہ لکھیں گے پھر جب
 ابیکوریوں نے دیکھا کہ انکی تعلیمات یونانیوں میں بسبب شرم اور حیا کے
 ہرگز اثر نہ کر سکی اب درپے اسکے ہوئے کہ شرم و حیا کی خرابیاں ظاہر کریں
 دیو جنیس حکیم نے صاف صاف کہہ دیا کہ حیا کا سبب ضعف قلب ہے
 قوی دل آدمی کبھی شرم و حیا ہنن کرتا ہے اسنے تو عام طور کی حیا کو
 قلب سے منسوب کیا اور حکیم اوطیس نے میتر و قلیس کو گوز سے شرمانے پر
 بری توجیح کر کے اسکو بے حیا کر دیا دیکھو صفحہ ۳۳ استصار الاسلام کو یعنی
 علی کارروائی بھی کر کے دکھا دی جیسے بقول محمد اسمعیل خان صاحب مہی
 اور حیدر آباد کے جنگیں اپنی عورتوں کو سہر بازار لئے پہرتے ہیں یہ عملی
 کارروائی بھی شرم اور حیا کے ٹوڑنکی ہے چلمین بھی فرقہ کلیہ اور ابیکوری

تقلد میں پھر حیا کے ترک کرنے پر ابقتوریہ نے یونانیوں کو یہ بھی تعلیم کرا دی کہ
 عادت یا رسم و رواج کی پابندی بھی خراب خصلت ہے ہر انسان کو
 لازم ہے کہ عادت کی تقلید سے رہا ہو جائے تاکہ جدا افعال جو براہ عادت
 یا رسم و رواج قبیح معلوم ہوتے ہیں ان سے کو آزادانہ طور سے آدمی کر سکے
 انجام اس فرقہ کا یہ ہوا۔ اور ایسی بے حیائی پر اشتراک اور اباحت کے
 اصول سے کمر باندھی کہ جہاں کسی دعوت طعام ہوتی اور دسترخوان
 چنا جاتا یہ لئے حیا بلا طلب جا کر اس کھانیکو لوٹ لوٹ کر کھاتے تھے اسی
 وجہ سے ان کا نام فرقہ کلیہ رکھا گیا ہے۔ ہمارے زمانہ میں بھی نچرل
 صاحبان کو رسم و رواج کے سٹانے پر برا زبردست خیال ہے چنانچہ معارف
 تبصرہ مذکورہ بالا میں بڑے زور کی تقریر چھپی ہے۔ اگرچہ رسم و رواج کی
 پابندی عموماً تو ہم بھی پسند نہ کریں گے مگر ہم اسی رواج کو ناپسند کریں گے جو
 کسی عقلی یا شرعی دلیل سے خراب ہے نچرلوین کا قاعدہ یہ ہے کہ
 پہلے اپنے مطلب کو ایسے ایسے نظائر دکھلا کر درست کر لے میں پھر خر کو عام
 آزاد سے جو ان کا خاص مطلب ہے اس پر نتیجہ انکی کارروائی کا ہوتا ہے
 یونانیوں میں چونکہ خیالات شش گانہ پورے جمے ہوئے تھیں مدت ہائے

دراز کے بعد نیچر یون کی تعلیم نے اثر کیا اور آخر کو خردمند سی انکی بلاد میں
 بدل گئی اور علم و حکمت کی کساد بازاری ہوئی اخلاق انکے خراب ہو گئے
 امانت کی جگہ خیانت اور حیا کی جگہ بے حیائی اور شجاعت کی جگہ جبن اور
 محبت قومی کی جگہ محبت شخصی پیدا ہو گئی اور ہر ایک خصال شش گانہ
 زایل ہو گئے اور رومالین حبس لائین کے ہاتھ اسیر ہو گئے اور برسوں
 بدولت اسی تعلیم خراب کے غلامی میں گرفتار رہے حالانکہ وہی یونانی
 اسی دنیا میں پورے پادشاہ بلا سعارضہ شمار کئے جاتے تھے۔

قوم فارس کی تباہی نیچر یون کی تعلیم سے

یہ قوم کسی زمانہ میں اہنہن چہ عقاید اور خصال کے پورے برتاؤ سے
 اس درجہ سعادت اور عزت پر پہنچی تھی اور اپنے کو اس قدر شرف سمجھتی
 تھی کہ اور اقوام کے جو لوگ ان کے زیر حکومت آباد ہوتے تھے خواہ
 ان کے قرب جوار میں جو لوگ ان سے میل جول رکھتے تھے شرافت کو
 مخصوص اپنی اور اپنے لواحق کی قوم فارس سمجھتے تھے امانت اور صدا
 اول دینی تعلیم انکی تھی۔ تاہم اگر محتاج ہو جاتے قرض لینا حرام
 سمجھتے تھے باین خیال کہ ایسا ہونا چارسی کی وجہ سے ادائے قرضین

ہم کو جو پٹ بولنا پڑے مراد یہ ہے کہ وعدہ کرین اور وفا نہ خواہ حاکم کے
 روبرو انکا ر قرضہ کا کرتا پڑے بوجہ ناداری کے (ذرا ہمارے زمانہ کے
 دیوانی مقدمات اور سیرسٹر اور وکلا کی کارروائی بھی یاد کیجیگا) انہیں خصال
 شش گانہ مذکورہ بالا کی وجہ سے فارس کی سلطنت اس قدر بڑھ گئی تھی
 جس کے بیان کو شاہنامہ درکار ہے۔ فرنیس لڑناں سوخ کہتا ہے
 کہ دارائے اکبر کے زمانہ میں سلطنت فارس سے مراد اکیس والی نشین تھے
 یعنی اکیس تخت گاہ انہیں تھیں ایک والی نشین اکیس سو اہل بحر قلم و بلوچستان
 اور سندھ کا حکمران تھا اور کسی وقت قوم فارس میں کسی قسم کا فتور آجاتا
 تھا انہیں اصول صحیح شش گانہ کے برتاؤ سے ہٹوڑے دنوں میں اسکی اصلاح
 کر کے پھر انکی حکومت بحال خود پٹ آتی تھی تاہم زمانہ قبادشاہ میں
 مزدک بخیری نے آپ کو بنام رافع ظلم ظاہر کیا یعنی میں مظلوم آدمیوں کی واد
 رسی کے قواعد جاری کرنے پر آمادہ ہوا ہوں (جیسے ہمارے زمانہ میں
 سرسید احمد خان صاحب نے مشیم اور سکیس اطفال مسلمین کی وادری پر
 باندھی تھی جب کا ذکر آئندہ کرونگا) مزدک بخیری کی تعلیم سے نکلنے والی قوم
 فارس کی بالکل برباد ہو گئی اس بخیری نے یہ پڑ پایا کہ جب قدر قوانین

شریعت اور سلطنت کے آدمیوں نے بنائے ہیں سراسر ظلم پر مبنی بنا ہے
 اور سب باطل ہیں۔ شریعت مقدسہ نہج یعنی طبیعت کے بھی تک منسوخ نہیں
 ہوئی ہے حیوانات اور بہائم میں بھی محفوظ ہے اور کونسی عقل اور دانش ایسی
 جو کہ پایہ نیچر کو پہنچ سکتی ہے نہج نے سب کہا ہے پینے کی چیزیں اور سب
 منکوحہ یعنی جن سے جماع کر سکتے ہو بطور شرکت عام کے پیدا کئے ہیں کوئی
 چیز خوردنی اور نہ کوئی چیز نوشیدنی اور نہ کوئی منکوحہ کسی واسطے مخصوص ہے
 پس اپنے اپنے جعلی اور مصنوعی قانون سے جو محض وہمی اصول ہیں مان اور
 بہن اور دختر کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے۔ دیکھو اپنا خاص خون جس سے ملا ہے
 اسکے ساتھ مقاربت کر نیسے جو لذت ملیگی غیر عورت سے وہ لذت مل سکتی ہے
 پس تم سب لوگ عورت اور مرد منکوحہ ہو کہ اپنی موہومہ قوانین سے اپنے
 اوپر ظلم کر رہے ہو۔ اسکے کیا معنی کہ آدمی کسی مال مشترک کو جس میں کل آدمی شریک
 ہوں اپنے تصرف میں لائے اور دعویٰ کرے کہ اسکا مالک خاص میں ہوں
 یا کوئی عورت (جسکو نہج نے جسکی منکوحہ ہوئی لی اوقت عطا کی ہے) اپنے نواح
 میں لا کر مدعی ہو کہ میں اسکا شوہر اور خاص مستحق ہوں ان دونوں مثالوں میں
 کیا ظلم شدید عام خلافت پر اونکے حق مشترک کے غضب کر نیسے لازم آتا ہے

اور یہ قانون غاصب حقوق کو اصلی مالک بنانے میں کس قدر ظلم پر شامل ہے
 لہذا ہر ایک آدمی پر لازم ہے کہ یہ زنجیر اور طوق ظلم قانون کے اپنی گردن سے
 نکال ڈالے اور شریعت مقدسیہ نہ چریہ کی پابندی کر کے غاصبین حقوق بشر کو
 کو اس جبر اور ظلم سے باز رکھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس شبہ کے جواب میں
 ایک باب خاص سمیٹ لکھا ہے جو ملاحظہ ناظرین میں آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ
 الغرض جب ایسے ایسے خیالات مزدک نہ چرل کے قوم فارس میں پھیلے اور
 ان عقاید پر لوگ مایل ہوئے حیا اور شرم اون سی جاتی رہی اور عذرا اور
 خیانت فاش ہو گئی اور سفلہ گی پیدا ہو گئی اور بہا ایم کی فضیلتیں اونہیں سدا
 ہو گئیں اور ذلیل و خوار ہو گئے۔ نوشیروان نے اگرچہ مزدک نہ چری اور
 بعض اُسکے پیروان کو قتل کیا مگر ان تعلیمات فاسدہ کے مٹانے پر نوشیروان
 کو باوجود سلطنت کے قدرت نہ ہوئی۔ اسی نہ چری تعلیم کی خرابی سے
 مزدک کی آخر فارس کا یہ حال ہوا کہ ایک حملہ عرب کا (جو زمانہ خلافت
 ثانیہ میں ہوا) نہ روک سکے۔ حالانکہ ان کے ہمسر یعنی روم قرون متعدد تک
 عرب سے جنگ چھل کرتے رہے۔ پھر آخر کیا ہوا عرب کی غلامی کا طوق
 اہل فارس کی گردن میں ڈالا گیا۔

معذرت بخد مت اہل اسلام

ایکویہ خیال نہ ہو کہ اہل فارس کا مطیع الاسلام ہونا میں انکی بد انجامی سمجھتا ہوں
معاذ اللہ بلکہ میری غرض بیان تاریخی واقعات کے لکھنے سے ہے اور

سورج کو بہ لحاظ تاریخ نگاری کسی مذہب کے حق اور ناحق ہونے سے
غرض نہیں ہوتی اور اگر ایک سورج مسلمان بنکر اس واقعہ کو لکھوں تو

یون لکھوں گا کہ چونکہ تعلیم نجری سے اہل فارس کو اصول حقہ مذہب
اسلام کا قبول کرنا نصیب نہ ہوا اور لامذہبی سے انکو آثر بزور شمشیر

اسلام ان عقاید دہریت سے الگ ہو کر راہ راست دیکھنی پڑے
جب بھی اصول نجری کی خرابی ثابت رہی گی کیا وہ غیر مسلمان جو

بروز شمشیر باکراہ دین اسلام قبول کریں جب تک عقاید اسلامیہ پر یہ

صدق دل ایمان نہ لائیں اور ان کا اسلام ظاہری برابر اسلام اول
لوگوں کے ہو سکتا ہے۔ جو بلا اکراہ و اجبار صدق دل سے قبول اسلام

کرتے تھے اور کرتے ہیں۔

اہل فرانس میں نجریوں کی وجہ سے کیا خرابی پیدا ہوئی
یہ تو ابھی پچیس چالیس ہی سال کا قصہ ہے جسکے دیکھنے والے کڑورڈن

موجود ہیں۔ فرانس وہ لوگ ہیں جنکی علم اور کمال اور صداقت اور جوانمردی کا
 شہرہ تمام دنیا میں ہے اور بعد رومانیوں کے پیران سے بڑھ کر یورپ میں
 کوئی قوم سربر آوردہ نہیں تھی اور صفات شش گانہ مذکورہ بالا میں
 پوری اور ثبات قدم ہی قوم تھی اور تمام بلاد مغربیہ میں انکی حکومت کی
 دہوم تھی میرا سن آج تو چوبیس ہزار سال کا ہے جب سے مجھی ہوش ہوا،
 فرانس کی جوانمردی راستبازی اور دیگر محاسن کو سنتے سنتے کان
 بہر گئے ہیں۔ فرانس میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں دو شخص بچری
 پیدا ہوئے ولتیر اور رسو ان کے نام ہیں اپنے لقب انہوں نے
 رافع التحرافات اور منور العقول بنائے (جیسے ہمارے زمانہ میں روشن
 ضمیر کی تعلیم سرسید احمد خان صاحب سے منسوب ہے) یہ دونو بچری
 فرانسیسی ایسے پیدا ہوئے کہ انہوں نے اسی قدر دہریہ کی قبر کہو دکر
 اسکی پورا نی ہڈیوں کو از سر نو زندہ کر دیا اور حسب قدر قانون شریعت
 عیسوی یا قانون ملکی ایسے ہیں جن سے آدمی پابند اور مقلد ہو جاتا،
 ان سیکو توڑ کر آزادی یعنی اباحت اور اشتراک عام کا تخم از سر نو
 انہوں نے بویا اور تقلید کی جڑ کاٹی (جیسے بقول پیروان سید احمد خان

صاحب کہ انہوں نے بھی تقلید کی جڑ کاٹی ہے) آداب اور رسوم یعنی
 رسم رواج کو محض خرافات سمجھے (جیسے ہمارے خطلمین حاجی محمد امین خان
 صاحب دیکھو معارف نمبر ۹ جلد اسبوعہ یکم مارچ ۹۹ء) دین اور مذہب
 کو ان دونوں نچریوں نے اختراعیات انسان ناقص العقل کا کہہ دیا اور
 دونوں پکار پکار کر خدا کا انکار اور انبیاء پر طعن اور تشنیع کرتے تھے۔
 ولیمیر نے تو چند کتابیں انبیاء کی خطا کاری میں لکھیں اور کوئی دقیقہ
 متحر اور تشنیع اور مذمت انبیاء کا اس نے اٹھانہ رکھا (افسوس ہی ہمارے
 سرسید صاحب کو وہ کتابیں دستیاب نہوئیں) یہی اقوال نچری
 فرانس کی اکثر طبائع میں اثر کر گئے اور یکبارگی دین عیسوی کو چھوڑ
 نچری اصول یعنی اباحت کے اجرا پر آمادہ ہو گئے یہاں تک اوست
 پونچی ایک روز ولیمیر ایک دختر کو لا کر گرجا گھر کی محراب میں چھوڑ دیا اور
 اُس قوم کے سردار خواہ سر چنچ کو پکار کہنے لگا کہ ایہا الناس آج سے
 اب کسی کو خیال نہ ہو کہ آسمان کی گرج (رعد) اور بجلی کی چمک تمہاری ڈرائے
 کیواسطے خدا سے آسمان نے تجویز کی ہے بلکہ سب کچھ آثار طبعیت سے ہے
 اور سوائے (نالور) طبعیت کے اور کوئی موثر عالم نہیں ہے اب تم

ہرگز اوہام مذہبی کی پرستش نہ کرو (ہمارے پھرل ہندوستانی بھی اوہام
 مذہبی کے لفظ کا سخن تکیہ رکھتے ہیں) اور محض گمان باطل سے کوئی خدا
 اپنے واسطے نہ بناو اگر تمہاری ہی خواہش ہے کہ ضرور کسی کی پرستش
 کرنی چاہئے یہ دیکھو گر جاگھر کی محراب میں مدسوارزل مثل دینہ یعنی
 تصویر دندان خیل کی کھڑی ہے اسیکو پوجو انہیں دونوں شخصوں کی خراب
 خراب تعلیم سے فرانس میں خراب بیان اور پھوٹ پڑتے پڑتے ان کی
 حکومت پچھم اور یورپ دونوں طرف موزر ہو گئی۔ تاپلیون اول نے
 اگرچہ دین سچی کو دوبارہ جاری کیا پھر بھی انکی تعلیمات خراب کا اثر
 کچھ نہ کچھ بلکہ بہت کچھ باقی رہا آخر کار جرمنی کے ہاتھ سے کیسی شکست
 اٹھائی کہ اسکا جبر و نقصان برسوں تک بھی نہ ہو سکا اور انہیں خراب تعلیم
 یہ پھری سے فرقہ سنوسیالیست یعنی فرقہ اجتماعی لوگون کا فرانس میں پیدا
 ہوا جسکا اثر جرمنی ضرر سے کچھ کم اہل فرانس کو نہ پہونچا پھر اگرچہ پابند
 مذہب اور اصول ششگانہ مذکورہ صدر بحث کی پمردی نکرتے اور اچھے
 عقاید اور خصال پسندیدہ سے تدارک اس تعلیم خراب کا پورا نکرتے
 قوم فرانسادی زیر وزیر ہو کر خاک میں مل جاتی ہے۔

امت عثمانیہ کو نیچری عقاید سے کیا ضرر پہونچا

چند امرا اور صاحبان ثروت گروہ عثمانیہ کو یہی خط نیچریت کا ہوا تھا اور
یہ آخری محاربہ جو عثمانیوں سے ہوا ہے اور نہین نیچرل خیالات کو لوگوں میں
خیانت کر کے وہی افسران لشکر باعث تباہی اور بربادی کے ہوئے
اور یہی لوگ طریقہ نیچری پر چلتے تھے اور اصحاب افکار جدیدہ گئے
جاتے تھے تعلیم نیچری سے انکو ایسا لگان ہتا کہ آدمی بھی مثل حیوان کے
آزاد اور شتر بے مہار ہے اور یہ اخلاق اور خصال حمیدہ جنکو موجب فضیلت
حیوانات پر خیال کرتا ہے یہ سب برخلاف نالو یعنی طبیعت کے ہیں اور
محض بیکار ہیں ہر شخص کو لازم ہے لذات اور شہوات حیوانیہ کی تحصیل
کی اپنے واسطے کوشش کرے اور خرافات قیود اور رواہیات قواعد
مصنوعہ انسانی کا پابند نہ رہے اور چونکہ آدمی بھی مثل حیوانات ایک روز
فانی ضرور ہوگا یہ حیا کیا چیز ہے اور امانت اور صداقت کیا چیز ہے
ایسے ایسے خیالات فاسدہ سے سفلگی قبول کر کے انہوں نے سالہا
دراز کا شرف اور بزرگی عثمانیوں کی برباد کر دی اور آخر جو کچھ
ہوا وہ ظاہر ہے ۔

اہل اسلام میں بخیری تعلیم کا اثر پہلے کیا ہو چکا ہے اور کسی
خرابی انکو نصیب ہوئی ہے

چونکہ شیعہ اور اہل سنت دونوں فرقوں میں اس قسم کے لوگ (جن کا ذکر
میں اب کروں گا) پیدا ہوئے اور دونوں کے فسادات برابر تخریب
دین اسلام میں پر زور ہو چکے ہیں لہذا دونوں مذہب اہل اسلام سے
میں پہلے سعافی طلب کرتا ہوں کہ میرے بیان کو تعصب مذہبی پر محمول
نہ کریں گے مگر یہ بھی ہتھیری ہے کہ میں ایرانیوں میں جو شیعہ ہیں انہیں کی
غرابیان زبانی ملا جمال الدین بیان کروں اہل اسلام وہ قوم تھی۔
(یادش بخیر) کہ سبب انہیں عقاید اور خصال ششگانہ کے جوہر
ایک فرد میں آن کے راسخ ہوئے تھے قرون یعنی سو برس میں ابتدا
ظہور دین محمدی سے الپ کے پہاڑوں سے تا دیوار چین ان کے
تحت و تصرف میں آگیا تھا اور بڑے بڑے پادشاہ اور سلاطین کی عز
کو خاک میں ملا دیا تھا حالانکہ تھوڑی سی جماعت انکی تھی اور اخلاق
فاضلہ ان کے اسدرجہ پر پونچے تھے کہ انہیں اخلاق کے جذب
مقناطیسی کی وجہ سے قریب ستوں ملیوں کو اپنے مذہب میں لائے تھے

حالانکہ غیر مذاہب کے لوگوں کو مسلمانوں نے اختیار دیا تھا کہ چاہیں
 جرنیہ دیکر اپنے مذہب پر رہیں اور حیران ضرور داخل دین اسلام نہ کرتے
 تھے پہر بھی ان کے اخلاق اور اسلام کے اصول کی عمدگی نے انکو
 اسلام ہی قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا تا انیکہ چوتھی صدی ہجری میں
 نیچری فرقہ اہل اسلام کا مصر میں پیدا ہوا اور اپنا نام انہوں نے باطنیہ
 اور صاحب السمر مشہور کیا ظاہر میں تو مسلمان اور درپردہ اسلام کی
 جز کاٹنے والے۔ اس فرقہ نے اپنی شرارہ ہائے فتنہ و فساد ہرطر
 کو بڑھائے خصوصاً ایران میں فرقہ باطنیہ کا بڑا اثر پڑا۔ ان نیچریوں نے
 جب دیکھا کہ تور شریعت محمدیہ کا تمام مسلمانوں کو متور کر چکا ہے اور علما
 محمدی کمال علمی کے ساتھ بڑی بیداری اور ہوشیاری سے حراست
 دین اسلام کی کر رہے ہیں اور درستی اخلاق مسلمین میں پوری سہمی
 علما کو ہے لہذا اب اس فرقہ کو یہ سوچھی کہ پہلے اہل اسلام کے عقاید کو
 بہ نسبت علما کے مشکوک کرنا چاہئے مثلاً بہیک مانگنے کا الزام اور مال
 مردم خوری کی تہمت علما پر کرنے لگے (جیسے ہمارے سرسید احمد خاں صاحب
 بھی علما سے اسلام کو اسی طرح سے یاد کرتے تھے اور ان کے پیرو بھی

اسطرح کہتے ہیں (پہر جب علما کی طرف سے اہل اسلام بدعتیہ
 ہو گئے اب اُن سے عہد و پیمان لیکر اپنے مرشد کمال (جنرل انجمن) تک
 اونکو پہنچانے لگے یہ بھی انکا قول تھا کہ معلم اصول انجمن یہ کہ لازم ہے
 کہ ہمیشہ رؤسا اور اُمراء اسلام کو اپنے دام تزویر میں بہنسا تار کر
 اور ایسی فریب دہی سے کام لیا کرے کہ امر اور سکے دام تزویر سے
 نکل نہ جائیں (کیون ناظرین کتاب ہذا کیا آپکو ہمارے جنرل انجمن کے
 حالات سے خبر نہیں ہے) یہ بھی ان انجمنیوں کی تعلیم تھی کہ معلم
 عقاید انجمن یہ بھی آپ کو ناکام مقصود نہ کرے۔ ہمت کار ہا دار و ہرجب
 کوئی مسلمان مرشد کمال کے دام میں جا پھنسا۔ اب پہلی تعلیم شاہ حبیب
 کی یہ تھی کہ میان ظاہری اعمال مثلاً نماز روزہ وغیرہ یہ ان لوگوں کے
 واسطے مقرر ہوئے ہیں جو حق کو نہ پہنچا ہو اور حق سے مراد مرشد کمال
 ہے اور جب تم حق کو پہنچ گئے اب سب چہر چہار کر مرشد سے لو لگاؤ وہ
 نماز عاشقان ترک وجود است ہر کسی نے یوں کہہ دیا دیکھو رسول
 صلعم نے فرمایا ہے۔ الصَّلَاةُ مَعْلَجُ الْمُؤْمِنِينَ نماز مومنین کے واسطے
 زینہ حق پر چڑھنے کا ہے پہر جب تم چہر پر پہنچ گئے اب زینہ کی کیا حاجت

اور ضرورت رہی ہے

بے سجادہ رنگین کن گرت پرمتان گوید کہ سالک بخیر نہ بود ز راہ و رسم منتر لہا
 میری چشم دید حکایت ہے ایک مجنون قوم کا دہنا (تداف) شرب خوار
 بدست جوولی (مجنوب) مشہور تھا میرے وطن میں آیا اسوقت میں اسے
 ایک بزرگ عالم حنفی المذہب کے پاس بیٹھا تھا اور وہ تلاوت قرآن
 کر رہے تھے کہیں نے خبر دی کہستان شاہ شیوالال کلوار کی دکان شرب
 بیٹھے بی رہے ہیں۔ سنتے ہی اس خبر کے وہ بزرگ قرآن کو لپیٹ کر
 چلنے پر آمادہ ہوئے میں نے کہا کیا تلاوت قرآن سے بڑھ کر یہ فعل
 آپ کا ہے۔ کہنے لگے کہ اگرستان شاہ مجھے حکم دین (معاذ اللہ) تو اس
 قرآن کو شرب سے الودہ کروں (یاد ہو ڈالوں) میری آنکھوں میں دنیا
 سیاہ ہو گئی اور چپکا چلا آیا۔ حافظ شیراز نے تو سجادہ کو شرب کے رنگین
 کرنا شاعرانہ خیال سے کہا ہے یہاں تو معاذ اللہ قرآن کو شرب سے الودہ
 کر نیکی طیاری ہے۔ الہی توبہ الہی توبہ بہر حال جب مرشد کامل کے
 زیر تعلیم وہ ایرانی مسلمان آگیا اور روزہ نماز چٹ کرتے لگا اب ہتھوڑ
 دنوں بعد یہ تعلیم شروع ہوئی کہ جب قدر احکام شریعت کے ظاہری اور

اور اعتقادات قلبی اور باطنی میں اور حسب قدر قیود حلال اور حرام کے مقرر
 ہوئے ہیں وہ سب ناقص لوگوں کے واسطے ہیں جو بمنزلہ بیمار کے ہیں
 اب کہ تم کمال ہو چکے لازم ہے کہ سب جھگڑے اور بکھیرے چھوڑ کر مرد
 میدانِ اباحت ہو جاؤ یعنی سب تم کو حلال اور مباح ہے حلال کس جانور
 کا نام ہے اور حرام کس چڑیا کو کہتے ہیں امانت کیا چیز ہے اور کیوں اور
 خیانت میں کیا برائی ہے اپنا مال مشترک ہی ہمنے لیا تو کیا اور تم نے
 لیا تو کیا اور جھوٹ میں کونسی برائی ہے اور سچ بولنے کی ضرورت کسکے
 خوف سے ہے اچھے اخلاق کی پابندی برے اخلاق سے بیزاری
 سب لغو اور بیکار ہے گالیاں دینے میں کچھ خوف نہ کرو اور گالیاں کھانے
 سے رنجیدہ نہ ہو۔ ہمہ اوست کے مشرب میں سب طرح سے آرام اور آزادی
 ۵ خود کوزہ و خود کوزہ کرو خود گل کوزہ۔ تمہاری مان بہن بی بی حیطہ
 تمپر حلال ہے اسی طرح اشتراک اور اباحت کی راہ سے خود تمپر اور تمام
 دنیا کے آدمیوں پر حلال ہے پہر گالی سے کیوں برا مانتے ہو جسکا گھر چاہو
 تم بچاؤ اور سکا جی چاہے تمہارے گھر میں سے روک چلا آئے اُسکا گھر
 تمہارا گھر ہے اور تمہارا گھر اُسکا گھر ہے۔ ایسی ایسی تعلیم سے جب آزادی

اباحت کا رنگ خوب چکا اور شریعت انبیاء کے ابطال سے طریقت
 پیرومرشد کی پوری جاری ہو چکی اب خدا کے انکار کا طریقہ تعلیم کرانگے
 پہلا فقرہ انکار البتہ کا یہ ہے کہ خدا اگر موجود ہے ضرور مشابہ موجودات
 سے ہوگا۔ یعنی کسی موجود سے ضرور کسی چیز میں اسکو مشابہت ہوگی۔
 اسلئے کہ اگر وجودی اشیاء میں کسی سے مشابہ نہ ہو پھر تو اسے موجود کیوں
 کہیں گے اور اگر خدا معدوم ہے ضرور معدوم امور سے مشابہ ہوگا حالانکہ
 خدا مشابہ موجودات کے ہر نہ معدومات سے لہذا خدا نہ موجود ہے اور نہ معدوم
 مطلب یہ ہے کہ خدا کا نام ہی نام لیا کرو اور دراصل خدا کوئی چیز نہیں ہے
 جسکی نافرمانی کا تمکو خوف ہو یا جسکی فرمانبرداری سے تمکو امید ہو وہی
 آخرت ہو بعض نچر یون نے یہ بھی شبہ ڈالا کہ جب خدا ہر شے سے غنی ہے
 ہماری عبادت سے اسکی رضا اور ہماری معصیت سے اسکی ناراضی کیوں
 ہوگی پھر ہم کیوں پابند اسکی رضا کے ہوں اور تارک اون امور کی ہوں
 جسے اسکی ناراضی کو ہم اپنی عقل تا قفس سے تجویز کرتے ہیں سب غلط ہے
 باطنیہ فرقہ اوسمیں کشتی اور کاظمیہ پیر و کاظم رشتی شیعہ گروہ میں مدت
 خفیہ طور سے ایسے ایسے افلاق کی تعلیم کر کے افلاق مسلمانوں کے خراب کرتے

رہے اور اب یہی کرتے ہیں۔ تاکہ ان کے واسطے ذہن اور اُمر اور رُوح اس
 فساد پر حجب مطلق ہوے اور اس فرقہ کا استیصال کرنا چاہا جائے جس کی
 زیادہ ہو گئی تھی اپنی آراء سے باطلہ کی ترویج کی غرض سے ہزاروں علما اور
 صلحاء دامت محمدیہ کا خون ناحق کر دیا بعض فرقہ باطنیہ کے مکاروں نے
 ممیہ الموت پر چڑھ کر باواز بلند یہ ظاہر کیا کہ جب قیامت قائم ہوگی
 کوئی تکلیف ظاہری اور باطن کی انشا پرنہ رہے گی اور قیامت سے
 مراد یہ ہے کہ قائم بحق پیدا ہوا اور میں ہوں وہی قائم بحق (مہدی)
 اب جس کا جو جی چاہے بے روک ٹوک عمل کرے کہ تکلیف اوٹھ گئی
 یعنی الشائیت کے دروازہ بند ہو گئے اور حیوانیت کے دروازہ کھل
 گئے خلاصہ یہ ہے کہ اسی باطنیہ فرقہ نے جو ان کا اصلی مقصود تھا انکا
 الوہیت خدای یگانہ کا اوسکو اہل اسلام میں اپنی طرح سے شرف سے
 عرب تک پہنچا دیا جائے مسجد کے چراغ کو کتہ لیجائے تو کہیں کہنے
 گھر کا چراغ آپ ہی لئے جاتے ہیں کسی نے حلول اور کسینے عنیت اور کسی نے
 ہمہ دوست کا اعتقاد جمایا ہے حکیم اسپانیو ابھی تمام عالم کو خدا
 جانتا تھا اور دسی کارٹس کا نامی شاگرد ہے وکٹر کرن لکھتے ہیں کہ

اسپانیوزا سوا سی ذات باری کے اور کسی کے وجود کا قائل نہیں ہے
(تاریخ الحکما صفحہ ۴۰) جب اہل اسلام میں ان نیچرلوں کے (توبہ لیاں

فرقہ باطنیہ تھے) ایسے ایسے خیالات پیدا ہوئے (اور اب بھی تو ہیں)
انکی شجاعت اور دلیری عین اور بزدلی سے بدل گئی امانت اور صداقت
خیانت اور دروغ گوئی سے اور محبت اسلامی محبت شخصی سے آخرت

بحری میں پانچویں قرن میں اہل فرنگ نے شام کی آبادیوں پر هجوم
کر کے سیکڑوں قریہ اور شہر ہائے مسلمین کو خراب اور لاکھوں کا خون
کر ڈالا اور قریب دو سو برس کے ان فرنگیوں کے ہاتھ سے مسلمان
عاجز آئے حالانکہ اس فساد سے پہلے قوم فرنگ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے
اپنے خاص ملکوں میں راحت اور آرام نصیب نہ تھا اس طرح گروہ اوپاش
ترک و تاتار و مغول نے ہمراہ جنگیز خان کے اگر اکثر شہر ہائے محمدیہ کو
ویران کر دیا اور مسلمانوں سے اونہیں عقاید فاسدہ کی وجہ سے اس قدر

نہ ہو سکا کہ اس بلا کو اپنی قوم سے دور کر دیتے حالانکہ ابتدائی اسلام
میں قلت جماعت سے بھی سوچین تک ان کے گھوڑے دوڑتے تھے
پھر چونکہ اخلاق اسلامی بالکل ہر شخص سے زایل نہ ہوئے تھے لہذا سالہائے

دراز کے بعد ہزار کوشش جان بازی آراضی شامیہ کو پہر مسلمانوں نے
 فرنگیوں سے نکالا اور جنگیز غایتوں کو مستشرق باسلام کر لیا مگر بالکل
 اس کمزوری کو دور نہ کر سکے اس لئے کہ وہ خرابی نتیجہ عقیدہ نحر یہ کی تھی
 اگرچہ اہل تاریخ الخطاط مسلمانوں کو جنگ صلیب کے شمار کرتے ہیں مگر
 لایق یہ ہے کہ مسلمانوں کا ضعف اوسی زمانہ سے شمار کیا جائے
 جب سے یہ فرقہ نحر یہ نے (باطنیہ کشفیہ صوفیہ) انہیں پیدا ہو کر انکی
 خضایل ششگانہ کو خراب کر دیا ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ یہ فرقہ
 بانی کہ اخیر زمانہ میں ایران میں پیدا ہوا ہے اور ہزاروں بندگان
 خدا کا خون ناحق کر رہا ہے بھی مریدا و پیرو اسی فرقہ الموت
 کا ہے اور انکی تعلیم منونہ تعلیم او نہنن نحر یون کے ہر خدا محفوظ رکھے
 ابھی ان کے فتنہ سے کیسے کیسے فسادات برپا ہوئی امید ہے جو
 اہل ایران میں بھی لوگ کرین گے۔

باب اکیسواں ہندوستان کے نیچری فرقہ اور انکے خفیہ
 کارروائی یا جاہلانہ خیالات کے بیان میں
 اس باب کے پڑھنے والے کو اسکا خیال نہ ہو کہ مجھ کو کسی خاص مذہب یا خاص

کسی نچرل سے کسی قسم کی عداوت ہے اور نہ اس کا خیال ہو کہ وہ کون سا کس کا
 کون جان سکتا ہے۔ سوائے خدا کے پہرہ بھی نچرل یون کے ارادہ ہائے
 قلبی پر کیونکر اطلاع ہوئی۔ لہذا میں پہلے اس کو بیان کروں کہ ہمارے ہندوستان
 یہاں جو نچریت کا دم بہرتے ہیں۔ جہاں انکی اور ہزاروں باتیں نچرل کی
 ہیں ایک یہ بھی نشانی ادبار کی ہے۔ یہ نچری فرقہ ہمیشہ فلسفی اور حکما کا چلا
 آتا ہے۔ جو سوائے اس خراب عقیدہ انکار الوہیت اور انکار شریعت کے
 علوم اور فنون مروجہ زمانہ موجود ہیں پوری دست گاہ رکھتے تھے اور کئی مہین
 سویا لیسٹ اور کومنونسٹ اور نپلیسٹ اور انارکسٹ یہ سب اسی نچر پر
 گروہ کے جدا جدا بظاہر فرقہ ہیں مگر باطن میں سب ایک اور وہی دہریہ اور
 نچرل اوپر کے باب میں پڑھ لیجئے کہ فرقہ نچر پر کیسے رنگ بدل بدل کر
 اپنا کام کرتے چلے آئے ہیں کبھی تو مہذب کبھی آف ظلم کبھی روشنی پہلا
 وائے کبھی قومی ہمدردی پیدا کرنے وائے کبھی علم باطن کے معلوم کبھی روشن
 خمیری کے پیدا کرنے وائے۔ بہر حال جو رنگ انہوں نے اختیار کیا وہ میں
 پورے اور دونے ہوئے تھے اور اس کا سرمایہ علمی اور عملی اوج کے پاس پورا
 تھا کسی غیر سے عربی اور انگریزی اور لاطینی اور عبرانی یونانی زبان کا ترجمہ

کرانے کے محتاج نہ تھے کسی عملی سلسلہ میں جیسے جبرئیل کا کوئی قسامد خواہ
 ہندسہ کا کوئی سلسلہ یا جبر و مقابلہ کی کوئی مساوات اسکا حل کرنا اس میں ان کو
 مترجم یا اسٹنٹ یا سکریٹری کی حاجت نہ تھی (آپ سمجھ یا نہیں) ہمارے
 ملا جمال الدین صاحب حسینی جو پہلوان پٹنہ کے عجیب لفظ لکھ رہے ہیں انکا
 مطلب یہ ہے کہ یہ نیچری ہندوستانی اور ان کے جنرل نیچرل باوجود اس قدر
 بے علمی کے اور مدعی فلاسفر ہونیکے ہوتے ہیں۔ ان سے تو اہل علم کو خطاب
 ہی کرنا نہ چاہئے۔ ملا صاحب کو ہندوستان سے کوئی تعلق نہیں اور نہ وہ
 تو یہیں مرنا اور یہیں جینا۔ ہم پہلا کب اسکو گوارا کریں گے کہ ہندوستان کے
 نیچری معززوں سے خطاب نہ کریں۔ اب اصلی مطلب پر آیا ہوں
 ایک میرے دوست ایم اے نے مجھے بیان کیا کہ ایک پروفیسر عربی
 کسی کالج کے اونہوں نے جب انتصار الاسلام کے اجزا پڑھے کہنے لگے کہ
 ابھی مولانا صاحب دروازہ پر شہر نیچر کے نہیں بیچنے مجھے یہ سنکر افسوس
 ہوا کہ اگر پروفیسر صاحب کو ہمدردی اسلام ہے تو مجھے تعلیم کریں کہ شہر
 نیچر کا نقشہ کیا ہے طول اور عرض جغرافیہ وی اوسکا بیان فرمائیں اور
 اگر میری کم علمی (جیسی کہ ہے) اوپر پروفیسر صاحب خیال کر کے غرض

اونکی یہ ہے کہ سیر منصب یہ نہیں ہے کہ میں اس مرحلہ عظیم کو طے کروں اسکا
 تو مجھے ضرور اقرار ہے کہ مجھ پر علمی لیاقت بہت کم بلکہ دراصل کچھ بھی نہیں ہے
 مگر افسوس ہے کہ جبکو لیاقت ہے جیسے پروفیسر صاحب انکو اسلام کے
 ہمدردی نہیں ہے لہذا مجھکو اس بار عظیم کا ادھانا اور اپنے اسلامی بھائیوں کو
 اس آگ سے جو بڑھک رہی ہے اور ہزاروں خالوادہ اسلامی کو جلا
 چکے یا ناسور ہے۔ اب میں سمجھا کہ پروفیسر صاحب کی یہی ایک چال تھی
 جو چلی تھی تاکہ میں جی چوڑ دون اور ہمت ہار کر نیچر یون کا حال ظاہر نہ کروں
 ہاں جناب نیچر کوئی قلعہ یا کوئی بڑا بھاری شہر یا کوئی بڑی بھاری کو بھی
 یا فراموش نہ ہوں ہے اصول نیچری وہی دوہین جو باب (۱۹) میں
 لکھے گئے یعنی اشتراک عام اور اباحت عام البتہ چونکہ اس فرقہ کے لوگ
 پورے فلاسفر ہوتے ہیں انکی فریب دہی کی چالیں ضرور سرسری نظر سے
 معلوم نہیں ہوتی ہیں تاریخ ہمکو بتلا رہی ہے کہ فرقہ چہارگانہ موسیٰ
 وغیرہ کا ایک یہ بھی بڑا بھاری کید اور مکر تھا کہ اپنی قوت سے یا چندہ سے
 مدرسہ اور اسکول جاری کئے اور باسٹروہی لوگ مقرر کئے جو ان کے ہم مشر
 تھے اب تعلیم اطفال یورپین جب ان کے قبضہ میں آئی آہستہ آہستہ عقاید

نیچری کی تعلیم اطفال کو شروع کرادی عرب کہتا العلم فی الصغر کا لفظ ہے
 لڑکپن سے جو بات آدمی کے دل و دماغ میں دراتی ہے پتھر کی لکیر ہے وہ
 کبھی نہیں ہٹتی ہے کچھ لوگ تو بابت مدرسہ بنے اور کچھ لوگوں نے بلاد
 یورپ میں متفرق ہو کر مدرسوں کی باسٹری اختیار کی اور اسی ذریعہ سے
 اپنے عقاید باطلہ کو انہوں نے یورپ میں پھیلا یا رفتہ رفتہ وہ لڑکے جب
 ان کے عقاید میں پختہ ہو گئے (جیسے محمدن کالج علی گڑھ کے) ایٹانکی
 جماعت بڑھ گئی اور روس کی سلطنت میں انکی زیادہ کثرت ہوئی جنکو
 ہم نپلیسٹ کہتے ہیں۔ بے شبہ اگر یہ فرقہ قوت پکڑ گیا نوع انسان کی
 بربادی پوری پوری اسی سے ہوگی ہمارے ملک میں کانگریس کی
 جماعت بھی سلطنت کے مقابلہ میں پیدا ہوئی تھی اگر سرسید احمد خاں صاحب
 پورے نیچرل ہوتے تو مسلمانوں کو انٹنی کانگریس قائم کر کے ہندو سے
 مخالف نہ کرتے جسکا نفع اور ضرر کسی اور مقام پر لکھو لگا اور لکھنے کی ضرورت
 ہی کیا ہے آج مسلمانوں کو جو ضرر پہنچ رہا ہے اوسکو کون نہیں جانتا ہے
 مگر کانگریس کے ممبروں کو پھر میں کہوں گا کہ اگر وہ علوم و فنون حاصل ہوتے
 جو امریکا والوں کو ہیں یا اہل یورپ کو تو ضرور بڑا فائدہ انکو اور ہمیں

صیفہ تجارت اور صنعت ہی میں پہنچتا اور گورنمنٹ بھی راضی رہتی مگر
 افسوس ہماری لاعلمی پر اب میں ہندوستان کے معزز جٹلہمینوں سے
 مخاطب ہو کر پوچھتا ہوں کہ نیچری اصول جو باب (۱۹) میں لکھے گئے
 اگر آپ کو ان اصول سے ظاہر خواہ باطن میں اتفاق ہے اونکی خرابی
 عقلی تو میں آئندہ لکھوں گا۔ اور اگر ان اصول کو آپ پسند نہیں کرتے
 پھر تو ہمارے اور آپ کے کچھ نزاع اور مخالفت نہیں ہے۔ جو کوئی آپکو
 نیچری کہے ہم اسکے ویسے ہی دشمن ہیں جیسے آپ اسلئے کہ پابند مذہب
 اسلام کو نیچری کہنا ایسا ہی برا ہے جیسے اوسکو کافر مرتد نے دین کہنا
 مگر آپکی مخالفت اصول نیچریہ سے کیونکر مانی جائے اسلئے کہ جو طریق
 فرقہ نیچریہ کے تخریب اخلاق کے ہیں وہ تو سب آپ میں ہم دیکھ رہے ہیں
 اشتراک عام کی اصل پر گو اپنے ابھی دختر اور خواہراور مادر سے ہم شہری
 نظام ہریاج نہیں کیا ہے مگر تعلیم نسوان مثل مردوں کے اور انکا سرمایہ
 پہر اتنا یہ تو آپ ضرور کر رہے ہیں اور کچھ تجویز کہ عورتوں کو لیاقت علمی برابر
 مردوں کے ہو جائے۔ قطع نظر اسکے کہ شریعت انبیاء کی مخالف ہے
 عقلی دلائل بھی اسکے فسادات کو ہم ظاہر کرینگے یہ بھی اسے اشتراک عام پر

بنی ہے۔ پہلے نچرل صاحب صاف شریع انبیاء کو ظلم صریح اور پابندی
 قیود بجا کہہ دیتے تھے آپ ذرا پردہ اور آڑہ میں ہو کر ابطال شریع اس
 تقریر سے کرتے ہیں کہ جو احکام شریعت مخالف عقل کے ہیں وہ غلط
 اور ناقابل العمل ہیں۔ اور یہ محض دھوکے کی بات ہے اور جاہل فریبی ہے
 عوام بیچارہ کیا سمجھ سکتے ہیں کہ اسکی لہجہ کیا ہے اصلی مطلب اسکا یہ ہے
 کہ جب احکام شریع مطابق فلسفہ کے ہیں پھر ہم کو نبی کی پیروی کیا ضرور ہے
 نبی بھی وہ ہی کہتے ہیں جو ہمارے فلاسفہ کہتے ہیں پھر ہم نبی کی تقلید کی
 بیڑیاں کیوں پہنیں تطبیق شرع یا عقل سے مطلب ان دشمنان دین کا
 یہ ہے اگر آپ کا بھی یہی مطلب ہے تو کھل جائی پردہ کیا ضرور ہے اور
 کہہ دیجئے جسطرح راہمہ منکر نبوت ہمیشہ سے کہتے چلے آئے ہیں کہ بعثت
 انبیاء محض لغو ہے۔ اسلئے کہ اگر نبی مخالف عقل حکم دیتا ہے رد کرو اور
 موافق عقل دیتا ہے اسکو تو ہم پہلے سے جانتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳۳
 انتصار الاسلام میں گزر چکا۔ اب اگر ہم آپ کا یہ قول تسلیم بھی کر لیں کہ
 سرسید احمد خان صاحب نے اپنے سبیل کو عقل سے مطابق کر دیا اور
 آیات قرآنیہ کی تفسیر بھی ایسی ہی کر دی کہ مطابق عقل کے ہو گئی تو اسکا

نتیجہ کیا ہوا یہ ہی ہوا کہ دین اسلام وہی فلسفہ ہے جو آدمیوں کا بتایا ہوا
 ہمیشہ سے جاری ہے قرآن کوئی وحی آسمانی نہیں ہے بلکہ وہی باتیں
 قرآنین ہیں جو ہیوم اور ڈی کارٹس وغیرہ دہر لونی کی کتابوں میں برابر
 درج ہوتی چلی آتی ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کتاب ہم پہنچی تھی یا نہیں
 نے براہ خود نمائی آپ کو نبی اور قرآن شریف کو آسمانی کتاب ظاہر کر دیا
 جیسے اہل ہنود کہتے ہیں کہ چاروں کتب آسمانی ہمارے وید پر چھانٹ
 چھانٹ کر بنائے گئے ہیں اب معلوم ہوا کہ آپ کے ہمیر و سید احمد خاں صاحب
 دوستی کے پیرایہ میں اسلام کی جڑ کاٹنے والے تھے۔ حامی دین اسلام
 وہ شخص ہو سکتا ہے جو اس فلسفہ کی جڑ کاٹنی جسکی اشاعت سے
 دہریت اور انکار سب اور سعادت لازم آتا ہے (دیکھو باب ۱۸) انتصار اسلام
 اب جاہل بیچارہ اس تہ کو کہاں پہنچ سکتا ہے اسنے جب یہ سنا کہ
 ہمارے اسلامی شریعت پر جو مشبہ فلاسفہ کرتے تھے کہ خلاف عمل ہے
 اوسکو سید صاحب نے دفع کر دیا۔ وہ تو ہزار جان سے گرویدہ ہو گیا
 اوسکو کیا خبر ہے کہ مطلب سعدی دیگر است اب میں کہتا ہوں کہ
 کارروائی فرقہ نیچر نے ابتداء سے نشوونما ہی فرقہ ہذا سے تخریب میں اور

دنیا کی غرض سے کی ہیں۔ جنکو ہم نے بابا سے لکھنا شروع کیا ہے
 وہ سب ہمارے ہندوستان کے نیچرل صاحبوں نے پیروی سے
 اپنے ہمیر و سرسید صاحب کی ہیں فرق اتنا ہے کہ ہر فرقہ گشتہ نے
 ایک یا دو باتیں سکھلائی ہیں اور جنرل نیچرل انڈیا نے سب کی سب
 تعلیم کر دیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ بد بیضاداری پانچہ خوبان ہمہ دارند تو تہناداری
 اور پھر لطف یہ ہے کہ وہ نیچرل یہ دشمنین کہلاتے تھے اور ہمارے سرسید
 صاحب خاص اسلام اور سرپرست سلیمین کہلاتے گئے باغ لگے اور
 لگنے پنائے یہی تو خوبی ہے کہ اسلام کی جڑ بنیازا دکھڑ جائے اور پھر
 حمایت اسلام کا لقب ہاتھ سے نہ جائے۔

ہمنے دیکھی نہیں اس کاٹ کی تلواریں نہ گنگہ یار سوا
 دل پشور خم بدن پرہین اتار نہیں نہ کہو کئے سے کیا

آپ خیال کیجئے کہ جو شخص اسلام کے نام پر قدا ہوا اور مسلمانوں کے
 حال زار پر آنسو کے دریا بہاتا ہوا اتنے آنسو اگر آنکھوں میں کان کا سیل
 بھی لگایا جائے کبھی نہیں نکل سکتے اور دن رات ہائی اسلام ہائی اسلام

سوا اور کچھ بھی صدا او سکی نہ ہو مسلمانوں کی تعلیم کی واسطے در بدر بھیک مانگتا
 پیرے کبھی کوئی کیسا ہی کم عقل یا ذی عقل او سکو دشمن اسلام کہہ سکتا ہے
 ہاں جیب عملی کارروائی تعلیم اور تعلیم کی دیکھی جائے اسوقت البتہ راز سہ
 کہل سکتا ہے۔ آپ ضرور کہیں گے کہ سرسید کا ذکر ہر جگہ کرتے ہیں نفسانیت

پیدا ہوتی ہے مگر میں مجبور ہوں اسلئے کہ میرے بنی صلعم نے فرمایا ہے
 مَنْ سَنَّ سُنَّةً مُبْتَدِعَةً فَعَلَيْهِ وَزُرْ هَاقَ وَزُرْ مَنْ عَمَلَ
 بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ

جو شخص کوئی نئی بات سکھلائے پڑے او سکا وبال خاص و سیر اور جو کوئی
 او سیر عمل کرے قیامت تک رہیگا۔ آپ لوگوں کے پاس تہذیب الاخلاق
 (تخریب الاخلاق) تفسیر احمدی اور دیگر کتب میل سرسید کی موجود ہیں انہیں
 نمایین باطلہ کی ترویج آپ کر رہے ہیں پیر میں کہوں تو کسکو کہوں بہت
 اچھا آپ اب یہ تو فرمائی یہ جواب لوگ ہاں ہی اسلام ہائے مسلمان دو
 مسلمان اور بالکل ذوب گئے یہ کلمات اپنے مرشد کامل کی پیروی سے
 آپ برابر کہہ رہے ہیں اور ہمیشہ مسلمانوں کو ذول اقوام ہر صیر میں شمار کر کے
 ان کی مکرہمت جو کہ زمانہ نے پہلے سے توڑ رکھی ہے نہ سلطنت نہ ثروت

اور نہ علم و کمال نہ جاہ و جلال یہ مسلمانوں کی ہی خواہی اور خیر طلبی ہے یا کہ
 اور انکو سب سے ہمت بنانے کا طریقہ ہے جیسے اسیکیوریون کا طریقہ ہے
 باب ۱۹ امین لکھا ہے کہ انسان حیوانوں سے بدتر ہے۔ اس طریقہ سے
 رہی سہی ہمت اور لوٹ جائیگی یا بڑھے گی۔ کڑکیٹ میدان جنگ میں جو
 کڑکا لہکر سپاہیوں کے دل بڑھاتے ہیں تب انکو پیش قدمی کی ہمت
 ہوتی ہے۔ اور اگر بجائے ان الفاظ کے انکو بھڑا زناتہ بھگڑو کہہ کر
 پکارین سچ کہئے کیسا خراب اثر پیدا ہو یہ بھی ہم نے مانا جس اقوام غیر کی
 ہنر مندی اور علم و کمال ہمکو سنا کر غیرت ہمکو دلائی جاتی ہے کہ ہم بھی ویسی ہی
 تکمیل علمی اور عملی کریں اور اسکا سرمایہ بھی آپ کے سپرد سرید صاحب نے
 پورا فراہم کر لیا مگر کوئی شاخ تعلیم صنائع (ارٹ سکول کی بھی کہولی) یہ
 اشتہارات قبل اجرا سے مدرسہ العلوم علی گڑھ کے موجود ہیں ذرا ان کو پھر
 پڑھئے اور یہی کہتے کہتے مر گئے ہائے مسلمان ترقی نہیں کرتے یہی ترقی
 میں بحث نہ کروں گا وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک محض بھیک مانگنی کی
 ترقی ہے دنیاوی ترقی کو لیجئے اور ہمکو ہمارے سرمایہ سے اوسی دھڑے
 پر لگا دیجئے جس دھڑے پر یورپ کے لوگ ترقی کر رہے ہیں آپ کیا

ترقی کی تعلیم کر سکیں گے نہ آپ کو اصول ترقی مروجہ زمانہ حال کی خبر ہے اور نہ
 آپ کو اہل اسلام کی ترقی منظور ہے بلکہ جہاں تک ممکن ہے آپ کو دین اور دنیا دونوں
 محروم کر کے حیوانات سے مشابہ بنانا اور اباحت اور اشتراک عام کے
 دھڑے پر چلانا یہی آپ کا مطلب ہے باقی خیریت آپ کی وہی مثل ٹھیک ہے
 جو سعدی نے گلستان میں اس صحنی بچہ کی لکھی ہے کہ پادشاہ ہو گیا تھا پر
 باری کی وجہ سے روئی کے کہیت جل گئے رعایا فریادی آئی پادشاہ
 فرمایا ہے پشیم بایستی کاشتتن و سچ ہے حسن چیز کا آدمی ہادی رفیع
 معلوم ہو پہلے خود اپنی لیاقت علمی اور عملی تو اوس میں پیدا کر لے ایک اور
 دوسرے بچہ کہ اوس کو اپنی قوم کی ترقی بھی منظور ہو اور جہاں دونوں تین
 تدارد پھر ترقی کسی صیغہ قانون ملکی نیچریان ہند کو فقط یہی پڑھایا
 گیا ہے کہ علمی ترقی میں قانون ملکی پاس کر کے سیرٹرائٹ لایجوا اور
 اسکے دو فائدہ ظاہری دکھلائے گئے ہیں۔ اگر نوکری ملے تو تم کشنر اور
 جج ہائی کورٹ ہو گے ورنہ سیرٹری کرنا اور یہ بھی نہ تو لیسٹیف کونسل
 کی ممبری تو کہیں نہیں گئی یعنی قانون ملکی بناتے ہیں تمہاری رائے
 شریک ہوگی بہر حال سلطنت کی مہات میں داخل رہنے سے صیغہ حکومت

میں ہر طرح سے مداخلت کا موقع رہا اور پہلی بات نیچر لو کی قوانین سلطنت اور شہریت
 جب تک مٹاے نہ جائیں اشتراک اور اباحت کے اصول ہرگز نہ جاری ہو
 اور سلطنت کی بیچ کنی دوسری طرح سے ہو سکتی ہے یا دشمن بیرونی کو آمادہ کر
 جنگ و جدل کرانی جائے یا کہ رعایا سے سلطنت کو پادشاہ سے بیدل اور
 ناراض کر کے دشمن خانگی اور مارا ستین بنایا جائے۔ ہزاران شاہنشاہ عوام
 راجہ (شکر است) سیر منصب اس کتاب میں اگرچہ نہیں ہیں مگر کہ میں اہم
 امور سلطنت میں بحث کروں گے کہ گوشہ نشین تو حافظا مخروش مگر بطور اسکے
 کہ میں بھی ایک فرد رعایا سے سلطنت سے ہوں کہتا ہوں کہ جو قانون مثلاً
 حقوق زمینداران اور کاشتکاران کا ایسا ہو کہ اس سے دو نو فرقہ میں مخالفت
 پیدا ہو اور دو نو بے دخل ہو جائیں اور دوا میں رعایا کی سلطنت کا عدل ثابت
 نہ رہے اور مخالفت پیدا ہو اگر کچھ قانون فرقہ بندی کا بنایا ہوا ہو گا ضرور
 اسکا منشا یہی ہو گا کہ سلطنت کے خانگی دشمن پیدا کر کے بنیاد سلطنت کی
 متزلزل ہو جائے یہ سیری غرض نہیں ہے کہ اسوقت کوئی قانون ایسا جاری
 ہے یا ہو نہ والا ہے بلکہ سیری غرض یہ ہے کہ یہ چری فرقہ چونکہ دشمنی سلطنت کے
 اصول میں داخل ہر جہاں تک ممکن ہو انتظامی امور سلطنت میں انکو دخل کرنا ہرگز مناسب

کیا فرقہ بندی اور انارکسٹ اور موسیالیسٹ وغیرہ کو اگر مغز ہندو ہائی
ملکی دے جائیں یا واعظان قانون کی مجلس کے اراکین وہی لوگ مقرر
ہوں ان سے کسی سلطنت یورپ کو امید ہے کہ بقائے سلطنت کی فکر

کرین گے۔ پہر چونکہ ہمارے زمانہ کے اراکین سلطنت کی بیدار مغزی پوری
پوری ہے ہم کو زیادہ توضیح اس مطلب کی کرنی ضرور نہیں ہے ایک نمبر
پارلمینٹ لندن جو نیچرل تھے اور ایک بڑے غنیمتین مسلمان کلکتہ جو نیچری
خیالات سے بہکے ہوئے تھے ان دونوں کی خبر گیری حکام نے بخوبی طور سے
کر لی ہے اور اس سطح آئندہ بھی امید ہے کہ ہوا کریگی انشاء اللہ۔

اہل اسلام ہند بلکہ تمام دنیا کو نیچری تعلیم سے
خبردار کر دینا لازم ہے

اب میں صاف صاف بیان کروں کہ ہمارے ہندوستان کے اہل اسلام
نیچری تعلیم سے دنیا اور دین دونوں کا ضرر کستھر پہنچ رہا ہے اور اگر تدارک
نہ کریں گے تو یونانیوں اور اہل فارس اور عثمانیوں اور فرانسیزیوں سے
ہزار درجہ زیادہ اونکو خرابی اور مذلت کا سامنا ہوگا۔

پہلے دینی ضرر کا بیان چونکہ یہ کتاب مذہبی کتاب ہے لہذا پہلے

دینی ضرر فرقہ پیچیدہ کا مجھے بیان کرنا ضرور ہے دیکھو براہِ راست اسلامی
 اب تمہاری دینی خرابی کا درجہ بیان تک پہنچا کہ حضور نقشب گور بہادر
 ممالک مغربی و شمالی و اودہ نے بھی اپنے لیکچر میں زور شور سے بیان
 فرما دیا کہ اہل اسلام کو ان کی مذہبی تعلیم پوری دلائی ضرور ہے اور اسکی
 وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کی تعلیم مذہبی کی نسبت جو کمیٹیاں علی گڑھ محمد
 کالج میں ہوتی ہیں نواب محسن الملک بہادر بالقبابہ کے اسپیش جو اس وقت
 میرے پاس نہیں ہے جسکا نمبر اور تاریخ لکھوں اور میں صاف درج ہے
 کہ مذہبی تعلیم کے واسطے چند رسائل اردو چھوٹے چھوٹے تصنیف کر کے
 داخل کورس کئے جائیں اسلئے کہ اسلام سچا اور واضح دین ہے جسکی
 خوبیاں ایسی مخفی نہیں ہیں کہ زیادہ تعلیم کی ضرورت ہو پھر اگر مراد نواب بہا
 بہادر کی ادنیٰ درجہ کی تعلیم ہے ضرور یہ تجویز درست ہے مگر اعلیٰ درجہ کی
 تعلیم دینیات کا کوئی دوسرا لیکچر سیری نگاہ سے نہیں گذرا ہے اگر ہے
 تو خیر ورنہ اسلام کی دینی تعلیم چھوٹے چھوٹے اردو رسائل سے کرانے
 میں اسلام کی بیخ کنی پوری ہوگی اسلئے کہ اردو زبان سے اگرچہ ضروری
 مسائل اعتقادی بچوں کی سمجھ میں آجائیں گے مگر چونکہ ہمارا قرآن اور علم حدیث

زبان عربی میں ہے اُس سے ہکو بالکل مجاہدیت ہو جاگی اور اندیشہ ہے کہ
 شاید ہماری نماز بھی اردو زبان میں پڑھنے کی تجویز ویسی ہی پیش ہو جیسے
 یورپول میں مسٹر کولمن صاحب کو بعض علماء اسلام نے تجویز کر دیا کہ انگریزی
 زبان میں نماز پڑھا کر اور مَدِّہا مَنَّان کی جگہ دو برگ سبز کہہ دینا پچھلے بعض فقہانے
 بھی جائز رکھا ہے جس پر علم و ادب اہل اسلام نے اسی خوف سے نہ کیا کہ قرآن
 اور حدیث کا علم ہر متروک ہو جائے گا دوسرے ضرر چھوٹے چھوٹے رسائل نو
 ایجاد سے یہ بھی ہے کہ طرز تعلیم مذہبی جو اہل اسلام کا مستمر ہے اس میں شیعہ
 اور اہل سنت دونوں فرق میں چھوٹے چھوٹے رسائل تعلیم دینیات کے
 موجود ہیں ان کو ناپسند کر کے جدید رسائل کی تصنیف سے پوری غرض یہی
 کہ نچری طریقہ سے ان کی تربیت ہو تاکہ وہ خیالات پختگی اسلام
 کی ابتدا ہی سے بچوں کے دماغ سے نکال دئے جائیں اور جدید روشی جو
 تطبیق شرع بالعقل کی پیدا ہوئی ہے وہی روشی پھیلائی جائے سترہ تعلیم
 کا اپنے ہاتھ میں رکھنا یہ پہلا بیج اس اکھاڑہ کا ہے جس میں ہماری پہلوان
 پنبہ بقول ملا جمال الدین حسینی اترے ہیں جیسے اوپر بیان ہو چکا تیسرے
 اس تعلیم مذہبی کا یہ ہے کہ جب علوم اسلامی کی استعدادی تعلیم میں ہونی اور فلسفہ کی

تعلیم درجہ اعلیٰ پر جسکی کوئی حد نہیں یا اگر ہے تو ان حضرات کو معلوم نہیں
اب ضرور جو شبہات جدیدہ علوم جدیدہ سے پیدا ہو رہے ہیں ان کے
دفع کرنے پر تعلیم یافتہ ہرگز قادر نہ ہوں گے خیال کیجئے کہ اہل اسلام کے
قدیم علوم کے تعلیم یافتہ اگرچہ اعلیٰ درجہ علمی پر پہنچ رہے ہیں ان شبہات
جدیدہ کے دفع کرنے میں سر دست اونکو درماتدگی ہوتی ہے ہر جب
اردو رسالہ کے تعلیم یافتہ ہمارے اطفال ہوں گے وہ بچارہ کیا کر
سکیں گے اب زیادہ بحث اس تجویز پر کیا ضرور ہے آپ دیکھ لیجئے
جستہ تعلیم یافتہ اس کالج کسے اور شیعہ پاس شدہ موجود ہیں انکی
لیاقت علمی دینیات میں کیسی ہے اور وقت ان کو دینی تعلیم کا کس قدر
ملتا ہے اور ان کے عقاید مذہبی کیسے ہیں اور یہ کہلی بات ہے کہ سرکاری
کالج اور اسکول کے پڑھ رہے ہوئے ایسے نچرل نہیں ہوتے جیسے محمدن
کالج علی گڑھ سے برعکس نہندناقم زنگی کافور کے ہوتے ہیں اگر میں یوں
کہوں کہ دین محمدی کی تخریب کیواسطے یہ کالج بنایا گیا ہے اسوقت البتہ
محمدن کالج کے معنی درست ہو سکتے ہیں پھر چونکہ تعلیم دینیات کی کمی یہ
جماعت اسی غرض سے تجویز کرتی ہے تاکہ تعلیم علوم دینیہ اچھی طرح سے ہو

چنانچہ اب یونیورسٹی کا بھی چندہ چل رہا ہے۔ خیر دین تو رخصت ہوا اب
 دنیاوی تعلیم کو لیجئے۔ دنیاوی ضرورت تعلیم بخیری کا۔ اس ضرورت کا بیان
 کرنا ایک طولانی تقریر کا محتاج ہے اور اسکے دعاوی اور دلائل کو وہی لوگ
 سمجھیں گے جنکو آج یورپ کے علوم جدیدہ سے کسی قدر آگاہی ہے ہر ہم
 محلی بیان ایسا کریں کہ ہر شخص اسکو تسلیم کر لے۔ بشرطیکہ اپنے ملک کی
 فلاح اور یہودی پرپوری نظر ہو۔ نہ انیکہ سن میں شیخ فرید اور تعلیمین اینٹنٹین
 مان جناب اگر آپکو جدید تعلیم سے پوری لیاقت نہیں پیدا ہوئی ہے تو
 اخبارات یورپ کے ضرور نظر سے گزرے ہوں گے وہ بھی ایک عمدہ
 ذریعہ آپکو اپنی دینی ترقی کی راہ دکھلانے کا ہے اسلئے کہ جب مجھ سا اردو
 خوان اس قدر جانتا ہے تو ہمارے معزز بے۔ اے ایم۔ اے۔ کو بدرجہ زیادہ
 معلوم ہوگا۔ اسوقت یورپ کے اہل علم اور صاحبان عقل ہرگز وہ تعلیم ذریعہ
 ترقی دینوی نہیں خیال کرتے جس سے کسی گورنمنٹ کی نوکری اونکو ملے بلکہ
 اسکو تنگ و عار اور آزادی کے سلسلہ خلاف جانتے ہیں اور جیسا کہ عقل
 صحیح کا مقتضی ہے کہ نوکری بدتر از غلامی ہے اوسطرح وہ بھی کار بند ہو رہی ہیں آپ
 دیکھ لیجئے کہ براہمدہ گورنری کا ہے وہ بھی منٹ منٹ میں مقید کیا جاتا ہے

پہر جو ہماری تعلیم اور ہنر علوم اور فنون کی نچرل صاحب کراتے ہیں جس سے
 اسو سلطنت میں ہر کو مدخلت رہے قطع نظر اس بدگمانی کے جو اوپر لکھی گئی
 ہماری آزادی اور حریت کے بھی کسی قدر مخالف ہو اور پہر چونکہ نوکری ایک
 محدود صیغہ ہے اور بقول بعض حکام عالی مقام کے ہمارے ملکی سند یافتہ
 انٹرنس سے لیکر ایم اے درجہ تک اس قدر ہو چکے کہ اگر تمام یورپ و ایشیا
 اور افریقہ کے محکمہ جات میں فقط ہندوستانی کی بہرتی ہو پہر بھی نصفی تعداد
 کو نوکری نہ ملے اسی نظر سے قدامی فلاسفہ نے بھی مزاج ملک اور مزاج
 نظام عالم کو مرکب چار عنصر سے تجویز کیا ہے او سمین سے ایک عنصر نوکری
 بھی ہے ہمارے نچرل صاحب نظام عالم کو بسیط یعنی ایک ہی عنصر سے غلط
 خیال کر رہے ہیں یہی سبب ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ بعد فراغ تعلیم کے
 اوسے تباہی میں گرفتار رہتے ہیں جس میں کہ پہلے سے تھراپ یورپ کو
 علوم جنکے ذریعہ سے ہم آزاد آدمی رہ کر اپنی دنیوی ترقی سے مالا مال
 ہون او کی تفصیل مجھ سے سن لیجئے سب سے پہلے علم کیمسٹری (کیمیا)
 جو سو برس سے علم کے درجہ میں پہونچا ہے (اہل یورپ میں) اور اسی
 زمانہ میں اس قدر ترقی اسکی ہوئی ہے جو اور کسی علم نے نہیں کی ہوتا اسکے سونے

چاندی بنانے کا انکار جو عالمگیر تھا اب ایک ڈاکٹر نے اصلی چاندی اور ایک
 امریکن نے سونا بھی بنا دیا۔ ہکویہ دکھانا ہے کہ اس علم کے عملی فوائد استقدر ہیں
 اور ہماری دنیوی ترقی کا آلہ اس سے بڑھ کر شاید اور کوئی نہ ہو گا۔ فرض کرو
 اسٹرن کینڈل یعنی چربی کی بتی جس کا خرچ آج بھی ہمارے ملک میں فقط شہر
 کلکتہ کی گھوڑا گاڑی کرایہ کی جس کا شمار لاکھ سے زیادہ ہے اوسمیں ایک
 مرتبہ میں نے حساب کیا تھا روزانہ دس ہزار روپیہ کی بتی کا خرچ تھا ہندوستان
 بتی چونکہ اوسمیں چربی (ٹالو) کے تینوں جز ہوتے ہیں۔ اسٹرن یعنی کھلی
 (اولین یعنی چربی کا تیل) (گلیسرین) یعنی چربی کا شہد اسید و جب سے دیر پائین
 اور انگریزی بتی فقط اسٹرن یعنی کھلی کی ہوتی ہے لہذا دیر پائیا ہوتی ہے
 اب میری غرض یہ ہے کہ کمیسٹری کی ترقی سے چربی کے تین جز مفید
 الگ نکالے گئے اور بڑا فائدہ انسان کو پہونچا اس طرح ہزاروں اشیا جیسے
 لوہا اور چمڑا اور دلی اور سن مجیٹ وغیرہ وغیرہ اگر ہمارے سحرز اطفال کو
 فروغ کمیسٹری کی تعلیم دلائی جائے لاکھوں طرح کے ہنسران کی روزی پیدا
 کرنے کے ایسے اب یورپ سے ہم سیکھ سکتے ہیں کہ ہرگز نوکری کی ہمو
 پرواہ بھی نہ رہے اسی طرح جیالوجی اور پالوجی میکانیکی یعنی زمین کے طبقات

کی پیداوار کا حال زمین کی معدنی اشیا کی جگہ کی شناخت کہ بعض اہل یورپ
 مزہ چکھ کر مٹی کا اور بعض اور طریق سے بتلا دیتے ہیں کہ اس زمین خواہ اس
 پیار میں فلاں معدنی شے نکلے گی دریاؤں کی اشیا کا علم علم ہوا کے ذریعہ سے
 سیکڑوں آلات اور اشیا کی ایجاد ہوئی ہے علم فلاحت کی پوری ترقی سے
 ایک ہی کاشتکار امریکہ میں لاکھ ہیکٹار کا کہیت و خانی انجن سے طیار کرنا کر
 جتن کی آمدنی مہاراجہ گوالیار کی ملکی آمدنی سے برابر اخبارات میں درج ہے
 اگر میں تفصیل اوں علوم اور فنون کے لکھوں ایک جداگانہ کتاب طیار ہو
 اور سب جاننے والے جس قدر آلات اور میٹیر یعنی پیما نہ اب طیار ہوئے ہیں
 مثلاً بیرومیٹر ہوا نا پنے کا پیمانہ ایریومیٹر اور لکٹومیٹر جس سے ڈاکٹر پیشاب
 کی گریوٹی یعنی وزن صنفی دریافت کرتے ہیں اور لکٹومیٹر سے دودھ میں
 جس قدر پانی ملا ہوتا ہے اسکی شناخت ہو جاتی ہے اور مخبر زلزلہ جو کہ زلزلہ
 کے آنیکی خبر پہلے سے دیتا ہے۔ یہ کتاب عروس بدیعہ موجود ہے اور
 اسکول اور کالج میں یہ سب اصول اور فروع تہوڑے تہوڑے پڑھائے
 بھی جاتے ہیں۔ ہزار افسوس نہ ہمارے ریفارمر وں کو اس قدر
 لیاقت ہے کہ ہمارے اطفال کو اسکی ہدایت کریں اور نہ ہمارے

تعلیم یافتہ ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ کو اتنی سب سے کہ اپنے نفع
 اور نقصان کو پہچانیں۔ لہذا بحیرہ فلاح اور وقت و پریشانی
 کے اور کچھ نتیجہ اس تعلیم کا اگر ہے تو یہ ہے کہ نچرل بنیادین سے بھی ہاتھ
 اٹھاؤ جس طرح دنیا خراب کر دی میرے معزز تعلیم یافتہ دیکھو اگر تمکو فقط ایسے
 آلات بنانے کا علم یعنی علم سیکانٹکی پڑھایا جائے یا تمکو فقط کیمج ڈھالنے کا
 ہنر سکھلایا جائے یا تمکو فقط لوہا گلانے کا طریقہ معلوم ہو یا تمکو فقط لیڈر یعنی
 چمڑا صاف کرنے کا ہنر سکھلایا جائے یا تمکو فقط جوہر اشیائی بنانی اور معدنی
 کا بنانا آجائے یا تمکو سینکڑوں ڈھالنے کا ہنر سکھلایا جائے یا تمکو ایل چار کول
 یعنی حیوانی کوئلہ بنانا اور حیوانی کوئلہ سے (شوگر) یعنی بلوری شکر بنانی
 سکھائی جائے یا تمکو ربڑ کی چیزیں بنانی آجائیں یا تمکو سوڈا بنانا خواہ سن اور
 سنٹی سے عمدہ اطللس بنانے کا ہنر آجائے یا تمکو (بوراکس) سوہاگہ صاف
 کرنا یا تمکو کلاک اور ٹیم پس اور لیور جنیوا اقسام گھڑ لوہے کے پرزے بنانے
 معلوم ہوں اور کچھ نہ تو فقط چھتری جو ہندوستان میں چار کروڑ سالانہ فرو
 ہوتی ہیں تمکو ہی صنعت آجائے اور کہاں تک لکھون تمکو فقط ڈاکڑاٹ صاب
 کی دکشتری جو سو روپیہ کو آتی ہو خواہ ڈاکڑیوز کی دکشتری مطبوعہ لندن

جو پچھتر روپیہ کی آتی ہے اُسی کے مطالعہ کرنیکی توفیق ہو تو یہ ہمارا دکھڑا رونا
 تمہاری بربادی اور تباہی کا بالکل بدل جائے میں اور بھی سیکڑوں قسم کی
 صناعت جدیدہ کو لکھون مگر جب کہ تعلیم نیچری اسی قسم کی ہے اور تمہارا یہ فکر
 ہمارے دہوکہ میں پڑ کر اسی ڈھڑے پر چل رہے ہیں کیا اثر ایک آدمی کی
 تحریر اور تقریر کا تصور ہے مسلمانوں کی ترقی اس میں کوئی شبہ نہیں ہے
 کہ ہر زمانہ کی ترقی کے اسباب اور طریقہ جدا جدا ہوتے ہیں اور اس میں ضرور
 شبہ ہے کہ بدون سلطنت کی امداد کے ترقی دنیوی ناممکن ہے ہاں
 سلطنت کا حال تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) ہماری ترقی کی مددگار ہے
 (۲) یا ہماری ترقی کے مخالف ہے (۳) نہ مددگار ہے اور نہ مخالف ہے
 اسی طرح ذریعہ ہماری ترقی کے تین قسم کے ہیں۔ (۱) بدون امداد سلطنت
 ہم اس ذریعہ کو پورا نہیں کر سکتے (۲) کچھ بھی امداد سلطنت کی ہمواری
 نہیں ہے (۳) جب تک سلطنت کی مخالفت نہ کریں وہ ذریعہ پورا نہ ہوگا
 پہر چونکہ سلطنت کی ترقی وہی ترقی رعایا کی ہے لہذا ہماری ترقی کا روکنا اسی
 سلطنت کو مقصود ہو گا جو اپنی ترقی کو مٹانے کے درپے ہے اب فرض کیجئے
 کہ زبان انگریزی کی تعلیم کی ہمواری اس وقت کیوں سے اولاً تو

حاکم کی زبان ہے جس سے ہمارے معاملات کا تعلق ہے اور معاشرت پوری
 پوری اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ حاکم اور محکوم کی زبان متحد ہو قاعدہ انصاف
 تو یہی چاہتا ہے کہ حاکم زبان رعایا کی سیکھے مگر خیر اس وقت کی سلطنت کا یہی
 منشا ہے کہ رعایا زبان پادشاہ کی سیکھے کچھ مضائقہ نہیں ہے علم زبان سیکھنے میں
 مگر یہ فائدہ صرف معاشرت سلطان اور رعایا کا ہے جو انگریزی زبان سیکھنے
 سے حاصل ہوگا اور اس فائدہ سے فقط زبان انگریزی کا سیکھنا ضرور ہوا
 اب زبان دانی کے واسطے لا ایک (منطق) اور فلسفہ عقلیہ اور فلسفہ طبعیہ
 وغیرہ دیگر علوم کو انگریزی زبان میں پڑھنا ضروری نہ ہوگا اور ہم نے یہ بھی مانا
 کہ سہولت تعلیم اسی میں ہے کہ ایک ہی زبان میں جملہ علوم پڑھائے جائیں
 اب ان علوم کی غرض اور غایت معاشرت سلطان کی نہیں ہے بلکہ اپنی
 تکمیل علمی اور عملی غایت ان علوم کی ہے پر چونکہ دنیاوی فوائد علوم
 علمی سے پیدا ہوتے ہیں اب فرمائی کہ ہمارے تعلیم یافتہ اعلیٰ درجہ کے
 پاس شدہ انکو علمی فوائد اس تعلیم سے کیا ہوتے ہیں ہمارے رفکار مرچر
 صاحب بہادر جو ہر آرٹیکل میں ارشاد کرتے ہیں کہ انگریزی تعلیم کی ضرورت
 ابھی اہل ہند پر بخوبی ظاہر نہیں ہے وہ ضرورت کو لسنی ہو وہ ہی نوکری اور

بیٹری یا اور کوئی ضرورت ہے بڑا حوصلہ اگر ہمارا ہوا تو ولایت جا کر سول سروس کا
 امتحان دیا اور بیٹری کی سند لائے یا سیڈیکل صیغہ سے پاس ہو کر سول سرجن تو
 کیا اسسٹنٹ سول سرجن بن کر آئے یا شافو ونا اور علم فلاحت میں پاس ہو کر
 آئے اور محکمہ زراعت کی افسری کا عہدہ ملا بہر حال وہی حکام کی نوکری کی غلامی
 سے آزاد نہ ہوں اسکو نجات اور غرض تعلیم انگریزی قرار دی ہے۔ دیگر بیج
 کسی پورے سند یافتہ کو اپنے سنا ہے کہ بجای خود اپنے علم سے بدون
 تعلق گورنمنٹ کے کچھ کام کر سکتا ہے۔ حالانکہ علوم جدیدہ کے اصول اور
 فروع ایسے ہیں کہ آدمی آزاد ہو کر اپنی معاش کی تدبیر خود آپ ہی کر سکتا ہے
 ان علوم اور فنون کا تو نام بھی نیچرل صاحب خواب میں نہیں لیتے اور
 ہاے ہاے کے نعرہ بلند اور قومی تئیرل کے مشیہ لفظ اور تشریف میں برابر پڑھا
 جاتے ہیں شاعر نے خوب کہا ہے مائتم کرین حسین کاٹھن حسن پورہ
 قوم کی تباہی پر زار قطار تو ضرور آپ روتے ہیں مگر تدبیر ترقی کی وہ ہی
 کرتے ہیں جس سے رہی سہی ہماری تہوڑی سی خوش حالی وہ بھی جاتی رہے
 کوئی رسالہ یا کوئی پرچہ اخبار جس میں کوئی آریکل قومی ہمدردی کا آپ نے
 پڑھا جس سے قومی ترقی جو علوم کے ذریعہ سے آج ہو سکتی ہے اسکی طرف

اشارہ بھی ہو تین دہائی کلکٹری سالانہ محمدن کالج کے سند یافتہ کیواسطے
 گورنمنٹ نے سنتے ہیں کہ منظور کی ہیں (اگر سچ بھی ہو) اچھا اور سند یافتہ جو ہر
 سال کا اوسط کی سطح تین سے وہ چند ہوں گا وہ یہاں رہ گیا خاک پھانک کر لے کر ننگے
 اور بڑا فخر اسکا کہ ہم تین مغز سند یافتہ کو ہر سال گورنمنٹ نے اپنی علامی میں
 لینا منظور فرمایا ہے خاک ایسے فخر اور سبھا ہاٹ پر مجھ سے میری مغز دوست
 عالی دماغ ہنر پرور منشی نول کشور ستونی نے اپنی لایف (سوانح عمری) کا
 آخری قصہ یہ بیان کیا کہ جب ملک اودہ کو آنے لگا ایک فقیر گروجی الہ آباد
 کے پاس گیا کہ میرے واسطے دعا کیجئے کہ میں دو پیسہ کی نوکری مل جائے
 گروجی نے کہا نوکری کسی تیرے واسطے ایسی دعا کرتا ہوں کہ سیکڑوں
 آدمی تیرے نوکر رہیں اور تو کسی کا غلام نہ رہے گا چنانچہ میں لکھنؤ میں آیا اور
 اودہ اخبار جاری کرنے کا خیال میرے دل میں آیا اور منشی راعم دیال صاحب
 تحصیلدار کی بدولت اس کام کو شروع کیا آج ایک ہزار روپیہ روز کا چھٹہ ملا زمان کا
 میں تقسیم کرتا ہوں اور لاکھوں کا سرمایہ نقد اور حبس موجود ہے
 خلاصہ یہ ہے کہ جدید تعلیم کا جو اصلی نتیجہ ہے کہ ہم آزاد اور قید نوکری سے
 آزاد ہوں اسکو بخیر فرقی فرقہ نے بالکل خراب کر دیا ہے اور قومی ترقی جو اس زمانہ

میں آسانی سے ہو سکتی ہے اوسکے پورے مخالف ہی لوگ ہیں جنکا اصلی
 منشا یہ ہے کہ آدمی مثل ریچھ اور بندر کے حیوانی افعال سے متصف ہو سیرا وہ
 تھا کہ علوم جدیدہ سے جو فوائد ہمو ہو سکتے ہیں انکو پوری تفصیل سے لکھوں مگر
 یہ تقریر میری موضوع بحث کتاب سے خارج ہے لہذا ایک جواب ضروری
 شبہ یہ ہے کہ لکھکر اس بیان کو ختم کرتا ہوں بعض نیچر لوین سے
 جب میں نے پوچھا کہ سر سید صاحب نے کالج کہولا مگر ابھی کوئی درجہ آرٹ
 سکول یعنی مدرسہ صنائع کا اس کالج میں تجویز نہ کیا نیچرل صاحب نے جواب دیا
 کہ مولانا صاحب آپ کے دماغ میں صدر اشمس باز غمہ ہوا ہو اسکی مصالح
 (پولٹیکل) پر آپ کو نظر نہیں ہے ابھی ہم لوگ اسقدر علمی لیاقت کو نہیں پہنچے
 کہ آرٹ سکول کی تعلیم ہمکو دلالتی جائے میں نے کہا دستکاری اور صنائع کے
 واسطے ایسی لیاقت کی کیا ضرورت ہے یہ تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ کس صنعت
 کے سیکھنے میں نیچر چند اصول عملی اور علوم کے محتاج نہیں ہیں یہ اولیٰ بات اپنے
 کیونکہ ہی نیچرل صاحب آپکی اولیٰ رائے اسی سے تو ہم لوگ ملاؤں گے
 معتقد نہیں ہیں اور سب جاننے دیئے یورپ کی صنائع جسقدر ہیں سب
 دھانی انجن سے چل رہی ہیں باریک چیز جیسے کہ سوئی لوہے کی اور موٹا

کام جہاز کا لنگر آہنی دونوں انجن سے بنتے ہیں اور انجن کا بنانا اور اوسکے
 پرزے ڈھالنا آپ کو معلوم ہے کتنے علوم پر موقوف ہے پھر اگر ہم کوئی کارخانہ
 جاری کریں اور انجن ولایتی کے محتاج رہیں فرض کیجئے کہ اہل ولایت ہلکے
 انجن نہ دیں یا خراب شدہ کی مرست نہ کریں اب فرمائی کہ ہمارا لاکھوں
 روپیہ کا سرمایہ جو خراب ہو گا اوسکا تادان کون دیگا آپ دیکھ گئے
 میں نے کہا پہلے تو آپ کی یہ بات نادانی کی ہے کہ بدون دقانی
 کل کے کوئی صنعت چل نہیں سکتی۔ ہم سیکڑوں اشیاء مصنوعی آپ کو بتلاتے
 ہیں کہ ہرگز اس میں انجن کی ضرورت ہی نہیں ہے ذراؤ کشتری صنائع
 یورپ کو دیکھئے اور فرض محال انجن بنانے کی صنعت اسکا سیکھتا ہو
 کیون دشوار ہے اور وہ کون مخفی علم آسمانی ہے جسکی تعلیم سے ہم انجن
 بنانے پر قادر ہو سکتے ہیں اور ہلوڑ یا یا نہیں جانتا انجن کے پرزہ اور
 اجزاسب ہلوڑ یا کر بتلایا جاتا ہے پھر ہم کیون اوسکے بنانے پر قادر
 نہیں ہیں یہ تو آپ کو کسی اور سے کہنا چاہئے جو انجن کے پرزوں کی
 کیفیت نہ جانتا ہو خاص ریلوے انجن کے پرزہ اور جن اصول جبرئیل
 اور مروت دقانیہ پر اسکی بنا ہے بحر حکمت ایک چھوٹا رسالہ ہے اس میں

اور طبیعات کی سب کتابوں میں اچھی طرح سے درج ہے۔ نیچرل صاحب پر
 آپ وہی مرغ کی ایک ٹانگ کہہ رہے ہیں۔ اچھی حضور آپ کو پالیسی پر اطلاع نہیں
 میں نے کہا پالیسی کس جانور کا نام ہے۔ نیچرل صاحب اسی جانور کے
 نہ جانتے سے ہم اہل ہند کو اہل یورپ جانور کے نام سے یاد کرتے ہیں
 پس اب زیادہ اسرار کہونے کے درپے نہ ہو جسے اسکو مان لیجئے کہ
 ہم اہل ہند میں ابھی لیاقت اتنی نہیں ہے کہ صنائع یورپ کو جاری کریں
 میں نے کہا بس پالیسی آپ لوگوں کی ہم سمجھی۔ آپ ہائے قوم ڈوبی ہائے
 مسلمان مرے ہائے اسلام زبانی فقط کہتے ہیں اور مطلب آپکا یہی ہے
 کہ براہ فریب وہی مسلمانوں کی خیر خواہی پر روتے رہیں اور اسلام کی جڑ
 کاٹا کریں۔ ہمارے معزز تعلیم یافتہ اگر آپ کے دہوکھے سے غافل نہ رہیں
 رہے ضرور اسی تکبیت میں رہیں گے اور اگر کسی نے ذرا بھی اپنی عقل سے
 کام لیا پھر تو آپ کی فریب دہی اسی روز پوری کھل جائے گی۔ مصر اور بیروت
 کے مسلمانوں نے انہیں فنون کو اچھی طرح سے حاصل کر لیا ہے اور
 عربی زبان میں ترجمہ بھی کر ڈالا اب تھوڑا سا زمانہ باقی ہے کہ ہمارے ہندوستان
 پہاڑی بھی آپ کے واقف تر ہو کر سے نکلیں انشاء اللہ۔ آج بھی ہندوستان میں

(۸۶۹۳) دفانی کارخانہ جاری ہیں جنہیں ۶ لاکھ ساڑھے ہزار آدمی ملازم ہیں نچرل حساب
درست ہر مگر کوئی کارخانہ ایسا بھی بتلا دیجے جسکی کارروائی بدون آفیسر پور ہیں
کے ہوتی ہو ہیں نے کہا اسی بات کا رونا ہمو بھی ہے کہ آپ کی فریب دی نے
ہمارے اطفال تعلیم یافتہ کو ایسا خراب کر دیا ہے کہ سوائے فکر نوکری اور سرکاری
یا کچی ڈاکٹری کے کسیکو یہ توفیق نہیں کہ دفانی کارخانہ کا سب کام انجام دیتے
ساریفت حاصل کریں اور اگر مدراس میں کلکتہ کے معززین نے یہ لیاقت
پیدا کی ہے پھر کیا کہنا ساری فریب دی آپکی جاتی رہیگی۔ اب ہم کو لازم ہے کہ
جو جو طریقہ اہل اسلام کے تخریب دین اور دنیا کے جاری کئے ہیں انکو جدا جدا
ایک ایک باب میں لکھیں :-

باب ہائیسوان لتخیر روح کے عمل سے جو جو خرابی عقائد کی شکل
ہو رہی ہے اسکا پورا بیان اور جواب شبہات اور سوالات
کا جو مجھے معززین اہل علم نے کئے ہیں

روح کی ماہیت اور اصلیت کے بارہ میں پہلا سوال کیوں جناب مولانا
روح کی اصلیت جب آپ کو یہی معلوم سے پوچھی گئی اسکے جواب میں میں یہی
فرما کر رہ گئے۔ قل الروح من امر ربي فاما اولیاءم بد من العلم

الا قَلْبُ لَا رُوحَ مَعَهُ مِمَّنْ يَدْعُو بِهِ دُكَّارُكَ هُوَ اَوْ تَمَّ كَوَاوُسُكَ اَعْلَمَ تَحْوِ اسَا
 دیا گیا ہے۔ بحیث سبب ہے کہ ہم سے روح کی اصلیت کو خداوند عالم
 اور پروردگار نے چھپایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
 کہ روح کی ماہیت کو خدا نے آپ کے نبی کو بھی نہیں بتلایا ہے اور تہوڑا سا علم
 روح اگر پوچھنے والوں کو نہ ہوتا اور بالکل جاہل روح کے وجود سے ہوتے تو سوال
 کیونکر کرتے پھر اس جواب سے کیا غرض ہے ہم تو روح کی ماہیت پوچھتے
 ہیں اور خدا اوسکے جواب میں کہتا ہے کہ روح تو حکم رب سے ہوتی ہے۔
 مارے گھٹنا اور پھوٹے آنکھ یہ بھی کوئی جواب ہے۔ جواب یہ ہی تو
 خرابی ہے کہ جب آدمی بیکار اور خارج طاقت بشری باتوں سے پوچھا پانچھی کرتا
 اوسکا جواب جسکو علم کم ہے لغو اور مہمل دیتا ہے اور جسکو پورا علم ہے بلکہ وہ
 علام الغیوب ہے وہ ایسا جواب دیتا ہے کہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور
 ہوتا ہے یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ سوال کرنے والے عام لوگ جہال عرب
 تھے فلاسفہ نہ تھے جیسے کہ بعض ائمہ سے بعض نیچری اور زندیق نے روح کی
 ماہیت پوچھی تھی اور پورا جواب اُنکو صادق آل محمد عالم ہست نے دیا ہے
 اور وہ بھی محض تعلیم الہی سے دیا ہے چنانچہ ہم اُسکو آئندہ لکھیں گے پھر جاہل

آدمی تو روح اُسکو جانتا ہے جس سے آدمیوں کے یا گل ذہنی روح کے بننے جان
 آجاتی ہے اور زندگی کا دار و مدار اسی روح پر ہے اور ہر جنس روح ہوا اور ہوت
 آئی اور اسی روح کو خدا نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ فاذا سومیتہ
 وفتحۃ فیہ من روحی۔ جب آدم کا پتلا ہم نے درست
 کر لیا اور اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح کو چھونک دیا پھر یہ پوچھنے والی جو قسم
 روح کے آدمیوں نے فلسفہ کے ذریعہ سے گھڑ لئے ہیں انکو نہیں جانتے تھے
 اُن کو ایسے نازک اور دقیق اوصاف یا حد اور رسم روح کے بتلانے سے بجز انکی
 حیرت بڑھانے کے اور کیا نتیجہ ہوتا ہے اور چونکہ مردہ خواہ بیجان چیز کا زندہ ہونا
 یہ فقط خدا کے حکم اور قدرت نامی کی بات ہے اور جتنی اقسام روح کی بدن نشان
 میں فرض کرو خواہ روح کو معنی عقل اور نفس نامی کے سمجھو سب کے سب محض حکم اور
 امر پروردگار سے پیدا ہوتے ہیں لہذا یہ جواب خدا نے ایسا عام ارشاد فرمایا جو
 کسی قسم کی روح کیون نہ ہو سکو شامل ہے اور مناسب درجہ فہم سائل کے یہی جواب ہے
 اور اگر سچ پوچھو تو بڑا فلسفی بھی کسی چیز کی ماہیت کو اُسکے حد تمام سے کیونکر جان سکتا
 منطق کے علم میں جو جو طریقہ حد تمام اور حد ناقص اور رسم تمام اور رسم ناقص کے بیان
 ہوئے ہیں کسی کوئی یقین نہیں کر سکتا ہے کہ اُن کے ذریعہ سے علم ماہیت اشیا کا

درحقیقت ہو جاوے مثلاً انسان کی ماہیت یا تمام حیوان ناطق کہتے ہیں کوئی
 دلیل اسپر قایم نہیں ہے کہ یہ دونوں جزا اصلی ماہیت انسانی ضرور ہیں یا انہی
 اصطلاح میں ہم نے حیوان ناطق کو تمام انسان کے ٹھیکرائی سے کل فلاسفہ کا
 اجماع اسی پر ہے کہ ماہیت کسی چیز کی سوائے خالق کے اور کسی کو معلوم نہیں ہے
 یہ ہر جب ماہیت کا علم انسانی اور اک سے یا ہر ہے اب روح کی ماہیت کا بیان
 بھی اونہیں اعراض اور اوصاف خارجیہ سے کیا جائیگا۔ یہی برحق جو واسطے تعلیم
 پیدا اور معاد کے آئے تھے انکو تو وہی اوصاف اور لوازم روح کے بیان
 کرنے ضرور ہیں جن سے علم توحید اور اقرار قدرت الہی کا است کو ہو جائے
 اگرچہ روح کے ہزاروں اوصاف اور بھی ہوں مگر خدا کو اپنے نبی سے ہی فرمانا
 ضرور تھا کہ روح میرے حکم سے پیدا ہوئی ہے اسکی تعلیم بندگان الہی کو کرو اور
 بعثت انبیاء سے غرض یہی ہے کہ مخلوق خدا اپنے خالق کو پہچانے یہ غرض
 نہیں ہے کہ فلسفہ طبعی اور طب جہانی اور کیمسٹری کے مسائل انکو سکھلائے
 اب معلوم ہوا کہ یہ جواب سائلین عوام کے منصب کے بھی مناسب اور شان
 نبوت بھی اسکو چاہتی ہے۔ واضح ہو یہ ہمارا کہنا کہ یہ سائل بالکل جاہل ہے
 اسکی سند یہ ہے کہ اسی جواب پر انہوں نے سکوت کر لیا اور پھر کچھ اونہوں نے

توجیہات نہ کی اور حکیم نقائے مجددہ اور اُس کے رسول اور نائبان رسول کو جواب
 اسی قدر دینا براہ حکمت لازم ہے جس قدر سیال کا فہم اور اُس کی عقل ہو ہمارا سیال
 یہ یہودہ کلمہ جو کہتا ہے کہ روح کی ماہیت خدا نے ہمارے نبی کو بھی نہیں
 بتلائی تھی اُس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم کا مرتبہ علم تو ارفع اور
 اعلیٰ ہے حضور کے تعلیم یافتہ آپ کے اوصیاء برحق جنکو سینہ بسینہ علم نبوت
 پہنچا ہے چنانچہ ایک اونہین سے امام جعفر صادق علیہ السلام بھی تھے آپ
 بھی ایک زندیق تھے اسی روح کی نسبت سوال کیا ہے اُس کا جواب بھی فرما
 ناظرین ملاحظہ فرماویں اور چونکہ یہ دہرہ منکر حشر اور نشر تھا لہذا اُس کے سوال کے
 یہ سیرایہ کو اور فلسفی پیچیدہ تقریر کو اور پھر جواب عالم ربانی کو بھی معذور دیکھئے۔
 سوال زندیق ہاں جناب آپ بیان تو کیجئے کہ یہ چراغ جب بجھ جاتا ہے
 اس کی روشنی کہاں جاتی ہے۔ جواب امام ایسی جگہ جاتی ہے کہ پہرہ لٹ کے
 نہیں آتی ہے۔ سوال پھر آپ کیون انکار کرتے ہیں کہ آدمی کی روح بھی
 اس طرح کی ہو کہ جب آدمی مر جائے اور اُس کے بدن سے روح جدا ہو جائے
 پھر بھی پلٹ کر بدن میں نہ آئے جیسے چراغ کی صولپٹ کر نہیں آتی ہے
 جواب تو نے اسے زندیق روح کا قیاس چراغ کی روشنی پر ٹھیک نہیں کیا

مراد یہ ہے کہ عرض کا قیاس جوہر پر کیا ہے اسلئے کہ جوہر جسمانی آگ کا اجسامین
 پوشیدہ موجود ہے اور اجسام قائم بذات خود ہیں یعنی جوہری اشیائیں مثلاً
 پتھر اور لوہا جب ایک دوسرے سے ٹکڑکھاتا ہے آگ کی چنگاری اذنین سے
 نکلتی ہے۔ اوس چنگاری سے چراغ روشن کیا جاتا ہے اب چراغ کی لو سے
 یہ ضواء اور روشنی نمودار ہوتی ہے پس آگ تو اجسام میں ثابت اور بذات خود
 موجود ہے اور روشنی ایک عرض ہے جو فرو ہو جاتی ہے مین کہتا ہوں
 آگ کی موجودگی سے حال کے فلاسفر کو انکار ہے اسکا بیان جدا گانہ بحث میں
 کروں گا۔ مگر حرارت اور نور دونوں کا جدا جدا ہونا اسی تقسیم سے ثابت ہے
 کہ حرارت کی ایک قسم مشعہ یعنی صاحب شعاع اور صاحب ضو ہوتی ہے اور اسکی
 خواص اور نور کے خواص قریب قریب ہیں اور آفتاب مصدر اعظم اس حرارت
 کا ہے مگر ابھی تک جدید علماء طبیعیین کو معلوم نہیں ہوا ہے کہ شعاع شمس کی
 حرارت کا سبب اصلی کون چیز ہے علم سماویات کے جدید علماء کو یہ بھی خط
 ہوا ہے کہ آفتاب کا جرم نورانی نہیں ہے بلکہ ضواء اور ترق نور آفتاب سے
 الگ گرد کرہ شمس کے پھیلا ہوا ہے۔ زمین جو سپرے میں اور خواب دیہین
 مخلوق کا۔ اب باقی ماندہ قول مائے کوہر شروع کروں۔ روح جسم رقیق ہے

جسے قالب کشف پنھایا گیا ہے چراغ کی ضو سے مشابہ نہیں ہے جیسا کہ تو نے
 بیان کیا ہے اور تشبیہ چراغ کی لو سے روح کو دہی ہے جس نے جنین
 یعنی بچہ بے روح کو صاف پانی (سنی) سے پیدا کیا اور اسی سنی سے طرح
 طرح کے اعضائے جسمانی بنائے رگین اور پٹھے اور دانت اور ہڈیاں اور بال
 وغیرہ اور یہ چیزیں سنی میں (یعینہا) موجود نہ تھیں بلکہ محض نابود سے موجود کر دیا
 وہی خدا اس جثہ کو بعد موت کے زندہ بھی کر دیتا اور بعد فنا کے از سر نو موجود کر دیتا
 میں کہتا ہوں خوردین (سیکر سوپے) جو کٹرے سنی میں نظر آتے ہیں اور
 علماء تشریح (فیساو جنین) کا عقیدہ ہے کہ انہیں سے خلقت جنین کی ہوتی
 اور ان کی روئین یہ سب اعضا اور جوارح موجود ہوتی ہیں اور غذا جو کہ جنین کو
 پہنچتی ہے اس میں اجزاء مختلف ایسے ہوتے ہیں کہ بقوت جذب مشاکل ہر عضو اپنے
 مناسب حصہ غذا سے لیکر نشو و نما بنا تا ہے محض نابود سے ان اعضا کا وجود
 نہیں ہوتا ہے اس کا جواب تفصیلی تو مسئلہ خلق اور نشو و نما میں ہم پورا دیں گے اور
 یہاں پر بھی کافی ہے کہ یہ کٹرے یا تو سنی بنتے وقت پیدا ہوئے یا خون بنتے وقت
 یا غذا سے کیلوس اور کمیوس بنتے وقت یا کہ غذا میں پہلے سے تھوہر حال کیسے
 پیدا ضرور ہوئے ہوں گے جب ان کے تولد کا زمانہ فرض کرو اس سے پہلے نہ تھے

اور ضرور مانتا پڑے گا کہ نابود سے موجود ہونے میں سوال نہ پڑے ہر جہاں آدمی
 مرجاتا ہے روح اسکی کہاں رہتی ہے جواب اسی زمین میں رہتی ہے جہاں
 آدمی کا جسم خاکی رہتا ہے جسوقت تک کہ پھر زندہ ہو کر اٹھے گا سوال جو آدمی
 دار پر چڑھایا جاتا ہے اور سولی پر مرتا ہے لٹکا ہوا اسکی روح کہاں رہتی ہے
 شاید مراد اس سائل کی یہ ہے کہ جسکو سولی دیکر چند روز دفن نہیں کرتے ہیں
 اسکی روح کہاں رہتی ہے جواب اس فرشتہ کے کف دست میں رہتی ہے
 جس نے اسکی روح کو قبض کیا ہے پھر وہی فرشتہ اس روح کو سپرد زمین کر
 کر دیتا ہے جہاں یہ لاش دفن کی جائے یا پھینکی جائے میں کہتا ہوں یہ بھی
 یاد رہے کہ ہمارے نبی صلعم نے فرشتہ کو از قسم ہوا ارشاد فرمایا ہے جو ہوا کہ
 ہمارے حواس خمسہ ظاہری سے محسوس نہیں ہو سکتی ہے آئندہ اس ارشاد
 نبوی سے ہمارا بڑا مطلب برآمد ہوگا۔ کہ ہوا میں وزن نہیں ہے۔
 سوال آپ ارشاد کیجئے ماہیت روح کی کیا روح اور چیز ہے اور خون اور
 چیز ہے۔ جواب ہاں جس روح کو میں تجھے بیان کر چکا ہوں یعنی ماہی الحیات
 مادہ اس کا خون سے ہے (اور صورت روح کی اور ہے)
 اور خون سے غلاظت اور رطوبت بدن اور صفائی رنگ کی اور

بدن انسان کے اور جس صورت اور کثرت ضحک یہ سب امور پیدا ہوتے ہیں
جب خون خشک ہو گیا روح بھی بدن سے جدا ہو جاتی ہے سوال یہی بخند
رنگی یا بیماری ہو نیسے متصف ہو سکتی ہے اور وزن اس میں ہے یا نہیں۔

جواب روح بمنزلہ ریج کے ہے جسکو تو ہونک کر خشک میں بھروسے نہ اس کے
بہرنے سے وزن خشک کا بڑھتا ہے نہ اس کے ٹکجانے سے وزن خشک کا

گھٹتا ہے جس طرح اوس ریج میں وزن اور ثقل نہیں ہے اسی طرح روح میں بھی
وزن اور ثقل نہیں ہے۔ سوال اب آپ یہ بتائی کہ ریج کی ماہیت اور جوہری

کیا ہے (تاکہ میں روح کو بھی اسی سے پہچان لوں) جواب ریج وہی ہوا ہے
جب اوس میں حرکت پیدا ہوتی ہے اوس کا نام ریج رکھا جاتا ہے اور ہر وقت

سکون کے نام اوس کا ہوا ہے اور دنیا کا قوام اور ثبات اسی ہوا سے ہے

اگر تین روز ہوا کا چلنا بند ہو جائے ہر ایک چیز جو زمین پر ہے فاسد ہو جائی
اس لئے کہ ریج بمنزلہ مروحہ (پنکھا) کے ہے کہ فساد کو ہر شے سے دفع کرتی ہے

اور اوس کو پاک صاف کر دیتی ہے بس یہی ریج بمنزلہ روح کے ہے جب بدن سے

مکمل گئی وہ بدن خراب اور بدبو ہو جاتا ہے۔۔۔ تبارک اللہ احسن الخالقین

میں کہتا ہوں اس حدیث مقدس کی شرح تو میں ایک جداگانہ رسالہ میں

لکھوں گا مگر اس جگہ ایک بڑے بھاری شبہ کا جواب دینا ضروری ہے
 شبہ نہیچریہ آپ تو کہتے ہیں کہ ہمارے قرآن اور حدیث میں کوئی بات
 خلاف عقل کے نہیں ہے یہ لیجئے اسی حدیث میں وارد ہے کہ ہوا میں ثقل
 اور وزن نہیں ہے حالانکہ یہ پورا نا خیال جاہلانہ تھا اب تو چند طرح کے آلات
 صحیحہ طیارہ ہو چکے جن سے ہوا کا ثقل نوعی اور وزن صنفی (اسپیسنگ
 گریوٹی) ذرا ذرا سے نیچے بھی تباہ کر سکتے ہیں بذریعہ باروشیر پور دون اور باروشیر
 فرنیس وغیرہ کے اور سوانچہ مکعب ہوا کا وزن $\frac{1}{32}$ گرین = $\frac{1}{16}$ ہزار تکی کے
 ہے اور معمولی حالت گرمی اور سردی میں ۳ انچ مکعب ہوا کا وزن برابر وہی
 رتی کے ثابت ہو گیا اس حساب سے مشک میں دو ماشہ سے کسی طرح کم
 ہوا نہیں ہو سکتی دیکھئے طبیعیات اور کمپٹری کی جدید کتب کو اور کس قدر
 فوائد تحقیق وزن ہوا سے ہکون فلاسفہ نے پہونچائے ہیں اب ہم اس حدیث
 کو صحیح سمجھیں یا اپنے مشاہدات روزانہ کو اب کون بشر ایسی ایسی باتوں کو
 صحیح اور الہامی خبر مان سکتا ہے کہ ہوا میں وزن نہیں ہے۔

جواب نہیچرل صاحب بچوں کے سمجھانے کی تو باتیں باور میں حقیقت
 اور ماہیت اشیا کا بیان اور ہے اور ہم ضرور پختہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارے

قرآن شریف اور حدیث کی کوئی بات کبھی خلاف عقل کے نہ ہوگی آپ کے اس
 شبہ کے جواب میں ہم کو تین قسم کی تقریر کرنی درکار ہے پہلے وزن اور ثقل
 اور خفت کے معنی آپ کو سمجھنے چاہئیں ایٹراکشن (کشش) کی علم کیمیا میں تین
 قسمیں کی ہیں اوہیں سے ایک قسم کشش ارضی (ایٹراکشن آف گراویٹی) یعنی
 یہی ہے اور اسی سے وزن پیدا ہوتا ہے۔ اور فلاسفہ طبعیین نے کشش یعنی
 جاذبیت کی پانچ قسمیں لکھی ہیں عام جاذبیت کو خواص عامہ اجسام سے شمار
 کیا ہے اور خاص خواص اقسام جاذبیت کو خواص عامہ سے نہیں گناتے
 وزن اور ثقل یا نجومین قسم جاذبیت کی ہے اسکو بھی عام خواص لازمہ اجسام
 شمار نہیں کیا ہے اسید واسطے مادہ یا جسم کی دو قسمیں کی ہیں قابل الوزن
 اور غیر قابل الوزن جیسے نور اور کہربائیہ وغیرہ اب اتنا معلوم ہوا کہ اگرچہ
 ایک جسم ہے یا مادی شے مگر بظہر جہیت کے اسکو وزنی اور ثقل ہو تا ضرور
 نہیں ہے اب دیکھو زمین کی کشش خواہ جاذبیت سے وزن اور ثقل
 پیدا ہوتا ہے اور زمین کشش اوہیں اشیا کو کرتی ہے جنہیں مادہ ارضی ہو اور
 ہوا اوپر کو چڑھاتی ہے اور چیزوں کو جنہیں مادہ ہوائی ہو تا ہی بولیم (غبارہ)
 پتنگ خواہ اڑنے والے طائر یہ سب اوپر کو ہوا بھر جیسے چڑھتے ہیں۔

جگولا (بونڈرا) وغیرہ بھی اسکی نظیر ہیں۔ پھر اگر ہوا اور ارض دو بسیط جسم جلا
 جدا ہیں اور دونوں کے جوہر الگ ہیں ہرگز ہوا کو زمین جذب نہ کرے گی پس ہوا
 میں بھی وزن کبھی نہ ہوگا کیونکہ جذب اپنے ہم جنس کو زمین کرتی ہے اور
 اگر ہوا اور زمین ایک چیز ہے اسکو تو کوئی آدمی نہ مانے گا اب ہم نے اسنا تو
 ثابت کر دیا کہ ہوا سے خالص یا جیسے آسمانی ہوا جسکو فلاسفہ قدیم اور جدید ہمت
 لطیف کہتے ہیں او زمین تو وزن ہونا یعنی جذب زمین کا ہونا براہ عقل ہرگز
 درست نہیں ہے۔ دوسرے کرباب رہی سطح جہان کی ہوا جسکو عربی میں
 جلد اور انگریزی میں (ایٹمسفرک ایر) کہتے ہیں یہ ہوا مرکب چند چیزوں سے ہر
 ایک میں فیصدی (۷۷) نیٹروجن ۲۳ حصہ فیصدی اور پانی کے بخیرے اور انکی
 مقدار غیر معین ہے اور کثیف ہوا میں زمین کا بخار بھی شامل ہوتا ہر کاربن بھی
 ہوا میں فیصدی ۲ تک ہوتا ہے اور اسی ہوا یعنی سطح جہان کی ہوا کے
 وزن اور ثقل سے ہلکویت کرنی اس جگہ منظور ہے اب جذب مگرری کا
 قانون قدرت عام (لا اف نیچر) یہ ہے کہ جاذبیت ثقل کی بدلتی ہے
 بالقلب یعنی کم ہوتی ہے مثل مربع بعد جسم کے مرکز زمین سے اور یہ قانون
 برہان ہندسے سے فقرہ ۳۱ عروس بدلیہ میں ثابت ہو چکا اور نتیجہ اوسکا

یہ ہے کہ نصف میل کی بلندی پر وزن جسم کا $\frac{1}{16}$ تک کم ہو جاتا ہے اور
 ۴ ہزار میل کی بلندی پر چہارم وزن جسم کا گھٹ جاتا ہے یہ حکم حملہ اجسام کا ہے
 جن میں مادہ ارضی ہے اور زمین اور کو قوت جاذبہ سے کشش کرتی ہے

اب ہوا کو ایسے اسکی کثافت اور ثقل کا قاعدہ یہ ہے کہ سات میل کی بلندی پر
 چہارم کثافت ہوا کی رہ جاتی ہے۔ متواتر تجربات کر کے مختلف مقامات پر

زمین کے ثابت ہو گیا ہے کہ ہوا کی کثافت بہ نسبت ہندسے کم ہوتی ہے
 جس قدر بعد ہوا کا زمین سے زیادہ ہوتا ہے پس زمین سے سات میل اوپر $\frac{1}{16}$

اور ۴ میل اوپر $\frac{1}{4}$ تا انیکہ ۴ میل اوپر $\frac{1}{16}$ اور ۴ میل اوپر $\frac{1}{64}$ رہ جاتی ہے
 اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ وزن یعنی جذب مرکزی کا نیچر اور ثقل ہوا کا نیچر جدا جدا

اسلئے کہ جذب مرکزی سے جو وزن پیدا ہوتا ہے وہ چار ہزار میل کی بلندی تک

چہارم کم ہوتا ہے اور ہوا کا ثقل سات ہی میل کی بلندی پر چہارم رہ جاتا ہے

پھر ہم وزن ہوا کو جذب مرکزی زمین کا کیونکر تسلیم کریں اب یہی ضرور ماننا

پڑے گا کہ ہوا میں دراصل وزن نہیں ہے بلکہ الجزہ کی رطوبت جو ہوا میں منتشر

اور آئینہ رہتی ہے اور اسے سطح گرد و غبار سے اجزاء ارضیہ جو ہوا میں قریب

کرہ زمین ملی رہتی ہیں اسی وجہ سے ہوا کا ثقل اور حققت گھٹتی پڑ رہتی ہے۔

عروس بدیع صفحہ ۲۱۶ میں دیکھو۔ وعلہ خفۃ المعاد وھی ان اللہونۃ
 البخاریۃ المنتشرۃ والمسترجۃ فیہ الزائد ہا ثقلاً
 النوعی شتھال ببرد الریاح او غیرہ الی نقطہ ماء
 فی وسط کما سیاتی دقتل سرخوبۃ وبالنتیجۃ یخف ثقلہ
 ہوا کے سبک اور کم وزن ہونے کا سبب یہی ہے کہ رطوبت بخاری جو ہوا
 میں پراگندہ اور ہوا سے ملی ہوئی ہرمتی ہے جسکی وجہ سے ہوا کا ثقل نوعی
 بڑھ جاتا ہے برودت ریح وغیرہ سے وہ رطوبت ہوا کے وسط میں پانی
 بنجاتی ہے لہذا رطوبت ہوا کی کم ہو کر اسکو سبک کر دیتی ہے تمام علما کی
 طبعین وزن ہوا کی کمی بیشی اسی رطوبت کی وجہ سے لکھتے ہیں اور سب کا
 اتفاق ہے کہ سطح سبکی وزن ہوا کے اوپر چڑھنے سے بہ نسبت ہندسیہ
 مذکورہ بالا کے بڑھتی ہے چنانچہ ماسٹر لک غبارہ ہوا کے ذریعہ سے اتنا اوپر چڑھا
 کہ بارومیٹر بارہ انچ یا ڈگری تک نیچے اوڑ آیا تھا اور حساب سے ۲۰ ہزار فٹ
 اونچا چڑھ گیا تھا جو تخمیناً بلندی سطح جہان کی ہوا کا ہے اور نہ جفت ہوا کی کمی
 رطوبت ہی سے تھی اسی طرح اگر ہوا نیچے کو اوڑ تاری جائے مثلاً زمین میں ایک
 سوراخ بڑا سا کریں کہ ہوا او زمین داخل ہو سکے اسی نسبت ہندسیہ سے

نقل ہوا کا بڑہ جائیگا چنانچہ اگر ہم سیل کا گھر سورج ہو تب ہوا کی کثافت برابر کثافت
 پانی کے اور ہم سیل گہرے مین پارہ کے سموزن اور (۵۰) سیل کے عمق مین سموزن
 وزن مین ہوا ہو جاتی ہے۔ اب ضرور معلوم ہو گیا کہ ہوا کے وزن مین کمی مستی
 محض رطوبت بخارات کی وجہ سے ہوتی ہے اور گرد وغبار بھی اسکے معین مین۔
 اب جب تک اصلی ہوا جو خالص بخارات وغیرہ سے ہو نہ ہوئے ہم اس کے
 وزن کا کیونکر اقرار کریں۔ اور یہ آلات وغیرہ جو طیار ہوئے مین سب اسی
 ہوا کے مین جو مرکب اجزہ اور گرد وغبار سے ہوتی ہے۔ ہم اپنے کاروبار و دنیا
 عرض سے ہوا کو وزنی فرض کر کے اس سے جو فوائد ادا و کھاتے مین اسی ہوا
 کا وزن ہے جو سطح جہان کی ہوائے مرکب کہلاتی ہے اور خالص ہوا جس قدر
 اوپر چڑھو اسی قدر ہلکی ہوگی اور سکو ہم کسی ذریعہ سے نیچے نہیں لا سکتے اس لئے
 کہ ہوا کے مسامات مین جس قدر نیچے اوتریں گی اجزہ وغیرہ سب ملکر اسکو مرکب
 کر دیں گے فلاسفہ جدید کا یہ مذہب ہو گیا ہے کہ ماہیت اشیا کی جب علم
 انسانی مین نہیں آسکتی ہے لہذا ہم کو تحقیق ماہیت کے درپے ہونا بیکار ہے
 بلکہ جو خواص اور لوازم قدرت ہر چیز مین ہمارے کار آمد مین آنکو معلوم کرنا
 اسی کا نام فلسفہ ہے اب معلوم ہوا کہ اگر ہوا کوئی موجود شے ہے اور بدون

ترکیب کے ہموں نہیں سکتی ہے ہم اسی مرکب ہوا کے آثار اور خواص سے
 بحث کرینگے پھر خالص ہوا جو ہموں نہیں ملتی ہے اگرچہ اوپر ہم سے اُسکا وجود
 خالص بھی ہوا و سکو وزن یا غیر وزنی ہمارا فلسفہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتا ہے
 اور یہ وزن ہوا کی بحث جو ہم کرتے ہیں اُسی ہوا کی ہے جو مرکب ہوا کہ ہم
 پاتے ہیں۔ اب اس ہوا سے مرکب کا قیاس خالص ہوا پر کرنا ہموں کی
 قاعدہ سے درست نہوگا یہی ہے کہ اسی ہوا کو لیجئے اور فلاسفہ کے قیاس
 و اہمیت کو دیکھئے کوئی آدمی آسمانی ہوا تک نہیں گیا اور فقط مائیکرو
 میٹریل سے ۳ سو ۶۸ فیٹ زیادہ اوپر چڑھا ہی پایا ۲۴ میل اور اسی قیاس کے ذیل سے
 بلندی کر رہا ہو اکی بھی معلوم کر لی حالانکہ ۶ دلائل خود لکھتے ہیں کہ ٹھیک ٹھیک
 بلندی ہوا کی معلوم کرنی محال ہے اور ہوائے ناشف یعنی سوکھی ہوائے
 آسمانی کا بھی وزن ... قرار دے لیا اور پانی اور دیگر اجسام سے ہوا کا
 وزن کم ہونا اور دیگر اصول اسی نامعلوم ہوا پر قیاس کر لیا ہے پھر حقیقت
 خراب بیان علم ہوا کے مسائل فرضیہ و ہمیشہ میں ہیں ان کے بیان کو تو ایک
 کتاب درکار ہے یہاں تو فقط وزن ہوا پر مجھے بحث کرنی ہے وہ کوئی نسا
 الہ ہے جسکے ذریعہ سے ہوائے آسمانی کا وزن فلاسفہ دریافت کر سکتے ہیں

اس طرح اکثر اصول فلسفہ جدیدہ کا حال ہے کہ محض قیاسی اور خیالی بنا پر
 سیکڑوں اصول بنائے جاتے ہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس ہوا کا
 وزن فلسفہ جدیدہ میں ثابت ہوا ہے وہ خاص ہوا کا وزن نہیں ہے بلکہ
 رطوبت بخار اور غبار وغیرہ جو وزنی اور ثقل چیزیں ہوا میں ملی ہوئی ہیں
 ان کا وزن اور آسانی ہوا کا وزن فلاسفہ ثابت نہیں کر سکتے دوسرا جواب ہمارا
 حدیث مقبسیہ میں جس ہوا میں وزن ہونیکا انکار ہے وہ ہوا ایسی ہے کہ ہمارے
 کسی حس محسوس نہیں ہوتی ہے اور اسی ہوا سے روح کو تشبیہ امام نے
 دی ہے اور اسی ہوا کی قسم سے ملائکہ بھی ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے
 پس یہ ہوا (جس میں فلاسفہ وزن کے اب قابل ہوئے ہیں) اور پچھلے
 فلاسفہ پر بھی قہقہہ زنی کرتے ہیں) اور ہے اور وہ ہوا سدرجہ احادیث اور
 اور ہواؤں کے اقسام کا متعدد ہونا اور اسکا انکار فلاسفہ جدید بھی نہیں کر سکتے
 تیسرا جواب جس دہریہ اور زندقہ سے امام نے خطاب فرما کر ہوا میں
 وزن کا نہ ہونا ارشاد فرمایا ہے وہ شخص اپنے فلسفہ قدیمہ کے ذریعہ سے ہوا کا
 غیر وزنی ہونا صحیح جانتا تھا گو دراصل اسکا عقیدہ غلط ہوا اور ہوا کا باوجود
 مادہ ہونے کے غیر قابل الوزن ہونا اسکا گمان تھا جس طرح ابھی تک

فلاسفہ جدید نور اور سیال کہربانی وغیرہ کو غیر قابل الوزن کہہ رہے ہیں اور
 شاید کسی زمانہ آئندہ میں ہم کو کسی ذریعہ سے نور اور کہربا سیت کا وزن مثل
 وزن ہوا کے بھی معلوم ہو جائے پس امام کا ارشاد اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ
 اسی سطح جہان کی ہوا کی نسبت ہے تو اسی سیال کے عقیدہ کی بنا پر ہوگا
 جو قابل ہوا کے وزنی ہونے کا نہ تھا اور تحقیقی اور واقعی بیان نہوگا اور
 کلموا الناس علی قدر عقولہم کے بھی معنی ہیں لہذا کسی طرح محل اعتراض
 نہ ہوگا اس باب میں اسقدر وزن ہوا کی بحث ضروری تھی آئندہ طوفان
 عام کے باب میں انشاء اللہ پوری تحقیق ابویہ آسمانی اور ارضی کی کرونگا
 انشاء اللہ در دوران اسلامی کو ان فلاسفہ کے ناقص اصول پر مگر اپنے قرآن
 اور حدیث سے مشتبہ ہونا چاہئے۔

باب تیسواں^(۲۳) تسخیر ارواح کے جو آلات طیار ہو کر اعمال اب
 ہو رہے ہیں انکی اصالت کیا ہے اور مذہب آسمانی خصوصاً
 اسلامی عقاید پر انکا کیا خراب اثر پڑتا ہے

پہلے میں اس بات کو بیان کرتا ہوں کہ فساد عقاید ہمیشہ سے دنیا میں چلا آتا ہے مگر ہمارے
 زمانہ کا فساد عقیدہ اسوجہ سے زیادہ برا ہے کہ علوم نظریہ (فلسفہ عقلیہ) کا پرہنا

پڑھانا بالکل متروک ہو گیا ہے اور جو علوم آجکل مروج ہیں ان کے اکثر اصول محض
 تجربہ جتنی پر بنائے گئے ہیں ظاہر ہے کہ عوام یا ہمارے زمانہ کے خواص تعلیم یافتہ
 اسکول اور کالج کے چونکہ بدیہی امور کو دیکھتے اور سنتے ہیں انہیں پر لٹری امور
 مطابق کرنا انکو منظور ہو رہا ہے تنخیر روح کا عمل اور علم جدید نہیں ہے بلکہ صوفیہ
 اور باطنیہ فرقہ ہر مذہب کا اور حکماء اشراقیہ کا فرقہ بھی ہمیشہ اسکو کرتا دہرتا رہا ہے
 اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ روح انسانی ایک جوہر لطیف ہے لہذا ہماری روح کو حقیقت
 اتحاد اور مواسات دوسرے کے روح سے ہو گا اور اسکے جسم کثیف سے اتحاد
 روحانی کبھی نہ ہو گا۔

کنندہ مجلس باجمعیہ پروانہ کیوٹر باکیوٹر باز با باز
 یہ ہر جب ہم لطیفہ روحانی یعنی روح انسانی کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اب روح
 تنخیر یعنی مغلوب کرنے میں اور روح سے اتحاد پیدا کرنے میں فرق جس قدر ہے
 اوسکو کیونکر سمجھ سکیں گے جو لوگ پچھلے زمانہ میں فلسفہ اشراق اور تصفیہ باطن کے
 عالم اور عال تھے انہوں نے بجائے خود اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں
 اپنے شعبات کا اظہار پورا پورا کیا تھا مگر اوس فلسفہ کو قسم نظر ہی میں رکھا تھا
 آج کے فلاسفر ان کو یہ خیال ہے کہ علم اشراق کو بھی علوم جدید میں داخل کریں

اور یہی بڑی بیماری غلطی ہے اور اسی غلطی کی وجہ سے جو عقلی دلائل کسی شبہ جدید کے
 رد میں پیش کرواؤں گی عقل چونکہ جو گرفتہ سطحیات اور حسیات سے ہے وہ ہرگز
 نہیں مانتے بلکہ ہرگز نہیں سمجھتے ہم نے باب (۹) کے صفحہ ۲۶۰ میں اسی کتاب کے
 سچہ اور سمیرزم کا فرق اگرچہ بقدر اپنی کم علمی کے پورا بیان کر دیا ہے مگر یہ بھی سمجھ
 ارواح کے جو آلات اندرون جاری ہوئے ہیں اور ہر راون آدمی ادنیٰ درجے کے
 لیکر اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ایک بڑے بھاری شبہ میں پڑ گئے اور پڑتے جاتے
 ہیں لہذا کیسے قدر ہم نے اس مسئلہ کو رسالہ اصلاح پٹنہ میں لکھا تھا اب ہم کو منظور
 کہ پوری تحقیق اس مسئلہ کی اس کتاب میں کر دین اور کیا عجیب ہو کہ جو لوگ
 ہماری اس کتاب کو پڑھیں اور تعصب نہ کریں اور انکو ہمارا بیان قطع شبہات میں
 کافی ہو جائے : معذرت بخداست علمائی محمدی چونکہ اکثر مطالب اس
 بحث کے فلسفہ اشراق کے پر تو پر ہیں لہذا حضرات علما کو یہ خیال نہ ہو کہ معاذ اللہ
 سیر بھی یہی عقیدہ ہے بلکہ میں اپنے نبی رب حق صلعم کے ارشادات کو سچا
 جانتا ہوں علمائے اشراقین کا پورا عقیدہ ہے کہ ہماری روح یا نفس ناطقہ
 ایک نورانی چیز ہے اور اوسکو علم حاضر اور غایب کا برابر ہوتا ہے گو وہ مانت
 نورانی ہم پر ظاہر نہیں ہے مگر آثار اور افعال سے ہمکو اوسکے نورانی ہونے کا

پورا یقین ہے۔ ریاضت کر نیسے اور جسمانی لذات کے ترک کرنے سے نہایت
 ہماری برکتی ہے جس طرح جسمانی لذات میں زیادہ منہمک ہونے سے ہم مثل
 حیوانات کے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ عقیدہ ان لوگوں کا کتب آسمانی کے بھی خلاف
 مخالف نہیں ہے مگر نتائج خراب میں یہ لوگ احکام شریعت سے مخالف ہو گئے
 الْقَوَامِ مِنَ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ۔ کی شرح میں اسکا پورا ثبوت ہوتا ہے پہر قلب
 ہمارا جسکو عرش خدا احادیث میں فرمایا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے مِنْ
 الْقَلْبِ إِلَى الْقَلْبِ دُونَ ذَلِكَ دَلَّ مِنْ دُوسَرِے کے دل تک سوراخ ہے
 یعنی دل راہِ دل ہے است لہذا جب قدر تصفیہ قلبی آدمی کو ہو گا افعال روحانی
 کا صدور اس سے زیادہ ہو گا ضبط خیال کی قدرت جسقدر آدمی کو زیادہ ہوتی
 اور سب قدر وسوسہ شیطانی سے دور ہوتا ہے ہماری نماز بھی وہی درجہ
 اعلیٰ پر ہے کہ اوہام اور شکوک سے پاک ہو اسبغ غرض سے مثلاً چار رکعت
 ظہر کی واجب اور آٹھ سنتیں مقرر ہو میں کہ ۱۲ رکعت میں چار تو بلا خطرات
 ادا ہونگی خیر بیان تک تو اشترائتین اور ہم لوگ پابندان شریعت میں چنداں
 اختلاف نہیں ہے۔ اب طریقہ تصفیہ قلب کہ اس میں پورا اختلاف انکو
 اور خصوصاً فرقہ صوفیہ اور باطنیہ کو شریعت انبیاء علیہم السلام سے ہو گیا ہے

تصور جانیکے طریقہ صد ہا ان لوگوں نے ایجاد کئے ۷
 کوئی بت سمجھا دے سمجھا دے کوئی خدا آج تک جھگڑا بھی گبر و مسلمان میں رہا
 تصفیہ قلبی سے غرض بھی ہر فرقہ کی جدا جدا رہی فلاسفہ تو حل مسائل مشککہ کی
 غرض سے اسکے درپے ہوئے۔ باطنیہ فرقہ علم باطن کے تکمیل (خرابی)
 کر کے احکام ظاہری شرع کے مٹانیکے درپے ہوا۔ پہر چونکہ یہ لطیفہ نورانی
 خدا نے آتکمیل امور ظاہری اور باطنی دونوں کا عطا فرمایا ہے اسکی مثال
 ایسی ہے جیسے تلوار کی ہمو اختیار ہے چاہے راہ خدا میں اس سے جہاد
 کریں اور دشمنان خدا کو قتل کریں اور چاہیں دوستان خدا یا بے گناہ کا
 خون ناحق کریں اسیطرح ہم اپنے چراغ نورانی یعنی قلب صاف سے
 اچھے اور برے دونوں طرح کے کام لے سکتے ہیں۔ اب ان طریقوں کا
 بیان کرنا جن سے ہم کو روشن ضمیری پیدا ہوتی ہے اسکی کوئی ضرورت
 ہم کو نہیں ہے ہم کو یہ تختی طلسماتی اور میز اور انگوٹھی کراماتی یا اور آلات
 جن سے عمل حضرات اور سحر بزم کیا جاتا ہے اسکا بیان کرنا ضرور ہے
 سوال نہجری ہاں جناب یہ تو فرمائی کہ روح کی نسبت آپ کو عقیدہ ہے
 کہ ایمانداروں کی روح وادی السلام اور کفاروں کی روح وادی برہوت میں

رہتی ہے اور ایک روح کی نسبت آپ کا عقیدہ ہے کہ اوسی جگہ رہتی ہے جہاں
 آدمی کا جثہ خاکی پڑا یا گڑا ہے یہ کون سی روح انسانی ہے اور وہ کونسی
 روح آدمی کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی جواب جس روح کو جسم لطیف اور
 حدیث سے لکھ چکے ہیں اور نورانی چیز ہے اوسی کی نسبت امام نے فرمایا کہ
 کہ روح اپنے مکان (یعنی جہاں پر جسم مردہ ہے) میں مقیم ہے مگر نیکو کار کی
 روح روشنی اور وسیع جگہ میں ہے اور بدکار کی روح تنگی تاریکی میں اور
 وادی السلام سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ جگہ روشن اور کشادہ ہے
 اور وادے برہوت میں تنگی اور ظلمت ہو اور چونکہ یہ مسئلہ عالم برزخ کا ہے
 دنیاوی حیات کے امور پر اس کا قیاس کرنا ہرگز نہ چاہئے رہی یہ بات کہ
 وہی روح قبر میں ہو اور وہی روح وادی السلام میں جب روح کو نورانی
 شے فرض کر چکے اور نور کی رفتار فی ثانیہ ۱۹۲۰۰۰ میل ہے پہ نور کا متقام
 قبر سے وادی السلام تک پھیلنا چشم زدن میں کیا دشوار ہے اور اس
 مسئلہ میں زیادہ بحث کرنی ہم کو مناسب نہیں ہے حالت خواب میں ہماری
 روح کو دیکھو۔ سوال بہت اچھا آپ اس سوال کے واقعی جواب کو چھپا
 میں اب یہ تو فرمائی کہ ہم بذریعہ پلانچٹ (تختی یا سیر) کے جسکی روح کو

چاہتے ہیں بلا کر اوس سے ہر قسم کی سوالات کرتے ہیں زبانی جواب بھی
 دیتی اور جواب تحریری بھی اویسی شان کے حروف سے لکھ دیتی ہے جیسا
 کہ اوسکا خط زمانہ حیات میں تھا بلکہ جس کے خط سے مشابہ چاہو اویسی کے
 شان کا خط لکھ دیتی ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ جاہل اُمّی محض سے جس زبان
 سوال کیجے اویسی زبان میں جواب تحریری اور تقریری دیتا ہے یہ کونسی
 روح مسخر ہے اسکو اچھی طرح سے بیان کیجے اور آراءے بلے نہ کیجئے گا
 جواب پہلے تو آپ کے نیچری خیالات کا بطلان ہوا جاتا ہے اگر یہ سب
 باتیں سچی ہوں اسلئے کہ روح مجرد سے افعال جسمانی کا صادر ہونا بالکل
 خرق عادت ہے زبانی جواب دینا روح کا محتاج زبان اور دیگر اعضا کا
 جن سے آواز اور تلفظ کا تعلق ہے جو بدون اعضائے جسمانی کے
 ہونہیں سکتے اور تحریری جواب میں روح کے ہمراہ دوات اور قلم سیاہی
 بھی عالم ارواح سے آتی ہے یہ اور بھی خلاف نیچر ہے کیا آپ خلاف
 نیچر ہونے کو جائز سمجھتے ہیں۔ سوال اس جگہ سے سے ہم کو کچھ فائدہ نہیں
 مگر یہ سب امور ضرور واقع ہوتے ہیں اور روزانہ تجربہ ان کا ہم کو ہر بار
 آپ فرمائی کہ آخر کیونکر ہوتے ہیں اور کیا بات ہے جواب ہم تو اصلیت

اسکی ثابت کر ہی دین گے مگر آپ لوگوں کی حالت پر افسوس ہے کہ ہر کسی
 عقیدہ پر آپ جتے نہیں ہیں انصاف کیجئے کہ جب ہم اپنے عقیدہ مذہبی کو
 آپ سے ظاہر کرتے ہیں کہ مردہ کو جب بعد دفن کے تلقین پڑھ کر سنائی جاتی
 کیسا ہی جاہل اور کسی ملک کا رہنے والا ہو مگر وہ عربی عبارت اور فقرہ
 ہائے تلقین کو سمجھتا ہی ہے اور جواب بھی ہمارے اس قول کا۔
 اَفْهَمْتَ يَا فُلَانٌ عَرَبِيَّ زَبَانٍ مِّنْ دِيْنِا ہے اس پر تو آپ لوگ
 قہقہہ زنی کرتے تھے اور میز اور کرسی کے ذریعہ سے جب آپ اسی طرح
 ہزاروں کوس دور اسکی قبر سے بلاتے ہیں وہ اپنی ہر زبان کو سمجھ بھی
 لیتی ہے اور جواب بھی ہر زبان میں دیتی ہے بلکہ خوشخط لکھ بھی دیتی ہے
 اب فرمائی کہ ہمارے مخبر صادق صلعم جو بات الہامی بیان فرمائیں اسکو
 آپ لوگ ناممکن اور ناروا سمجھیں اور اپنے فعل کو صحیح اور ضروری یہی
 نا انصافی ہے۔ سوال ہمارے سوال کا جواب دیجئے اور اس طول
 تقریر سے کوئی فائدہ نہ ہو گا یا کہہ دیجئے کہ جواب نہیں ہو سکتا ہم تجھی
 ہو جائیں۔ جواب اگر آپ غور سے ہماری بات کو سنتے اور سمجھتے تو
 جواب آپکی سوال کا پورا ہم دے چکے ہیں مگر بقول سعدی صاحب ہے

مگر صواب حکمت پیش نادان ۛ بخوانی آیدش باز پوچہ در گوش
 اب جواب اصلی آپ کے سوال کا شروع کرتا ہوں اگر آپ کا یہ قول کہ
 سخن ضرور آتی ہے اور جو بات بھی دیتی ہے اور تحریر بھی قادر ہے
 صحیح اور درست ہے تو یہی تجربہ پورا ثبوت اسکا ہے کہ بولنا اور
 لکھنا پر ہمارے مختلفہ کام سمجھنا جس طرح ہماری اس زندگی میں ہم
 ہوتا ہے اور جو اسباب جسمانی قدرت نے اسکے مقرر فرمائے ہیں وہ اتنا
 عادی ہیں اور اونہیں پر صدور افعال کا موقوف نہیں ہے اب حجت
 کا بولنا حضرت موسیٰ سے اور شکر یزوں کا گواہی دینا ہمارے نبی
 صلعم کی نبوت پر یہ بھی ہو سکتا ہے تو تو گراف کا شعبہ نہ تھا یہ جب
 ہم اس حیات کے جامہ میں نہوں بلکہ عالم برزخ میں ہوں اسوقت
 ہمارے افعال اور حرکات کو اس زندگی کے حرکات سے مشابہ کرنا
 اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا یہ تو محض نادانی ہے اب معلوم ہوا کہ
 روحانی طاقت ہماری بہت بڑی طاقت سے بہ نسبت جسمانی طاقت کے
 پہر چونکہ اوپر گزر چکا ہے کہ روح جو ہر لطیف کو قالب کشف پنچایا گیا ہے
 جب تک ہمارے بدن میں ہے اور جب بدن سے جدا ہو جائے

وہ قالب کثیف بھی روح سے جدا ہوتا ہے اب تو محض لطافت پر ہوجاتی
ہے لیکن ہمارے بدن میں بھی جیت تک ہے اگر ہم اسکی لطافت کو
قائم کرنا چاہیں اور اس سے افعال روحانی لینا ہو تو منظور ہو سب کچھ ہو سکتا ہے
چہ جا کہ جب اس قفس سے رہا ہو گئی ہو پھر اسکی لطافت کا کیا پوچھنا ہاں اتنا ضرور
سمجھنا لازم ہے کہ جو لوگ روحانی جیسے انبیاء جامعہ جسمانی میں ہماری ہدایت
اور فلاح دارین کی غرض سے آئے اور انکو روح کے تصرفات پر ہم سے
زیادہ اطلاع تھی اونہوں نے خود جو روحانی طریقہ جاری فرمائے یا ہمکو
عملدراآمد کرنے کا اون طریقہ پیر حکم دیا ہم اپنے ایجاد اور اختراع سے جو
طریقہ پیدا کریں گے ضرور وہ ناقص اور لغو ہوں گے اب مجھ اسکی ضرورت
کہ اپنے روحانی پیشواؤں کی تعلیم روحانی کی دیکر تعلیم روحانی پر ہر طرح سے
فضیلت ثابت کروں۔ تسخیر ارواح کے معنی ابھی ہمارے سائل کو معلوم
نہیں ہیں اور فقط آدمی کی روح کی تسخیر سے ہمارے معزز سائل کو بحث ہے
یہ ہے تو یہ سمجھو کہ تسخیر کے معنی اطاعت کرانے کے ہیں اگر اسطو کی روح کو ہم تسخیر
کریں تو اسکا یہی مطلب ہو گا کہ وہ روح اسطو ہماری مطیع اور فرمانبردار ہے
ظاہر ہے کہ فرمانبرداری ہماری وہی روح کریگی جسکی روح ہماری روح سے

روحانیت میں کمتر ہوگی اور اگر ہماری روح سے اسکی روحانیت زیادہ ہے یا
برابر ہے اسکی تسخیر ہم کیونکر کریں گے۔ مثلاً بعض لوگ فرقہ صوفیہ کے رسول
گذرے ہیں شیعہ ہوں یا سنی اب اگر وہ لوگ مسلمان تھے تو انکو ضرور اپنی
روح کا غالب آنا روح جناب رسالت مآب صلعم پر کبھی مظلون نہوگا بلکہ اپنی روح
برابر بھی روح نبی صلعم سے نہ سمجھتے ہوں گے اب تسخیر کا قول تو غلط ہو گیا بلکہ
رسول نماکی روح خود مسخر اور مطیع روح نبی کے ہوتی ہوگی اب تو تسخیر اور
یہ معنی ہوئے کہ ہم خود بروقت عمل تسخیر ارواح کے مسخر اور مطیع کسی دوسری
روح کے ہوتے ہیں (اوپر کچھ گھر سے بھی لیجاؤ) اور اگر تسخیر ارواح کے یہ
معنی ہیں کہ ہماری روح کو ایک رابطہ روحانی دیگر ارواح سے ہوتا ہے ابقیہ
سارا کہیل بکڑ گیا۔ اسلئے کہ رابطہ اور ارتباط کی شرط یہ ہے کہ دونو شے یعنی
دونو روح میں روحانیت برابر ہو زانی اور فاسق بلکہ منکر نبوت یا منکر خدا
تذلیق کی روح کو معاذ اللہ رابطہ ارواح انبیاء سے کیونکر ہو سکتا ہے اگر آپ
کہیں کہ روح تو سبکی روحانی ہے میں کہوں گا کہ ضرور یہی بات ہے مگر روحانیت
کے خلاف اعمال کرنے سے ظلمت بھی تو اوسی روح میں آجاتی ہے اور تصفیہ
قلب سے آخر غرض کیا ہے اب دیکھو اگر چہ تہمتی اور سیز اور انگوٹھی اس

فائدہ پر شامل ہے کہ تصفیہ قلبی محض لغو فعل ہے ہر ایک شہرانی اور بدکار کی
 روح سے دیگر ارواح طیبہ کا ربط بلا تفرقہ حاصل ہے اسکو تو علمائے علم باطن
 کبھی نہ مانیں گے اور اگر مانیں گے تو وہی مسئلہ ہمہ دست کا ماننا پڑ گیا اور
 یہ بعثت انبیاء اور عمل خیر اور شر سب لغو اور بیکار ہو جائیگا اور یہ بحث توحید
 اور نبوت کے اقرار اور انکار تک پہنچ گئی یہی سبب ہے کہ ہمارے ہادیان
 برحق ایسے ایسے اعمال کو حرام اور نامشروع فرماتے ہیں۔ جاہل بچارہ اسکو
 کیا خبر ہے کہ انجام تسخیر ارواح کے مسئلہ کا کیسا خراب ہے۔ یہ قلعہ مستحکم
 شریعت کا ایسا کامل بنایا گیا ہے کہ ادھر شریعت سے یا ہر قدم نکالا اور پھر
 ہزاروں آفات کا سامنا ہوا تسخیر ارواح کا عمل اگر صحیح بھی مانا جائے (پناہ بخدا
 تو اسکا ضرور خیال کرنا لازم ہے کہ جو کام آدمی کرتا ہے اس سے کوئی غرض
 حسب نفع یا دفع ضرر کی ضرور ہوتی ہے ورنہ فعل عبث ہو گا اب عامل اس
 عمل کا اگر پابند کسی مذہب کا ہے اسکی غرض یا نفع دنیوی یا نفع دینی یا
 دفع ضرر دینی اور یا دفع ضرر دنیوی یہ تو بشرط اعتقاد مذہبی تسخیر ارواح سے
 ناجائز ہے اسلئے کہ جملہ ادیان کا اجماعی مسئلہ ہے کہ دینی امور میں اعتقاد
 احکام شریعت پر کرو اور ارواح سے چھپ چھپ کر کسی امر دینی میں کار بند نہ

مذہبی عقیدہ سے اگر جائز ہے بالفرض تو اوی خاص طریقہ سے جسکو بانے
 مذہب نے جائز کر دیا ہے اور اسکے واسطے کوئی طریقہ نماز یا دعا استخارہ
 وغیرہ کا صحیح سند سے منقول ہے یہ انگوٹھی اور سینر اور تختی کوئی مذہبی
 طریقہ نہیں ہے اب رہا تسخیر ارواح لغرض نفع دنیاوی یا دفع ضرر دنیوی
 اسمین پابند مذہب اور یحیری فرقہ دونوں برابر ہیں۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ تسخیر
 ارواح فقط نفع دنیوی کی غرض سے کیا جاتا ہے اب لیجئے نفع دنیوی اور
 تلاش کیجئے کہ عاملان تسخیر ارواح کو اس عمل کی بدولت کس قدر نفع دنیوی
 ہو رہا ہے یہ تو ایک طریقہ ہے مین کہتا ہوں کہ جتنے علوم مثلاً جفر اور
 رمل اور نجوم اور علم کتیر اور علم سرود ہا اور قیافہ غیر طبعی اور علم سحر اور
 کہانت جو ہمیشہ سے مخالفت شریعت انبیاء علیہ السلام کی غرض سے
 ملاحدہ اور کفار اشرار نے سیکھے سکھائے اگر نفع دنیوی کا پورا بہرہ
 ہوتا کوئی شخص دنیا میں باقی نہ رہتا جو انہیں علوم کو حاصل نہ کرتا
 بلکہ جتنے رمال اور نجومی جفار سنے ہوں گے سوائے بھیک مانگنے کے اور
 کوئی ذریعہ معاش کا انکا نہ ہو گا۔ آج بھی اخبارات کو پڑھ لیجئے ایک روپیہ کی
 فیس پر زائچہ اور جنم پترہ طیار کرنے کا اشتہار دے رہے ہیں اور دینیہ

زمین کے بتلانے والے بھی اسی دور پیسہ کی فیس پر کڑوڑوں روپیہ کا خزانہ ایکو
 بتلا دیں گے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خود ہی کسی جگہ سے دور پیسہ روز بقدر اپنی
 فیس کے نکال سکیں اب لمحے اور ذرا سینر اور تختی کو سنبھال کر میرے سامنے
 بیٹھ جائے اور ارسطو اور افلاطون کی روح وہ دیکھنے سامنے کھڑی ہے ذرا
 میرے واسطے سوال کیجے کہ اب تو مجھے قرضہ کی وجہ سے بڑی تنگی رہتی ہے کسی جگہ
 کوئی دفینہ گرا ہوا ارسطو صاحب بتلا تو دین کہ اسے کہو دکر بار قرضہ سے کیسے طرح
 سبکدوشی حاصل ہو مگر آپ کے استاد جنرل نچرل نے تو یہ بھی پڑھا دیا ہے کہ
 وقایہ اور خزائن اور مردہ کے حالات سے کبھی سوال نہ کرنا ورنہ روح مسخر ہوا
 جائیگی اچھا یہ بھی جانئے ویسے آج دنیا میں ہزاروں مریض ایسے ہیں اگر وہ ہمارے
 علاج سے شفا یاب ہوں لاکھوں روپیہ ہمو گھر بیٹھے بلجائے دفینہ کی بابت تو
 گورنمنٹ کا خوف بھی ہے روح ارسطو اور جالینوس طبی کے بھی دریافت کیجے
 کہ فلاں مریض کس دوا سے اچھا ہو گا اگر ہم علاج کریں دیکھئے اسکا جواب
 روح افلاطون کیا دیتی ہے اور یہ بھی نہ ہی مقدمات دیوانی کے اہل مقدمہ
 لاکھوں تلاش کرتے پھرتے ہیں آپ بیڑمیری کے ذریعہ سے کسی مقدمہ کو
 بموجب ہدایت کسی روح مسخر کے دایر کیجئے اور وہ روح بتلا دے کہ فلاں طریقہ

اگر دایرہ کے فحشیابی ضرور ہوگی جب بھی آپکو تسخیر ارواح سے دنیوی فائدہ
 اسطرح لاکھوں طریقہ تحصیل زر کے ہیں اگر تسخیر ارواح کا کل دنیوی موزن
 بکار آمد ہو تا علان عمل ہذا سے بڑھ کر کوئی دولت مند اور زور آور فارغ البال نہوتا
 اور جب ایسا نہیں ہے پھر تو بقول شاعر

نہ تو دین ملا نہ ملی دنیا + نہ اوہر کہ ہو نہ اوہر کے ہوئے
 حسد الدنیا والاخرة علم تشریف پچھلے صوفیہ صافیہ جو بڑے بڑے
 نامی گرامی گذرے ہیں یہ لیجئے کتاب شمس المعارف ابوالعباس بونی کی جسکو
 بغرض الطال فقیر نے برسوں پڑھا ہے اسی کتاب میں دیکھئے تشریف ارواح
 کو اکب کو لکھا ہے اور اسمائے عظمیٰ الہیہ کے خواص اصول علم خواص حروف
 بھی ثابت کئے ہیں کسیکو اسم اعظم یا جبار کا عمل تھا کسیکو یا وہاب کا کسیکو
 یا معنی اور غنی کسیکو روح مرخ کسیکو روح زہرہ کسیکو روح شمس کی تسخیر تھی
 آپ سے اسکا تذکرہ کرنا ہی عبث ہے مگر چونکہ سیری کتاب اہل اسلام کے
 فوائد کے واسطے لکھی جاتی ہے لہذا مجھے خارج از بحث بھی دو چار باتوں کا
 لکھنا ضرور ہے۔ ہاں جناب یہ سب لوگ صاحب تقرف اور صاحب تشریف
 ضرور تھے مگر ہمارے نبی صلعم نے جو ان اعمال کو حرام فرمایا ہے اسکا ثبوت بھی

اوی کتاب میں پڑھ لیجے اس لئے کہ تسخیر ارواح اور تصرف کو اس کے پہلے جو تو
اعمال ستارہ پرستی کے کرنے پڑتے ہیں اور غریبت اور تنہا اور اشتقاق روحانی
اور شیطانیات کہ آدمی دین محمدی بلکہ کل مذاہب آسمانی سے خارج ہو جائے

اوسکو جب کہ گاتب جاکر شمس اور قمر اور مریخ کی تسخیر ہوتی ہے ضرور اون
لوگوں کو طی الارض اور غایب بینی اور اخبار اسو آئندہ بقول اون کے مریدوں
حاصل ہو خواہ عمل یا وہاب سے اونکو وہاب سعادت علیخان مرحوم کی چارپائی
رات کو اولٹ دینے کی طاقت ہو جیسا کہ حضرت غوث گوالیری یا مخدوم صاحب
کچھوچھو یا کسی اور صاحب کی روایت سنی ہے مگر چونکہ وہ لوگ بظاہر مسلمان
مجموعہ اونکی طرف ایسے اعمال کفر اور شرک کی نسبت دینی ہرگز پسند نہیں ہے
حضرات معتقدین کو اختیار ہے یہی یہ بات کہ عمل علوی اور سفلی میں کفر اور
اسلام کا فرق ہے یہ فقط وہ کہہ دینے کی بات ہے میرے سامنے ایسی
بات نہ چلے گی کہ علم در سینہ وارم نہ در سفینہ

(شعر)

واعظان کمین علوہ و خرابی مسمیہ سیکند : چون نبوت میروند آن کار دیگر سیکند
آئی پر ہم تسخیر ارواح سے بحث کریں : ہاں میرے منہ سے سائل آئی غرض

تسخیر ارواح کے پوچھنے سے یہی ہے کہ یہ تماشا (ٹھیٹھا) کیوں ہو جاتا ہے
 اور کیوں یہ آلات معین عمل تسخیر ارواح پر ہوتے ہیں۔ اب اس کی جواب میں ہم
 عمل حضرات کی نظیر پیش کرتے ہیں حضرات کرنے والے ملا سیکھنے بھی ایسی
 ہی شعبہ بازی کرتے ہیں اور کرتے چلے آئے ہیں مگر ان کے شعبہ پر تو آپ
 لوگ قہقہہ زنی کرتے ہیں مگر چاہہاں کندہ را چاہہاں پریشاں خراوسی چاہہاں ضلالت میں
 آپ کو بھی گرنا پڑا مگر فرق یہ ہے کہ وہ لوگ اس عمل کو فقط اپنا ذریعہ حاکم
 کرتے ہیں اور ان کے اعتقاد مذہبی میں خلل نہیں آتا ہے اور آپ تو
 بقول شاعر ۵

سنتے ہیں ڈوبتے اچھلتے ہیں ۔ ایسے ڈوبے کہہیں نکلتے ہیں
 آپ تو ایسے ڈوبے کہ نہ دین کے رہے اور نہ دنیا کے عمل تسخیر ارواح بالکل عاقلانہ
 مشابہ ہے اب اگر میں تفصیل اثر روحانی اور درجات تلقین ظاہری اور باطنی
 کو بیان کروں مخالفت شریعت سے درتا ہوں سوال ذرا ٹھہر جائے یہ
 کیا آپ نے کہا کیا آپ کی شریعت علوم باطنیہ کے سکھانے کو منع کرتی ہے
 اور یہود اور نصاریٰ اور ہندو ان سب فرقوں میں تو برابر ان علوم کی تعلیم
 جاری ہے۔ جواب ہاں جناب ہماری شریعت بلکہ ہر شریعت ہائے انبیاء

اور عقل سلیم بھی ایسے اعمال کے کرنے اور یہے کو منع کرتی ہو دیکھو صفحہ ۲۸۵
 انتصار الاسلام کو کہ عقلی دلائل سے بھی ان کا علم اور عمل ناجائز ہے یا
 تختی اور سیر کا جواب سوال خوشخط لکھ دینا اگر یہ بات سچی ہے تو ہم نے
 بہت دن گزرے ایک خبر سنی تھی یورپ کے فلاسفروں نے ایک
 عجیب کل ایجاد کی ہے کیسا ہی مشکل سوال جبر و مقابلہ (الجبر) کا لکھ کر
 اس کل میں رکھ دو جواب صحیح لکھ کر اس کل سے نکل پڑتا ہے یہ خبر ہم کو
 ۲۵۵ء میں ملی تھی آج اُسکو ۷۴ برس گزرے اور ہمیشہ اُسکی تلاش ہو
 رہی کہ آخر کہاں تک صحیح یا غلط ہے اگر سچی بات ہے پہر تو اپنی سیر اور تختی
 جواب لکھا ہوا پیدا ہونا اسی قاعدہ پر مبنی ہو گا جس قاعدہ پر وہ کل الجبر
 کے سوالات کا جواب دیتی ہے ورنہ ہم کو علم طلسم اور سیر نجات سے آکر
 سوال کا جواب دینا پڑے گا۔ سوال مردہ کی روح کا تو حساب ہی جلدی
 ہم تو زندہ آدمی سے بحالت استغراق اور حالت وجد میں سب کو دریافت
 کر لیتے ہیں اسکا سبب آپ بتلا دیجئے اور شریعت کے حرام کرنے کی
 دہی دینے سے کیا یہ باتیں رک سکتی ہیں اور کبھی رکی ہوں تو اسکا تاریخی ثبوت
 جواب شریعت کی دہی کی اچھی کہی شریعت یا قانون عقلی دونوں ایک چیز ہیں

جنگا نشا یہی ہے کہ ہم ایسا کام نہ کریں جس سے نظام عالم میں بڑی پیدا ہو اور
 عالم جسمانی میں روحانی افعال سے کام لینا قانون قدرت سے ضرور ناروا ہے
 دیکھیے جس قدر علوم اور اصول ظاہری اصول کے برخلاف ہیں کوئی گورنمنٹ اور
 کوئی سلطنت اپنے قلمرو میں انکار و اج پسند کرتی ہے۔ آج یوروپ کے فلاسفہ
 جنگی عقل اور دانش پر ایک پوٹرا فخر اور ناز ہے اگرچہ وہ نہیں اُن کے علوم اسرار کی
 راستی ضرور مانی ہوئی ہے مگر ظاہری انتظام کی برہمی کی نظر سے جب پوچھو
 ریل اور نجوم اور جفر اور سمیرم سپر کجوا لیرم کو غلط ہی بتلائیں گے ایک چھوٹی
 سی نظیر ہم خمبے اور ضمیر یعنی پوشیدہ چیز اور دل کے راز بتلائی ایک دوسری
 جو ریل اور نجوم وغیرہ سے معلوم ہو جاتی ہیں اور جن کے قواعد سیکرٹون نہیں
 علوم سے پختہ طور سے بنائے گئے ہیں غلط اور صحیح جواب دینا یہ کرنے والی
 حامی اور پختگی پر موقوف ہے۔ قاعدہ غلط نہیں ہے جبر مقابلہ اور خطائیں
 اربعہ متناسبہ ضرب اور قسمت حسابی میں بھی جواب غلط آسکتا ہے مگر قاعدہ
 غلط نہیں ہے۔ اب خمبے یعنی پوشیدہ چیز بتلانے کا عمل اگر عام طور پر اسکا راج
 کر دیا جائے اور ہر شخص ایک مخفی چیز کو یا ہر ایک دینیہ اور خزانہ کو جاننے لگے
 جو غرض پوشیدہ کرنے سے ہماری ہوتی ہے اور سوائے خاص خاص لوگوں کے

اور کسی پر اسکا اظہار ہو نہ ہو نہیں ہوتا ہے وہ تو بالکل فوت ہو چائے اور
 پوشیدہ چیز اور ظاہری اشیاء میں کچھ فرق باقی رہے اب خیال کیجئے کہ سقراط
 اور فساد امور انتظامی میں پیدا ہو۔ اس طرح ضمیر یعنی راز دلی جسکو آدمی ہمسایا
 ضروری اور بکار آمد جانتا ہے اگر ضمیر تزلزلنے کا علم اور عمل عام ہو جائے
 خیال کیجئے کہ کسی خرابی اور بد نظمی دنیا کے نظام میں پڑے اور برا بھارا
 صیغہ مشورت کا جیسے لاکھوں امور دنیا کا دار و مدار ہے سب تباہ اور خراب
 ہو جائیں ایک یقین ہو یا نہ ہو مگر میں نہایت راستی سے اپنی سمر گذشت تحریر
 کرتا ہوں کسی زمانہ عنفوان شباب میں مجھے بھی ان قواعد کے عمل کرنا کا شوق
 ہوا تھا اور نظر حیدر صالح شرعیہ کے جو آج کام آ رہے ہیں اونکو خوب کرتا تھا
 اخیر کو یہ نوبت روشن ضمیر کی پہنچی تھی کہ میرے قصبہ کشنور کی معزز مشورۃ
 خدا کے پردہ کو اور عفت کو قایلیم اور داعیم رکھے سب کا ذرا ذرا سا حال مجھ پر
 خود بخود ظاہر ہونے لگا اور بقول شہور اپنے گہرین آدمی یا دشاہ کو گالیان
 دیتا ہے ہر ایک کی ساری کیفیت مجھ پر ظاہر ہونے لگی اور میری حالت ہی
 عجیب ہو گئی اور کہنیہ بڑھ گیا تب میں نے کہا صدق اللہ ورسولہ
 یہ علوم اسرار کا حرام فرمانا بڑی حکمت اور مصلحت اور سرسمر حجت پروردگار

اور یہی سچی بات ہے کہ ہم لوگ ایسے پاک نفس نہیں کہ باوجود علم و ارشاد
 دلی جانتے ہر شخص کے پھراس سے ویسا برتاؤ کریں جیسا کہ بحالت لاعلمی
 کرتے ہیں یہ کام خاص انبیاء اور اوصیاء انبیاء کا ہے کہ اپنے خاص
 قاتل کو پہچانتے تھے اور پھراس سے دنیوی برتاؤ میں وہی پیش آمد کرتے تھے
 جو دو دشمنوں سے کرنی چاہئے۔ سر جی لہم الفداء دل کے راز کی نسبت
 ہمارے رسول صلعم نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے لو علم ابوذر حافی
 قتل سلمان لقتله یعنی اگر حضرت ابوذر حضرت سلمان کے دل کا حال جانتے
 سلمان کو قتل کرتے اور مراد حضور کی مثل محض ہے۔ یعنی ایسے
 دوست سے بھی راز دلی کا ظاہر ہونا خلاف مصلحت ہے چہ جا کہ عموماً ظاہر ہوا اور
 سب تو جانتے دیکھے آپ کے مرنے کا وقت جو خدا نے براہ بندہ پروری
 آپ کے چھپایا ہے اگر آپ کو مثل انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کے معلوم ہو جائے
 ذرا انصاف سے کہئے اگر ہزار برس کی بھی عمر آپ کی ہے پورے ہزار برس
 جان کنڈنی نہیں گذرین اور ایک روز بھی راحت اور آرام نہ ہو ہرگز میں جنت
 نظام علوم اسرار خمس کے پیش کروں پوری کتاب اسی بحث میں لکھ سکتا ہوں
 ہذا سے قبل شریعت سے حرام ہونے کی آپ ہی کے فوائد کثیرہ کی عرض دیکھائی

شعر

مانو نہ مانو جان جہان اختیار ہے : اچھی بری ہم آپ کو سمجھائی جاتے ہیں
 آپ پلانچٹ اور منیر اور انگوٹھی کا عمل جو چاہیں کریں مگر سید ہا دہرا وہی ہے
 جو شریعت نے بتلایا ہے۔ خلاصہ بحث کا یہ ہے کہ استخیر ارواح کا عمل ہو
 یا کوئی اور طریقہ حضرات کا یا اور اعمال علوی بدتر از سفلی جس سے ظاہری قوانین
 شریعت یا سلطنت کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے اور کا عمل کرنا عقل اور شرع
 دونوں کی راہ سے سراسر مضر حق نظام عالم ہے اور اسید وجہ سے حرام ہے پھر
 جب ہم کو اوسکا کرنا چاہئے اب اسکی اصلیت سے پوچھا پانچویں کرنے سے
 کیا فائدہ دہو کا اور مغالطہ فقط اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ روحانی چیزوں کو
 یہ لوگ جسمانی اشیاء پر قیاس کر کے جو باتیں جسمانی اور جسم پر ناجائز اور محال
 ثابت ہو چکی ہیں مثلاً ان واحدین ایک جسم کا دو مکان میں ہونا چونکہ
 بدیہیہ محال ہے لہذا سائل کو اسی تمثیل سے قبر کے پاس اور وادی السلام
 میں ریح کا ہونا بھی محال نظر آتا ہے پہلی غلطی تو یہی ہے جو شاعر کہتا ہے۔
 (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) — جسمانی قوتوں کے نظائر
 انبیا و جسمانی قوتیں جو ہمارے بدن میں خدا نے رکھی ہیں انکو بھی ہم بطور نظیر کی پیش کریں

اور نیز دیگر قوت ہائے جسمانی کو مثلاً بیان کرین ہمارے بدن میں ایک ایسا اندام ہے جس کی
 اور اس کے عجائب حالات پر جو شخص علم تشریح اور علم مناظر اور علم المرایات سے واقف ہے
 وہی آگاہ ہو سکتا ہے جس آدمی کی دونوں آنکھیں درست ہیں وہ بھی اور جو ایک
 آنکھ سے دیکھتا ہے وہ بھی ہر شے کو یکساں دیکھتا ہے اگر قوت باصرہ قابل
 تقسیم ہوتی یا آنکھ دو سکا محل ہوتا ایک آنکھ والا نصف قوت پر دو آنکھ والے سے
 ہوتا بلکہ حکما کی رائے یہ ہے کہ کچھ تقسیم کی نظر قوی ہوتی ہے دو آنکھ والے سے
 یہی حال قوت شامہ کا یعنی سوچنے کی قوت کا دونوں نتھننے سے ہے اور
 یہی حال قوت سامعہ کا اور اس سے زیادہ عجیب حال قوت لامعہ کا جو تمام
 بدن میں موجود ہے اور سب سے زیادہ داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت کہ اس میں
 یہ قوت ہر جگہ سے زیادہ ہے کوئی فلسفی اس کا سبب یا کوئی بڑا حکیم ان قوتوں کی
 ماہیت سے باخبر ہے ہر جب ہم قوت ہائے جسمانی کے آثار اور افعال مختلفہ کے
 اسباب کو نہیں سمجھ سکتے عالم ارواح کے عجائب آثار پر چون و چرا کر کے کیونکر
 براہ عقل مجاز ہوں گے۔ اور یہی زمین کے مرکز میں جو قوت جاذبہ ہے جس کو
 حال کے فلاسفہ انکار کر کے کہتے ہیں کہ ہر جز زمین میں قوت جاذبہ ہے ویسے
 عروس بدیعہ صفحہ ۸ کو خیر اس مسئلہ پر بحث کرنی ہو کہ دوسری جگہ منظور ہے

یہاں تو ہم اسکو دکھلاتے ہیں کہ یہ قوت جاذبہ مثل قوت جاذبہ کھربا اور مقناطیس کے
 نہیں ہے اسلئے کہ مقناطیس اور لوہے کے درمیان میں اگر کوئی شے حال ہو

جذب مقناطیسی اور جذب کھربالی باطل ہو جاتا ہے زمین اور اجسام ارضیہ
 جتنے فرض کرو اور لاکھوں چیزیں حایل درمیان زمین اور جسم مفروض کے رکھ دو
 مگر کشش ارضی کبھی باطل نہوگی اور محاذات کی ضرورت جاذب اور مجذوب
 میں نہیں ہے۔ اب یہ قوت جاذبہ کسی لطیف اور نورانی چیز ہے جو ان سب

حایل چیزوں کو توڑ کر جسم مفروض تک پہنچا دیتی ہے۔ اس سے زیادہ تر
 عجیب یہ امر ہے کہ جس قدر وزنی شے کامرکز زمین سے دور ہو کر وزن اُسکا
 کم ہوتا ہے اُس قدر قوت جاذبہ ارضی اُسکو زیادہ کشش کرتی ہے اور

جس قدر مرکز سے قریب ہوتی جاتی ہے کشش ارضی کم ہوتے ہوئے قریب
 مرکز بقول فلاسفر فنا ہو جاتی ہے حالانکہ وزن جسم کا بڑھتا جاتا ہے مثلاً
 زمین کے قریب فی سکندریہ فیٹ حرکت اجسام ساقطہ کی ہے اور آفتاب کے

قریب چونکہ وزن بہت ہی کم ہے (۵۰ فیٹ کسرے زاید فی سکندریہ حرکت
 اجسام ساقطہ حساب کی گئی ہے جو سیطرہ سے عقل میں نہیں آسکتی اور فلسفہ
 طبعی میں اسکو یقینیات سے لکھ رہے ہیں بہر حال نوا میں قدرت اجسام

کشف کا جب یہ حال ہے پھر نوزانی چیزیں جنکا عالم ہی اور ہے ان خواہیں
 اور آثار میں بحث لایینی کرتے سے بحر تصنیع اوقات کے اور کیا نتیجہ ہوگا۔
 باب چوبیسواں بچے معصوم بے گناہ کو بیماری سے جو ایذا انکو
 پہونچتی ہے سراسر عدل اور رحمت خدا کے خلاف ہے اس
 شبہ کا جواب

سوال نیچری کیون جناب معصوم بچے یا نابالغ لڑکے جو سخت امراض کی ایذا
 دم توڑتے ہیں حتیٰ کہ تیمارداری کرنے والے بھی انکو دیکھ کر ٹرپ جاتے ہیں
 یہ ان کے کن کن گناہوں کا بدلہ یا سزا ہے حالانکہ وہ معصوم ہیں اور بعض
 موبوی صاحبوں نے یہ جواب مہمل دیا ہے کہ والدین کی بدکاری کی سزا
 بچہ پر ایذا پہونچتی ہے کیا خوب کر جائے ڈار ہی والا اور پکڑا جائے سوچوں
 والا قرآن مجید ہی میں صاف وارد ہے۔ لا تَنْسُوا ذُنُوبَكُمْ وَأَنْتُمْ مَسْكُونُونَ
 افسرانے کسی کے بارگناہ سے دوسرے پر گرانباری نہیں ہوتی ہے
 جواب اگرچہ اس سوال کے کرنیوالے ایکوڑی دور پیچتے ہیں مگر اس
 مہمل سوال سے انکی پوری حالت معلوم ہوگی پھر اگرچہ لفظ ہر یہ سوال مہمل معلوم ہوتا
 مگر یہ قصور بیان سائل کا ہے کہ پورا مطلب ادا نہ ہو سکا پہلے تو مجمل لفظ

معصوم کے معنی سمجھانے کی ضرورت ہے معصوم کے معنی لغت عرب میں منسوب ہیں
 (أَعَاصِمُ الْيَوْمَ مِنَ الْمَاءِ) آج پانی سے بچانیوالا کوئی نہیں ہے اس عام طوفان
 نوح میں واللہ بعصمک من الماء خدا تمکو اسے محمد صلعم اطہار ولایت علی بن ابیطالب
 میں آدمیوں کی ایذا دہی اور شر سے بچائیگا یعنی انکو منع کر گیا۔ اب یہ منع کرنا
 کسی شخص کو یا کسی شے کو کسی فعل یا اثر سے اس وقت چاہئے جب اس شخص میں
 یا اس شے میں قابلیت اس فعل کرنیکی ہو عام اس سے کہ وہ فعل یا اثر اختیار
 اوس فاعل کا ہو یا غیر اختیاری۔ ہم نے قرآن شریف سے پہلے نظر پائی دیتی
 جسکا فعل ڈبو رہے کا غیر اختیاری ہے مگر یہ قوت پانی میں ضرور ہے کہ
 ہمو ڈبو سکتا ہے اور دوسری مثال منافقین کو ایذا رسائی جناب رست
 تاب صلعم سے دی ہے یہ ان کا فعل اختیاری ہے بہر حال منع کرنا کسی شخص کو
 یا کسی شے کو اوی فعل سے ہوتا ہے جسکے کرنے کی قوت اوس میں ہو مثلاً
 پانی کو ہم جلادینے سے یا آگ کو ڈبو دینے سے یا اندھے کو نظر بدوانے سے
 یا نامرد کو زنائے حرام کرنے سے منع نہ کریں گے اسلئے کہ مذکورہ اشیاء میں یہ قوتیں
 موجود نہیں یہی حال بچون کا ہے کہ اوس میں ابھی قوت گناہ کرنیکی نہیں ہے
 بہر انکو گناہ سے منع کرنے کا کیا موقع ہے لہذا لغوی معنی سے جو یہ معصوم

نہ ہونے اور شرعی معیوضے بھی بچے معصوم نہیں اس لئے کہ اہل شرع معصوم
 دو معنی کہتے ہیں پہلے معنی تو یہ ہیں کہ باوجودیکہ وہ مقبول بندہ الہی قادر
 گناہ کرنے پر تھے مگر خدا کی دسی ہوئی عصمت انکو گناہ سے مانع ہوتی تھی

اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ قوت صدور گناہ او میں باقی نہیں رہتی ہے
 گو بظہر سن اور عمر کے زمانہ قدرت گناہ کرنے کا ہو یہ مسئلہ علم کلام کا ہے
 پس عموماً بچہ معصوم نہ کہلا میں گے نہ براہ لغت نہ براہ شرع بان بیگناہ ضرور
 اور یہ بحث عام بچوں کے معصوم ہونکی ہے انبیا اور ائمہ سے متعلق نہیں ہے
 ۵۔ این زمین را آسمانے دیگر است ہا اب جواب سوال کو لکھتا ہوں یہ
 سوال پچھلے دہریوں نے بھی ائمہ علیہم السلام سے کیا ہے مگر ہمارا سائل
 حیدر آبادی اپنے قصور بیان سے ادائے مراد میں قاصر ہے جس ملحد اور زندقہ
 نے صادق آل محمد سے یہ سوال کیا تھا اوستے بچوں کو معصوم نہیں کہا تھا وہ
 بڑا فلسفی اور ماہر علوم تھا اوسکے الفاظ یہ ہیں سوال کسوجہ سے چھوٹا بچہ
 مستحق امراض اور درد ہائے شدیدہ کا ہوا جسمین وہ مبتلا ہوتا ہے حالانکہ
 نہ متصل ان امراض کے کوئی گناہ اوس نے کیا ہی اور نہ اس سے پہلے
 گذشتہ زمانہ میں کوئی گناہ اوس سے سرزد ہوا تھا میں کہتا ہوں چونکہ یہ دہریہ

اسی کا قائل ہے کہ حدوث امراض کا یہ پیر ہی ہے کہ جب غذائے فاسد یا
 ہوائے فاسد بدن انسان یا حیوان میں اثر کرے گی مرض پیدا ہو گا اور بدوں
 اسکے حدوث امراض خود بخود ہوتا خلاف یہ پیر ہے اس دلیل سے تو اسکو ثابت
 کرنا اس امر کا مطلوب ہے کہ خدا کوئی ذات موجود نہیں ہے فقط یہ پیر ہی نہیں
 دنیا کے حوادث پیدا ہوتے ہیں اور اگر خدا موجود ہے اور بدوں پیدا ہونے
 سبب عادی یعنی فساد غذا اور ہوا کے امراض پیدا کرتا ہے تو وہ خدا عادل
 اور منصف نہیں ہے اسلئے کہ سگیتاہ بچوں کو مرہین کرتا اور اون کے درد کی
 ایذا دیتی ہے سرسری عدل اور انصاف کے خلاف ہے۔ اب امام اور حجت خدا کو
 لازم ہے کہ دونوں شبہ کا جواب ارشاد فرمائیں چنانچہ فرمایا جواب مرض خند
 طرح کے ہوتے ہیں (۱) مرض امتحان (۲) مرض عقوبت یعنی پاداش گناہوں کی
 (۳) مرض موت پس پر فناء حیوان مقرر ہوئے ہیں میں کہتا ہوں تینوں
 اقسام مرض کے فساد غذا اور فساد ہوا سے نہیں پیدا ہوتے مگر پہلی اور دوسری
 قسم بالکل خلاف یہ پیر فرضی ہے اور تیسری قسم جو رفتہ رفتہ کمی حرارت غریزی
 اور کمی بدل یا متحمل سے پیدا ہوتی ہے وہ قانون قدرت (نہج) کے مطابق
 مگر فساد غذا اور فساد ہوا سے اسکی پیدائش بھی نہیں ہے اب جواب شبہ دوم

نیچر یہ کا جو عدل اور انصاف پر خدا کے معترفین تھا اسی فقرہ پر ختم ہو گیا اس لئے کہ
 انبیاء علیہم السلام جو عدل خدا کی تعلیم فرماتے تھے ان اور امراض کو منحصر فساد غذا اور
 فساد ہوا میں نہیں جانتے لہذا بچوں کے امراض جو فساد غذا اور ہوا سے پیدا ہو
 وہ تو ظاہر ہے کہ سو تدبیر والدین سے ہون گئے اس میں خدا پر کیا الزام ہو سکتا
 جیسی کرنی ویسی بہرتی ایسے امراض میں تو بچے اور جوان اور بوڑھے سب
 برابر ہیں جو آگ کھائے گا وہ انگارے چکے گا اور جو امراض بدون فساد غذا
 اور ہوا کے پیدا ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں حضرت نے ارشاد فرمائی ہیں
 پہلی قسم مرض امتحان بچوں کی نسبت ہوتی ان کے مان باپ کے صبر کی نظر سے
 ممکن ہے۔ انما اموالکم و اولادکم فتنہ تمہارے مال اور اولاد سے
 تمہاری آزمائش ہوتی ہے جس طرح ہمارے حیوانات اور زراعت وغیرہ کی
 بربادی سے ہمارا امتحان ہوتا ہے اور اس کو ہم آئندہ بیان بھی کریں گے۔
 دوسرے قسم مرض عقوبت یہ بھی والدین کی تخفیف عذاب یا بالکل سبکدوشی
 ان کی اگر بچوں کے مرض سے ہونو شا بجال اس بچہ کے جو صغیر سنی میں اپنے
 والدین کے کام آئے تیسرے قسم مرض الموت جو ضروری ہے اور اس کا
 وقوع حکیم تعالیٰ مجدہ لئے جس قاعدہ سے مقرر فرمایا ہے وہ بھی پر انتظام

ضرورت ہوتی ہے اور بچہ کو بھی ایسا مرض ہونا کچھ خلاف عقل نہیں ہے
اسلئے کہ حرارت غریزی اور بدل مایہ تخلل کی قوت دینے میں خدا کو اختیار
کیسکو سو برس اور کیسکو سو گھنٹہ اور کیسکو چار ہی منٹ کی دیکھتا ہے کسی کی
مجال نہیں کہ اس فعل الہی پر اعتراض ہو بلکہ اوسکو یہ بھی اختیار ہے کہ یہ قوت
بعد قریب الموت ہونے کے دوبارہ عطا فرمائے الغرض یہ تینوں قسم کے
امراض بچوں کے کچھ خلاف عدل خدا نہیں ہیں یہ خیال نہ کرو کہ امام علیہ السلام
اصل شبہ کے جواب سے اعراض فرمایا بلکہ پورا جواب اوسکا اسی فقرہ پر ختم
ہو گیا اب حضور پہلے شبہ کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ حدیث اور تجھے بھی گمان ہے یا تیرا قول یہی ہے کہ مرض کی پیدائش
غداون سے اور خراب پینے والی چیزوں سے ہوتی ہے یا کہ مرض موروثی
نامی طرف سے عارض ہوتا ہے اور تو یہ گمان کرتا ہے کہ جو شخص پوری نگرانی
اپنے قواعد حفظ صحت سے کرے گا اور مضر اشیاء خوردنی کی تمیز نافع اشیاء
کر کے کھانا پیتا رہے گا ہرگز بیمار نہ ہوگا اور تیرا سیلان اپنے قول میں اس شخص کی
طرف ہے جو اسکا قائل ہے کہ مرض اور موت بدون خرابی اشیاء خوردنی
و آشامیدنی کے ہو نہیں سکتی ارسطاطالیس معلم اطباء اور افلاطون رئیس الحکما

(بقول فلاسفہ) دونو مر گئے اور جالینوس بوڑھا ہو گیا اور اسکی آنکھ پھولی ہوئی
 یا نگاہ باریک ہوئی اور موت کو ہٹانہ سکا جب اپنے وقت پر آپونے یہ کاٹیں
 اٹھا ایسے تھے جنہوں نے کوئی دقیقہ اپنی حفظ صحت کا اٹھا نہیں رکھا اور سب
 تدبیرات غذا اور ریاضت کے ہمیشہ پابند رہے۔ بہت سے مریض ایسے دیکھے ہیں
 کہ طبیب سعالج نے باوجود درستی تدبیر (بدانست خود) کے انکو مرض کو بڑھا ہی
 دیا ہے اور بہت سے طبیب عالم جنکو دوا اور مرض کی پوری شناخت بھی تھی
 اور مہارت اپنے فن میں رکھتے تھے مر گئے اور جاہل علم طب سے زمانہ دراز
 بعد مرنے اس طبیب کے زندہ رہا۔ نہ اس طبیب ماہر کو علم طب نے برکت
 اہل موعود کچھ نفع دیا اور نہ اس جاہل محض کو (باوجود تدبیر کے) اسوقت
 تک کسی قسم کا ضرر پہونچا جب تک زمانہ حیات اسکا باقی تھا میں کہتا ہوں
 یہ خیال نہ کرنا کہ حضرت عموما علم طب کو لغو فرماتے ہیں۔ بلکہ یہاں بحث امراض
 غیر مادی اور غیر مزاجی سے ہے جنکا بیان علم طب ظاہری میں نہیں ہوتا ہر
 چنانچہ تین قسمین اور حضرت نے ارشاد بھی فرمائے ہیں دوائیں سے مرض
 امتحان اور مرض عقوبت اونکی بحث تو علم طب میں بالکل نہیں ہے اور
 تیسری قسم مرض الموت اوسمیں طبیب کا عاجز ہونا مسلمات فن سے ہے

عوام جہاں مورد بحث کو تو خیال نہیں کرتے اور ماتم پر مسترض ہوتے ہیں کہ
جب علم طب ایسا لغو ہوا پہر طبیب سے علاج کرا نیکو شریعت نے کیوں جائز
فرمایا ہے ترجمہ حدیث پہر حضرت نے فرمایا اکثر اطباء کا قول ہے کہ علم طب کو
انبیاء علیہم السلام نہیں جانتے تھے پہر بنا براہ نہیں کے قول کے (اگرچہ صحیح ہو)
ہمارے کس کام کا وہ علم ہے جسکو وہ انبیاء جانتے ہوں جو حجت ہائے خدا
تمام خلق پر تھی۔ امین خدا زمین پر اور خزینہ علم الہی وارثان حکمت خدا راہ نمایان
خلقت بطرف حکمت الہی کے تھی اور طاعت خدا کی طرف بندگان خدا کو راہ
دکھلاتے تھے پہر میں نے اکثر طبیون کو دیکھا کہ اپنے مذہب باطل کی پابندی
کر کے طریقہ انبیاء جدا ہو جاتا ہے یعنی کج روی کرتا ہے اور جو کتب آسمانی انبیاء
پر نازل ہوئی ہیں ان کی تکذیب کرتا ہے یہی سبب ہے جس نے مجھ انکی طب مصنوعی
کے طلب کرنے سے باز رکھا اور ایسے طبیون کی تلاش سے بھی میں باز رہا۔
میں کہتا ہوں یہی فلاسفہ جو دراصل محض جاہل ہیں ہمیشہ سے انکو مخالفت
انبیاء کی ہر امر میں رہی ہے اور آج بھی ہے اور اسی وجہ سے انکی علوم ہمیشہ
خراب رہے اور ان کے دھرتیہ نے کہا آپ تو اپنی قوم میں بڑے بزرگ
شخص ہیں اور انکی تعلیم آداب و غیرہ آپ ہی سے متعلق ہے پہر کیونکر آپ

علم طب سے نفرت کر سکتے ہیں یعنی آپ کو تو اس علم کی ضرورت شدید ہے
 امام نے فرمایا۔ اس طب مصنوعی سے نفرت کی وجہ تو یہ ہے کہ میں نے
 بڑے ماہر علم طب کو ایسا ہی پایا کہ جب اس سے کوئی سوال (تشریحی یا
 متعلق بہ کلیات فن طب) کیا اور اس کو اپنے نفس کے حدود سے خبر نہ تھی اور
 نہ اپنے بدن کی تالیف سے آگاہی تھی نہ اعضا سے بدن کی ترکیب جانتا تھا
 نہ اولیٰ مجاری غذا کو پہچانتا تھا جو اس کے جوارح میں خدانے پیدا کی ہیں نہ
 اس کو سانس کی برآمد سے اطلاع تھی نہ اس کو زبان کی حرکت سے اور
 جہان سے کلام پیدا ہوتا ہے اس کی خبر نہ اس کو نور بصر سے اطلاع نہ اس سے
 تندہی شہوت سے جو آلہ مردی میں انتشار پیدا ہوتا ہے اس کی خبر نہ اس کو
 خواہشیں جو آدمی کو ہوتی ہیں اس کی خبر نہ اس کو انسویہ کی علت سے خبر
 نہ اس کو مجمع سماعت یعنی قوت سامعہ کے مقام سے خبر اور نہ اس کو
 اپنی روح کے رہنے کا مقام معلوم نہ اس کو چھینک کے نکلنے کا مخرج معلوم
 نہ اس کو عظم کے پہچان لینے والے امور سے اطلاع نہ اس کو اسباب سروری
 آگہی نہ اس کو علت اور سبب پر گونگے اور بہرے ہوئی اطلاع تھی وغیر ذلک
 ان طبیوں کے پاس ان امور مذکورہ بالا میں کوئی امر یقینی نہیں ہر سوائے

چند اقوال کے جنکو اپنی رائے سے اچھا سمجھ رکھا ہے یا چند ناقص علتیں جنکو
 تجویز عقلی سے جائز سمجھ لیا ہے مین کہتا ہوں بیدک اور طب یونانی اور داکٹر
 یتیم فن تو اس وقت میرے پیش نظر ہیں اور جدید علم فیسولوجی تشریح اعضا
 حیوانی یا انسانی اسکی بھی کتب حاضر ہیں۔ ایک ذرا سا مسئلہ رکونکالیجے
 جب تک سیکر سکوپ (خوردین) طیارہ تھا وہ چھوٹی چھوٹی رگین جو کہ
 اب دکھائی گئی ہیں کسی طبیب کو اس پر ہرگز اطلاع نہ تھی اور یہ سولہ مسائل
 جو امام نے ارشاد فرماتے ہیں کوئی طبیب یا ڈاکٹر آج بھی باوجودیکہ علم تشریح
 کی پوری ترقی کا دعویٰ ہے سوائے استحضانات عقلیہ کے قطعی طور سے
 جواب نہیں کہہ سکتا ہے اس حدیث کے مقام حاصل کی شرح مین ایک سالہ
 جداگانہ لکھنے کی ضرورت ہے یہاں تو سوال مندرجہ بالا کا جواب دینا
 ہرگز لازم ہے جو اس حدیث مقدس سے برآمد ہوا خلاصہ جواب یہ ہے
 کہ مراض کا سبب منہر فساد غذا اور ہوا مین اگر ہوتا اور یہی اونکا نیم ہوتا
 پہر جو ادویہ خواہ تواعد حفظ صحت تجربات یقینی سے دافع مراض خواہ
 دافع خرابی ہو اوغیرہ گمان اطباء ثابت ہو چکی ہیں اور اونکا نیم بھی یہی
 کہ جب پورے طور سے استعمال اونکا ہوگا ضرور اثر کرے گی یہی دلیل تو

اس قول کے بطلان کی یہی ہے کہ ہزاروں امراض ایسے پیدا ہوتے ہیں
 کہ ہرگز فساد و غذا اور فساد ہوا بروقت اوتکے حدوث کے نہیں ہوتا ہر بلکہ
 جس قدر صفائی آب و ہوا کی کروا دیکھو کمپ ہائے فوج انگریزی لال کرتی
 رہیں تو پختانہ اور وہاں کی صفائی اور حدوث امراض با فوج گورہ کے
 ہیضہ اور طاعون کو اور دیکھو ڈاکٹر ورکس کے (بمبای) کے صاف پانی اور
 اوسکی وجہ سے کثرت نوازل اور حدوث ضعف باہ اور ضعف ہاضمہ کو
 اور یہ ٹوڈاکٹر سی اصول سے بھی ثابت ہے کہ زیادہ صاف پانی دست
 ہوتا ہے یعنی مضعف سعدہ ہے پھر جب صفائی آب و ہوا و عمدگی تدبیر
 غذا کی ہو مرض کا پیدا ہونا خرابی غذا اور ہوا کی طرف کیونکر منسوب ہو سکتا
 بعض جاہل اطباء کو ونیز ڈاکٹر و نکو دیکھا ہے کہ ہر طرح سے مریض بیان
 کرتا ہے مین نے کسی قسم کی بد پرہیزی نہیں کی ہے مگر حکیم صاحب
 اور ڈاکٹر صاحب اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بدون
 بد پرہیزی کے یہ مرض پیدا ہو (نیچر) قانون قدرت کے خلاف ہرگز
 نہ ہو گا ایسے ہی نادان اور جہال کی ہدایت کی غرض خداوند حکیم ان امراض کو
 پیدا کرتا ہے جسکی خیر ہمارے حکیم ربانے امام برحق اس حدیث میں کر رہی ہیں

نمل گفت کہ اے طبیب نادان : بیکار علاج خود مگر دان
 آگاہ تھی کہ تپ درون را : نشر چہ زنی رگ جنون را
 دوسر دلیل اسکے بطلان کی یہ ہے کہ جو امراض مجازات یا امتحانی
 بدون فساد آب و ہوا کے اور فساد غذا کے پیدا ہوتے ہیں اور طبیب براہ
 غلط کاری اپنے اصول مجربہ سے اونکو امراض مادی یا مزاجی سمجھ کر علاج
 کرتا ہے بجائے صحت مریض کے ہلاکت اسکی رہتی ہے۔ اور یہ قاعدہ
 طب کا الحمیۃ فی الصحتۃ کا التخلیط فی المرضۃ یعنی پرہیز کرنا حالت
 صحت میں ایسا برا ہے کہ جیسے بد پرہیزی کرنی بیماری میں ہرچونکہ وہ
 مرض فساد غذا اور ہوا سے پیدا نہیں ہوتا اور نہ کسی مادہ صفر اور سودا
 وغیرہ کی غرابی کی وجہ سے لہذا اصلاح غذا اور تعدیل خلط محض نسیجا اور خطا پر
 ہوتی ہے اسی وجہ سے دوا اور تدبیر بجائے نفع کے ضرر کا نتیجہ دیتی ہے
 طبیب (نخچل) صاحب اپنے اصول کے گہنڈ میں قوی الاثر دوا بڑھا
 بڑھا کر مریض کی جان لیتے ہیں اور جاہل علم طب جسکو عالم غیر مادی کا عقیدہ
 ہے اور ارشاد انبیاء پر ایمان لایا ہے وہ بذریعہ صدقہ اور دعا بد پرہیزی اور

کر کے تندرست ہو جاتا ہے یہی مراد امام علیہ السلام کی ہر بیماری دیکھ
 ہمارا بھی تجربہ ہے اور طب روحانی سے جو لوگ عل سلب یا مذبذب مزاج
 کرتے ہیں ان کو ہمیشہ اسکا تجربہ ہو رہا ہے طیب اور داکٹر وغیرہ کے
 انکار سے کیا ہو سکتا ہے حکایت میں ^{۱۳۷۱}میں سورج پورہ بلکہ مصلح
 بارہ کی سے متعلق ہے وہاں کے راجہ مصروع کے علاج کو طلب جاتا تھا راہین
 زید پور قصبہ سادات میں ایک میرے دوست کو جنکا نام تہ لونگات اور لرزہ
 چیمہ مہینے سے آتا تھا اور بڑے تناور اور قوی آدمی تھے مگر طبیعت میں
 دیتے دیتے یہ بیمار ہو مار ہی ڈالا تھا میں نے حسب درخواست مریض روئی
 دکھلانے کا عمل مسمریزم سے اونکا علاج کرنا تجویز کیا اور مریض کو معلوم تھا کہ وہ میرا
 عمل نے خطا ہے۔ مریض کے بھائی حکیم صاحب بڑے امیر اور رئیس اور غرور
 اپنے علم طب پر تھے اونہوں نے مجھ سے کہلا بھیجا کہ اگر آج یہ مریض روے
 دیکھنے سے اچھا ہو جائے میں ساری کتابیں طب کی دہو ڈالوں میں نے
 کہا اونہیں کتابوں میں یہ روے کا طریقہ لکھا ہے میری ایجاد سے نہیں ہے
 معالجات کلیہ نفسی شروح قانون کو دیکھنے خیر نہ کہے جو وقت لرزہ کا تھا
 تل گیا اور بخار بھی نہ آیا اور مریض بالکل تندرست ہو گیا اب غذا کا وقت

شب آیا سیری دعوت میں جب قدر اقسام طعام اور اچار چٹنی دودھ دہی مٹھے
 گوشت وغیرہ اور پرچ سسج تھی سب اوسکو کھلوائی اور کچھ بھی ضرر نہوا میرے
 دوست مولوی حکیم سید مرتضیٰ محمد صاحب مرحوم جو اُس وقت معالج مریض کے تھے
 وہ بھی متحیر اور انگشت بدندان ہو کر رہ گئے اونکو میں نے شروح قانون اور
 نفیسی وغیرہ سے اس طریقہ کو سمجھا کر عامل اسی عمل کا کر دیا اور اس میں کسی
 قسم کی حرمت شرعی بھی نہیں ہے۔ اب میں علوم اسرار کے ذریعہ سے بھی قصہ
 ارشاد امام علیہ السلام کے لکھون کہ بعض امراض مادی اور مزاجی نہیں ہوتی ہیں
 نہ چرل صاحب کے انکار اور قہقہہ زنی یہودہ سے کیا ہوتا ہے۔ تشخیص مرض
 کے طریقہ جسطرح طب جسمانی میں بیان ہوئے ہیں اویسطرح بلکہ اس سے
 زیادہ طب روحانی میں مذکور ہیں اور گوکہ میں پابندی شریعت سے ان
 اعمال کا تارک ہوں جنہیں مظنہ حرمت شرعیہ براہ احتیاط ہوتا ہے مگر۔
 عالم شے بہ از جہل شے ۛ خلاصہ یہ ہے کہ طب روحانی بھی ظاہر کر دیتی ہے کہ
 یہ مرض مزاجی اور مادی نہیں ہے۔ اور طریقہ علاج میں وہ حروف جو اخلاط
 اربعہ سے مخصوص ہیں جیسے حروف تارکی اور خاکی اور بادی اور آبی سے بھی
 ان امراض کے علاج میں کچھ نفع نہیں ہوتا ہے لہذا ان امراض کے علاج کے

طریقہ جدا گانہ مقرر ہوئے ہیں جائز اور ناجائز سے اسوقت بحث نہیں یہ میرا بیان
 اسی شخص کو درست معلوم ہوگا جو طب روحانی کے اعلیٰ درجہ کے اصول سے
 واقف ہو عام پیونک جھار کرنے والے پھیر دہ وہ بھی اسکو سمجھ نہیں سکتے پہر
 چونکہ جناب امام رضاؑ نے بھی عمران صباہی کے مناظرہ میں خواص حروف
 بتیجی کا بیان پورا نہ فرمایا اور یہی ارشاد کیا کہ یہ جلسہ عام اس قابل نہیں ہے
 اور پوری حدیث عمران صباہی کی شرح سید کاظم رشتی نے کی ہے جو مجمع مزار محمد خاں
 اخباری مرحوم کے ذریعہ سے ملی تھی اور احتجاج طبرسی میں اسکو از بس مختصر نقل فرمایا
 لہذا مجھ بھی اسی مصلحت سے زیادہ تفصیل اس مقام کی کرنی جائز نہیں ہے
 تنبیہ ضروری رونی کے دیکھنے سے لرزہ بخار کا جانا جس طرح نیمچل دھریہ اسکو
 ناممکن کہتے ہیں اویسی طرح اس امر عجیب کا انکار ہم سے اکثر ہمارے مثال و اقراں
 اہل علم نے بھی کیا ہے بلکہ حکیم مولوی سید احمد صاحب مرحوم لکھنوی سے بڑا سبب
 اسی مسئلہ میں مجھ سے ہو چکا ہے مگر کسی چیز کے اثر کا انکار کرنا خصوصاً جب
 ہمارے کسی مذہبی عقاید کے خلاف نہ ہو دراصل قدرت قادر حق میں شک
 اور اشتباہ کرنا (نغوذ بالمدینہ) ابوالعباس بونی کتاب شمس المعارف میں لکھتے
 ہیں کہ جالینوس نے سنگ متعناطیس کے خواص میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ایک

خواص اوسکے درج میں کہتا ہوں اتنا بڑا مفید اثر سمت شمال بتلانے کا
 جو لوہا تقناطیسی اثر دیا ہوا بتلاتا ہے جالینوس کو بھی معلوم ہوا اور سارہی چار سو
 برس گزرے کہ اب کلیبس نے اسکو ظاہر کیا پس آثار اشیا موجودہ سے
 انکار کرنا یہ کام کسی محتاط اور ذی علم کا نہیں ہے بدون کسی دلیل صحیح کے جب
 ہم تخلیق شیب سے اختلاج قلب کا علاج کرتے ہیں یا فقط چند قسمتی ادویہ کو تیل میں
 ملا کر چراغ روشن کر کے کیسی ہی سخت آتشک ہوا اوسکو بھونالہ دور کر دیتے ہیں
 فقط روشنی میں بیٹھنے سے یا کابل لگانے سے آنکھ میں سوزاں جاتا رہتا ہے
 اور اوسے کابل سے لرزہ بھی دور ہوتا ہے خواہ آئینہ چینی کی طرف دیکھنے سے
 مرگی دور ہوتی ہے یا چٹ چٹ کی لکڑی رائیں باندھنے سے وضع حمل باہر
 ہوتا ہے یا زرد اشیا کی طرف دیکھنے سے یرقان دفع ہوتا ہے یا سبز چیزوں
 دیکھنے سے آشوب چشم زیادہ ہوتا ہے یا بعض چیزوں کے گھڑین کہہ کر
 امراض وبائی سے نجات ملتی ہے پھر اگر روئے کو دیکھنے سے لرزہ جاتا ہو
 کو سنی جگہ تعجب کی ہے یا شیشہ یا خاص عرق کے دیکھنے سے درد سر یا کوئلہ
 کی طرف دیکھنے سے خواہ اور براق شفاف چیزوں کو دیکھنے سے اقسام امراض
 دور ہوں تو کیوں تعجب کیا جائے اور کو سنی دلیل عقلی یا مذہبی انکار بطلان اثر

قائم ہو سکتی ہے اسے طرح خواص الحجار معدنیہ جیسے عقیق زرد اور جید اور فیروزہ
انکی انگوٹھی پہنی اسکے جو خواص احادیث مقدسہ میں وارد ہیں اور یہی فرقہ آخر
یقینہ زنی کرتا ہے یہ انکار بھی اونکا محض بیجا ہے اور بالکل بے سند ہے۔

باز آدم پر سب طلب چونکہ ہمارے معزز سائل بظاہر ایکو مسلمان کہتے ہیں اور
استاذ تبحر اونکو فلسفہ میں نہیں ہے جسقدر اس دہریہ زندیق کو تھا جسے امام
جعفر صادق سے یہ سوال کیا تھا لہذا ہمارے سائل کے حسب لیاقت بھی
جداگانہ جواب دینا ضرور ہے۔ ہاں جناب بچوں کی بیماری اونکا گناہوں کی
سزا نہیں ہے بلکہ چار طرح کی ہوتی ہے اول تو وہی فساد غذا اور ہوا جسکا علاج
طب جسمانی سے کیا جاتا ہے اور مفید بھی ہوتا ہے اور خطا تہدیر سے طبیعت
خواہ بیمار دار کے مضرت بھی پہنچتی ہے اور ہلاکت بھی ہوتی ہے۔ دوم مرض الموت
اور وہ امر ناگزیر ہے۔

جواب ہے وہ موت کی تکلیف ہے گا جب محمد مرسل رہے کون رہے گا
کل من علیہا فان۔ اور یہ دو قسم کے امراض طبعی اور مطابق نیچر کے ہیں
تیسرے مرض مجازات یعنی سزائے اعمال والدین غیر معصومین اور اسکو
آپ خلاف عدل اور انصاف کہتے ہیں یہ آپ کی مولیٰ عقل کا باعث ہے آپکو

یہ سمجھنا لازم ہے کہ حسبِ سطح بچے مستحقِ عذاب اور عقوبت کے نہیں ہیں اور یہ سطح
 مستحقِ ثواب کے بھی نہیں ہیں اب بروزِ جزا و سزا انکو استحقاقِ دخولِ جنت کا
 بھی نہ تھا لہذا خداے عادل نے والدین کی تخفیفِ عذاب کا ذریعہ انکو مرض کو
 قرار دیا اور ان کے استحقاقِ ثواب کا بھی ذریعہ ملِ مشاق مرض کو گردانا یہ دو فائدہ
 بچوں کے امراض سے ہوئے چنانچہ احادیثِ مقدسہ میں وارد ہے کہ ہمارے
 بچے جو مرض میں ہلاک ہوئے میں دروازہ بہشت پر کھڑے ہو گئے اور عرض
 کریں گے کہ خدایا ہم اپنے والدین کے بدون تنہا بہشت میں داخل نہ ہونگے
 دریائے رحمت غفار جوش میں ایسکا اور فرشتوں کو حکم ہو گا کہ ان کے بدکار والدین
 کو ہم نے ان بگیتا ہونکی شفاعت سے بخشہ یا صاحبِ ثواب الجنان کی تحریر اس
 مقام پر قابلِ وجہ ہے تمسیرِ فائدہ دار دنیا میں یہ ہے کہ اگر والدین کو پورا
 ایمان ہے جب انکو یقین ہو گا کہ ہماری بدکرداری سے ہماری اولاد کو
 سزائے مرض ملتی ہے اپنی پیاری اولاد کی محبت بھی انکو بدکرداری اور گناہ
 کرنے سے رد کی گئی یہ بھی حسانِ اولاد کا ہم پر جب ہی ہو گا جب انکو مرض
 مجازات سے مرخص ہونا ہم تسلیم کریں چوتھے مرض بلوئی اور امتحانِ صبر
 والدین معصومین یعنی انبیاء اور اوصیاء انبیاء صلوات اللہ علیہم چونکہ یہ لوگ

گناہ سے معصوم ہیں ان کے بچہ تو کمزور مرض مجازات نہ ہو گا ہاں مرض بلوی ہو سکتا
 کہ ان کے صبر کا خدا امتحان کرے ۵

ما بلا را بحس عطائہ کنیم : تاکہ نامش زد اولیایا نکیم

اگرچہ گناہان شریعت باطنی جنکی نسبت یہ وارد ہے حسنات اکیلا برائے
 سیئات المقربین۔ اور جنکو ترک اولی متکلمین اہل اسلام کہہ رہے ہیں

اون سیئات کے مجازات کا خیال ہم یہاں بھی کر سکتے ہیں مگر اوس شریعت کا
 سمجھنا ہمارے فہم سے باہر ہے لہذا ہم معصومین علیہم السلام کے اطفال کو مرض

بلوی سے خاص کرتے ہیں۔ دفع شبہ شیخ الرئیس نے قانون جلد سوم
 بحث امراض سر میں لکھا ہے بعض اطباء کو ایسا خیال ہے کہ مرگی کے بعض

اقسام جن یعنی آسیبک پیدا ہوتے ہیں اسکے بعد اپنی رائے شیخ نے یہ لکھی ہے
 کہ اگر جن بھی مرگی پیدا کر گیا بشرط اقرار بوجود جن، تو وہ بھی کوئی مادہ پیدا

کرے گا جس سے مرگی پیدا ہوگی پس طبیب کو لازم ہے کہ مادہ کی اصلاح
 یا دفع کی تدبیر کرے عام اس سے کہ وہ مادہ جن نے پیدا کیا ہو یا کسی اور نے

میں کہتا ہوں یہ کہنا شیخ کا بھی اسی پر تو پر ہے کہ مرض بدون فساد غذا اور
 ہوا وغیرہ کے پیدا نہیں ہو سکتا اسی دہو کو میں اطباء نے یونانی پرکرامراض ثلثہ

مذکورہ حدیث سے غافل ہو جاتے ہیں اور چونکہ یہ کتاب شیخ کی فلسفہ علی بن ہے
 اعتقاد مذہبی سے اسکو کچھ علاقہ نہیں ہے لہذا ہمارے چاہئے کہ فلسفہ کی بحث کو
 مذہبی امور میں داخل کرین اگرچہ مجھے شیخ کے مذہب سے جو زیدی مشہور ہے کچھ
 بحث نہیں مگر اسلامی شرکت سے اتنا ضرور کہتا ہوں کہ اسی کتاب قانون میں
 جابجا شیخ نے اقرار کیا ہے کہ آثار غیر طبعیہ کا میں منکر نہیں ہوں اور نہ ان سے
 میں ہوں جو ایسے ایسے امور کا انکار کرتے ہیں پس مراد شیخ کی یہ ہے کہ مرگی کے
 علاج میں تشخیص مادہ کی ضرور کرین اور جب دریافت ہو جائے کہ مرض طبعی ہے
 قواعد طب سے اوسکا علاج کرین اور اگر نہ ثابت ہو پہراوسکا علاج قواعد فن سے
 کیونکہ ہوگا جواب آیت قرآنی سائل نے آیت قرآنی جو پیش کی کہ ایک کا
 بارگناہ دوسرا نہ اٹھائیگا نہایت صحیح اور درست اور سراسر عدل اور انصاف کا
 حکم ہے مگر نیچے نابالغ امین داخل نہیں ہو سکتے اسلئے کہ قابلیت گناہ یعنی
 سکف باحکام شریعت ہونا دونوں میں شرط ہے اور لفظ وازر قد سے بھی
 معنی ظاہر ہوتے ہیں یعنی کوئی بوجہ اٹھانے والی عورت دوسرے کا بوجہ
 نہ اٹھائے گی اگر مراد بارگناہ سے ہو صاف مطلب یہی ہوا کہ کسی کا بارگناہ
 کسی گناہ کا پڑوالا جائیگا دوسری آیت میں فرمایا ومن أسماء فعلیہا اور جس نے

برا کیا اپنے ہی نفس اسکی راہی پر دوسری وجہ یہ ہے کہ بچے جب تک نابالغ نہیں
 اُن کا بچ اور انکی راحت عین مان باپ کا بچ اور راحت ہے اور اگر احکام
 میں تابع والدین کے ہوتے ہیں لہذا اتنا زمانہ بلوغ انکی ایذا اور راحت فاس
 باپ اور انکی ایذا اور راحت خیال کیجاتی ہے۔ مان بعد بلوغ اور رشد کے
 البتہ بچاے خود وہ احکام و امر و نہی میں جدا مشغول الذمہ ہیں اسوقت
 البتہ مان باپ کے گناہ سے ان کا مبتلاے مرض عقوبت مونا نہ چاہئے
 اسوقت پر دانزدہ کا اطلاق ہو جائیگا تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر مراد
 گناہ سے وہی گناہ مخصوص ہوں جو حقوق الہی سے متعلق ہیں اور آخرت
 کی سزا دہی مراد ہو یعنی بروز قیامت کسی کے گناہ سے دوسرا گرفتار عذاب
 نہوگا اور اپنی کرنی اور بھرتی کا دن وہی گناہ بتو بالکل اس آیت کو کچھ ربط ہی
 سائل کے مطلب سے نہ رہیگا اسلئے کہ مرض عقوبت بچہ کو دنیا میں ہوتا ہے
 اور آیت شریفہ میں ذکر عذاب اور عقوبت آخر دی کا ہے اب کیا قباحست
 اسمیں ہے کہ دار دنیا میں خدا ہماری سبکدوشی گناہوں سے ہمارے اتباع
 خود سال کو چند گنہگار یا چند روز کی ایذاے خفیف مرخص کر کے عذاب مقیم
 آخرت سے ہمکو نجات بخشے ہمارے سائل جیسا چونکہ شر اور شہین انکو

کیا خبر ہے کہ جس ہمارے گناہ کی عقوبت میں ہمارا بچہ بیمار ہوتا ہے اور اسکی بیماری سے پوری ایذا ہکو پہنچتی ہے وہ بچہ لا یقل او سکو کیا تمیز ہے پس گویا یہ عذاب ہمارا ہی ہوتا ہے اگر یہ سزا ہکو اور تھوڑی سی ایذا ہمارے بچہ کو نہ پہنچتی دار آخرت میں ہم کتنے برس اس گناہ کی عقوبت میں گرفتار رہتے یہ بھی رحمت پروردگار ہے کہ ہم سے ایسا خفیف مواخذہ کرتا ہے۔

باب چکیو ان بیان فلسفہ جدیدہ کے اصول مہملہ کا جن پر ہمارے معزز نچرل صاحبونکو بڑا فخر ہے

چونکہ اس باب پر جلد اول کا ختم کرنا انشاء اللہ منظور ہے لہذا دلچسپی ناظرین کتاب خدا کی غرض سے چند مسائل فلسفہ جدیدہ کو جس پر کچھ بھی قہقہہ زنی کرینگے لکھوں اور پوری بحث تو ایک جدا گانہ کتاب میں بشرط حیات انشاء اللہ کروں گا۔ ہماری کتاب کے پڑھنے والے اکثر وہی حضرات ہیں جنکو فلسفہ جدیدہ کے چند مسائل پر اسی کتاب کے ملاحظہ سے شاید اطلاع ہوئی ہوگی ورنہ اونکو ضرورت ہی کیا تھی جو ایسے لغو اور ہل مسائل کو دریافت کریں اور جو لوگ تعلیم حبیبیدیا چکے ہیں اونکو ابتدائی تعلیم سے آخر درجہ تک یہی پڑھایا گیا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے پس یہی فلسفہ ہے پھر وہ لوگ ہماری کتاب کو ایک پورے فاشن کے آدمی کی کتاب سمجھ کر کاہلو

دیکھنے لگے تاہم بعض مثلبین جیسے مسٹر سید حامد حسین صاحب دس دایہ پرنس
 فرخ آباد جو محمد کالج علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں انہوں نے طلوع آفتاب از
 مغرب کا باب (۱۱ صفحہ ۳۲) جب پڑھا بڑے زور کا حط میرے نام پر لکھا کہ آپ
 ہی کی ذات خدا نے ایسے ایسے مقامات اور شبہات کے حل کرنے کے واسطے
 پیدا کی تھی نہ ایسے عالم پیدا ہونگے اور نہ ایسے شبہات کا جواب ہو گا اس طرح
 اور دو چار ایم اے اور بی اے حضرات کے خطوط میری مدح اور ثنائیں آچکے
 ہیں مگر میں اونکو بطور تقریط کے لکھنا پسند نہیں کرتا ۵
 حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را۔ اور میں کبھی اپنی قصائیف کو سچی
 یا جھوٹی تقریطوں سے آراستہ کرتا پسند نہیں کرتا بقول مرزا دبیر مرحوم ۵
 گو جو ہر سخن کا ترے جوہری نہیں : یوسف کا کیا ضرر ہے اگر شتری نہیں
 پہلی یہ بات سمجھنی لازم ہے کہ فلسفہ باطلہ سے غرض ان دہریوں کی یہی ہے کہ انکار
 خالق تعالیٰ کا مسئلہ حسب طرح سے ممکن ہو زمین نشین خلایق کے کیا جائے اور
 جس قدر شبہات پیدا ہو سکیں پیدا کر کے انکار و جود معبود برحق کا کر دینا ہی غرض
 فلسفہ سے ہمیشہ رہی ہے پہر کچھ لوگ فلاسفہ متاہن یعنی خدا پرست بھی گذرے
 جیسے فلاطون الہی اور سمرحق تیوٹن۔ مگر توحید کے بعد نبوت کے مسئلہ میں

انہوں نے بھی ٹھوکرین کھائیں اور سعادۂ عینی دار آخرت کا مسئلہ یہ توجہ تک
 آدمی پابند طاعت انبیاء نہو کبھی درست عقیدہ نہو گا خیر یہ ایک تاریخی بات ہے
 اور پچھلے فلاسفوں کے رد اقوال سے ہم کو بالکل استغناء ہے کہ فلسفہ جدیدہ اسکو
 خود باطل کر رہا ہے مگر وہی لطلان جسکو جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں
 کہ باطل سے باطل کو ہٹاتا ہے ہم اس باب میں فقط انہیں مسائل جدیدہ کے
 اغلاط لکھیں گے جنکا ذکر اجمالی ابواب کتاب ہذا میں ہو چکا ہے۔

پہلا مسئلہ جذب مرکزی زمین کا۔ اس میں ایسا فلسفہ جدیدہ یہ ہوئی کہ
 زمین کے مرکزی قوت جذب خاص نہیں بلکہ ہر ایک جزو منجزا خزانے
 کرہ زمین سب میں قوت جاذبہ یکساں ہے اور بحسب عرف اسی جاذبیت کو
 نقل (وزن) کہتے ہیں فقرہ ۲۹۱ عروس بدیعہ صفحہ ۸۸ کو دیکھو اور یہی جاذبیت
 نقل سطح زمین سے اوپر بقدر مربع بعد کے کم ہو جاتی ہے اسکا نتیجہ یہ ہر کہ ہزار
 میل زمین سے اوپر چارم وزن جسم کا رہ جاتا ہے مثلاً اگر سطح زمین پر جسم
 وزنی کوئی جسم ہو ۴ ہزار میل اوپر سیر بہر اوسکا وزن رہ جائیگا وزن کا کم ہونا
 اور جاذبیت کا کم ہونا دونوں سے ایک ہی مطلب ہے اب اس قاعدہ کا تو نتیجہ
 ہوا کہ جب قدر کوئی جسم زمین سے اوپر ہوگا اور دور ہوگا اوسقدر اوسکا وزن کم

ہوگا اور جذب زمین بھی اس پر کم ہوگا۔ اب دیکھو کہ جب ہم ہزار میل زمین سے
 اوپر چار سیر وزنی جسم کا وزن سیر بہر کا رہ جاتا ہے پس اگر آفتاب زمین سے
 نو کروڑ میل دور ہے تو اسے چار سیر وزنی جسم کا وزن قریب سو اچار رتی کے
 ہے گا حساب کرو اور چانچلو اور کشش ارضی کی یہ صورت ہو کہ قریب زمین کے
 وہی جسم پہلے ثانیہ (سکنڈ) ۶ فیٹ اترے گا اور آفتاب کے پاس وہی جسم
 جو سو اچار رتی کا ہے پہلے ثانیہ میں ۵۵۴ فیٹ اترے گا یعنی جس قدر جسم ہر
 دور ہوگا جذب مرکزی اوپر بڑھ جائیگا (آہا ہا) اگر آپ کہیں کہ ہوائے
 معاونت یعنی جو ہوا روکنے والی اجسام ساقطہ کی ہے وہ آفتاب کے قریب
 نہیں ہے۔ ہر شل صاحب اسکی تکذیب کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہوا اگر دافنا
 کے شل ہماری ہوا کے ہے اور ابر غلیظ بھی وہاں موجود ہے جیسا صفحہ ۹۴
 میں ہم نے نقل کر دیا ہے اس سے زیادہ عجیب یہ قول ہے کہ جس قدر اجسام مرکز
 زمین سے قریب ہوتے جاتے ہیں جذب مرکزی کم ہوتے ہوتے قریب
 مرکز بالکل فنا ہو جاتا ہے دیکھو فقرہ (۳۴) اسی کتاب کو اگر زمین میں دار
 پار سوراخ کر دیں اور ایک وزنی شے اوس میں گرائیں جب تک مرکز کے قریب
 وہ شے نہ پہنچے گی جاذبیت نقل اسکی کہتی جاگی اور مرکز کے پاس جا کر بالکل

جاذبیت فنا ہو جائی مگر بقوت استمرار وہ مرکز سے پار چلا جائیگا اور دوسری جانب
 زمین کے جا پہنچے گا مگر مرکز سے جب دوسری طرف بڑھے گا اب جاذبیت مرکز کی
 پہر پیدا ہوگی اور قوت استمرار کو گھٹانے لگے جہاں پر قوت استمرار فنا ہوگی
 اب پہر جاذبیت مرکز سے ملے گا اور اس طرح ہمیشہ وہ جسم آتا جاتا رہے گا اور
 کبھی کسی جگہ نہ ٹہرے گا۔ ذرا اس خیالی پلاؤ کو خوب غور سے پڑھ کر ان
 فلاسفہ کو داد دیجئے کیا عمدہ پلاؤ لگا ہے۔ اے سبحان اللہ

اگر زمین کی جاذبیت جس قدر وزن جسم کا کم ہو اور جس قدر زمین سے دور ہو
 بڑھتی جاتی ہے پہر اسکی کیا وجہ ہے کہ ہر ثانیہ میں گرنے والے اجسام ۱۶ فٹ
 زیادہ اترتے ہیں اسکے تو یہ معنی ہیں کشش ارضی ہر ثانیہ میں زیادہ ہوتی
 جس قدر زمین سے قرب ہوتا ہے یہ خیالات گہر میں بیٹھے بیٹھے آپ لوگ
 کر رہے ہیں نہ تو آفتاب تک رسائی ہوئی نہ آفتاب کی دوری سے جو ہم
 سے اسکی درمیانی چیزیں مانع جذب زمین یا زمین بر جذب پر ایکو خیر نہ
 قریب آفتاب کے جواشیا ہیں اونکی ایکو خیر نہ زمین میں کبھی وار پار سوراخ کرنا
 تو درکنار سویل کا سوراخ بھی حضور نے دیکھا ہے اور وار پار سوراخ بھی بن گیا
 اور تھچر بھی چینیک دیا اور قیامت تک اسکا چڑھنا اترنا بھی حساب اربعہ

متناسب سے کر دیا۔ اسی طرح ہر شل صاحب نے کمر بیٹھے آفتاب کے گرد ہوا
 اور بدلی اپنی دور بین سے دیکھ لی اور اس ہوا کی دیوارت کی پیمائش پوری
 کر لی اور اس پیمائش کا مکمل بھی فلاسفہ کو ہو گیا۔ باد ہوائی خیالات
 ذرا ہوا کی نسبت جو جو خیالات جدید فلسفہ سے جاری ہوئے ہیں ان کو بھی پیمائش
 کی دلچسپی کے واسطے اسی باب میں لکھیں۔ پہلے ہوا کا وزن تو ہم نے کسی قدر
 صفحہ نمین لکھ دیا اب یہ خیال کیجئے کہ ہوائے فلکی جس کو ہوائے جاف یعنی خشک ہوا
 اور خالص بے آئینہ ش بخارات وغیرہ کہتے ہیں اس کو واسطے قیاس کرنے
 وزن سیالات کے (۱) فرض کیا ہے حالانکہ ہوائے جلد یعنی کرۂ زمین کی
 ہوا جسکی بلندی تخمیناً ۵۰ میل محض غلط فرض کی ہے (چنانچہ آئندہ لکھو
 اس بلندی کے ۳۰ تک فقط معلوم یعنی مائٹرک چڑھا ہے جس کو صفحہ ۲۲۳ عربی
 بدیعہ میں ۲۰ ہزار قدم لکھ رہے ہیں اور ہمارے حساب سے ۲۰ میل برابر ۳۰
 بلندی سطح جہان کی ہوتی ہے بہرچونکہ ایک میل برابر (۵۲۸۰) فٹ کے ہر
 لہذا (۵۲۸۰) \times ۲۰ = (۱۰۵۶۰۰) فٹ برابر ۲۰ میل یعنی برابر ۳۰ بلندی سطح
 جہان کی ہوا کی ہوگی لہذا ۲۰ ہزار فٹ کی بلندی یہ بلندی سطح جہان کی ہوا کی
 نہ ہوگی اب یا ہماری سمجھ کی غلطی ہے یا کہ اصل کتاب میں غلطی ہے بہر حال

۳۔ بلندی ہوا سے زیادہ ابھی تک کوئی آدمی اوپر نہیں چڑھا ہے سوائے ہمارے
 نبی صلعم کے شب سراج میں اب وزن ہوائے آسمانی کو مقیاس وزن دیگر
 ہواؤں کا بنانا یہ فقط فرضی اور وہی بات ہے اسی وہی اور فرضی خیال پر
 جسکی کوئی سند نہیں غارات کا وزن مقرر کر کے نیٹروجن کا وزن ۱۹۰۰۔
 اوسجین کا ۱۰۰۔ اور ہیدروجن کا وزن ۲۰۰۰۔ پھر اگر فہرست میل بھی
 طیار ہو گئی اور ہوائے محیط کا وزن بہ نسبت پانی کے ۱۰۰۰۔ قرار دیدیا اب
 خیال کیجئے کہ جب ہوائے فلکی تک انکی رسائی نہیں ہے اوسکو مقیاس
 بنا کر دیگر غارات کا وزن مقرر کرنا کیسے قاعدہ سے درست ہو گا کمکی پیشی
 وزن کی مہول اوزن ہوائے کیونکر معلوم ہو سکتی ہے۔ قدیم فلاسفہ نے فلزات
 یعنی دھاتوں کے وزن میں سونے کو مقیاس قرار دیا تھا اور اسکو (۱۰۰۰)
 فرض کر کے چاندی ۵۴ اور سرب ۵۹ اور پارہ (۱۰۰) وغیرہ قرار دیا تھا
 چونکہ سونے سب دھاتوں سے زیادہ وزنی اوس زمانہ کے فلزات معلوم
 میں تھا لہذا انکی فہرست فرضی اور وہی نہ تھی اب اسی جگہ سے جدید
 فلسفہ کے توہمات پاور ہوا کو خیال کرتا چاہئے۔ ہوا کی بلندی فقرہ
 (۲۲۹) میں لکھا ہے کہ اگر ہوائے محیط کی کثافت اور لطافت یکساں ہوتی

اوسکا علوی یعنی بلندی ہو یا سانی معلوم ہو جاتی مگر چاہے اسباب ایسے ہیں کہ
 ہوا کے اجزاء میں اختلاف کثافت کا پیدا کرتے ہیں لہذا حقیقی اور ٹھیک ٹھیک
 اوسکا علو دریافت نہیں ہو سکتا ہے۔ اب کہ قطر ہوا کا صحیح طور سے معلوم
 نہ ہوا پھر اوسکی پیمائش جسمی بھی صحیح نہ ہی پھر ہوا کا بوجھ فی مربع انچہ پیمائش
 یا ۱۵ پونڈ کا یہ بھی درست نہ رہا اب فقرہ ۴۶ مین لیجے ایجاد علوی ہوا
 معلوم کرنے کا طریقہ انعکاس نور سے اسکو بھی تقریبی لکھا ہے یعنی اگرچہ مقصود
 شکل (۲۵۰) سے چالیں میل کی بلندی رہا ان ہند سے سے نکلتی ہے مگر
 چونکہ اوپر کے طبقات ہوا کا مادہ لطیف زیادہ ہے لہذا تو ہم اسکا ہوتا ہے شاید
 ان طبقات میں انکسار اور انعکاس نور کا ہوتا ہو لہذا بنظر اصلاح میل کی
 بلندی اور بڑا کر ۵ میل بلندی ہوا کی فرض کر لی ہے۔ اب خیال کیجئے کہ
 ان اصول اور نوائیس کا مدار فقط فرضی اور وہمی امور پر ہے اور اصلیت
 کچھ بھی نہیں ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ یہ پیمائش ہے اور الجبر اور ہند سے
 اوسکا شکلیں بھی طیار اور سوالات بھی حل ہو رہے ہیں اور چوکر و نمونہ ہکا
 اور فریب ہی پر کیسی کیسی لغویات تین کہہ رہے ہیں۔ ہوا کا وزن کشش
 الارضی سے وزن پیدا ہوتا ہے اور جب قدر قریب مرکز کے جسم ہوتا ہے کشش

ارضی کم ہوتی جاتی ہے پس وزن بھی ضرور کم ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے
ہوا کا وزن اگر زمین میں سوراخ کیا جائے ۳۴ میل کے عمق میں کثافت ہوا برابر
پانی کے ہوگی اور ۸۴ میل کے عمق میں برابر پارہ کے اور ۵۰ میل کے عمق میں
سونے کے برابر کثیف ہوگی۔ اور باوجودیکہ ہوا کی کثافت بڑھنے لگی مگر جذب کرنی
کم ہوتا جائیگا اور سطح زمین سے اوپر کثافت بڑھنے سے وزن ہوا کا بھی بڑھتا ہے
این گل دیگر شگفت۔ اسبوجہ سے ہمنے اوپر لکھا ہے کہ دراصل ہوا میں وزن
نہیں ہے۔ بلکہ بخارات اور غبار وغیرہ کی حسب قدر آمیزش ہوتی ہے اوسی قدر
وزن ہوا میں پیدا ہوتا ہے آسمانی چیزوں کی جدید تحقیق اگرچہ بقول شاعر
تو کار زمین را نکو ساختہ : کہ بر آسمان نیز پرداختہ
زمین کے حالات ہی سے ان فلاسفہ کو کیا خبر ہے کہ آسمان میں پیوند لگانیکو
طیار میں۔ تاہم جدید علوم فلکی جنگی غرض یہی ہے کہ ہماری مقدس کتابوں میں
جو کچھ آسمانی اشیا کا حال بطور وحی اور الہام کے وارد ہے اوسکو غلط ثابت
کرین کسی کسی مہل اور پوچ باتیں بناتے ہیں جنکا نہ سہر ہے اور نہ پیر اور
تعلیم یافتہ ہمارے اوسپر جان دے رہے ہیں۔ دوم دارستازے حضرت
عیسے کے زمانہ سے قریب پانچ سو کے دوم دارستازے دکھائی دے اور زمین سے

ایک سو سے کچھ زیادہ ایسے ہیں جنکی تحقیقات گردش کی ہو چکی اور باقی کی بھی
 باقی ہے۔ چونکہ ان ستاروں کی چال ایسی ہے کہ دوسرے ستارہ کی گردش
 کی راہ قطع کر کے ٹکراتے ہیں۔ لہذا علمائے ہدیت کو خوف ہوتا ہے کہ مدار
 ستارہ کسی ستارہ سے ٹکرنے جائے۔ جرمنی کے ایک محقق نے پیشین گوئی کی
 تھی کہ ۱۸۳۷ء میں ایک مدار ستارہ ٹکلیگا۔ اور زمین سے ٹکر کھا کر اسکو
 پاش پاش کر دیگا۔ ستارہ تو ٹکلا مگر زمین سے ٹکرنے لڑا اور جرمنی جہا کی
 پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی۔ یہ تو ۶۹ سال کا ذکر ہے ابھی ۲ سال بھی
 پورے نہیں ہوئے کہ نومبر اور جنوری میں ایک مدار ستارہ کی خبر انہیں
 بخمیں نے آئی تھی اور طبیعیات کے دلائل سے بھی قیامت آنیکا پورا
 خوف دلایا تھا اور کچھ بھی نہوا نہ ستارہ ٹکلا اور تہ قیامت آئی ہم تو جیون کے
 تیون خدا کے فضل سے صحیح اور سلامت موجود ہیں۔ اور ۱۸۹۷ء کے زلزلہ کی خبر
 اور سورج گرہن کی خبر اور اسی سال ۱۸۹۷ء اور نومبر کے ۱۱ سورج گرہن کی خبر
 غلط ہو گئی ہیں یہی سب جاڑی کے یہی بڑی دور میں جسکا شہرہ برسوسے پڑا ہے اور
 لاکھوں روپیہ اسکی طیار میں خرچ ہوا اور ہکو پورا یقین دلایا گیا تھا کہ اب میل
 فاصلہ چاند نظر آجایگا اور چاند پر جو آبادی ہے اس سے باتیں کر سکیا پورا

بند و بست ہو جائیگا۔ آج شش ماہی سے زیادہ زمانہ گزر گیا اخبار رو رہے
 ہیں کہ ابھی ابرا اور غبار چاند کے گرد سے پورا نہیں مٹا ہے اور د ور میں کاگر
 نہیں ہوتی اور کوئی جدید نتیجہ آج تک ہلکو معلوم نہوا۔ اگر میں جدید اصول
 فلسفہ و اہیہ سے بحث کروں محض تفسیر اوقات کے سوا اور کچھ نہو گا غلام
 اس فلسفہ کا اور ان کے اصول کا یہی ہے کہ جدید آلات جنگی بنا محض تخمینی
 اور فرض پر ہے اور ان کے ذہنی نواید ہوتے رہیں دین جانے یا رہے
 نور اور حرارت کے مسائل بھی قابل غور ہیں۔ نور بھی ایک مادہ ہے
 مثل ان مواد کے جنہیں وزن نہیں ہے (۱) کہہ رہا ہے (۲) متفناطیسہ
 (۳) حرارت (۴) نور کا مادی ہونا اور وزن او سمین ہونا اسمین بھی فلاسفہ کو
 اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ یہ چاروں چیزیں غیر قابل وزن ہیں اور
 بعض کا قول ہے کہ قابل وزن ضرور ہیں۔ مگر ہلکو ابھی کوئی آلہ انہیں
 ملا ہے کہ ان کا وزن کر سکیں۔ نور کی ماہیت میں بھی پورا اختلاف ہے
 مگر ہم اس بلکہ فقط نور کا ایک ضروری مسئلہ ہی لکھتے ہیں کہ باوجودیکہ
 نور ایسی ظاہر چیز ہے جسکے ذریعہ سے اور چیزیں ہماری آنکھ دیتی ہے
 اور خود بھی اظہار شیا ہے پھر بھی اسکی ماہیت آج تک فلاسفہ کو معلوم نہ ہوئی

سراسر حق نیوٹن اور دیگر علمائے طبعین کا تو یہ قول ہے کہ نور ایک مادہ لطیف
 مرکب چھوٹے چھوٹے ذرات سے جو اجسام منیرہ یعنی نورانی اجسام سے
 ہر طرف منتشر ہوتا ہے اور خطوط مستقیمین بسرعت حرکت کرتا ہے اور جب
 یہی مادہ اجسام کو روشن کر کے پڑتا ہے اسکے ذریعہ سے اشیا ہلکا دکھنے سے
 نظر آتی ہیں اور ہو چکی ہیں اور جمہور طبعین کا ماہیت نور میں یہ مذہب ہے
 کہ نور حرکت اجزائے مادہ اشیرہ کا نام ہے یعنی ایک شے عرضی ہے اور
 جوہری نہیں ہے اور اسی مذہب پر آج کل دلائل کثیرہ قائم ہو رہے ہیں
 اور اسکو صحیح اور درست مانا جاتا ہے۔ اگر یہ مذہب صحیح فرض کیا جائے
 اب ہم یہ پوچھتے ہیں کیا سبب ہے کہ اگر کوئی تختہ بلور کا ہاتھ بہرے
 زیادہ موٹا ہو اور دونوں طرف پتلی پتلی سیاہی لگا دی جائے اب تو حرکت
 ان اجزائے اشیرہ کے اس تختہ کو توڑ کر وار پار بجائیگی اگر آپ کہیں کہ رنگ
 حرکت اجزائے اشیرہ کو باطل کر دیا میں کہوں گا کہ زرد اور سرخ وغیرہ
 اور قسم کے رنگ ان سے کیوں نور وار پار گذر جاتا ہے اگر تم کہو کہ
 سیاہ رنگ نور کو پی لیتا ہے میں کہوں گا ذرا نور کے پی لینے کے معنی
 آپ اچھی طرح سے بیان کیجے کیا سیاہ رنگ فقط سیاہ ہے اور کسی رنگ

مین پس نہیں ہے۔ اسکے علاوہ آجکل ایک روغن طیار ہوا ہے۔ اگر اسکو چند
 منٹ دھوپ میں رکھو پھر جب اندھیری رات ہوگی وہ روغن خود بخود روشن
 ہو جائے گا اور رات بھر روشن رہیگا۔ اب دیکھو کہ یہ تیل خود جسم روشن
 نہیں ہے اور تھوڑی دیر دھوپ میں رکھنے سے جو اس میں یہ اثر پیدا ہوتا ہے
 اوسکا سبب فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ نور کی شعاعیں پلٹ کر اوس میں سے شیکو
 نکلتی ہیں۔ پس اگر حرکت اجزائے مادہ اشیر یہ بھی نور کی اصلیت ہو وہ حرکت
 تو جب تک یہ روغن دھوپ میں رہا اسوقت تک تھی پھر جب دھوپ سے
 اٹھالیا گیا اور آفتاب کے سامنے نہ رہا۔ اب اجزاء اشیر یہ کی حرکت
 کہاں رہی اگر تیل کے اندر وہی حرکت بھری رہی اور نظر سے غائب تھی
 پھر اندھیری رات میں ظاہر ہوئی۔ یہ قاعدہ انعکاس کے خلاف ہے اسلئے کہ
 انعکاس تو اسی وقت ہے جب تک سامنا رہے یعنی پلٹا نور کا تا بہ زمانہ بقا
 آمد نور کے ہوتا ہے۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ حرکت اجزاء اشیر یہ کو نور نہیں
 کہنا چاہئے اور یہ مذہب جو کہ اب فلاسفہ نے اختیار کیا ہے سراسر
 لغو ہے۔ اب رہا پہلا مذہب اوسکے بطلان پر مشدسی دلائل فلاسفہ
 خود قایم کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں مذہب ماہیت نور کے

سقم سے خالی نہیں یہ بھی خیال کیجئے کہ نور کو بالاتفاق کہتے ہیں کہ شہر طائیفہ
 دیکھنے کی ہے یعنی اندھیرے میں آنکھ ہرگز کارگر نہیں ہو سکتی ہم نے منہ
 ۹۰ میں ایک امریکن عورت کا حال لکھ دیا ہے کہ شب تار میں آنکھ بند کر کے
 باریک حروف پڑھ لیتی ہے۔ اوسکے علاوہ ہمارے ملک اودہ کی قوم ہزار
 جو کہ شاطر چور کہلاتے ہیں بلکہ چوری پیشہ کے جتنے لوگ ہیں انکو اندھیری
 رات میں سوئی زمین سے اٹھا لینی ایسی ہی آسان ہے جیسے ہکڑور و روشن
 میں آسان نہیں ہے۔ ہم نے اُن لوگوں سے پوری تحقیق اسکی کر لی ہے
 وہ کہتے ہیں کہ آنکھ کی قوت نظری خدا نے اوجالے اور اندھیرے میں برابر
 دی ہے فقط عادت کو دخل ہے۔ چنانچہ اون کا کچھ جب پیدا ہوتا ہے
 دن کو اوسکی آنکھوں میں ٹپی باندرہ رہتے ہیں اور رات کو کہول دیتے ہیں جب
 وہ لڑکا شب تار میں سب اشیاء کے دیکھنے پر قادر ہو گیا اور اسکی نگاہ
 اندھیرے میں مثل ہماری نگاہ کے روشنی میں قائم اور کارگر ہو گئی
 اب تمام عمر اوسکو رات اور دن برابر نظر آتا ہے اور یہ بھی
 جاننے دیجئے شیرک جانور کے حال سے کون آگاہ نہیں ہے کہ
 دن کو اُسے نظر نہیں آتا ہے۔ اور شب کو کیسا تیز نظر ہوتا ہے۔ آدمی کو بھی

روزگوری کا مرض ہوتا ہے جسکو عربی میں جبر کہتے ہیں اور ہم نے خود
 ایسے مریض کا علاج کیا ہے بہر حال نور کا شرط ہونا اشیا کے دیکھنے میں
 یہ قانون قدرت اگر مانا بھی جائے تو وہی قانون عادی ہو گا خدائے
 تعالیٰ کو قدرت ضرور ہے کہ بدون روشنی کے ہماری آنکھ کو بینا کر سکتا ہے
 پھر چونکہ آنکھ کے دیکھنے کا ذکر اسطر اوی بیان کیا لہذا مجھے اسکا بھی
 بیان کرنا مناسب ہے کہ محاذات شے مرئی یعنی سامنے ہونا اوی چیز کا
 جسکو ہم دیکھتے ہیں یہ بھی شرط عادی ہے۔ جوگی اور فقرائے صوفیہ اہل سلام کے
 طریقہ فریب وہی میں یہ بھی ایک مثل مجرب ہے کہ پس پشت کی چیز مثل
 پیش رو کے برابر دیکھتے ہیں اون کا طریقہ عسیا کہ مجھے بتلایا تھا (گو میں نے
 تجربہ نہیں کیا) یہ ہے کہ ناک پر ایک نقطہ سیاہی کا لگا کر اوسکو روزانہ اور
 چڑھتے چڑھتے جب پیشانی سے اوپر ہو چکیا اور سر کا اگلا حصہ پھونکے
 اب پس پشت برابر نظر آنے لگتا ہے جسکا جی چاہے تجربہ کرے اور شاہ
 صاحبان تو اسی مثل کی بدولت روشنفکر کہلاتے ہیں کہ آگے اور پیچھے
 برابر اونکو نظر آتا ہے۔ نتیجہ اس باب کا یہ ہے کہ ہزاروں مسائل طبعیہ
 ارضیہ اور فلکیہ پانی اور ہوا۔ آفتاب ماہتاب ثوابت اور سیارات اور کائنات

جو یعنی درمیانی اشیاء جو زمین اور آسمان کے آدمی تھے اپنے تجربات سے
 معلوم کئے ہیں اور دلیل عقلی اور دلی ضروری اور واجباً وقوع ہونے کی
 آیت تک کیسے نہ معلوم ہوئی اور نہ معلوم ہوگی اور خصوصاً جدید فلسفہ جسکی
 بنا محض وہی اور فرضی باتوں پر ہے چنانچہ اوسکے چند نظائر ہم نے لکھے ہیں
 جب اونکو بلا دلیل عقلی آپ تسلیم کر لیتے ہیں۔ حالانکہ صریح خلاف عقل بھی
 وہ امور ہوتے ہیں پہر اگر شرعیتاً سے انبیاء سے انہیں موجودات عالم کی
 نسبت کوئی بات ہو سکے صحیح معلوم ہو اور ہو یہ بھی عقیدہ ہو کہ یہی خدا
 کبھی غلط بیان نہ کرے گا۔ اور نہ کوئی پیشین گوئی کسی نبی کی کبھی غلط
 ثابت ہوئی ہو تو ایسے سچے اور راست گفتار و فنی بات کو تو ہم اپنی
 عقل ناقص کے مخالف ہونے سے غلط کہہ دین اور جن فلاسفر اور
 منجمین اور علمائے ہیت کی سیکڑوں باتیں غلط اور تہاروں بلا دلیل
 عقلی ہوں انکو آتنا و صدقنا کہہ کر تسلیم کرین۔ مثال اسکی یہ ہے کہ ہماری
 احادیث مقدسہ میں وارد ہے کہ ستاروں پر بھی آبادی دی روح اشیاء کی
 پہلے فلاسفہ کو چونکہ دور میں رہیں اسلیو سکوب انہیں ملی تھی اس خبر پر عقیدہ نہ تھی
 کرتے تھے اب کہ ہر شے کی دور میں اور گیلیلیو کی دور میں طیار ہوئی اور

آبادی سیارات مثل شمس اور قمر کو انکھ سے دیکھنے لگے اب اس خبر ہی شد
 پر کون معترض ہو سکتا ہے۔ ہاں اب اتنی بات ضرور باقی رہی کہ ہوا جو
 مادہ حیات ذی روح سب کے تجربہ میں ہے اوسکا جو فقط ہم اہل اورتک ہے
 مگر ہر صاحب نے آفتاب تک بھی ہوا کو دکھلادیا اب اگر کوئی یہ کہے کہ وہ ہوا
 اور ہے اور یہ ہوا اور ہے محض بیجا خیال ہے اسلئے کہ دونوں ہواؤں کا فرق
 آپ لوگوں کو کس دلیل سے معلوم ہوا وہی مادہ اشیر یہ (امیتھر) جو تمام فضائے
 عالم میں بھرا ہوا ہے اوسی سے ہمارے گرد کی ہوا بھی پیدا ہوئی اور اوسی سے
 گرد آفتاب کے ہوا پیدا ہوئی اور وہی ایسے جن اور ہیدروجن اور نیٹروجن یہاں
 بھی ہو سکتا ہے۔ اور وہاں اور جملہ سیارات پر اب رہا لطافت اور کثافت کا
 فرق یہ بھی غیر معلوم ہے۔ یہی ہے ہر صاحب آفتاب کے گرد ابراور غلیظ ہوا کے
 قابل ہیں اور مکوں کیا منصب کے جو انکار کرتے ہو کہ سیارات پر ہوا نہیں ہر زمین سے
 اوپر اہل تک تو اپنی رسائی نہیں اور کڑوڑوں میل کی خبر دیتے ہو اور بالفرض
 کہ وہ ہوا اور ہے پر وہ ذی روح جو سیارات پر آباد ہیں انکی حیات اور
 ذیست کو ہماری ہوا سے کیا تعلق ہر جہت طرح انکی خلقت اور ہے انکا سرمایہ حیات
 خدا نے اور ہوا خواہ کسی اور چیز سے کر دیا ہو۔ آپن جو آئین چہر توجیہ کرتے ہیں

اور اس مسئلہ کو میں باب سراج میں انشاء اللہ پر لکھوں گا۔ اس طرح ایک شخص معلوم
 جو اپنے کو بڑا مجسم سمجھتا ہوتا تھا تھیں صادق ال محمد کے آیا حضور نے اس سے
 یہ بھی ایک سوال کیا کہ وہ سارہ کون ہے جب طلوع کرتا ہے اونٹ مست ہو
 جاتے ہیں۔ سعد نے عرض کی مجھے معلوم نہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں تو سچا ہے
 بھلا وہ کون ستارہ ہے جب نکلتا ہے گاؤ کو ہیجان پیدا ہوتا ہے نجم نے
 عرض کی مجھے معلوم نہیں آپ نے فرمایا تو سچا ہے بھلا وہ کون ستارہ ہے
 جس کے طلوع کر نیسے کتے مست ہو جاتے ہیں نجم نے عرض کی مجھے معلوم نہیں حضرت
 نے فرمایا تو سچ کہتا ہے تجھے معلوم نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ یہ ارشاد امام کا
 ایسے نجم کے سامنے کبھی قابل اشتباہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور گو آج تک ہمارا
 عالم ناقص اول و متادون کے وقت طلوع پر نہوا اور نہ ابھی تک ہم ان کے
 نام سے واقف ہوں مگر عقل سلیم ہماری ضرورت حکم کرتی ہے کہ جو جو اخبار ہمارے
 متقلک انبیا اور اوصیاء انبیاء نے دے ہیں روز بروز بقدر ہمارا علم ترقی
 پاتا ہے سب کی تصدیق ہو رہی ہے ہزاروں پیشین گوئیوں کی صحیح
 ہو چکی ہیں اور سیکڑوں امور اور اشیا کے وجود کی خبر جو حضرات نے دی ہے ان کا
 ثبوت کامل ہو چکا لہذا اپنی لاعلمی سے ہم آج یہ کہہ دین کہ ایسا کوئی ستارہ نہیں ہے

بجز نادانی کے اور کچھ اسکا نتیجہ نہ ہوگا۔ گیس کا مسئلہ لیجے جو آدمی کے بدن سے
 نکلتی ہے تھوڑے دنوں سے ڈاکٹروں کو اسکی خبر ہوئی ہے اور ہماری ایش
 مقدسین بخوبی وارد ہے کہ مجلس اور مجمع میں ہر ایک آدمی کس قدر فاصلہ سے
 بیٹھے اب ڈاکٹروں نے اپنے قیاسی اور تجربہ طینی سے وہی فاصلہ تجویز کیا ہے
 جسکو ہم جلد دوم میں انشاء اللہ ثابت کریں گے۔ لہذا آدمی کو لازم ہے کہ
 انبیاء کے اقوال پر اپنی نادانی سے شبہ نہ کرے اور ان کا علم آلات اور اسباب
 ظاہری کی وجہ سے نہ تہا انکی دورین قدرتی ایسی تھی کہ قریب اور بعید
 سبکو مقدار واحد اور صفات واحدہ پر دیکھتی تھی۔ لاکھ برس کی گذری ہوئی
 اور کروڑ برس کی آئندہ سب اور حضرات کے سامنے بروقت ضرورت خدا
 حاضر کر دیتا تھا۔ ایسے طرح جو امور خلقت لطفہ انسانی یا خلقت حیوانات اور جو
 امور اسی عالم کے ہیں اور حضرات کو بلا ذریعہ اسباب خارجی البام ربانی سے
 معلوم ہوتی تھی۔ ایسے طرح نوا میں قدرت اور احکام انتظام عالم یہ سب حکام
 الہی اور حضرات کو وحی الہی سے معلوم ہوتی تھی اور وہ علم اتم علوم اور اکمل
 افراد علم ہے اور اس علم سے مخالفت کرنی اور ان احکام کو ظاہری آلات اور
 اسباب سے جو علوم حاصل ہوتے ہیں ان پر قیاس کرنا کیسی نادانی کی بات ہے

حکایت ۱۲۰ ہجری میں بمقام لشکر گوالیار محلہ جنک گنج میں بذریعہ حیات
 و طب وارد تھا ایک طالب علم قاضی محلہ جینی جنکا نام نوزالدین تھا اور خفی الہدایہ
 تھے جسے کتاب صدر اڑھتے تھے اور ساتھی میرے مکان کے کالج سرکاری
 راج گوالیار کا بھی تھا اور اسکے افسر اعلیٰ ایک فرانسیس بڑے ذی علم آدمی تھے
 وہ میری حالت کے روزانہ قاضی صاحب سے پرسان رہتے تھے ایک روز
 انہوں نے قاضی صاحب سے کہا کہ تم اپنے استاد سے ایک سوال کا
 جواب لا دو تو ہم بھی اونکی ملاقات کو چاہیں۔ سوال حسب قدر علوم انسانی
 معلومات میں آچکے ہندو سے بڑھ کر کسی علم کی دلیل سچی اور قطعی ہے۔
 قاضی صاحب نے مجھ سے اسکو پوچھا۔ جواب میں نے کہا حسب قدر علوم
 انسانی معلومات میں آچکے علم ہندو سے زیادہ تر کسی علم کی دلیل کمزور
 نہیں ہے اسلئے کہ اصول موضوعہ اقلیدس کے جن پر بنائے اشکال ہے
 وہ کسی اور علم میں ثابت کرنے کی محتاج ہیں۔ اور اقلیدس نے اونکو صحیح
 فرض کر لیا ہے اب جتنی شکلیں ان اصول پر موقوف ہیں سب نا تمام ہیں
 بہرہ برہان ہندو کی کیا قطعی ہو سکی دلیل ہے۔ فرض کرو کہ شکل ۴م۔ ۱
 مربع وتر مثلث قائم الزاویہ برابر ضلعین کے ہر اگر ۱۔ ۱ اور ۱۔ ۱ مقدار دو نو

ضلع کی ہے دونوں کا مربع = ۲۰۰ کے ہے۔ پہر چونکہ مربع وتر یہ ۲۰۰ کے تھا
 اوسکی جذر تقریبی $\frac{1}{2}$ ۱۴ ہوگی اب اگر مسئلہ القصال کا صحیح مانا جائے اور
 تقریب نہ یعنی اجزا جسم کے جدا جدا ہیں باہم متصل نہیں اور اسبوجہ سے
 مسامات پیدا ہوتے ہیں اسوقت تو یہ حکم ضرور سچا ہے ورنہ فقط ۱۴ کی
 برابر بھی وتر ایسے مثلث کا ہو سکتا ہے اور جزو لانیخری کی تقسیم پر یہ دلیل
 قائم نہوگی اور القصال کا مسئلہ آج تک ثابت نہو سکا پہر اقلیدس کے دلائل
 کب سچے اور صحیح اور قطعی رہے سب لغو اور مہمل ہو گئے یہ میرا جواب
 جب قاضی صاحب نے آفیسر کالج پرنسپل صاحب سے بیان کیا اوںہوں نے
 کہا کہ بس اب کیا مولوی صاحب کے ملین اسلئے ہمارے نزدیک تو علم ہند
 دلائل قطعی تھے اور مولوی صاحب نے اونکی پوری خرابی ثابت کر دی کہ
 ہندو سیدین مقدار متصل سے بحث ہوتی ہے اور مقدار متصل کا ثبوت خود
 علم ہند سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے میری غرض اس حکایت کے
 لکھنے سے یہ ہے کہ اسے میرے مغز تعلیم یافتہ یہی حال آپ کے فلسفہ
 جدیدہ کا ہے کہ محض فرضی اور وہمی بنا پر سارے حسابات یہ لوگ لگا رہے ہیں
 یہ فلسفہ تو فلسفہ قدیم سے بھی ہزار درجہ نلے سند ہے اس بنا پر الہامی پوپ

اعتراض کرنا۔ آپ ہی انصاف کیسے کیسے طرح قابل پذیرائی ہو سکتا ہے خدا
 ہدایت کرے آمین۔ دفع تو ہم ضرور ہر شخص کو تو ہم ہو گا کہ بقدر علوم اور
 فنون کے دلائل اصول ہندسہ پر مبنی ہیں اور بقدر آلات اور کلین دنیا
 میں جاری ہوئی اور بے خطا کام دی رہی اور ان کے فوائد یقینی ہو
 پہنچ رہیں اور جبر تغیر اور علم اصطلاح علم مثلث علم دائرہ علم کرہ متحرک اور
 کرہ ساکنہ اور علم مخروط اور اسطوانہ اور ربع مجیب وغیرہ جب ان سبکی بنا
 دلیل ہندسہ پر ہے اب تو سب لغو اور مہمل اور مشکوک ہو گئے اب کون علم
 اور مثل یقینی باقی رہا جس پر پورا بہرہ کیا جائے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ
 عقلاے کاملین نے اسی خیال سے یہ مسئلہ مسلم مان لیا ہے کہ ظنیۃ
 الطریق لا یمکن قطعاً الحکم یعنی دلیل ظنی سے
 حکم یقینی کا پیدا ہونا کچھ اسمیں منافات نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم
 اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں اور جس راہ سے وہ منزل ہم نے
 طے کی ہے اسکا منزل مقصود پر پہنچنا نا یقینی نہیں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ
 ہمارے مذہبی مسائل میں علم اصول فقہ کے بھی بجا راہ ہے کہ ظنی طریق
 نظام جو آج بالکل غلط سمجھا جاتا ہے اسکے مسائل بھی محض ظنی ہیں علوم

ہندسہ پر مبنی تھے اور نتائج علم ہدیت پوری ثابت ہوتی تھی وہی نتائج اب
 اوس نظام کو باطل کر کے دوسرے نظام سے پیدا ہوتے ہیں اور سطح
 بطوریسی نظام کا غلط ہونا ممکن تھا اب اس نظام کا غلط ہونا بھی ممکن ہے
 مگر نتائج بار صحیح پیدا ہو رہے ہیں عام خیال کے لوگ نتائج کے یقینی ہونے سے
 دلیل کو بھی یقینی سمجھتے ہیں ایسا نہیں ہے جبرئیل میں یہ بھی ایک
 مسئلہ مانا گیا ہے کوئی کل کیسی ہی عمدہ اور درست قاعدہ پر بنائی جائے
 مگر کچھ نہ کچھ سرخداش اوس میں ضرور ہوتا ہے مثلاً ہم نے ایک دعائیہ ابن
 سوگھورون کی طاقت کا بتایا۔ اب بوجہ اور اسباب ضروری کے
 پورے پانسو کی طاقت اوس میں نہ ہوگی کبھی دو چار کی کمی اور کبھی دو چار کی
 بیشی ضرور ہوگی۔ ہاں فرانس میں ایک گہری ایسی بنی تھی جو پورے
 سال بہرین ایک دقیقہ (منٹ) کی غلطی گردش آفتاب کی حرکت سے
 کرتی تھی اور لاکھ روپیہ کا الغام اس کاری کو ملا تھا۔ یہ کام اوسی حکیم
 مطلق کا ہے جسکی قدرتی مصنوعات میں مثلاً حرکت آفتاب کرورون میں
 ایک ثانیہ (سکنڈ) کی بھی غلطی نہیں کرتی یہی فرق ہماری مصنوعات
 اور قدرتی صناعات میں ایسا ہے جو ہم کو وجود صناعات تعالیٰ برحق کا ضرور اقرار

کراتا ہے پس اگر علوم جدیدہ کے اصول ظنی اور وہی سے صحیح نکلتا ہو
 اور آلات جدیدہ صحیح طیار ہوتے ہوں اسکی وجہ سے اُن اصول کا یقینی
 ہونا ہرگز خیال نہ کرنا چاہئے۔ یہ قدرت کا گورکھ دہندہ ہے خدا ہی کو علم
 کہ نوا میں قدرت پختے اور یقینی کون سے مہین جن پر یہ کارخانہ عالم عمل رہا
 تصویر کا ہمہ وجوہ مطابق ذی صورت کہ ہونا گونوٹو گراف ہی کے نہیں
 ہرگز یقینی نہیں ہے : (خاتمہ کتاب)

شکر خدا کہ جلد اول اس کتاب کی ختم ہوئی اور جلد دوم کے ابواب موعودہ جلد اول کی
 فہرست بھی طیار ہو چکی اور اسکو بھی انشاء اللہ بہت جلد مدیہ ناظرین کرونگا حضرت علمائے
 اسلام کو معلوم ہے کہ یہ جدید علم کلام محتاج اوسے قدر امداد اور اعانت مرا اور والیان
 ملک کا ہوتا اور ہے جسقدر علم کلام قدیم کو حاجت اسکی تھی اور لاکھوں کاسر مالہ امرا
 اور سلاطین اسلامیہ نے فراہم کر کے علمائے اسلام کی امداد کی تھی اور علمائے
 متقدمین بھی ایک دوسرے کے معین اور مددگار رہتے تھے اور مقابلہ دشمنان
 بیرونی خانگی نزاع کو ترک فرما کر ہمہ تن محاسن دین اسلام میں یکدل اور یک زبان
 ہو جاتے تھے تہمت جاکر دہریہ اور ملحدین سے مقابلہ ہوتا تھا۔ انتصار الاسلام
 وہ زمانہ پایا کہ روسا اور والیان ملک کی امداد اسلام کی بچ کر نیکو سر خدا بھابھا

ہوئی اور ہوتی ہے اور انتصار الاسلام کی تصنیف کی خبر بھی دیکھو نہ ہوئی تاہم دوسرے
 اور علمائے محمدی اول تو اس زمانہ میں معدودے چند ایسے ہوں گے جو ان بحث
 کو ضروری سمجھیں۔ اور پہر انکی خستہ حالی اور ناسازی ناپرسانی زمانہ سے اس قدر
 ہوئی ہے کہ خدا رحم کرے انکو اپنی ضروری حوایج سے اتنی بھی فرصت نہیں کہ ایک
 نظر سرسری سے اس کتاب کو ملاحظہ کریں۔ مگر چونکہ خداوند عالم دین اسلام کی
 تائید پر ہر وقت اور ہر زمانہ کے موافق کچھ نہ کچھ سامان کر ہی دیتا ہے لہذا حضور
 پر نور حامی دین اسلام ناصر شریعت خیر الانام عالمی جاہ بلند پائنگاہ نواب
 سید سید علی خان صاحب رئیس کانتورا اور ارون کے منجھلے بھائی نواب
 سید جعفر علی خان صاحب کو امداد کتاب ہذا پر آمادہ فرمایا ان دونوں حضور
 علمی لیاقت اور مالی امداد سے پورے معین اسلام ہو کر ایسی دریادلی فرمائی
 کہ جلد اول تصنیف ہو کر چھپ بھی گئی اور جلد دوم کی اشاعت کو منجھلے حضور
 پختہ وعدہ فرمایا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی ہدیہ ناطقین ہوگی۔

لہذا میں دعائے ترقی دارین دونوں حضور کو دیکر اس کتاب کو ختم کرتا ہوں
 وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ اَحْمَدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
 مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَخَيْرِ اصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ

فہرست ابواب و مطالب کتاب انتصار الاسلام

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
۲	خطبہ کتاب		۱ اور اقسام
۳	سبب تصنیف	۸۱	ہیجر کا بیان فلسفہ مذہبی کے اصول پر۔
۶	مقاصد ضروریہ	۹۵	باب چوتھا تبدیل ہیجر کی مثالیں تاریخی واقعات سے اور خرابی جو پابندی سے لازم آتی ہے۔
۸	تعریف معجزہ		غداویہ اشیا نیاتی کا ہیجر اور قدرتی روٹی کا درخت۔
۱۰	مقدمہ کتاب فلسفہ قدیمہ اور جدیدہ کا بیان	۱۰۰	
۱۹	باب اول آزادی اور پابندی کی خوبی اور خرابی		ہیجر کا دوسری طور سے بیان
۳۲	اصلی غرض آزادی سے انکارِ حسن اور قبیح اشیا کا	۱۰۵	ہیجر کا تیسرے طور سے بیان۔
۳۵	انتظام اور پابندی اور بد نظمی اور آزادی کا ساتھ ہے۔	۱۱۳	ہیجر کا چوتھے طور سے بیان اور طول عمر کا ہیجر
۵۰	باب دوم عورتوں کی آزادی اور پابندی پر دلائل عقلیہ	۱۱۷	ہیجر کا پانچویں طور سے بیان اور محال عقلی
۶۳	شرعی پردہ اور اعزازی پردہ کا فرق		اور محال عادی کا فرق
۷۵	باب تیسرا ہیجر یعنی قانون قدرت کے معنی	۱۲۸	باب پانچواں معجزہ خلاف ہیجر نہیں ہے بلکہ مطابق ہیجر کے ہے۔
		۱۲۹	قرآن مجید کیونکر معجزہ ہے اور پہلا سبب ہذا قرآن کا

۱۳۰	معجزہ قرآن کا دوسرا سبب۔	۱۶۲	عذی کے معنی اور اس سے غرض کیا ہے۔
۱۳۱	معجزہ قرآن کا تیسرا سبب۔	۱۶۸	سید احمد خاں صاحب کہتے ہیں کہ ہماری نبیؐ کوئی معجزہ نہیں دکھلایا۔
۱۳۲	چوتھا سبب متعلق علم آواز سے اور موسیقی کے اصول		امت کی درخواست جو معجزہ نبیؐ دکھلایا اور دعویٰ
۱۳۵	پانچواں سبب لفظی اور معنوی خلل سے پاک ہونا۔		نبوت کر کے جو خود کو پہلا مسیحین کیا فرق ہے
۱۳۶	چھٹھا سبب مجمع علوم اور فنون ہونا قرآن کا		پہلا فرق قلت اور کثرت صدور معجزہ کا۔
۱۳۷	ساتواں سبب شفا میں امراض متعلق بعلم خواص حروف	۱۸۱	دوسرا فرق عذی اور بلا عذی کے معجزہ میں۔
۱۳۸	آٹھواں سبب تکلف سے دور ہونا۔	۱۸۲	دعویٰ نبوت کی مثال دنیوی دعوٰی سے
۱۳۹	نواں سبب تکرار تلاوت سے طبیعت سیر	۱۸۶	قابل غور و کلام۔
۱۴۱	نہیں ہوتی۔		قانون قدرت نبیؐ کو اظہار معجزہ میں کہاں تک
۱۴۲	استحالة مثل کاشبہ اور اسکا جواب۔	۱۹۹	اجازت دیتا ہے۔
۱۴۳	سرسید احمد خان فصاحت قرآن کو معجزہ		بایں توان پنجر یہ کے خیالات خوارق عادات
۱۴۴	نہیں مانتے اور اسکا جواب	۲۱۳	انبیاء کے نسب کیسے ہیں۔
۱۴۸	سرسید احمد خان کا ناقصا قوال کہیں توفیق		ہبام غیر حیوانی کی حرکت کا پنجر اور حضرت موسیٰ کا عصا
۱۵۰	قرآن کو معجزہ کہتے ہیں اور کسی جگہ انکار کرتے ہیں	۲۱۷	بانی کا بیت ہونا اور زمین سیالات کا پنجر
۱۵۱	یاد دہی ضروری اور خوارق عادات انسانی	۲۲۱	اور معجزہ کا فرق کیا ہے۔
۱۵۲	بایں چھٹھا سید احمد خاں فصاحت معجزہ کو دلیل نبوت نہیں مانتے	۲۲۳	بانی کا دوسرا پنجر
		۲۲۴	بانی کا تیسرا پنجر۔

۲۲۷	بانی کا جو تھا نیچر اور برودت پانی میں جوش آتا۔	۲۶۶	ساتواں فرق قابلیت اثر معجزہ میں شرط نہیں
۲۲۸	جس فلسفہ کی بنیاد تھی تجربہ پڑا اسکو نیچر سے کیا علا	۲۶۷	اسٹھواں فرق نبی پر سحر زیم اور جادو نہیں چلتا۔
۲۳۷	ہوئی کا فاسفورس اور حضرت موسیٰ کا یدرجینا	۲۶۸	حضرت عیسیٰ جادوگران فرعون کے نہیں ڈرے تھے
۲۳۱	باب آٹھواں خواص غیر سمائی اور ثبوت عالم غیر مادی	۲۶۹	ہمارے ہی علم پر جادو کا اثر مونا بالکل غلط روایت
	مسمر زیم سے غائب پانی اور معجزہ کا فرق غائب	۲۷۰	ننان فرق ان اعمال علوی سے بھی انبیاء بری تھے
	بین بن۔		جو کہ سحر بکفر ہیں۔
۲۵۳	سید احمد خان صاحب نے معجزہ اور مسمر زیم کو ایک	۲۷۱	دسواں فرق خود مسمر زیم کے رسول معجزہ کا فرق مسمر کا
	سمجھا اور غلطی کی۔	۲۸۳	اعمال علوی اور عقلی اور علوم اسرار کے ایک
۲۶۰	باب نہم مسمر زیم کے عامل اور نبی کے معجزہ سمائی		حرام کیوں ہے
	میں اسٹی فرق ہیں۔	۲۸۵	عقلی فوائد علوم اسرار کے چھپائے میں تیسرا سبب
۲۶۲	پہلا فرق تدرج کلمے یعنی مشافی۔	۲۸۶	دوسرا سبب غیب پانی سے پردہ وری خلاقی ہوتی
۲۶۳	دوسرا فرق اجتماع حواس اور حیویتی عامل کی۔	۲۸۷	تیسرا سبب نیچر یعنی قانون قدرت کا بدلنا۔
۲۶۳	تیسرا فرق آلات اور شروط کلمے۔	۲۸۹	چوتھا سبب نیچر کا بدلنا قانون سے ہرگز ثابت نہیں ہے
۲۶۴	چوتھا فرق واسطہ اور رابطہ کا ہے۔	۲۹۲	نیچر کے سمجھنے میں سیدھا خالق کی راہ درست تھی۔
۲۶۵	پانچواں معجزہ جیسے ہوا کے غواں غمشل معمول	۲۹۷	قانون قدرت کے انقسام اور اظہار نیچر واقعی کا۔
	مسمر زیم باطل نہیں ہوتے۔	۳۰۰	نیچر شکن مشالوں سے معجزہ نبی پر کچھ شک نہ رہے۔
۲۶۶	چھٹھا فرق معجزہ منکر چلتا ہے اور مسمر زیم نہیں چلتا ہے	۳۰۵	سوانیزہ برآفتاب از قیام نیچر کے کائنات

باب گیارہواں شبہ طلوع آفتاب از مغرب۔	۳۸۵	دوسری دلیل شق القمر کے محال ہونے پر اور اس کا جواب
۳۱۱		
مغرب حقیقی اور مغرب فرضی کا فرق۔	۳۹۰	دوسرا شبہ شق القمر علم مناظر اور علم نور وغیرہ سے اور اس کا جواب۔
۳۱۵		
آفتاب کی گرمی کا تحمل کیونکر ہوگا۔	۴۰۲	تیسرا شبہ جابلانہ شق القمر پر اور اس کا جواب۔
۳۲۱		
باب بارہواں چند سوالوں کا جواب۔	۴۰۵	چوتھا شبہ شق القمر علم تاریخ سے اور اس کا جواب۔
۳۲۳		
پہلا سوال مذہب کی پابندی آزادی کے خلاف ہے۔	۴۰۹	نتیجہ باب یازدہم مغرب حقیقی کی توضیح۔
۳۳۰		
دوسرا سوال سیکڑوں مذہب سے مذہب حق کا	۴۱۶	قرآن حدیث سے مغرب حقیقی کا ثبوت۔
۳۳۱		
پر ہی نامحال ہے۔	۴۲۱	مغرب سے طلوع آفتاب ثبوت تطبیق آیات قرآنیہ
مذہب کا اختلاف باہمی جزئیات میں ہر سوال ایک ہیں۔		قرآن میں قیام کا دن ہزار برس اور پھر پچاس ہزار برس مختلف
۳۳۶		
تیسرا سوال تنبیہ کسی منہ کے موجد نہ تھے۔	۴۲۹	باب چودہواں شق القمر کا معجزہ جو ذکی و شگفتہ حنا
۳۳۸		
ایجاد کی قوت اور موجدین کا حال۔	۴۳۱	سیر محمدی میں لکھا ہے بشرط تحت اس کا ثبوت عقلی۔
۳۵۲		
چوتھا سوال مخلوق کوٹنے کے سوا اور انبیاء کیا کرتے تھے	۴۳۴	پہلا شبہ ال معجزہ پر اور اس کا جواب
۳۵۹		
سید محمد خاٹن کا چندہ مدرسہ صنائع میں کیوں خرچ	۴۳۷	دوسرا شبہ کعبہ کی چھت پر چاند کا اترنا۔
۳۶۰		
ہو نہیں ہوتا۔	۴۴۱	تیسرا شبہ چاند کا نورانی رہنا بلکہ نور آفتاب کے۔
اسلام کے نبی اور انبیاء کی شریعت کو مٹا کر خود	۴۴۳	چوتھا شبہ چاند کا گرد خانہ کعبہ کے بھرنا۔
۳۶۳		
اپنی نبوت بھی مٹا گئے	۴۴۵	پانچواں شبہ ہمارے نبی کی نبوت پر چاند نے گواہی دی
باب تیرہواں شق القمر کا معجزہ عقلی دلائل سے۔	۴۴۵	ساتواں سوال اور نور ان شبہ اور ان کے جوابات
۳۷۹		
پہلا شبہ شق القمر پر اور اس کا جواب	۴۴۵	باب پندرہواں مان باکچہ احسان اولاد پر نہیں ہے
۳۸۰		
		اور اٹھ اطاعت والدین کی شریعت اولاد
		سے کراتی تھی۔

فہرست ابواب و مطالب کتاب انصار الاسلام

قیمت ستر

مخصوص لڑاک

ابواب مطالب

صفحہ

ابواب و مطالب

صفحہ

خطبہ کتاب	۲	۱۱۷	منہج کا چوتھے طور سے بیان اور طول عمر کا منہج
سبب تصنیف	۳	۱۲۳	منہج کا پانچویں طور سے بیان اور محال عقلی و محال عادی کا فرق
مقاصد ضروریہ	۶		
تعریف معجزہ	۸	۱۲۸	باب (۵) معجزہ خلاف منہج نہیں ہے بلکہ مطابق منہج کے ہے
مقدمہ کتاب فلسفہ قدیمہ اور جدیدہ کا بیان	۱۰		
باب اول آزادی اور پابندی کی خوبی اور خرابی	۱۹	۱۲۹	قرآن مجید کیونکہ معجزہ ہے اور پہلا سبب عجز قرآن کا
اصلی عرض آزادی سے انکار حسن اور قبح شیاؤں کا	۳۲	۱۳۰	معجزہ قرآن کا دوسرا سبب
انتظام اور پابندی اور بد نظمی اور آزادی کا ساتھ	۳۵	۱۳۱	معجزہ قرآن کا تیسرا سبب
باب دوم عورتوں کی آزادی اور پابندی پر دلائل عقلیہ	۵۰	۱۳۲	چوتھا سبب متعلق علم آواز سے اور موسیقی کے اصول
شرعی پردہ اور اعزازی پردہ کا فرق	۶۳	۱۳۵	پانچواں سبب لفظی اور معنوی خلل سے پاک ہونا
باب سوم منہج یعنی قانون قدرت کے معنی اور اقسام	۷۵	۱۳۶	چھٹا سبب مجمع علوم اور فنون ہونا قرآن کا
منہج کا بیان فلسفہ مذہبی کے اصول پر	۸۱	۱۳۷	ساتواں سبب شفا سے مراد متعلق بعلم خواص حروف
باب دوم تبدیل منہج کی مثالیں تاریخی واقعات سے اور خرابی جو پابندی منہج سے لازم آتی ہے	۹۵	۱۳۸	آٹھواں سبب تکلف سے دور ہونا
غذا دہی اشیاءے نباتی کا منہج اور قدرتی روٹی کا درخت	۱۰۰	۱۳۹	نواں سبب تکرار تلاوت سے طبیعت سیر نہیں ہوتی
منہج کا دوسرے طور سے بیان	۱۰۵	۱۴۱	استحالة مثل کا شبہ اور اس کا جواب
منہج کا تیسرے طور سے بیان	۱۱۳	۱۴۲	سرید احمد خان فصاحت قرآن کو معجزہ نہیں مانتے اور اس کا جواب
		۱۴۸	سرید احمد خان کا تناقض احوال کہیں تو

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
	فصاحت قرآن کو معجزہ کہتے ہیں اور کسی جگہ انکار کرتے ہیں۔	۲۲۷	پانی کا چوتھا بیجر اور برودت سے پانی میں جوش آتا۔
۱۵۰	یاد دہی ضروری اور خوارق عادات انسانی اور معجزہ کا فرق کیا ہے۔	۲۲۸	جس فلسفہ کی بنا محض تجربہ پر ہے اُس کو بیجر سے کیا علاقہ۔
۱۵۳	باب (۶) سر سید احمد خان صاحب معجزہ کو دلیل نبوت نہیں مانتے۔	۲۳۷	ہڈی کا فاسفورس اور حضرت موسیٰ کا ید بیضا۔
۱۶۴	تحدی کے معنی اور اُس سے غرض کیا ہے؟	۲۴۱	باب (۸) خواص غیر جسمانی اور ثبوت عالم غیر مادی سمریزم سے غائب بنی اور معجزہ کافر غائب میں ہیں۔
۱۶۸	سید احمد خان صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے نبی نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔	۲۵۳	سید احمد خان صاحب نے معجزہ اور سمریزم کو ایک سمجھا اور غلطی کی۔
	امت کی درخواست ہے جو معجزہ نبی دکھلائے اور دعویٰ نبوت کر کے جو خود دکھلائے کہیں کیا فرق ہے۔	۲۶۰	باب (۹) سمریزم کے عامل اور نبی کی معجزہ غامبی میں دس فرق ہیں۔
۱۸۱	پہلا فرق قلت اور کثرت صدور معجزہ کا۔	۲۶۲	پہلا فرق تدریج کا ہے یعنی مشاقی۔
۱۸۴	دوسرا فرق تحدی اور بلا تحدی کے معجزہ میں دعوے نبوت کی مثال دنیوی دعووں سے قابل غور و نگار۔	۲۶۳	دوسرا فرق اجتماع حواس اور بھجوا سی عامل کی تمیز فرق آلات اور شرط کا ہے۔
۱۹۹	قانون قدرت نبی کو اظہار معجزہ میں نہایت اجازت دیتا ہے۔	۲۶۵	چوتھا فرق واسطہ اور رابطہ کا ہے۔
۲۱۳	باب (۷) بیجر کے خیالات خوارق عادات انبیاء کی نسبت کیسے ہیں۔	۲۶۶	پانچواں معجزہ جیسے ہو سکے حواس خمسہ مثل معمول سمریزم باطل نہیں ہوتے۔
۲۱۶	اجسام غیر حیوانی کی حرکت کا بیجر اور حضرت موسیٰ کا عصا۔	۲۶۷	چھٹا فرق معجزہ منکر پر چلتا ہے اور سمریزم نہیں چلتا ہے۔
۲۲۱	پانی کا بستہ ہونا اور وزن نیالات کا بیجر۔	۲۶۸	ساتواں فرق قابلیت اثر معجزہ میں شرط نہیں۔
۲۲۳	پانی کا دوسرا بیجر۔	۲۶۹	آٹھواں فرق نبی سمریزم اور جادو نہیں چلتا۔
۲۲۴	پانی کا تیسرا بیجر۔	۲۷۰	حضرت موسیٰ جادو گر ان فرعون سے نہیں درجی۔
		۲۷۱	ہزار نبی جادو کا اثر ہونا بالکل غلط روایت ہے۔
		۲۷۲	نواں فرق ان اعمال علوی سے ہی انبیاء پر ہے۔

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
	جو کہ بجز مکفرین۔	۲۵۲	ایجاد کی قوت اور موجودین کا حال۔
۲۷۵	دسواں فرق خود مسمریزم کے معمول سے معجزہ	۲۵۹	جو تھا سوال خلائق کے ہونے کے سوا اور
	کا فرق معلوم کر لو۔		انبیاء کیا کرتے تھے۔
۲۸۳	اعمال علوی اور عقلی اور علوم اسرار خمسہ کا یکہنا	۳۶۰	سید احمد خان کا چندہ درہ ضائع میں کیوں
	حرام کیوں ہے۔		خرچ نہیں ہوتا۔
۲۸۵	عقلی فوائد علوم اسرار کے چپٹا میں پہلا سبب	۳۶۳	اسلام کے نبی اور انبیاء کی شریعت کو مٹا کر
۲۸۶	دوسرا سبب غیبی دانی سے پردہ درسی خلائق ہوتی		خود اپنی نبوت ہی مٹا گئے۔
۲۸۷	تیسرا سبب نیچر یعنی قانون قدرت کا بدلنا۔	۳۷۹	باب (۱۳) شوق القمر کا معجزہ عقلی
۲۸۹	باب (۱۰) نیچر کا نہ بدلنا قرآن سے ہرگز		دلائل سے۔
	ثابت نہیں ہے۔	۳۸۰	پہلا شبہ شوق القمر پر اور اس کا جواب۔
۲۹۳	نیچر کے سمجھنے میں سید احمد خان صاحب کی رائے	۳۸۵	دوسری دلیل شوق القمر کے محال ہونے پر اور اس کا
	درست نہ تھی۔	۳۹۰	دوسرا شبہ شوق القمر علم مناظر اور علم نورد وغیرہ
۲۹۷	قانون قدرت کے اقسام اور اظہار نیچر واقعی کا		سے اوس کا جواب۔
۳۰۰	نیچر شکن مثالوں سے معجزہ نبی پر کچھ شک نہ کرو۔	۳۹۲	تیسرا شبہ جاہلانہ شوق القمر پر اور اس کا جواب۔
۳۰۵	سوانیزہ پر آفتاب بروز قیامت کچھ طرف سے نکلتے	۳۹۵	جو تھا شبہ شوق القمر پر علم تاریخ سے اور اس کا جواب
	کا ثبوت۔		شہد باب (۱۱) مغرب حقیقی کی توضیح
۳۱۱	باب (۱۱) جواب شبہ طلوع آفتاب مغرب	۳۹۶	قرآن وحدیث سے مغرب حقیقی کا ثبوت۔
۳۱۵	مغرب حقیقی اور فرضی کا فرق۔	۳۹۷	مغرب سے طلوع آفتاب کا ثبوت تطبیق آیات
۳۲۱	آفتاب کی گرمی کا تحمل کیونکر ہوگا۔		قرآنیہ قرآن میں قیامت کا دن ہزار برس
۳۳۰	باب (۱۲) چند سوالوں کا جواب۔		اور پھر چار برس مختلف کیوں وارد ہے
۳۳۱	پہلا سوال مذہب کی پابندی آزادی کے خلاف	۳۹۹	باب (۱۴) شوق القمر کا معجزہ جو دنیا کی مشائخ
	دوسرا سوال سیکڑوں مذہب کے مذہب حق کا پہچاننا		صاحب نے میر محمدی میں لکھا ہے بشرط صحت اس کا
	محال ہے۔		ثبوت عقلی۔
۳۳۶	مذہب کا اختلاف باہمی خبریات میں اصول کیا	۴۰۳	پہلا شبہ اس معجزہ پر اور اس کا جواب
۳۳۸	تیسرا سوال انبیاء کسی مہر کے موجد نہ تھے۔		دوسرا شبہ کعبہ کی حیرت پر چاند کا اترنا۔

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
۴۳۷	تیسرے شہرہ چاند کا نورانی پناہ بدون ملوہہ	۵۰۵	ساتوین دلیل نخوی قاعدہ
	آفتاب کے -	"	آٹھوین دلیل -
۴۳۸	چوتھا شہرہ چاند کا گرد خانہ کعبہ کے پہرنا -	۵۰۶	نویں دلیل اجماع مفسرین شان نزول
۴۳۹	پانچواں شہرہ مکہ نبی کی نبوت پر چاند نے گواہی		پر سورہ قمر کی -
۴۳۵	ساتواں - آٹھواں - اور نواں شہرہ راکھے جو آبا	۵۰۹	دسویں دلیل اصول قانون شہادت -
۴۴۵	باب (۱۵) مان باپ کا احسان		منکرین شق القمر کے پانچ گروہ ہیں -
	اولاد پر نہیں ہے اور آلے اطاعت ظاہر	۵۱۱	پہلا گروہ نیچر یون کا -
	کی شریعت اولاد سے کراتی ہے -	"	دوسرا گروہ فلاسفہ جدیدہ کا -
۴۴۸	جواب شہرہ -	"	تیسرا گروہ یہود اور نصاریٰ اہل مذہب سمائی -
۴۵۰	باپ کے احسانات -	۵۱۲	چوتھا گروہ تاریخ علمی والوں کا -
۴۵۸	مان کے احسانات -	۵۱۳	پانچواں گروہ چند اشخاص مسلمانوں کا ان کو
۴۶۸	حرام گہرون کا بیان -		پانچ غلطیان ہوئیں -
۴۷۴	حقوق والدین پر باقی ماندہ اعتراضات -	۵۱۴	پہلی غلطی -
۴۸۶	بقیہ تیرا احسان والدین زیادہ ہے نسبت	۵۱۵	دوسری غلطی -
	غیر بقیہ کے -	۵۱۶	تیسری غلطی -
۴۹۲	باب ۱۶ معجزہ شق القمر کے نقلی	"	چوتھی غلطی -
	امور پر جدید شہادت -	"	پانچوین غلطی -
	تمہید جواب بشمولہ دو حصہ	۵۱۷	علامہ فخر الدین رازی کا انکار تو اثر معجزات
۴۹۶	پہلا حصہ قرآن مجید سے اشبات کی شش دلیلین		سے غموں اور اوس کی تاویل -
۴۹۸	پہلی دلیل -	۵۱۹	دوسرا حصہ احادیث کا بطور اہل سنت
۵۰۱	دوسری دلیل -	۵۲۱	سات صحابہ راوی ہیں چشم دید جاہل
۵۰۲	تیسری دلیل -		اور تین کے روایات مرآئل میں پہلی
	چوتھی دلیل		روایت ابن مسعود کی پوری تحقیق -
۵۰۳	پانچوین دلیل	۵۲۶	دوسری روایت حضرت علی کی بطور اہل سنت
	چھٹی دلیل -		تیسری روایت حذلقہ بن یمان کی -

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
۵۲۷	چوتھی روایت حبیر بن مطعم۔	۵۶۳	احادیث کے
۵۲۹	تین صحابہ سمعی گواہ معجزہ کے جن کی روایات مراکیل ہیں۔	۵۶۴	دسویں لغایت بارہویں شبہات کا جواب۔
۵۳۱	پہلے زادے عبداللہ بن عباس۔	۵۶۹	خاتمہ ضروری مذہبی جہگڑا اب مسلمان نہ کریں۔
۵۳۲	ایک چاند کے دو چاند ہونے پر شبہہ کا جواب۔	۵۷۰	باب (۱۷) تعداد ازواج پر شبہہ نظر
۳۳۵	دوسرے راوی انس بن مالک۔	۵۷۱	مردم شماری اور اس کا جواب۔
۵۳۶	تیسرے راوی عبداللہ بن عمر۔	۵۷۲	دوسرا جواب بفرض صحت مردم شماری۔
۵۳۸	مقررین کو شبہہ عبداللہ کے نام سے ہوا ہے۔	۵۷۳	دس دلیلین وجوب تعداد ازواج کی
۵۳۹	شیعوں کی طریقہ سے تین روایات اس معجزہ کی جس سے پوری کیفیت ظاہر ہوئی	۵۷۴	عقلی اور پہلی دلیل۔
۵۴۰	اس معجزہ میں دس امور کا جاننا ضرور ہے جو روایات شیعہ سے معلوم ہوئی۔	۵۷۵	پہلی دلیل وجوب تعداد ازواج پر علم شیعہ
۵۴۱	پہلی روایت مناقب ابن شہر آشوب شملیر فوائد ہفت گانہ۔	۵۷۶	دوسری دلیل ایضاً۔
۵۴۵	دوسری روایت تفسیر قمی کے اور صاحب عقبہ کا ذکر جس سے پانچ فائدے ہوئے۔	۵۷۷	تیسری دلیل۔
۵۵۰	تیسری روایت خراج کی ہے پانچوں فوائد کی	۵۷۸	چوتھی دلیل اختلاف مزاج اور اقسام
۵۵۵	جواب شبہات کا خلاصہ بطور مکرر۔	۵۷۹	زن مرد کے قیافہ طبعی سے۔
۵۵۶	پہلے شبہہ کا جواب کہ قرآن سے ضرورت ثابت ہے۔	۵۸۰	پانچویں بظرا امر اض خاصہ و عامہ۔
"	رات اور دن کے اختلاف کا جواب۔	۵۸۱	چھٹی دلیل علم اخلاق سے۔
"	چشم دید ہونے کا جواب۔	۵۸۲	ساتویں دلیل ضرورت تمدنی کی نظری
۵۵۷	چوتھا شبہہ آسمان اور زمین پر شوق قمر ہونے کا اختلاف نہیں۔	۵۸۳	آٹھویں دلیل علم نجوم انسانی اور الہی
۵۵۹	آٹھواں۔ نوان شبہہ اور جواب۔	۵۸۴	نویں دلیل اقسام مرد و زن ناقابل
۵۶۲	علم ہیئت اور جغرافیہ سے تطبیق مضامین	۵۸۵	ازدواج سے۔
		۵۸۶	دسویں دلیل تعلیم جدید سے نفرت غیر
		۵۸۷	تعلیم یافتہ عورات سے نصیحت۔
		۵۸۸	باب (۱۸) شریعت محمدی اگر
		۵۸۹	مطابق عقل کے ہے تو پھر فلسفہ کیوں
		۵۹۰	حرام ٹھہرایا ہے اور مجہلی جواب۔
		۵۹۱	تطبیق شرع کی کوئی عقل سے مطلوب
		۵۹۲	

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
۶۰۷	ہے عقل معمولی یا فلسفی قدیم اور جدید حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا طائر و نکا زندہ کرنا خلاف نیچر نہ تھا۔	۶۰۹	تیسرا سوال سوائے اہل اسلام کے سب دوزخی کیوں ہوئے اور ان میں بھی ایک فرقہ مجہول منجمد ۷۳ کے۔
۶۱۰	عام تو فان روح میں سیکڑن میل پانی کا چڑھنا خلاف نیچر نہ تھا۔	۶۱۷	دین کبھی دو نہیں ہوتے۔
۶۱۲	سید احمد خان صاحب نے غلطی سے شریعت کے احکام اصول اور فروع سب فلسفہ کی تطبیق سے کی ہے۔	۶۵۳	ناجی فرقہ اہل اسلام کی شناخت آسان ہے۔
۶۱۸	فلسفہ مصنوعی حکما ضرور غلط ہے لہذا اوس کا پڑھنا حرام ہی ہے۔	۵۹۵	باب (۲۰) نیچری فرقہ کی ابتداء اور اس کے اصول کیا ہیں جس سے برہمی عالم کی ہوتی ہے
۶۲۸	باب (۱۹) چند شبہات نیچری کا جواب نقلی اور عقلی۔	۶۶۱	ہر چیز مباح اور سب کی شرکت اشیاء میں ہے۔
۶۳۳	نقلی جواب از روسے حدیث عقلی جواب دوسرا اور تیسرا جواب	۶۶۲	عورات کو سرباز پرانا سراسر انصاف ہے نیچر یون کی کارروائی کے طریقے کیا ہیں۔
۶۳۸	سوال میں ہے۔ دوسرا سوال عالم برزخ کا اگر ہر صدی میں ایک مردہ زندہ ہوتا تو پورا انکشاف ہوتا۔	۶۶۳	انتظام عالم کی بنا چہ امور پر ہے اور سب کے نیچری دشمن رہے اور مٹایا کئے۔
۶۴۳	نقلی جواب چند بار مردہ زندہ کر کے خدا نے دکھایا حکیم ایمونس کا زندہ ہونا تاریخی ثبوت ہے۔	۶۶۴	پہلا عقیدہ انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا اور نیچری اس کو مٹاتے ہیں۔
		۶۶۵	دوسرا عقیدہ میرادین سب دین سے اچھا ہے۔
		۶۶۶	تیسرا عقیدہ وار جزا اور سزا کا۔
		۶۶۷	چوتھا عقیدہ فضیلت حیا کی۔
		۶۶۸	پانچواں امانت کی خوبی

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
۶۶۵	یونانیوں کی بربادی نیچریوں کے سبب سے۔	۷۱۸	چھاپی گئی۔
۶۶۸	قوم فارس کی تباہی نیچری تعلیم سے مزدک نیچری نے کی ہے۔	۷۲۳	روح کی ماہیت امام جعفر صادقؑ نے دہریہ سے بیان کی۔
۶۶۲	اہل فرانس کی تباہی و نیز اور نامی دو نیچریوں کی تعلیم سے۔	۷۳۰	ہو امین وزن بموجب حدیث شریف کے نہیں حالانکہ اب ثابت ہو گیا ہے اس کا جواب جید اصول سے
۶۶۶	امت عثمانیہ کو نیچریوں سے کیا ضرر پہونچا۔	۷۳۱	دوسرا اور تمیز جواب اسی شہدہ کا۔ باب (۲۳۳) تسخیر ارواح الہات اور عمل سے اسلام پر کیا صدمہ پہونچ رہا ہے۔
۶۶۷	اہل اسلام کو نیچری فرقہ قدیم سے کیا ضرر پہونچا۔ فرقہ باطنیہ چوتھی صدی نیچری میں پیدا ہوا۔	۷۳۵	روح کا وادی السلام اور وادی یرموت اور مقام دفن پر ہونا یہ نقص کیسا۔
۶۶۶	باب (۲۱) ہندوستان میں نیچری فرقہ کی خفیہ کارروائی اور جاہلانہ خیالات نیچری تعلیم سے خبردار ہو دینی ضرر اس تعلیم کا دنیوی ضرر نیچری تعلیم کا۔	۷۳۹	روح کا بائین کرنا اور جواب تحریری دینا اس کی اصلیت۔
۷۰۲	تعلیم کا دنیوی ضرر نیچری تعلیم کا۔	۷۴۵	روح اگر سخر ہوتی تو کوئی عامل کسی چیز کا محتاج نہ رہتا۔
۷۶۴	مدرسہ صناعیت کمرارٹ اسکول سید احمد خان کی تعلیم سے جاری نہوا۔ ایک نیچری سے مباحثہ قابل دید ہے۔	۷۵۱	روح اگر سخر ہوتی تو کوئی عامل کسی چیز کا محتاج نہ رہتا۔
۷۱۳	باب (۲۲) تسخیر ارواح کے عمل سے دینی اور دنیوی ضرر اور جواب شبہات۔	۷۵۱	علم غیب اور خزائن اور دقائن اور قلبی امور کا علم نظام عالم کا برہم کرنے والا ہے۔
۷۱۸	روح کی ماہیت قرآن میں کیوں	۷۵۲	شرح حدیث لو علم البوذر کافی قلب سلمان تفسلہ۔
		۷۵۲	جسمانی قوتوں کے نظائر عجیبہ۔
		۷۵۵	باب (۲۴) سوال بچوں کو

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
	خدا مرض کی ایذا کیوں دیتا ہے - بچے معصوم نہیں ہیں - ایک دہریہ نے ام جعفر صادقؑ سے بھی سوال کیا تھا -	۷۷۸	ہیلامسئلہ جذبہ مرکزی زمین کا مہمل ہے اور نہوا کے وزن پر بحث - آسمانی چیزوں کے جدید مہول مہملہ - نور کے خواص کی خرابی -
۷۹۱	امراض غیر مزاجی خلاف نیچر فرضی ہیں -	۷۸۷	علم ہندسہ کے دلائل مہول موضوعہ پر موقوف ہیں پر کیونکر قطعی رہے -
۷۹۳	طب مصنوعی کی خرابیاں -	۷۹۴	صحیح نتیجہ برآمد ہونے سے قاعدہ کا سچا ہونا ضروری نہیں -
۷۹۵	تصفیہ آب و نہوا سے کثرت امراض وبا و طاعون -		
۷۹۶	حیدر آبادی نیچرل کا جواب امراض طفلان میں -		خاتمہ کتاب جلد اول اور حمد خدا
۷۹۷	باب (۲۵) چند مہول فلسفہ جدیدہ کی خرابی		

مرکز اعلان

جلد دوم بھی اسی حجم کی اور اسی قیمت کی طیار ہوگی اگر پیشگی قیمت

اہل سلام روانہ کریں تو بنارس تیلیف نالہ مدرسہ بخدست مولوی

سید علی جواد صاحب روانہ ہو۔

سید غلام حسین کنتوری

(کتبہ حافظہ معشوق الہی نامی مالک مطبع خیر الطابع میٹروہ)